شام کا سفر



عبدالستار توکل

ماں کی عظمت

حاجیانی ماں حوّا



اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اُن سے اُف تک نہ کہو۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۳)

ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

(حدیث شریف)

ماں کے بغیر گھر قبرستان کی طرح لگتا ہے۔

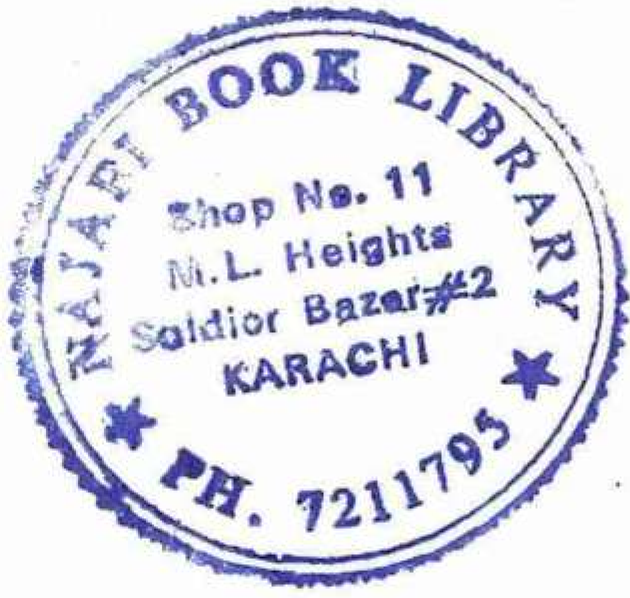
(اورنگ زیب عالمگیر)

سخت سے سخت دل کو پرنم ماں کی آنکھوں سے موم کیا جا سکتا ہے۔

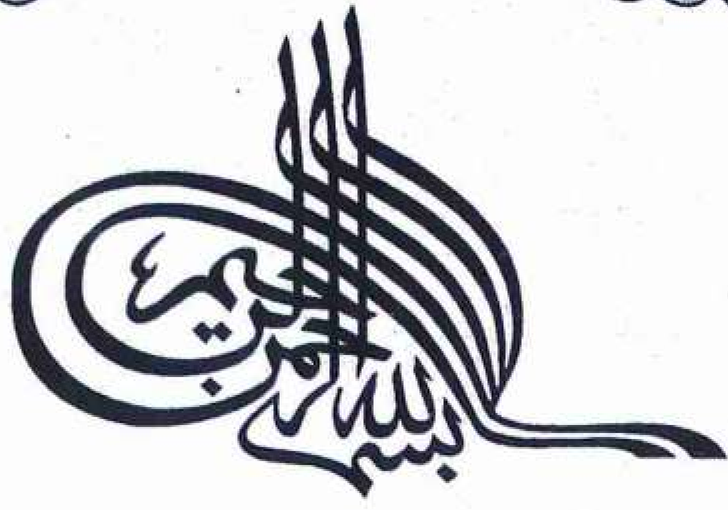
(علامہ اقبال)

دنیا کی حسین شے ماں صرف ماں ہے۔

(محمد علی جوہر)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



سُبۡحٰنَ رَبِّكَ

رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۚ ۱۸۰

وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۚ ۱۸۱

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ

الۡعٰلَمِيۡنَ ۱۸۲

شام کا سفر



عبدالستار توکل

کتاب کا نام	:	شام کا سفر
مصنف	:	عبدالستار توکل توکل ہاؤس 196، بلاک بی آدم جی نگر کراچی۔ 0300-2153033
تعداد	:	2100
تاریخ اشاعت	:	اگست 2006ء
قیمت	:	200 روپے
کمپوزنگ	:	فاطمہ زیدی
لے آؤٹ	:	عمران نورانی
طباعت زیر نگرانی	:	آزاد پبلشرز کراچی
ملنے کا پتہ	:	آزاد پبلشرز ۵۶۔ اردو بازار کراچی فون نمبر: 2631839-2620178
پبلیشر	:	خالد توکل

BR 1/26, Jaffari Chowk, Kharadar, Karachi.
Ph # : 2314645 - 2204303 Cell : 0300-9237764

فہرست

شمار نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
1	انتساب /ہدیہ تہنیت	08
2	پیش لفظ	10
3	شام کا سفر انقلاب ماتری	13
4	مصنف اور مختصر کتاب کے متعلق بشیر محمد منشی	14
5	دنیا کا سب سے قدیم اور اولیاء صحابہ کا شہر دمشق	18
6	بی بی زینب کا روضہ مبارک اور علاقہ زینبیہ	20
7	کیا سرکارِ دو عالم ﷺ دو فٹ کے فاصلے سے سن نہیں پاتے	22
8	اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ ط	31
9	دمشق کا مشہور و معروف علاقہ زینبیہ کے پُر رونق بازار	34
10	حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و عظمت	37
11	ایک غور طلب قصہ	42
12	حضرت علی کرم اللہ وجہ کا عظیم علمی مرتبہ	47
13	اصحاب کہف کا غار	49
14	چل مدینہ	51
15	سیدنا حضرت اُویس کرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	59
16	بی بی سکینہ کا مزار	63
17	امام بصیری کی مختصر سوانح حیات	76
18	عظیم عاشق رسول صحابی کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت	80
19	استنبول کی ملاقات کے متعلق کچھ خاص معلوماتی باتیں	82
20	ایک مسحور کُن لمحہ کی یادیں	85
21	دنیا کا سب سے مالدار عجائب گھر	89
22	جامہ سلیمانیہ: استنبول کی سب سے بڑی مسجد	96
23	ترکی دیکھنے کی جستجو	103
24	حجرہ اسود کے خلاف کی گئی سازشیں	105
25	حضور پاک ﷺ کے ارشادات میں سرزمین شام کی فضیلت کا بیان	107
26	شام میں "ابدال" کی موجودگی کے مطابق حدیث پاک کا بیان	110
27	حضور پاک ﷺ کا شام کا دوسرا سفر	113
28	شام کے سفر سے واپس آنے کے بعد بی بی خدیجہ کے ساتھ نکاح	116
29	اسلام کی خاطر جہاد اور شہادت کے متوالے سلطان ایوبی	118
30	''ایسرا'' اور ''معراج'' مسجد اقصیٰ	120
31	گستاخ رسول کا عبرت ناک انجام	121
32	ایک ایمان افروز واقعہ	126
33	اہرام مصر عجوبہ عالم کے روزن میں درد یدہ منظر	130
34	اہرام کی سرنگ کی عجیب و غریب تاریخ	134
35	حضرت ذوالنون مصری اس دنیا سے رحلت کے بعد کی کرامات	137
36	جامع حُسین شہید کربلا امام حُسینؓ کے سر مبارک کا مدفن	145
37	امام شافعی رحمۃ اللہ کا ایک دلچسپ واقعہ	150
38	خلیفہ ہارون الرشید سے ملاقات اور بغداد کا سفر	151
39	حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ کافی نصیحت آموز ہے	162
40	سینہ مبارک کو چاک کرنے اور قلب اطہر کو غسل دینے کا معجزہ	170
41	کچھ مختصر اعلیٰ شہرت والے ولی اللہ حضرت معین الدین ابن عربی کے متعلق	183
42	حضرت خالد بن ولیدؓ	199
43	نبوّت کے جھوٹے دعویدار مسلیمہ کذاب کا انجام	203
44	شام کی فتح اسلامی لشکر کی انوکھی کارکردگی	204
45	حضرت عمر فاروق نے حضرت خالد بن ولید سے فرمایا کہ	206
46	امریکہ روانگی	230
47	طیب المطیب حضرت عمار بن یاسر	237
48	شام میں میلاد النبی ﷺ اور درود پاک عظمت کا برتاو	242
49	شام میں دو مشہور پیغمبران حضرت یحییٰ اور ذکریاؑ کے مزارات	243
50	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا مقام	252
51	دین و دنیا کے بے تاج بادشاہ	254
52	تراویح کی جماعت کے سب سے پہلے امام	264
53	شام کے دورہ کے درمیان حضرت عمرؓ کا فیصلہ کن فرمان	265
54	ہالی وڈ کی فٹ پاتھ	279
55	ٹائٹل پر دی گئی شام کی تصویروں کی تفصیل	317
56	مناجات	319

انتساب / ہدیہ تہنیت

میری پیاری والدہ حاجیانی ؒ اماں 90 سال سے زائد عمر گزار کر اور میرے ساتھ کے 70 سال کا ممتا کی محبت آمیز ساتھ اور اپنی ممتا کے سایہ سے محروم کر کے وہ اس فانی دنیا سے 19 دسمبر 2005ء بروز پیر کو رخصت ہوگئیں میری ماں ایک کافی پروقار اور صبر کرنے والی صابر خاتون تھیں۔

میری عمر تقریباً چار سال کی تھی جب میرے والد ماجد کا انتقال ہوگیا تھا اسکے بعد میری ممتا اور محبت کرنے والی ماں نے میری پرورش کی ذمہ داری اٹھالی اور مجھے ماں اور باپ کا پیار دیا اور انہوں نے یکمشت دونوں رشتوں کی ذمہ داری اور کردار بحسن خوبی انجام دیا۔

انکی محبت اور بہترین پرورش اور صحیح زندگی کی راہ پر گامزن کرنے کے صلے میں اور انکی نیک تمنائیں اور دعاؤں کے صدقے میں آج میں کامیاب زندگی بسر کر رہا ہوں اور یہ مقام بغیر ماں کی ممتا ، دعا اور سچی رہنمائی کے یہ مقام حاصل ہی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ان کے روحانی سایہ کو میرے اوپر تا قیامت قائم رکھے انہوں نے میری یعنی کہ اپنی اکلوتی اولاد کی محبت بھری ممتا میں زندگی کے پر آسائش لمحات کو ٹھکرا کر مجھے تعلیم دلوائی ، جوان کیا اور پرورش کر کے سکون محسوس کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انکو سات حج ، کئی ایک عمرے کی سعادت نصیب فرمائی مزید یہ کہ شام کے دو مرتبہ سفر (دورہ) اور ترکی کا دورہ بھی کیا اسکے علاوہ اجمیر شریف خواجہ غریب نواز کے دربار کی حاضری میراں سید علی داتار کے مزار کی بھی زیارت کی اتنا ہی نہیں بلکہ لندن تک سفر بھی کیا اور بھی یہ کہ وہ کامیاب زندگی میں صرف اکلوتا فرزند ہونے کے بعد 40 افراد کا یہ خاندان ہوگیا جس سے وہ تسلی و تشفی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئیں میرے خاندان کا ہر ایک

فردان سے محبت کرتا تھا اوران سب لوگوں کی محبت اور چاہت سے بہت خوش تھیں۔

ان کے چہلم تک سینکڑوں قرآن پاک کے ختم ہوئے اور درود شریف اور آیت کریمہ لاکھوں کی تعداد میں پڑھی گئی سورہ یٰسٓ اور دوسری دعائیں بھی ہزاروں کی تعداد میں پڑھی گئیں اور ان کی پاک روح کو بخشی گئیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بلند مرتبہ اور درجات سے نوازے میری ماں سے میں بہت محبت کرتا تھا مگر ہر خا کی انسان کو ایک دن رخصت آخری سفر کے لئے الوداع ہونا ہی ہے۔

کُلُّ نَفسٍ ذَآئِقَةُ المَوتِ ط

ماں کی ممتا کا کوئی نعم البدل ہوتا ہی نہیں ہے بلکہ انکا شکر بھی مکمل طور پر نہیں کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا اور ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا بندوں کو حکم فرمایا مگر اسکا حقیر سے حقیر تک کی بھی ادائیگی ممکن نہیں اسکے باوجود میری والدہ ماجدہ میرے سے خوش اور راضی رہتی تھیں اور خوش رہ کر اور راضی ہو کر رخصت ازلی سفر پر لوٹیں اور یہ ہی میری دولت اور کائنات ہے اللہ تعالیٰ بھی انکے طفیل مجھ سے راضی ہو ایسی میری دعا ہے۔

والدہ کے انتقال کے بعد تعزیت کے لئے معاشرتی، سیاسی، صحافت اور علماء کرام و تاجر برادری کے علاوہ مختلف شعبوں سے تعلقات رکھنے والی شخصیات نے حصہ لیا اور ہمیں تسلی و تشفی اور صبر کے لئے دلاسے دئے اور تمام شخصیتوں نے مرحومہ کے لئے دعا مانگی اور یہ دعا ہی انکی بخشش اور نجات کا ذریعہ ہوگا۔ انشاء اللہ

یہی میری عظیم ماں کی خدمت میں یہ کتابی جلد "شام کا سفر" ان کے نام پر پیش کرتا ہوں۔

عبد الستار

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور ان کے حبیب پاک ﷺ کے صدقے شام کا سفر کی اردو اور گجراتی کتابوں کی آج رونمائی ہورہی ہے۔ یہ میرے لئے مسرت اور عزت کا مقام ہے۔

دوران سفر میں اپنی ڈائری میں اہم نکات درج کرلیا کرتا تھا۔اور زیارت گاہوں کے نام تفصیل سے لکھ لیا کرتا تھا۔اسطرح شام کے متعلق میرے پاس کافی تفصیلات جمع ہوگئیں۔کافی معلومات تھیں جو اسلام کے سنہری تاریخ کو اجاگر کرتی تھیں۔

ایک دن روزنامہ ملت اخبار گجراتی اور اردو کے سب ایڈیٹر بشیر محمد منشی جو پینتیس سال سے اخبار میں کالم نگار اور مذہبی معلومات لکھتے ہیں۔ان سے اتفاقیہ میری ملاقات ہوگئی۔میں ان کا مذہبی صفحہ اتوار کے ملت میں پڑھا کرتا تھا۔خیر میری ان سے بات چیت ہوئی۔دوچار ہفتوں کا مواد جو میں نے شام کے متعلق لکھا تھا وہ ان کو دکھایا اور میں نے کہا کہ ملت میں ہفتہ وار قسط لکھنے کا پروگرام ہے۔

تحریر انھیں پسند آئی۔تحریر کا موضوع بھی انہیں پسند آیا۔اور انھوں نے کہا میرا بھرپور تعاون آپ کو ملے گا اور میں اصلاح بھی کردوں گا۔

ملت کے چیف ایڈیٹر انقلاب ماتری کی جانب سے منظوری مل گئی۔اسطرح شام کے سفر کی ابتداء 5 جولائی 2004 پیر کے دن سے شروع ہوئی۔شروع میں مجھے 25 ہفتوں کا اندازہ تھا۔اسکے بعد میں 40 ہفتوں تک لکھنے کا ارادہ رکھا۔جیسے جیسے تحریر آگے بڑھتی گئی زنجیر کی کڑیاں ملتی گئیں۔ساتھ ہی ساتھ قارئین کا ردعمل بڑا حوصلہ افزا رہا۔قارئین نے مجھے روبرو، فون اور فیکس کرکے شام کے سفر میں گہری دلچسپی ظاہر کی۔سب سے بڑی بات یہ کہ میری سوچ سے بھی زیادہ میری پذیرائی ہوئی شام کا سفر آگے بڑھتا گیا اور 50 قسطیں مکمل ہوئیں اور گولڈن جوبلی ہوگئی۔

ملت نے خاص ایڈیشن شائع کیا۔حوصلہ آمیز خوش آئند پذیرائی حاصل ہوئی۔مزید تفصیلی معلومات حاصل کرنے کیلئے میں نے شام کا دوسرا سفر کیا۔

زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کیلئے میں نے حتی الامکان کوشش کی۔100 قسطوں تک کسی اخبار میں کوئی سفرنامہ شائع ہوا ہو ایسا شاید پہلا موقع ہے۔اور یہ شام کے سفر کا شاید پہلا واقعہ ہے۔اور گجراتی میں ریکارڈ ہے۔

شام کے سفر کے مضمون کو پڑھ کر کئی پڑھنے والوں نے اپنے خاندان کے ساتھ اور کچھ لوگوں کے انفرادی طور پر شام کا سفر کیا اور مجھے بتایا کہ آپکا سفر نامہ پڑھ کر ہم شام کا سفر کر کے آئے۔ میری حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ مجھے خوشی بھی ہوئی کہ قارئین شام کی مقدس سرزمین پر پہنچنے اور پیغمبروں، صحابہ کرام اور اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ اور مجھے انھوں نے اطلاع دی۔ جسے میں اپنے لکھے ہوئے مضمون کی سچائی۔ حقیقت اور کامیابی سمجھتا ہوں۔

اس کتاب میں نبیوں، اصحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے مبارک سوانح حیات کے متعلق جسے میں جو معلومات اور تفصیلات پیش کی گئی ہیں جس میں سے کچھ تو میرے ایڈیٹنگ کے تحت شائع ہونے والے 1960 میں اعزازی ایڈیٹر کی حیثیت سے ماہنامہ "الفلاح" میں جو میں نے مضمون لکھے تھے اور کچھ بشیر محمد منشی نے کئی ایک کتابوں میں سے حاصل کر کے دیئے ہیں۔

"شام کا سفر" کے گجراتی اور اردو اسطرح دو کتابیں آپکے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ جو میرے لئے بڑے مرتبے اور عزت اور خوشی کا سبب ہے۔ میری کتاب کی تحریر سے لیکر شائع ہونے تک کی کاروآئیوں میں بہت سے دوستوں نے حصہ لیا۔ قارئین نے اچھی پذیرائی اور حوصلہ افزائی میں انوکھا اضافہ کیا۔ قارئین اور کتابی شکل میں اردو میں بھی شائع کرنے کا مطالبہ آمیز گذارش کی۔

ملت کے ایڈیٹر جناب انقلاب ماتری کے والد محترم نڈر، اصول پسند، گجراتی صحافی مرحوم فخر ماتری صاحب کے ساتھ بھی میرے دیرینہ تعلقات تھے۔ ملت کے ایڈیٹر جناب انقلاب ماتری نے شام کے سفر کی 100 قسطوں تک معلوماتی اور ایمان افروز مضمون شائع کر کے بہترین مثال قائم کی۔ اس کے لئے میں انکا انتہائی مشکور وممنون ہوں۔ اور اس نیک کام کا دین اور دنیا دونوں میں ان کو اجر حاصل ہوگا۔ بشیر محمد منشی نے بہت محنت کی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے (آمین)۔

روزنامہ ملت گجراتی کے اشاعتی ادارے کے اسٹاف یوسف وہرا، رئیس خان درانی، شبیر احمد، تصدق نورانی، حبیب شیخ، حبیب کھوکھر وغیرہ نے بھی مفید صلح مشورے سے میری حوصلہ افزائی کی۔

اللہ کا لاکھوں، کروڑوں احسان ہے کہ شام کے دو سفروں کے علاوہ مجھے کئی ملکوں کے سفر کرنے کے مواقع حاصل ہوئے جس میں خاص طور پر امریکہ، انگلینڈ، فرانس، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، ہالینڈ، اٹلی، مصر، ترکی، سنگاپور، بنکاک، سری لنکا، عرب امارت، قطر، ملائیشیا اور برما وغیرہ شامل ہیں۔ ان ممالک کے متعلق بھی تحریر شامل ہے۔

پہلے میں نے لکھا تھا کہ مجھے برما سب سے زیادہ پسند آیا تھا۔ میری ایک کتاب "برما میں بارہ دن" اس سے پہلے شائع ہو چکی ہے۔ اور شام کا سفر اوپر تلے دو مرتبہ کیا۔ اور مکہ، مدینہ کے مقدس شہروں کی حاضری کا شرف تو میری خوش نصیبی ہے۔ کہ سال میں ایک دو مرتبہ سفر کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اسکے مقابلے میں تو دنیا کا کوئی سفر نہیں آسکتا ہے۔

مکہ اور مدینہ کے بعد مجھے شام سب سے زیادہ خوبصورت اور اچھا لگا۔ اونچائی پر بسا ہوا قدیم دمشق شہر جہاں کی پر فضا اور صحت مند ماحول پیغمبروں، اصحابہ کرام اور اللہ کے ولیوں کے مزاروں کی حاضری کا فیض اور برکات حاصل کرنے کا موقع یہ تمام کو دیکھتے ہوئے اسکی تعریف کر کے دین و دنیا ہر طور سے شام کا سفر خوبصورت محسوس ہوا۔ اور اسکی تحریر کو تسبیح کے دانوں کیطرح پرو دیا۔

زندگی ایک سفر ہے۔ جو خوشگوار بھی ہوتا ہے۔ اور کٹھن بھی۔ انسان سفر میں ہو تو راحت اور فرحت محسوس کرتا ہے۔ سفر کی تکلیفوں کو ہنستے چہرے سے برداشت کر لیا جاتا ہے۔ سفر عبادت کیلئے ہو یا تفریح کیلئے ہو اسکا دارومدار سفر کرنے والوں کی نیت پر منحصر ہے۔

سفر میں علم حاصل کریں، ثواب حاصل کریں، تجربہ حاصل کریں کیونکہ سفر وسیلہ ظفر ہے۔ علم حاصل کرنے کیلئے سفر لازم ہے۔ شام کا سفر تو دل و دماغ اور روح کو تازگی بخشتا ہے۔ سفر کے دوران دیکھنے اور سمجھنے کے بہت مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ انھی نتائج اور مشاہدے سے میں نے یہ کتاب پیش کرنے کی میری صلاحیت کے مطابق کوشش کی ہے۔

آخر میں یہ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور جن جن لوگوں نے اس کوشش میں میرے ساتھ تعاون کیا اور میرا ساتھ دیا ہے۔ انکا اور یہ کتاب پڑھنے والے ان سب لوگوں کا اللہ بیڑا پار کرے اور دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

"میرا شام کا سفر" کتاب کی صورت میں شائع ہونے پر کھری کسوٹی ہوگی قارئین پسند کریں تو میں خود کو کامیاب اور خوش نصیب سمجھوں گا۔

عبدالستار توکل

شام کا سفر

پاکستان میں گجراتی زبان کا خاتمہ ہو جائیگا یا نہیں اسکے متعلق کسی دعوے کے تحت آگاہی کرنے کی شاید ہی کوئی ٹھوس حقیقت نہیں اسی لئے آج تک اس زبان میں تصانیف اور کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں جسکا ثبوت ''شام کا سفر'' بھی ہے جو ملت میں قسط وار مضمون کی صورت میں شائع ہوتا رہا اور آج کتابی شکل میں گجراتی اور اردو زبانوں میں ایک ساتھ شائع ہو رہی ہے جو حقیقت میں ایک بڑی خوشی کی بات ہے مصنف حاجی عبدالستار توکل حقیقی مبارک باد کے حقدار ہیں گجراتی زبان کی خدمت کے علاوہ اردو زبان کے قارئین کے لئے مضمون اور اچھا معلوماتی مطالعہ فراہم کیا ہے۔

میں شام کا سفر کی کئی ہفتہ وار قسطیں مطالعہ کر چکا ہوں ''شام کا سفر'' میں مصنف کا اسلام کی محبت اور پیغمبروں، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے متعلق کی عقیدت کی خوشبو قارئین کو معطر کر گئی ہوگی۔ ایسی مجھے قلبی امید ہے اس سے پہلے حاجی عبدالستار توکل کے ایڈیٹنگ کے تحت مذہبی ماہانہ رسالہ ''الفلاح'' شائع ہوتا تھا مصنف اگر ''الفلاح'' کو نئی زندگی دیں تو پاکستان گجراتی زبان کی ترقی کے شعبہ میں بے مثال ہو سکتا ہے۔

کوئی بھی گجراتی مضمون اور لٹریچر کو ترقی اور حوصلہ افزائی کرنے کی حقیقی پالیسی سے ''ملت'' منسلک اور پابند ہے۔ ''شام کا سفر'' 100 قسطوں تک بغیر کسی الجھن کے قائین کو مطالعہ میں جکڑ رکھتا ہو وہ مصنف کی فن کاری کی قوت کی کامیابی ہے۔ ''شام کا سفر'' میں کئی ایک تاریخی مقامات اور مزارات اسکے علاوہ صاحب مزار بزرگ ہستیوں کی سوانح عمری کا بیان اسلام کے مختصر اور سنہری تاریخ اسکے علاوہ عظیم بزرگوں کے معجزات اور کارناموں کی جھلک ابتداء سے لیکر آخر تک روشنی کے نور سے جھلملاتے رہتے ہیں مصنف نے سفر نامہ کا بیان ہی نہیں کیا بلکہ قارئین کو سفر میں اپنے ساتھ ساتھ ہی رکھا ہے اور روحانیت کی روشنی کی کرنوں کو قارئین تک پہنچانے میں مصنف کامیاب ہوئے ہیں۔ مصنف کو صحت اور تندرستی کے ساتھ عرصہ دراز کی زندگی اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اور گجراتی زبان تصنیف کی اشاعتوں کی خدمت کرنے کی ان کی امنگو، جذباتوں کو مزید مضبوط بنا کر قائم رکھے اور زندگی کے ہر شعبے اور ہر قدم پر کامیابی سے روشناس کرائے۔

(آمین)

انقلاب ماتری

مدیر: روزنامہ ملت گجراتی، اردو

مصنف اور مختصر کتاب کے متعلق

بشیر محمد منشی

شام کا سفر کو اختیار کرنے کے طور پر گجراتی قارئین میں سب سے زیادہ مشہور اور اپنی ایک انوکھی پہچان بنانے والے حاجی عبدالستار توکل میری نظروں میں مذہبی شوق اور لگاؤ رکھنے والی شخصیت ہونے کے علاوہ زندگی کے سفر میں حاصل ہونے والے تجربات کی مضامین کے شعبہ میں خاص طور پر پاکستان میں اپنے قلم کاری کی قوتوں سے شام کا سفر میں انہوں نے دل کی گہرائیوں سے اور عقیدت سے بھرپور واقعات کو تحریر کیا ہے اور سچائی آمیز معلومات کو پیش کرنے کی سیدھی سادی سہل طریقہ سے قارئین کے حلقہ کی حوصلہ افزائی اور چاہت حاصل کی ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے۔

''شام کا سفر'' پر تنقید یا اسکی تعریف کرنے کا میرا کسی قسم کا مقصد نہیں صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ کئی مضامین اور حقایتیں ایسی بھی ہوتی ہے جسمیں مصنف کیا کہنا چاہتا ہے وہ اہم ہے۔ لفظوں کا طریقہ کار واقعات کا اندراج یا واقعات میں تفریح وطنز ومزاح با مقصد ہو جاتے ہیں۔ خاص طور پر جب تحریروں میں عقیدت کے چراغ بھی جھلملا رہے ہوں۔

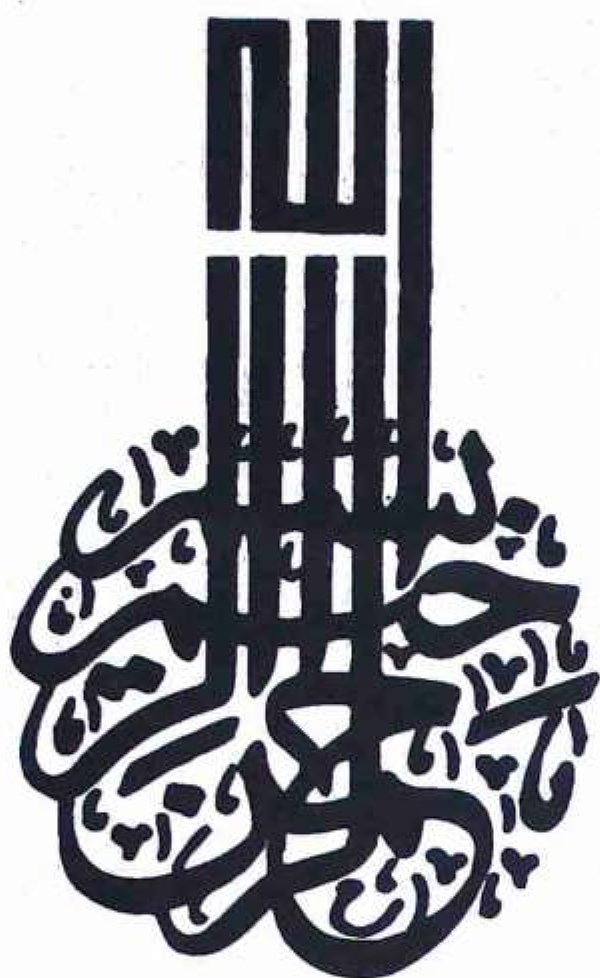
سفر نامے کا ذکر ابن بطوطہ سمیت کئی ایک مشہور شخصیتوں نے بھی کئے ہیں جس میں نامی گرامی اولیاء بھی شامل ہیں ۔سفر نامہ کے بیان کا زندگی اور تصنیف میں ایک عجیب مقام بھی ہے۔جس میں مصنف زمین کے فرش پر پھیلی ہوئی زندگی اور تمام جاندار مخلوق کے متعلق معلومات فراہم کرنے کے ساتھ اپنے تجربات بھی کہتے جاتے ہیں جو نصیحت آمیز ہونے کے علاوہ کار آمد بھی ہوتے ہیں۔

''شام کا سفر'' کے قارئین کو اس کتاب میں دمشق اور شام کی سرزمین کی قدیم یادگاروں کے متعلق معلومات اور اسکے ساتھ ہی اسلامی تاریخ کی جھلکیاں اور معلومات بھی شامل مضامین ہیں۔

''شام کا سفر'' کا روزنامہ ''ملت'' گجراتی میں ہفتہ وار اشاعت مضمون کے دوران کئی ایک قارئین نے بڑی خوشی اور جذباتی انداز میں مجھ سے کہا کہ شام کا سفر پڑھنے سے ہمیں اپنے مطالعہ سے اور ہماری معلومات میں اضافہ سے ہمیں کافی سکون حاصل ہوا ہے۔

''شام کا سفر'' کو بہت اچھی طرح کی پذیرائی اور حوصلہ افزائی مل رہی تھی اس دوران حاجی عبدالستار توکل کے ساتھ وقتاً فوقتاً ملاقاتیں ہوتی رہیں ان کو زندگی دیکھنے کی ،گزارنے کی اور تجربات حاصل کرنے کی ،زندگی کے فرائض کے متعلق باخبر رہنے کی انکی اخلاقی نبھاؤ سے میں بڑا مرعوب ہوا اور یہ ہی سارے مندرجات کا عکس انکی تصانیف میں خاص طور سے منسلک ہے۔

حسد اور حرص کا ایک عبرت انگیز واقعہ اس کتاب میں رقم ہے اور ایسے ہی واقعات کا ذکر انسان کی سوجھ بوجھ اور عقل کو نکھار دیتی ہے جب کہ سفر میں تو قسم قسم کے تجربات سے گزرنا پڑتا ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے نظروں سے دیکھے ہوئے اور تجربہ کی روشنی میں احوال اور حالات کی ''شام کا سفر'' ایک معلوماتی خزانہ ہے جو آج کتاب کی صورت میں مکمل ہوا ہے حاجی عبدالستار توکل جیسی عظیم شخصیت اور بزرگ ہستی ہمارے معاشرے کی بے بہا قیمتی اثاثے ہیں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان کا فیض اپنے معاشرہ کو حاصل ہوتا رہے اور مزید انکی قلم کے سنہری الفاظوں کی تحریر اور تصنیف جاری رہے اور قارئین کو انکے موثر فوائد حاصل ہوتے رہیں



مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے ہر سال بمعہ فیملی کے عمرہ کی ادائیگی کے ایک دو مواقعے ضرور مل جاتے ہیں۔اس مرتبہ فیملی کے 16 ارکان کے ہمراہ اللہ کے گھر بیت اللہ اور حضور سرورِ دو عالم مُحمّد مُصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا پروگرام مرتب کیا تھا۔

میں عمرہ کے لئے جاتے وقت یا پھر واپسی میں کسی تاریخی ملک کے دورہ کرنے کا موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا ہوں۔اس سے مجھے اسلامی مما لک کے رہن سہن، اُن کی تہذیب وثقافت اور سماجی و مذہبی سرگرمیوں کا مطالعہ کرنے کے علاوہ تاریخی مقامات دیکھنے کا اور مقدس مقامات کی زیارت کا موقعہ مل جاتا ہے۔اس سے پہلے بھی اسی طرح مصر، ترکی، دُبئی، عرب عمارات وغیرہ مما لک کا دورہ کر چکا ہوں۔اور اب کے شام کا دورہ طے پایا تھا۔سیرین ائر لائنز کی فلائٹ ہر سنیچر کے روز پانچ بجے صبح کے وقت شام کے دارالحکومت دمشق کے لئے روانہ ہوتی ہے۔

دمشق ایک تاریخی شہر ہے اور یہاں کے تاریخی مقامات دُنیا بھر سے سیّاحوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔اپنے ٹریول ایجنٹ سے سفر کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد بذریعہ سیرین ایر لائنز جدّہ جانے کا پروگرام تیار کیا۔طریقہ کار کے مطابق 16 مسافروں کے ویزے ایک ہی فیکس کے ذریعہ میرے نام سے بھیجے گئے تھے۔میں نے فی کس 12 ڈالر کے حساب سے رقم ادا کر کے 24 اپریل 2004 کے دن کی ٹکٹیں O-K کروائی تھیں۔ان ٹکٹوں کے سلسلے میں سیرین ائر لائنز کے دفتر سے رابطہ ہوا کرتا تھا تو وہیں سے معلوم ہوا کہ ہفتہ 15 مئی کو رات 11 بجے والی فلائٹ مل سکتی ہے تو دمشق ائر پورٹ پر 14 گھنٹے گزارنا بڑا ہی دشوار نظر آیا۔ٹریول ایجنٹ کا اسرار تھا کہ دمشق ایئر پورٹ بڑا ہی صاف ستھرا اور خوبصورت ایئر پورٹ ہے اور وہاں ایئر پورٹ کے اندر تمام سہولیات سے آراستہ ہوٹل بھی موجود ہے جہاں آپ اپنے قافلے کے ضعیف العمر ممبران کے لئے دو، تین کمرے لینا۔مگر اب جب کہ زیارت کی نیت کر ہی لی ہے تو پروگرام کینسل نہ کریں۔اُن کی اس ہمت افزائی کے بعد میں نے ٹکٹیں ok کرالیں۔میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔میری فیملی میں میری والدہ ماجدہ بھی شامل تھیں جن کی عمر 90 سال تھی اور جن کی دُعائیں میرا سہارا بنی ہوئی ہیں اور جن کا سایہ میری زندگی کا سب سے بڑا سکھ ہے۔اُن کے لئے ہوٹل میں قیام ضروری تھا۔

پانچ گھنٹے کا خوش آئند سفر اور ایک گھنٹہ دمّام میں قیام کے ساتھ ٹوٹل چھ گھنٹے کے بعد ہم دمشق پہنچ گئے۔سیرین ایئر لائن، سعودی ایئر لائن اور پی آئی اے کے کرائے یکساں ہیں۔اس طرح مفت کی عیش کے ساتھ بس کے ذریعہ ہوٹل روانڈہ لے جایا گیا۔بس میں لندن جانے والے مسافر بھی موجود تھے جن کی لندن کی فلائٹ لیٹ ہو جانے کی وجہ سے اُن کو بھی اُسی ہوٹل میں لے جایا جا رہا تھا۔

ہوٹل اچھا تھا۔کم از کم فور اسٹار تو ضرور ہوگا۔ایئر لائنز کی جانب سے تین وقت کا کھانا بھی فراہم کیا گیا تھا۔کچھ دیر آرام اور لنچ کے بعد معلومات کرنے سے پتہ چلا کہ زینبیہ کا علاقہ ہوٹل سے صرف 600 میٹر

کے پیدل فاصلے پر واقع تھا۔شام کے سفر کے متعلق مزید تذکرہ کرنے سے قبل اگر میں شام اور دمشق کے بارے میں خیالات تجربہ اور تاریخی مقامات کی تفصیلات پیش کروں تو یہ سفر نامہ پڑھنے والوں کے لئے شاید دلچسپی کا باعث بن سکے گا۔

دنیا کا سب سے قدیم صحابہ اور اولیاء کا شہر دمشق:۔

کچھ روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے طوفان کے بعد کشتی سے اُتر کر سب سے پہلے دو بستیاں آباد کی تھیں۔ایک حرّان اور اس کے بعد دمشق۔اس حوالے سے دمشق دنیا کا سب سے قدیم شہر ہے۔حضرت نوحؑ کے زمانے میں آنے والے طوفان سے دُنیا کا کچھ حصہّ تباہ ہوا تھا اور انسانی نسل محدوم ہوگئی۔اسی لئے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی یعنی کہ دوسرا آدم کہا جاتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کے ایک غلام کا نام دمشق ہوا کرتا تھا۔وہی سب سے پہلے یہاں رہائش پذیر ہوا تھا۔اور اسی لئے اس آبادی کا نام دمشق (Damasks) ہے۔

میری ایک عادت ہے کہ اگر مجھے کسی معاملے میں معلومات کم ہو تو میں اُس کے متعلق علم رکھنے والوں سے پوچھ کر، کتابیں پڑھ کر اور دیگر ممکن ذرائع سے پوری معلومات اکٹھا کر لیتا ہوں۔اس کو میں نے اپنی زندگی کے ایک اصول کے طور پر اپنا لیا ہے۔شام کے اس سفر سے پہلے بھی میں دُنیا میں آدھے ممالک کا سفر کر چکا ہوں۔اسی طرح کے ایک برما کے سفر کے متعلق تفصیل گجراتی اور اردو زبان میں میری ایک کتاب ''برما میں بارہ دن'' میں پیش کر چکا ہوں۔اُس کتاب کو لکھنے کے بعد دل ہی دل میں میں نے طے کر لیا تھا۔ کہ اب کے بعد میں ہر سفر کی تفصیل لکھ لیا کروں گا، جس میں اُس ملک کے بارے میں ساری معلومات موجود ہوں۔اس طرح سے دوران سفر پیش آنے والے تمام واقعات کی تفصیل اور تجربہ اپنی ڈائری میں محفوظ ہو جائیگا۔خیر، اسی اصول کے تحت میں نے شام کے متعلق معلومات سفارت خانے سے، ٹورزم والوں سے اور ایئر لائنز کے علاوہ سرکاری کیٹلاگ وغیرہ کے ذریعہ اکٹھی کر لی تھی، جو اس سفر نامے کی شکل میں تبدیل کر لی ہے۔

دمشق شہر واقعی ایک حیرت انگیز شہر ہے۔یہ قدیم اور جدید تہذیبوں کا امتزاج۔پرانی اور نئی روایتیں یہاں بھیس بدل کر پھیلی ہوئی ہیں اور مادر پدر آزاد سماج وجود میں آچکا ہے۔بے شرمی عریانیت اور کلبوں و شراب خانوں کا جال اس تاریخی شہر میں پھیلا ہوا ہے۔ان باتوں کی کیفیت میں آگے چل کر شاید بیان کرونگا۔اس وقت شہر دمشق کے متعلق بیان ہے۔

لابین اسا کر اور دیگر تاریخ سازوں نے دمشق کے متعلق مزید یہ لکھا ہے کہ اس شہر کو ظاہرین نے آباد کیا۔ کچھ تاریخ ساز کہتے ہیں کہ یہ شہر سکندر مقدومی کے ایک غلام نے بسایا۔ اس طرح دمشق کے قیام کے متعلق مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ پھر بھی اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ دمشق شہر ہزاروں سال سے آباد ہے۔ بائبل میں بھی دمشق کا تذکرہ موجود ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برطانیہ کے مطابق جب سے انسانی تاریخ کو تحریر کرنا شروع کیا گیا۔ تب سے دنیا کے اس قدیم ترین شہر کا نام دمشق ہی چلتا آرہا ہے۔ اور نام میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اسی لئے تو یہ کہا جاتا ہے کہ دمشق وہ شہر ہے کہ دنیا میں اس وقت آباد شہروں میں سب سے قدیم ترین شہر ہے۔ اسلامی سلطنت کے قیام سے پہلے کئی لوگ اور اقوام اس قدیم شہر پر حکومت کر چکی ہیں جس کی ایک علیحدہ تاریخ ہے حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابوعبیدہ بن جراؓ ر کی زیر قیادت شام کے اس علاقے دمشق کو فتح کیا گیا۔ بعد ازاں اسے شام کا دارالحکومت بنایا گیا۔ بنوں اُمیہ کے دور خلافت میں تقریباً ایک صدی کے عرصہ تک دمشق اسلامی خلافت کا دارالحکومت رہا۔ اُن دنوں خلافت کی حدود بحرِ اوقیانوس اور بحرہ ہند تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سیدنا حضرت ابراہمؑ ابوالنبیا ہیں۔ یہ بھی شام میں ہی آکر بسے تھے۔ جدامجد انبیاء کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔ زیادہ تر انبیاءؑ جن کے بارے میں کسی قسم کی کچھ تفصیل موجود ہے، وہ بھی شام ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ دمشق کا پہاڑ کاسیون بھی پیغمبروں، صحابہ اکرام اور عظیم اولیاؤں کا بڑا تبلیغی مرکز تھا۔

فتح شام کے بعد کئی جلیل القدر صحابہ ءکرامؓ دمشق میں آبسے، اسی لئے دمشق کو انبیاء کرامؑ اور صحابہ ء کرامؓ کا شہر کہا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دمشق اور شام کے دیگر شہروں میں تاریخ اسلام کی بے شمار یادیں اور تاریخی یادگاریں، مقبرات، مساجد اور درس گاہیں موجود ہیں۔

شام میں درجہ حرارت موسم گرما میں 32 ڈگری سینٹی گریڈ یعنی کہ 90 ڈگری فارن ہائٹ ہوتا ہے۔ جب کے موسم سرما میں 10 ڈگری سینٹی گریڈ یعنی 50 ڈگری فارن ہائٹ ہوتا ہے۔ بہار کے موسم میں درجہ حرارت 22 ڈگری سینٹی گریڈ یعنی 72 ڈگری فارن ہائٹ ہوتا ہے۔ دمشق شہر سطح سمندر سے 2200 فٹ بلندی پر واقع ہے۔ یہاں کی آب وہوا اور موسم بہت ہی خوشگوار رہتے ہیں۔ سردی کے موسم میں برف باری بھی ہو جاتی ہے جب کے تیز گرمی کے دنوں میں بھی رات کے وقت موسم ٹھنڈا اور خوشگوار بن جاتا ہے۔

بی بی زینب کا روضہ مبارک اور علاقہ زینبیہ:۔

600 میٹر پیدل فاصلہ 'پار کر کے ہم زینبیہ کے علاقہ میں پہنچے۔تقریباً 10 منٹ چلنا پڑا۔جناب زینبؑ کا مزار بڑا شاندار ہے اور ساتھ ہی عالیشان مسجد بھی ہے۔روضہ اور مسجد کی عمارت اور میناروں کی تعمیر عراق میں اہل بیت کے روضوں کے طرز کی ہے۔شیعہ زائرین بڑی تعداد میں زینبیہ کی زیارت کو آتے ہیں۔

حضرت زینبؑ امام المشارق المغارب حضرت علیؑ اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرہؑ کی صاحبزادی اور حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی نواسی تھیں اور حضرت امام حسن و حسین کی حقیقی بہن تھیں۔حضرت زینبؑ کی ولادت دورِ رسالت میں ہوئی۔کمسنی کی عمر ہی میں آپؑ اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ سانحہ کربلا کے وقت موجود تھیں۔حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد دیگر اہل بیت کے ساتھ حضرت زینبؑ کو بھیؑ اپنے دور کی بڑی فصیح البلیغ خاتون کے طور پہ مشہور ہیں۔حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کے دل پہ کیا گزری ہوگی یہ تو ظاہر ہے۔اسلامی تاریخ کی کتابوں میں سارے واقعات موجود ہیں۔زینبیہ کے علاقے میں روضے مبارک کے اطراف میں کئی عمارتیں موجود ہیں جن میں فلیٹ مناسب کرایہ پر مل جاتے ہیں۔تین کمرے کا نو (9) بیڈ کا ایک اپارٹمنٹ تقریباً 1500 لیرا روزانہ کے کرائے پر مل جاتا ہے۔شام کی کرنسی کو سِرین پاؤنڈ یا لیرا کہا جاتا ہے۔شام میں بینک نوٹ 10,25,50,100,200,500 اور 1000 لیرا کے ہوتے ہیں جب کہ سکّے 1,2,5,10 اور 25 لیرا کے ہیں۔ یہاں ایک ڈالر میں 52 لیرا مل جاتے ہیں اس طرح ہماری کرنسی اور سیرین لیرا زیادہ فرق نہیں بی بی زینبؑ کے روضہ پر حاضری ،سلامی اور فاتحہ کے بعد ہم باہر نکلے اور زینبیہ کے علاقے میں گھومے۔زینبیہ ایک بھیڑ بھاڑ والا محلّہ کی طرز کا علاقہ ہے۔یہاں ہر قسم کی دوکانیں ،ہوٹل وغیرہ ہیں ہر چیز دستیاب ہے اور ہم نے ہر جگہ خریداروں کی بھیڑ دیکھی۔

ماہ محرم سے لے کر چہلم تک یہاں لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔پاؤں دھرنے کی بھی جگہ نہیں ہوتی۔ہم تو خیر آف سیزن میں وہاں گئے تھے۔دمشق میں ٹھہرنے کا وقت کٹ گیا۔عمرہ کے بعد ہمیں دوبارہ دمشق آنا تھا۔دوسرے روز صبح ناشتہ کے بعد ہم ایئر پورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔موسم سرد تھا۔منہ سے دھوئیں نکل رہے تھے۔ہوائی جہاز وقت مقرّرہ پر ٹھیک 10 بجے روانہ ہوا اور بارہ بجے ہمیں جدّہ ایئر پورٹ پہنچا دیا۔زیادہ پسینجر نہ ہونے کی وجہ سے ہم ایک گھنٹے میں ہی ایئر پورٹ سے فارغ ہو گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل و برکت سے حج اور عمرہ کی سعادت مجھے بار بار ہوتی رہی ہے۔ یہ اللہ کا کرم اور حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کا بُلاوہ ہی ہوتا ہے جس سے مجھے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ پچھلے کچھ عرصے سے میں نے اپنا یہ معمول بنالیا ہے کہ عمرہ کے لئے مکّہ مکرمہ جانے سے قبل مدینہ منوّرہ جا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیکر اور سلام پیش کرنے کے بعد آپ ﷺ کی سفارش اور وسیلہ لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے گھر کا رُخ کرتا ہوں۔ اس طرح کے عمرہ کا لطف کچھ اور ہی ہے۔ عام طور پر لوگ کراچی ہی سے احرام باندھ کر جدّہ کے راستے سے مکّہ پہنچتے ہیں اور وہاں عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ جاتے ہیں۔ لوگ اس طرح کا عمرہ رسماً اور عادتاً کرتے ہیں۔ میرے دل میں ایک عرصے سے یہ خیال آیا کرتا تھا کہ کیوں نہ میں سب سے پہلے مدینے والے ﷺ کی بارگاہ میں (صلوٰۃ و) سلام کا نزرانہ پیش کرنے کے بعد اللہ کے دربار میں جاؤں اور اپنی تمام دُعائیں حضور پاک ﷺ کے طفیل قبول و منظور کروانے کے بعد عمرہ ادا کر کے واپس وطن پہنچوں۔

عمرہ میں مکّہ سے پہلے مدینہ میں حاضری کے بعد اس مسئلے پر میں نے علماء کرام سے بھی رابطہ کیا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ عمرہ سے پہلے مدینے کی حاضری تو ہمارے بزرگانِ دین کا طریقہ ہے۔ اس طرح سے اصل مقصد عمرہ کا ثواب اور پھر گھر سے مدینہ میں بارگاہ رسالت میں حاضری کی نیت کے ساتھ نکلنے کا الگ ثواب۔ یوں دُگنا ثواب ملتا ہے۔ میرے دل کو تسلّی ہوگئی اور اس کے بعد سے میں نے عمرہ کے لئے مکّہ جانے سے قبل مدینہ میں حاضری کو اپنا معمول بنالیا۔

کیا سرکارِ دو عالم ﷺ دو فٹ کے فاصلے سے سن نہیں پاتے اور صرف نزدیک سے ہی سنتے ہیں ؟ گمراہی اور قدرت کا کرشمہ۔

مدینہ منوّرہ کے سفر سے ہی نہیں بلکہ بارگاہِ نبوی میں حاضری اور صلوٰۃ وسلام کے تصوّر ہی سے دلی کیفیت مچل جاتی ہے۔ مدینہ شریف کا روحانی ماحول، نورانی فضاء، اللہ کے رسول ﷺ کے اس شہر کی خوش نما مہکتی ہوا! بس جسم کا رووا رووا بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ،،، اصلوٰۃُ وسلام علیک یا رسول اللہ۔ ہوائی جہاز میں بیٹھا ہوا تھا۔ پرواز مدینہ منورہ کی جانب آگے بڑھ رہی تھی۔ سرکار دو عالم اور پاک شہر مدینہ منورہ کیخیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ نعت شریف کے وہ اشعار یاد آنے لگے جس میں شاعر نے ہوا میں اڑاتے ہوئے مدینہ پہنچنے کی آرزو پیش کی تھی۔ ہمارے شاعروں نے ہوا کے زریعہ بارگاہ نبوی میں صلوٰۃ وسلام کے نذرانے بھی بھیجے ہیں میں ان شاعروں کے عقیدے کی قدر کرتا ہوں اور جو لوگ ان شاعروں کا مذاق اُڑاتے ہیں مجھے اُن سے نفرت ہے میں سرکار دو عالم ﷺ کے پاک شہر جنت عرضی ریاض الجناح کے خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا مسجد نبوی کی ایک ایک نورانی چیز میری نظر کے سامنے آتی جارہی تھی الحمداللہ اسی طرح حرم شریف پہنچ گئے نماز ادا کرنے کے بعد سرکار ﷺ سنہری جالی مبارک کے آگے صلوۃ وسلام پیش کیا جس سے روح کو تسکین ملی اس کے بعد مسجد میں آٹومیٹک چھتریوں والے اُس حصے میں پہنچا جہاں سے گنبدِ خضرا نظر آتا ہے یہاں کئی پاکستانی بھائیوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ پاکستان کے ایک مشہور دینی عالم بھی ملے۔ انہوں نے کہا کہ میرا عقیدہ ہے کہ مسجد کے اندر کسی حاجت یا ضرورت کے بارے میں کسی کو کچھ بتانا مناسب نہیں۔ سرکار ﷺ کے دربار میں بیٹھ کر کسی اور سے کوئی امید رکھنا عقیدہ کی کمزوری کی نشانی ہے۔ میں کسی دینی یا دنیاوی ضرورت کے لئے کسی سے گزارش کرنے کی بجائے خود دُعا کرلیتا تھا۔ وہاں کچھ ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑ جاتا ہے جن سے مل کر دُکھ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہاں تھوڑا سا ذکر کروں تو یہ غیر مناسب نہ ہوگا۔ بلکہ پڑھنے والوں کو بھی میرے اس تجربہ سے فائدہ پہنچے گا۔ ایک دن نماز کے بعد روضہ مبارک پر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے ''پوچھا، آپ پاکستان سے آئے ہیں؟'' میں نے کہا ''جی ہاں''۔ وہ کہنے لگے، '' آپ صلوٰۃ وسلام پڑھ تو رہے ہیں مگر حضور پاک ﷺ یہاں تو نہیں ہیں'' میں نے پوچھا ''تو پھر کہاں ہیں؟'' اُس نے کہا، '' تقریباً تین گز آگے ہیں!'' میں اُسے کوئی جواب دئے بغیر آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ آگے بہت بھیڑ تھی۔ کبھی سرکا ﷺ کے لئے بھی فٹ اور انچ کا فاصلہ ہوسکتا ہے؟ یہ تو حد ہوگئی!

اس طرح کی سوچ رکھنے والے عقل کے اندھے ہی ہوسکتے ہیں۔ دو چار فٹ آگے سرکا ﷺ سُنیں گے اور دو چار فٹ دور نہیں سنیں گے؟ خیر! اللہ تعالیٰ سب کو گمراہی سے بچائے، (آمین)۔ اس قسم کی ٹولیاں

مکّہ اور مدینہ میں ملتی رہتی ہیں ۔ان کا رویہ منفی ہوتا ہے ۔ایک دن میں مغرب کی نماز کے بعد گنبدِ خضرا کے سامنے بیٹھا درود پاک کا نذرانہ پیش کر رہا تھا کہ برابر میں بیٹھے ایک شخص نے پوچھا، ''کیا آپ پہلی مرتبہ آئے ہیں؟'' میں نے کہا نہیں، سرکار، مجھے بار بار بلاتے رہتے ہیں ۔اُس نے کہا سرکار نہیں بلا سکتے ۔مزید بحث ہونے سے پہلے ہی میں نے قصّہ مختصر کرتے ہوئے کہا کہ بھائی جان ، مجھے تو سرکار ہی بار بار بلاتے ہیں ۔تمہیں یہاں کون بلاتا ہے، اُس سے مجھے کوئی غرض نہیں ۔

ایک مرتبہ حج کے موقعے پر بھی یہی ٹولہ مجھے ملا ۔بلکہ چپک ہی گیا ۔کہنے لگے کہ حج کے بعد قربانی ضروری نہیں ۔اگر آپ نہ کرنا چاہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔ہمارے حنفی مسلک میں قربانی کے بغیر احرام اُتارا نہیں جا سکتا ۔دوسری بات ان لوگوں نے یہ کہی کہ مزدلفہ میں رات کو عشاء کی نماز میں وتر کی صرف ایک ہی رکعت پڑھیں ۔ہمیں اس قسم کی باتیں اور فرقہ وارانہ اختلافات میں اُلجھنے کی بجائے ہمارے اپنے عقیدہ اور مسلک کے مطابق عبادت کرنا چاہیئے ۔مطلوبہ معلومات اور ضروری تفصیل کسی مستند عالمِ دین سے حاصل کرنا چاہیئے ۔خیر اس قسم کی مڈبھیڑیں تو وہاں اور یہاں بھی ہوتی رہتی ہیں ۔اللہ ایمان سلامت رکھے ۔آگے ان باتوں کے متعلق تفصیل سے بات ہوگی ۔سامان لے کر ائیر پورٹ کی لاؤنج سے باہر نکلے تو وہاں اسپونسر کا نمائندہ موجود تھا ۔اُس نے ہمیں 40 سیٹوں والی بس میں بٹھایا اور کہا کہ آپ لوگ ہوٹل پہنچیے ۔بس والے کو پیسے نہ دینا ۔اصلی ویزا کاپی ، پاسپورٹ اور ٹکٹیں اُس نے رکھ لیں اور کہا کہ ٹکٹیں ری کنفرم کرا کے اور اینٹری کرا کے صبح پاسپورٹ اور ٹکٹیں آپ کو واپس دیدی جائینگی ۔

میری والدہ کو وہیل چیر کی ضرورت رہتی ہے ۔بی بی زینب کے مزار کے علاقہ سے ہم نے ایک وہیل چیر لے لی ۔نبیل ڈرائیور صبح ایک اچھّی سی ٹویوٹا ہائی لکس گاڑی کے ساتھ حاضر ہو گیا ۔میرے بیٹے محمد عارف کو اُس کے ساتھ بھیج کر پاسپورٹ اور ٹکٹیں منگا لیں ۔اس کے بعد نبیل کے ساتھ شام کے مشہور تاریخی مقامات اور مزارات کی ملاقات کے متعلق پروگرام ترتیب دینے کے لئے بات چیت کی اور یہ طے کیا کہ مسلسل دو دنوں تک صرف صحابہ کرامؓ اور انبیاء اور دیگر تاریخی مقامات دیکھے جائیں ۔

ہوٹل کے منیجر سے 3000 سیرین لیرا گاڑی کے طے پائے تھے ۔صبح ہم نے زینبیہ سے انڈے ڈبل روٹی وغیرہ منگوا کر ناشتہ کیا ۔ناشتہ میں وہاں ترکی جیسی بریڈ سلائس نہیں ملی ۔صرف شیرمال اور لمبی ڈبل روٹی ہی وہاں ملتی ہے ۔بارہ بجے نبیل آ گیا اور ہم دمشق کے تاریخی مقامات کے تفصیلی دورے پر روانہ ہوئے ۔

حضرت سعد بن وقاصؓ کے مزار پر حاضری:۔

حضور سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت سعد بن وقاصؓ کو شام بھیجا جو حجاز کے اس سمت میں تھا۔ جسے راہ رابع کہا جاتا ہے۔ یہاں مسلمان مُشرِکین پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت سعدؓ نے جو تیر برسائے اُس سے کافروں میں گھبراہٹ اور بھگدڑ مچ گئی اور کافرین مسلمانوں سے بیحد خوفزدہ ہو گئے۔ حضرت سعدؓ وہ شخص تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے پہلا تیر چلایا۔ اسکے علاوہ یہ جنگ بھی اسلام میں سب سے پہلی جنگ تھی حضرت سعد بن وقاصؓ نے تیر اندازی کرتے ہوئے جو اشعار پڑھے تھے اسکا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

(۱) کیا حضور پاک ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کی حفاظت اپنے تیروں کی نوک سے کی؟

یعنی کہ اسلام کی راہ میں اللہ کی خاطر میں کافروں پر تیر برسا رہا ہوں، اسکی خبر حضور ﷺ تک پہنچ گئی ہے۔

(۲) ان تیروں کے ذریعہ سے کافروں کے پہلے فوجی دستے کو میں نے شکست دی اور انہیں مار بھگایا، ہر نرم اور سخت زمین سے مار بھگایا۔

(۳) یا رسول اللہ ﷺ دشمنوں میں سے کوئی بھی تیر انداز مجھ سے پہلے تیر پھینک نہیں پایا۔ ساتھ ساتھ میرے دل میں رسول پاک ﷺ کی زندگی کے واقعات نمودار ہو رہے تھے۔

حضرت سعد بن وقاصؓ نے غزوہ اُحد میں بھی تیر اندازی کے بیشمار کارنامے انجام دیئے تھے۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ غزوہ اُحد میں حضرت سعدؓ نے ایک ہی تیر سے اسلام کے تین دشمنوں کو جہنم رسید کیا۔ اُن پر ایک تیر چلایا گیا۔ آپؓ نے وہی تیر کافروں پر دے مارا جس سے ایک کافر مارا گیا کافروں نے بھی وہی تیر اُٹھایا اور حضرت سعدؓ پر دوبارہ چلایا۔ حضور اکرم ﷺ کے اس جاں نثار بندے نے اسی تیر کو اپنی کمان میں لگا کر واپس پھینکا اور ایک اور کافر مارا گیا۔ تیسری مرتبہ بھی اسی طرح اسی تیر سے مزید ایک کافر کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

لوگوں نے جب اس بات پر حیرانی کا اظہار کیا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ وہ تیر مجھے حضور پاک ﷺ نے عنایت فرمایا تھا۔ جنگ بدر میں بھی حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضور پاک ﷺ کے ساتھ رہ کر جہاد میں حصہ لیا تھا جس دوران اُن کو کبھی سواری مہیا تھی تو کبھی وہ پیدل ہوا کرتے تھے۔

نبیل سب سے پہلے ہمیں ایک بھیڑ بھاڑ والے بازار میں لے آیا جہاں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا مزار واقع ہے۔ یہاں ہم نے فاتح خوانی کی۔ مزار کے اردگرد اور بھی کئی مقبریں ہیں۔ اس قبرستان کے بارے میں اور یہاں موجود دیگر صحابہؓ کے مزارات کے متعلق میں بعد میں تفصیلی بیان پیش کروں گا۔

دمشق شہر کے ایک محلّہ کا نام مزّا ہے۔ اس سے پہلے یہ مزّا کا علاقہ دمشق کا محلّہ نہیں تھا بلکہ دمشق سے باہر ایک الگ ہی آبادی تھا۔ یہ علاقہ اپنے قدرتی حسن اور زرخیزی کے لئے مشہور تھا۔

زمانہ قدیم کی تاریخی کتاب الکھل دان ہموی میں لکھا گیا ہے کہ یہ علاقہ دمشق کے خوبصورت باغات کے بیچ ایک بڑی آبادی ہے جو کے گھنگھور کالی گھٹاؤں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اور دمشق شہر سے آدھے میل کے فاصلے پر ہے۔ اس علاقہ میں کئی مشہور و معروف دینی عالم بھی پیدا ہوئے جنکی دینی خدمت کا فیض آج بھی پہنچ رہا ہے۔ ایک معروف عالم کا نام حافظ ابولحجاج میمزیؒ ہے۔ دین اسلام کے کئی بزرگ علما انکے شاگرد رہ چکے ہیں۔ جنمیں حافظ زھبی، علامہ سیدّ ناس، حافظ ابن قصیر، وغیرہ شامل ہیں۔

پیشہ کے اعتبار سے میں ایک بیوپاری اور صنعت کار ہونے کی وجہ سے زندگی کے تمام شعبے کے لوگوں سے میرا واسطہ پڑتا رہتا ہے جن میں سماجی اور کاروباری برادری کے عہدیداران اور کارکنان، سرکاری افسران اور سیاست دان بھی شامل ہوتے ہیں۔ اسکے علاوہ مذہبی مزاج اور رہن سہن میں بھی مذہبی طور طریقہ کا آدمی ہوں۔ خاص طور پر دینی سرگرمیوں کی اُمنگ کی وجہ سے بیشمار دینی علما سے مسلسل رابطہ رہتا ہے۔

کسی بھی دینی مسئلے، سوال اور معلومات کیلیئے علما سے پوچھنے اور کتابوں سے معلومات حاصل کرنے کی عادت سی ہوگئی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جو بھی بات اہم اور ضروری نظر آئے تو اُسے اپنی ڈائری میں سمو لینے کی بھی عادت رکھتا ہوں پھر وہ بات چاہے کاروباری ہو یا مذہبی تاریخی ہو یا سماجی یا پھر کسی اور شعبہ کی۔ جب میں سفر پر ہوتا ہوں یا پھر سفر کی تیاری میں لگا ہوا ہوتا ہوں تو تب یہ عادت مزید زور پکڑ جاتی ہے۔ سفر کے دوران میں بھی کسی سے معلومات حاصل کر کے اُسے ڈائری میں لکھ لیا کرتا ہوں۔

ملک شام کا یہ سفرنامہ بھی میری اسی قسم کی ڈائریوں میں درج معلومات کی بنیاد پر مبنی ہے۔

خیر، ڈرائیور نبیل نے ہمیں ایک بند مقبرے کے سامنے لا کھڑا کر دیا۔ مقبرے کے دروازے کو تالا لگا ہوا تھا۔ نبیل ڈرائیور نے سامنے والے گھر سے مقبرے کے دو مُجاوروں کو لے آیا جن کے پاس چابیاں تھیں۔ یہ دونوں سگے بھائی تھے جن کی عمر 40 سے 45 سال تک ہوگی۔ اللہ کی قدرت کہ یہ دونوں ہی نابینا تھے۔ یہ مقبرہ حضور پاک ﷺ کے ایک مشہور و معروف صحابی حضرت دحیہبن خلیفۃ الکلبیؓ کا تھا۔ دمشق شہر کے اس علاقہ مزّا کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس مشہور صحابی حضرت دحیہؓ کی بستی کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ اللہ کا عظیم احسان کہ جو ہمیں اس مزار مبارک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت دحیہؓ بڑے ہی خوبرو اور حسین نوجوان تھے اور حضور پاک ﷺ نے ان کے چہرے کے

بارے میں کہا تھا کہ یہ حضرت جبرائیلؑ سے ملتے جلتے ہے۔ حضرت جبرائیلؑ جب انسان کی شکل میں آتے تو حضرت وحیہؓ کی شکل اختیار کرلیا کرتے تھے ایک مرتبہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا کہ حضرت دحیہؓ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور حضور اکرم ﷺ اُس گھوڑے پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت دحیہؓ سے گفتگو فرمارہے تھے۔ جب حضرت عائشہؓ نے اس بات کا ذکر کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا، وہ تو حضرت جبرائیلؑ تھے۔

تاریخ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ حضرت دحیہؓ اتنے حسین وجمیل تھے کہ جب کسی علاقہ سے گزرتے تو نوجوان لڑکیاں ان کو دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر نکل آتی تھیں۔

حضور پاک ﷺ نے قیصرِ روم کو جو تاریخی خط بھیجا تھا وہ حضرت دحیہؓ ہی نے پہنچایا تھا۔ اسلامی تاریخ کی کتابوں میں آج بھی وہ خط لفظ بہ لفظ موجود ہے۔ اس طرح حضرت دحیہؓ کو حضور پاک ﷺ کے سفیر کے طور پر کام کرنے کی سعادت بھی حاصل ہے۔ حضور ﷺ کے اس مشہور صحابی کی زندگی کے کئی واقعات جیسے میری نظر کے سامنے اُبھر آئے۔ نہ جانے کیا وجہ تھی جو میرا دل عقیدت کی شدت سے بھر آیا۔

حضرت دحیۃ خلیفۃ الکلبیؓ جب قیصرِ روم کو بارگاہ نبوی سے بھیجا ہوا خط پہنچا کر واپس مدینہ منورہ آئے تو شام سے حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کچھ پستہ، اخروٹ اور کیک کے علاوہ ایک ایک اونی کرتہ اور چمڑے کے بنے دو موزے بھی ساتھ لے آئے تھے۔ حضور پاک ﷺ نے ان کا تحفہ بخوشی قبول فرمایا اور جرابیں تو پھٹ جانے تک کثرت سے پہنتے رہے۔

حضرت دحیۃ الکلبیؓ کے نام کی ہجے مزید تاریخ دانوں نے مختلف طریقے سے کئے ہیں۔ کچھ عالموں نے اس نام میں ''دال'' پر ''زبر'' لکھا ہے اور یوں دحیہ رکھا ہے۔ اس طرح دحیہ اور دحیح دونوں نام صحیح ہیں۔

حضرت دحیۃ الکلبیؓ جو حضور اکرمؐ کے خصوصی سفیر کے طور پر فرائض انجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ ہجری سن 9 میں ہر قللیس بادشاہ کے پاس جاکر جو حضورؐ کا گرامی نامہ (مبارک تاریخی دستاویز) حضرت دحیہ نے ہی پہنچایا تھا۔ خیر، اس مشہور صحابی کے مزار مبارک میں داخل ہوکر سلام پیش کرنے کو دل بیچین تھا۔ ڈرائیور نبیل مزار کے دو مجاوروں کو لے آیا۔ عربی عمامہ میں ملبوس پختہ عمر دونوں مجاور نابینا تھے۔ اُن کے ساتھ آئے ہوئے بارہ سالہ بچے نے مزار مبارک کے دروازے کھول دئے اور ہم نے بڑی عقیدت سے اندر پاؤں رکھا۔ دروازہ کھلتے ہی روحانی ماحول کی رُوحانیت چھا گئی۔ مزار شریف کے اندر کا ماحول عجیب سی خوشبو سے معطر تھا۔ خوشبو کچھ ایسی تھی جو دل ودماغ ہی نہیں بلکہ روح کو بھی مہکا رہی تھی۔ ہم نے فاتحہ پڑھی اور دعا مانگی۔ اور حضور اکرمؐ کے اس عظیم صحابی کی خدمت میں سلام پیش کیا۔

دونوں مجاوروں سے مصافحہ کیا اور کچھ بخشش بھی دی جو انہوں نے قبول کرلی۔ حالانکہ انہوں نے بخشش مانگی نہ تھی بلکہ اس کے متعلق اشارہ تک نہیں کیا تھا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سریا یعنی کہ شام

عجائبات کا گھر ہے۔عبرت حاصل کرنے والی جگہ ہے۔ادب اور احترام کا مقام ہے۔حضرت نوحؑ کے ایک بیٹے کا نام شام تھا اس لئے اس ملک کا نام بھی شام مشہور ہو گیا۔یہ باتیں دمشق کے شہریوں سے معلوم ہوئی۔اگر یہ تمام باتیں سچ نہ بھی ہوں تو پھر بھی دلچسپ اور معنی خیز تو ضرور ہیں۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شام کا پرانا نام ''سوریا'' تھا جو کہ ''اسوریہ'' نامی ایک قدیم سلطنت کے نام سے منسلک ہے۔جبکہ یہاں کے ایک قبیلے کا نام بھی تھا۔شام اسی سوریا کی زبان کا ہی لفظ ہو یا یونانی زبان کا لفظ ''سور'' ہو، بلاآخر یہ پورا علاقہ سوریہ اور بعد میں سریا کے نام سے مشہور ہوا۔مختصر یہ کہ سریا یا شام وہ ملک ہے جو بیشمار انبیاء اور رسولوں کے نام و بزرگ صحابیوں اور اولیاء اللہ اور ان کے علاوہ تاریخ اسلام کے مشہور جرنلوں، سپاہ سالار اور فاتحوں کی ولادت اور وفات کا مقام ہے نورالدین زنگی نامی ایسے ہی ایک فتح مند کے متعلق میرے اس سفرنامہ میں آگے چل کر میری اپنی بساط کے مطابق تفصیلات پیش کرنے کی کوشش کرونگا۔شام اور دمشق کے بارے میں بھی اس سفرنامے میں تذکرہ قدم بہ قدم ہوتا رہیگا۔

ہماری گاڑی چل رہی تھی ڈرائیور نبیل گاڑی کو بھیڑ بھاڑ والے علاقہ سے گزارتے ہوئے شہر کے باہر لے آیا۔کچھ ہی دیر کے بعد گاڑی ڈھلان سے اُوپر کی جانب بڑھنے لگی۔معلوم ہوا کے اب ہماری اگلی منزل قاسیون کا پہاڑ ہے۔آگے چلتے ہی چاروں طرف پہاڑ دکھائی دینے لگے۔ٹھنڈی لہروں کے بیچ سفر مزید خوشنما بن گیا۔ماحول پاکستان کے میل اسٹیشن مری جیسا ہو گیا۔راستے میں سامنے کی جانب ایک پہاڑ نظر آرہا تھا۔ڈرائیور نے بتایا کہ یہ اسرائیل ہے جو یہاں سے صرف آٹھ دس کلومیٹر کی دوری پر ہے جب کہ دوسری طرف لبنان کا شہر بیروت بھی 15 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔دمشق کے علاقے زینبیہ میں ٹور آپریٹرز کی بھی بھرمار ہے۔ان تمام مقامات کی سیر کے لئے ٹور آپریٹرز نے بورڈ لگائے ہوئے تھے جو تین اور پانچ دنوں ہی کی ٹورز آفر کر رہے تھے۔لیکن ہمیں اُس طرف جانا ہی نہ تھا اس لئے میں نے اُدھر دھیان نہیں دیا۔ہماری گاڑی آگے چلی تو ایک فوجی چھاؤنی آئی۔جہاں اندر جانے کے لئے گیٹ بند رکھا گیا تھا۔دو فوجی افسران نے ہماری گاڑی کو روکا اور پاسپورٹ کی چیکنگ کی۔اُنہوں نے ہمارا ایک پاسپورٹ اپنے پاس رکھ لیا اور گاڑی کو آگے جانے کی اجازت دے دی۔

دمشق شہر کو رونق بخشنے والی اور اس شہر کی خوبصورتی کو چار چاند لگانے والی اور سبزہ زار بنانے والی اس کی نہریں اور پہاڑ ہیں۔ہر جگہ بیشمار پانی موجود ہے کسی بھی مسجد، خانقاہ یا مکان کا صحن یا برآمدہ ایسا نہیں جو ہر وقت پانی سے چھلکتا نہ ہو۔مختصر یہ کہ دمشق اور یہاں کے شہریوں کی خوشحال زندگی کا لطف انہی لہروں سے ہے۔چھوٹی بڑی جھیلوں اور چشموں نے اس پتھریلے اور پہاڑی علاقہ کو بھی سبزہ زار اور پھلوں، پھولوں والا بنا دیا ہے۔دیکھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہاں جگہ جگہ سے پانی پھوٹ رہا ہے۔دمشق شہر اور اس کے نواحی علاقوں کو یہاں کی سات نہریں سیراب کرتی ہیں۔ان نہروں کے نام نہرِ بانیال، نہرِ عکربہ، نہرِ یزید

،نہر فرات سورہ اور نہرِ دبدانی ہیں۔ درحقیقت یہ چھ نہریں ہیں جو کہ ایک بڑی نہر نہر بردی کی شاخیں ہیں۔
ان نہروں کے متعلق دمشق کی عیسائی آبادی میں ایک قصّہ مشہور ہے جو مجھے ہوٹل کے ایک ملازم نے سنایا۔
یہ قصّہ بائبل میں بھی موجود ہے۔ قصّہ کچھ یوں ہے:۔

دمشق کے بادشاہ کا سپاہ سالار نعمان ایک بہادر سپاہی تھا جس کی کوششوں کی وجہ سے اس علاقہ کو آزادی نصیب ہوئی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس نے کئی جنگیں لڑی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ ایک نوجوان یہودی لڑکی کو قید کر کے لے آیا جو اس کی بیوی کی خدمت کیا کرتی تھی۔

اس سپاہ سالار نعمان کو کوڑھ کی بیماری لگ گئی جو اس کی جان کے لئے عذاب بن گئی۔ تمام مشہور حکیموں سے علاج کرانے کے باوجود بیماری قابو میں نہ آنے پر یہ مایوس ہو چکا تھا۔ مذکورہ یہودی لڑکی نعمان کی بیوی سے حضرت عیسیٰؑ کے معجزات بیان کیا کرتی تھی۔ اس نے کہا کہ اگر میرا مالک اُس نبی کے پاس جائے کہ جو یمرون میں موجود ہے تو اس بیماری سے نجات مل سکتی ہے۔

نعمان نے دمشق کے بادشاہ کی جانب سے ایک خط اسرائیل کے بادشاہ کو بھیجا، جس میں یہ لکھا گیا کہ "میں اپنے خادم نعمان کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں تا کہ وہاں ان کی جزام کی بیماری کا موثر علاج کیا جا سکے۔
نعمان اس خط کے ساتھ سونے چاندی کی سوغات لے کر اسرائیل کے بادشاہ کے پاس پہنچا۔

حضرت عیسیٰؑ کو جب یہ اطلاع دی گئی تو آپؑ نے نعمان کو اپنے پاس بلایا اور کہا "جاؤ، اور "نہرِ یرون میں سات مرتبہ ڈبکی لگاؤ۔ اس سے تمہارے بدن کو عملی راحت ملے گی"۔

یہ باتیں سن کر نعمان غمگین ہو گیا۔ اس نے کہا کہ نہرِ ابانہ اور نہرِ فرفر کا پانی نہرِ یرون کے پانی سے اور صاف ہے:۔ خیر نعمان نے نہرے یرون میں سات مرتبہ غوتے لگائے تو اُسے صحت حاصل ہوگئی۔ دراصل نعمان جو کہہ رہا تھا کہ نہرِ ابانہ اور نہرِ فرفر کا پانی بہتر ہے، تو اس کی یہ بات بالکل درست تھی۔ لیکن اُسیشفاء تو حضرت عیسیٰؑ کے کہنے اور عمل کرنے سے ہی ملتی تھی۔

ان دونوں نہروں کا نام اب بردی اور آعوج ہو گیا ہے۔ بردی کو بردیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا پانی واقعی صاف، چمکیلا اور سفید رنگ کا ہے۔ اس نہر کی بہت سی شاخوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اس کی ایک بڑی شاخ کا نام بانام اور کنوات ہیں۔ ان نہروں کا پانی نالیوں کے ذریعہ شہر میں مکانات، محلات، بازاروں اور حماموں تک پہنچتا ہے۔ اور اس کے بعد بابِ سخیر اور بابِ شرقی کی جانب سے اضافی پانی واپس باہر جا کر نہر بردی میں پہنچ جاتا ہے۔ نہرِ یزید قاسیون پہاڑ سے نکل کر باغات کو فراہم کرنے کے علاوہ گھروں کو بھی پانی فراہم کرتی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ نہر نکلتی تو جبل قاسیون ہی سے ہے۔ اور جبل قاسیون ہی ہماری اگلی منزل تھا۔

جبل شرقی نے دمشق کو شمال مغرب کی سمت سے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ جبل قاسیون سے کئی

نہریں نکلتی ہیں تو اس پہاڑ کی ایک چوٹی کا نام ''جبل شیخ'' ہے۔ جبل قاسیون دمشق کا وہ مقدّم پہاڑ ہے جس کے غاروں میں (عصبیہ) کے اسناد اور یادگاریں موجود ہیں اور (عابیدیں، مالیحسین) اور اولیاء اللہ کے مقامات بھی ہیں۔ اس قدیم پہاڑ پر زیارت گاہیں اور اولیاء کے مزارات بھی ہیں۔

یہاں ایک چھوٹا سا مینار بھی ہے جسے ''مینارِدم'' (منارتودّم) کہا جاتا ہے۔ ''دم'' کا ایک معنی ''قربانی'' ہوتا ہے۔ اس مینار کے بارے میں روایت مشہور ہے کہ قابیل ابن آدم نے اپنے بھائی ہابیل ابن آدم کو اسی مقام پر قتل کیا تھا۔ قرآن کریم میں بھی اس قصّہ کا مختصر بیان موجود ہے۔ چھٹے پارے میں ہے کہ:۔

''اور (اے نبی ﷺ!) تم انہیں آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ سچائی سے سنا دو (یعنی کہ) جب دونوں نے ایک ایک نیاز (اللہ کے نام پر) پیش کی تو دونوں میں سے ایک (ہابیل) کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی تو دوسرے نے غصّے سے کہا کہ میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا۔ وہ بولا اس میں میرا کیا قصور؟ نیاز تو اللہ ہی پرہیزگاروں کی قبول کرتا ہے۔

یہ سورۃ مائدہ کی آیت 27 کا ترجمہ ہے جو میں نے قرآن پاک کے ترجمہ سے لیا ہے۔

حضرت آدمؑ سے انسانیت کی ابتداء ہوئی تھی، اس لئے جب یہ واقعہ پیش آیا تب دنیا میں انسانوں کی تعداد 125 تھی۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ مذکورہ زمانے میں انسانوں کی آبادی میں اضافہ کے لئے حضرت آدم اور حواؑ کو جڑواں بچّے ہی پیدا ہوتے تھے جس میں ایک لڑکا ہوتا تھا اور دوسری لڑکی ہوا کرتی تھی۔

یہ دونوں حقیقی بھائی بہن کہلاتے تھے اور ان کا آپس میں نکاح جائز نہ تھا۔ علماء دین کہتے ہیں۔ کہ دوسری مرتبہ پیدا ہونے والے لڑکے کا پہلی بار جنم لینے والی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز تھا۔ اس طرح ایک لڑکی ہابیل کے ہمراہ جوڑواں پیدا ہوئی تھی۔ حضرت آدمؑ نے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس کا نکاح قابیل کے ساتھ اور قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح ہابیل کے ساتھ کرانا چاہا۔

لیکن اتفاق سے قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی خوبصورت تھی جب کہ ہابیل کے ہمراہ پیدا ہونے والی لڑکی خوبصورت نہ تھی۔ اس لئے قابیل کو اُس لڑکی کے ساتھ شادی کرنا منظور نہ تھا۔ اُس نے کہا کہ میں تو میرے ہمراہ پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ ہی شادی کروں گا۔ حضرت آدمؑ نے اُسے بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا۔ بلا آخر اس بحث کے خاتمہ کے لئے حضرت آدمؑ نے فیصلہ کیا کہ دونوں بھائی اللہ کی راہ میں کچھ نیاز پیش کرے۔ جس کی نیاز اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ اُسی سے اُس خوبصورت لڑکی کی شادی کرادی جائیگی۔ ہابیل نیاز کے طور پر ایک دُنبہ لے آیا جب کہ قابیل کچھ پھل سبزیاں لے آیا۔ دونوں نے اپنی اپنی نیازیں مینار دم کے مقام پر لا کر رکھ دیں۔ کچھ ہی دیر بعد آسمان سے بجلی نما آگ برس پڑی اور ہابیل کے نیاز کے طور پر رکھے دُنبہ کو کھا گئی۔ مذکورہ زمانے میں آگ کا نیاز کو کھا جانا اُس کو تسلیم کئے جانے کی نشانی کے طور پر مانا جاتا تھا۔ قرآن پاک میں اس قصّہ کے بیان میں کہا گیا ہے کہ جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی

اوران میں سے ایک کی نیاز قبول ہوئی اور دوسرے کی نیاز رد ہو گئی تو قابیل کہنے لگا کہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ وہ غصہ میں آگ بگولا لال پیلا ہو گیا اور اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ دنیا میں یہ پہلا انسانی قتل تھا۔ قتل کرنے کے بعد قابیل سوچنے لگا کہ اب ہابیل کی لاش کا کیا کیا جائے؟

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا۔ اس کوّے نے دوسرے کوّے کی لاش کو دفنانے کے لئے زمین کو کھودنا شروع کیا اور بلا آخر گڑھا تیار ہو جانے پر کوّے کی لاش کو اُس میں چھپا دیا۔ قابیل نے اس کوّے سے سبق لیا اور اپنے بھائی کی لاش کو بھی ایک گڑھے میں چھپا دی۔ ہابیل اللہ کا مقبول بندہ تھا۔ ان کا مزار قاسیون کے پہاڑ پر واقع ہے۔ ہم وہاں پہنچے۔

حضرت ہابیل کے مقبرے کے اندر تقریباً 25 فٹ کا مزار ہے۔ یہاں بڑی تعداد میں زائیرین موجود تھے۔ سبز رنگ کی ایک بڑی چادر مزار پر چڑھی ہوئی تھی۔ مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد ہم واپس چلے اور پہاڑ سے نیچے اُترنے لگے۔ اسرایلی اور تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی ''ہابیل'' کو یہاں قریب ہی میں ایک غار کے اندر قتل کیا تھا۔ اور کہا جاتا کہ اُس میں آج بھی خون کے داغ موجود ہیں اور یہ مانا جاتا ہے کہ یہ حضرت ہابیل کے ہی خون کے داغ ہیں۔

جبل قاسیون پر ایک مسجد ہے جو ''مسجد ابراہیم'' کہلاتی ہے۔ کچھ روایتوں میں کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اس مقام پر عبادت کیا کرتے تھے۔ اس مسجد سے باہر پہاڑ میں ایک دراڑ ہے اور کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں بھی اس بات کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ابتداء میں آسمان کے ستاروں کو خدا ٹھہرایا تھا۔ بعد میں اُنہوں نے چاند کو اور پھر سورج کو خدا کہا تھا۔ لیکن بلا آخر ان تمام نظریات کو غلط قرار دے کر منسوخ کر دیا تھا اور توحید کے عقیدے کی بڑے پیمانے پر تبلیغ فرمائی۔ یہ تمام واقعات اسی مقام پر پیش آئے تھے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت الیاسؑ اپنے دور کے زمانے کے بادشاہ کے ظالموں سے بچنے کے لئے جبل قاسیون میں چھپے ہوئے تھے۔ اسی جبل قاسیون میں ایک اور غار ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ اس میں آئے تھے۔ یہاں غار کے اندر ایک حجرہ بھی بنا ہوا ہے۔

ہماری گاڑی جس مقام پر رُکی وہ اس پہاڑ کا ایک تفریحی مقام ہے۔ یہاں سے واپسی میں ڈھلان سے اُترتے وقت ایسے نظارے دکھائی دیئے جو میری آنکھوں نے اس سے پہلے ایسے مناظر کبھی نہ دیکھے تھے۔ اتنی اُونچائی سے نیچے کی طرف نظر آ رہا تھا قدرت کا جلوہ، میٹھے پانی کے جھرمر جھرمر بہتے جھرنے، چھوٹے بڑے چشمے، بہتی نہریں، چاروں اطراف پہاڑیاں، جبل شرقی کا پہاڑی سلسلہ، گھنے درختوں سے سجے ہرے بھرے جنگلات وغیرہ کو دیکھنے کے بعد اس کو جنت کا نظارہ کہنے کو دل چاہتا ہے۔

پہاڑ سے اُتر کر نیچے آئے تو وہاں کپڑے اور دوسری مختلف قسم کی اشیاء کی دو کانیں تھیں حضرت ہابیل کے مزار سے واپسی پر فوجی چوکی پر پاسپورٹ واپس لینے کیلئے رُکے۔ فوجی افسران مفلس اور کنگال نظر آئے

۔اُنہوں نے ہمارے ڈرائیور سے سگریٹ مانگ کر پی ۔اور ڈرائیور کا موبائل فون لے کر فون پر کسی سے بات چیت کرنے لگے۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ اتنی معمولی چیزوں کے لئے یہ فوجی اپنا وقار گرا رہے تھے۔

ویسے بھی شہر میں بھی دو پولیس والوں نے گاڑی روک کر ڈرائیور سے پیسے وصول کئے ۔ مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ ان پولس والوں نے کس قانون کے تحت یہ پیسے مانگ کر وصول کئے۔

فوجی چھاونی ہمیں دور ہی سے دکھائی دے رہی تھی فوجی گاڑیاں ،مورچے اور توپیں وغیرہ چھاؤنی میں دکھائی دے رہی تھیں لیکن ان میں کوئی خاص دم خم نظر نہیں آرہا تھا۔ایسا لگتا تھا کہ یہ فوج دشمنوں کا کیا مقابلہ کر سکے گی؟ واپسی میں جگہ جگہ حافظ الاسد کی تصاویر دکھائی دے رہی تھیں جنہوں نے شام پر برسوں تک حکومت کی تھی۔کہیں کہیں شام کے موجودہ صدر کی تصاویر بھی تھیں جو کہ حافظ الاسد ہی کے بیٹے ہیں۔

خیر دو پہر کے تین بج چکے تھے۔ہم نے ڈرائیور نبیل سے کہا کہ ایسی دو کانوں پر لے جائے ۔ جہاں فاسٹ فوڈ مل سکے۔نبیل گاڑی کو ایک چوک میں لے آیا۔یہاں چکن اور بیف کی کئی دو کانیں اور ہوٹلیں موجود تھیں۔ایک شورما کی قیمت 30 لیرا تھی۔ہم نے 30 لیرا کے حساب سے 24 شورما منگائے اور پیپسی اور سیون اپ کے ساتھ لنچ کیا۔

اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنِّیات ط
عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

1970 میں جب میں نے حج ادا کی تھی تب حج اتنی سستی تھی کہ عمرہ کا رواج اُتنا نہ تھا جتنا کہ آج ہے۔ اُن دنوں میں لوگ حج ہی کے لئے جایا کرتے تھے۔تب اپنی پسند سے معلّم اور اپنی ہی پسند سے مکان بھی مل جایا کرتا تھا۔اُس وقت ماڈرن باتھ روم کے ساتھ 14x16 کا کمرہ مکمل سیزن کے لئے دو ہزار ریال میں ملتا تھا۔منا میں پانچ دن کی رہائش کے 100 ریال ادا کئے تھے۔ٹوٹل 10 ہزار روپیہ سے ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کی ادائیگی ہو جایا کرتی تھی۔

ماہ رمضان میں بھی بہت کم لوگ عمرہ ادا کرنے جایا کرتے تھے۔ شروع کے دور میں امیر طبقہ کے لوگوں کی تعداد بھی کم ہوا کرتی تھی ۔چھٹی کے دنوں اور ویکیشن میں مری وغیرہ میں ہل اسٹیشنوں پر مکان خریدہ ہوا ہوتو وہاں پورا مہینہ گزار کر آتے ۔ یہ امیر لوگ اپنے بیٹوں کو مری اور ایبٹ آباد تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔اس کے بعد کے دور میں امیر لوگوں کا رجحان یورپ کی جانب ہوا اور وہ چھٹیوں میں فیملی کے ساتھ یورپ وغیرہ جانے لگے۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں مذہب کی طرف رغبت بڑھی۔ضیاء الحق بذاتِ خود بھی نماز روزہ کے پابند تھے

اورعمرہ ادا کرنے کے بعد شب قدر حرم شریف ہی میں گزارا کرتے تھے جس کا اثر لوگوں پر بھی ہوا۔نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور عمرہ اور حج کی طرف رغبت بھی بڑھ گئی۔اب یہ حال ہے کہ ماہ صفر میں ہی عمرہ کے لئے پاسپورٹ جمع کرا دیئے جاتے ہیں اور ویزا کا انتظار کیا جاتا ہے۔12 ربیع الاوّل تک ویزا کھلتے ہی عمرہ کے لئے جانے والوں میں جگہ کے لئے کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔اور ماہ رمضان میں عمرہ ادا کرنے کے لئے ماہ شعبان ہی سے تیاریاں شروع کر دی جاتی ہیں۔میرے اندازے کے مطابق عمرہ اور حج ادا کرنے والوں میں سب سے بڑی تعداد پاکستانیوں کی ہوتی ہے۔سعودی حکومت نے حج کی ادائیگی کے لئے مسلم آبادی کے ایک فیصد کے حساب سے ہر ملک کا کوٹہ طے کر رکھا ہے۔اُس حساب سے پاکستان میں کچھ ڈیڑھ لاکھ کے قریب لوگ حج ادا کر سکتے ہیں۔جبکہ حج کی درخواستوں کی تعداد اور بھی زیادہ ہوتی ہیں۔میرے کہنے کا مقصد یہی ہے کہ حج اور عمرہ کیلئے جانے کی رغبت میں اضافہ ہوا ہے جو کہ ایک بہت اچھی بات ہے۔

کچھ لوگ تنقید کرتے ہیں کہ زیادہ تر لوگ صرف دکھاوے کی خاطر عمرہ کرتے ہیں اور سفر کی تکالیف برداشت کرنا اور معمولی مکان میں رہنا یہ کوئی عیاشی نہیں ہے۔بار بار حج اور عمرہ کرنا اچھی بات اور نیکی ہے۔مگر فضول خرچی کی تنقید کرنی چاہئے۔لاکھوں روپیہ خرچ کر کے شادیوں میں تین چار دعوتوں میں رات کو ایک دو بجے تک جو لوگ غلط طریقہ سے پیسہ خرچ کرتے ہیں اور تین سے چار ہزار لوگوں کی دعوت کرتے ہیں۔انہیں یہ پیسہ نیک کاموں میں خرچ کرنے کا مشورہ دینا چاہئے۔

حج اور عمرہ اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔اس لئے ان کے متعلق اچھی باتیں کرنی چاہئے۔منفی رویہ اپنا کر گنہگار نہیں بننا چاہئے۔مفتی غلام نبی ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کے ہمراہ مجھ سے ملنے آئے دوران گفتگو عمرہ کا ذکر ہوا۔مفتی صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ماہ رمضان میں یہاں ہوئے تو نماز تراویح کے پانچویں دن دعا میں ضرور آئینگے۔اس بات کو آٹھ سال گزر چکے ہیں۔مفتی صاحب ماہ رمضان سے قبل ہی مدینہ منوّرہ پہنچ جاتے ہیں۔اُنہوں نے اپنے شاگردوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ ستار بھائی یہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ حضرت! آپ تو ہر سال پہنچ جاتے ہیں ہمیں بلاوا نہیں آتا۔تو مفتی صاحب نے انھیں بتایا ہے کہ آپ لوگ بھی پختہ نیت کر لیں تو آپ سب کو بلاوا آجائیگا۔میں تو ماہ رجب ہی سے پانچ پچّیس ریال جیب میں رکھتا ہوں۔مفتی صاحب کی بات شاگردوں نے بھی نیّت کر لی اور کچھ ریال رکھ لئے۔اُسی سال ایک سخی وجود صاحبِ مال نے ان شاگردوں کو عمرہ کے لئے بھیج دیا۔

ثابت یہ ہوا کہ نیت ضروری ہے۔ویسے بھی اسلام کی تعلیم کے مطابق "عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اس لئے کسی کی نیت اور اعمال کے بارے میں غلط اندازے لگانے سے اور غیر مناسب تنقید سے بچنا چاہئے ایک طنزیہ مگر غور طلب قصّہ یہ ہے منفی نظریہ پر منفی تنقید کے متعلق ایک مشہور قصّہ پیش آیا کہ ایک گاؤں میں ایک باپ اور بیٹا رہتے تھے۔اُن کے پاس ایک گدھا ہوا کرتا تھا جسے اُنہوں نے بیچ دینے کا فیصلہ کیا اور

گدھے کو بیچنے کے لئے وہ گدھے کو ساتھ لے کر منڈی کی طرف چل نکلے۔ جانوروں کی منڈی دور کے ایک گاؤں میں مقررہ وقت پر منعقد ہوا کرتی تھی راستے میں ایک شخص ملا۔ اُس نے باپ بیٹے کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا، ''آپ کے پاس سواری موجود ہے پھر بھی آپ دونوں پیدل چل رہے ہو؟'' باپ نے یہ بات سن کر اپنے لاڈلے بیٹے کو گدھے کے اُوپر بٹھایا اور آگے چلے۔ کچھ فاصلے کے بعد ایک اور شخص ملا۔ اُس نے کہا، ''ابے لڑکے! تجھے شرم نہیں آتی؟ خود مزے سے گدھے پر بیٹھا ہے اور باپ کو پیدل چلا رہا ہے'' بیٹا فوراً گدھے پر سے نیچے اُتر گیا۔ اور باپ کو کر کے گدھے پر بیٹھا دیا اور آگے بڑھنے لگے۔ کچھ دیر بعد تیسرا شخص ملا۔ اس نے تنقیدی انداز سے کہا، ''باپ کو شرم نہیں آتی، خود گدھے پر بیٹھا ہے اور بیٹے کو پیدل چلا رہا ہے۔'' اس نئی تنقید کو سُننے کے بعد باپ بیٹے نے سوچا کہ ہم دونوں کو گدھے پر بیٹھ جانا چاہئے۔ بلا آخر دونوں ہی گدھے پر بیٹھ گئے اور آگے بڑھنے لگے۔ کچھ اور آگے چلے تو تنقید کرنے کی عادت والے لوگ کہنے لگے، ''دیکھو تو سہی، بیچارے بے زبان جانور پر دو آدمی کا بوجھ ڈال کر کتنا ظلم کیا جارہا ہے!'' اب کیا کریں۔ باپ بیٹے کے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گیا تنقید کرنے والوں کی نقطہ چینی کا خاتمہ ہی نہ ہو رہا تھا۔ باپ بیٹے نے آپس میں بات چیت کرنے کے بعد کچھ طے کیا۔ اب اُنہوں نے گدھے کو لکڑی کی مضبوط لاٹھی سے جکڑ کر باندھا اور ایک سرے سے باپ نے اور دوسرے سرے سے بیٹے نے لاٹھی کے بل پورے گدھے کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور آگے بڑھنے لگے!۔ راستے میں یہ تماشا دیکھنے کے لئے لوگوں کا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ کس قسم کے بیوقوف ہیں جو سواری موجود ہونے کے باوجود اُس کے اُوپر بیٹھنے کی بجائے خود بھی اُس سواری کو اُٹھائے جارہے ہیں۔ اس طرح ہمیں منفی نقطہ چینی سے بچنا چاہئے اور لوگوں میں اچھے کاموں کی حوصلہ افزائی ہو اس طرح کی باتیں کرنی چاہئے۔

دمشق کا مشہور و معروف علاقہ زینبیہ کے پُر رونق بازار:۔

شام کا سفر" کے دوران ہمارا عارضی مسکن ہمیشہ دمشق کے علاقہ زینبیہ ہی میں ہوتا تھا۔ زینبیہ کے بازاروں میں ضروریاتِ زندگی کی ہر اشیاء مہیّا کرنے والی دوکانیں، ہوٹلیں وغیرہ بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ فروٹ کی دوکانیں ہمارے یہاں کراچی میں صدر اور نیوٹاؤن کی طرح سجی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہاں ہر قسم کے پھل دستیاب ہوتے ہیں۔ پھلوں میں ہمیں سب سے زیادہ اچھا اور لذیز پھل اسٹرابری پسند آیا۔ بڑی سائز میں سرخ رنگ کے اسٹرابری ایک کلو کے بکس میں پیک کر کے رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ قیمت پچاس لیرا بتائی جاتی ہے اور پھر 40 لیرا میں دے دیتے ہیں۔ بڑا لذیز پھل ہے۔

میرے دل میں خیال آیا کہ اتنی اچھی کوالٹی کے اسٹرابری کو ایکسپورٹ کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ ہمارے یہاں پاکستان میں تو اعلیٰ درجے کے سارے پھل دوسرے ممالک میں برآمد کر دئے جاتے ہیں اور شہروں اور گاؤں میں صرف "بی" اور "سی" گریڈ کے گرے فروٹ اور دیگر تمام پھل دستیاب ہوتے ہیں۔

اس بازار کی ایک اور چیز بھی بڑی اچھی ہوتی ہے اور بہت مشہور ہونے کی وجہ سے فروخت بھی بہت ہوتی تھی۔ یہ چیز ہے شام کے چپل ہم سب نے ایک ایک دو دو جوڑی چپلیں لیڈیز اور جینٹس خرید لیں۔ کراچی واپس آکر جب میں نے چپلیں پہنی تو اس بات کا بہت افسوس ہوا کہ کاش! اتنے آرام دہ چپلوں کی مزید جوڑیاں بھی لے لیں ہوتی۔ خیر شام غروب میں پھل تو ایک سے بڑھکر ایک دستیاب ہیں، لیکن یہ سب کے سب مال باہر ملکوں سے منگوایا ہوا ہوتا ہے۔ ہم ایک دعوت میں دوستوں کے ہمراہ گئے تھے۔ وہاں میزبان پھل فروٹ کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کیلے لبنان سے آتے ہیں، یہ انگور اور میوہ فلاں فلاں ممالک کے ہیں، وغیرہ۔ میں نے اُس سے کہا، "ہمارے یہاں پاکستان میں یہ سارے پھل ان سے بھی زیادہ لذیز ہوتے ہیں اور سستے بھی ہوتے ہیں۔ اب تو اسٹرابری، لیچی اور چیری جیسے پھل بھی پیدا ہونے لگے ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ پاکستان کے مساوی ایسا کوئی ملک نہیں جہاں کھانے پینے اور رہنے کے علاوہ گھومنے پھرنے کی سہولتیں آسانی سے دستیاب ہیں اور قدرِ سستی بھی ہوتی ہیں۔ پوری دنیا میں پاکستان جیسا ملک کوئی بھی نہیں۔ ہم دوسرے دن اپنے ہوٹل سے حسب معمول روانہ ہوئے۔ جو حضور اکرم ﷺ کے مشہور صحابی کے مزارات پر حاضری دینے جارہے تھے اور زیارت کے لئے دل امنگوں اور عقیدت سے سرشار تھا۔ ڈرائیور پھر ایک بار شام کی قدیم اور جدید تہذیبوں کے مرکب جیسے دمشق شہر کے مختلف علاقوں سے گاڑی گزرتی ہوئی مشہور و معروف قبرستان "ماہرے دمشق" کی جانب لے چلا۔ مزارات قریب آتے ہی دل زیارت کے لئے مزید بے چین ہونے لگا۔

''ماہرے دمشق'' اور ال ۔ بابِ صغیر'' کے نام سے مشہور دمشق کے ان قبرستانوں کی زمین عجیب سی روحانی طاقت کی حامل ہے ۔ یہاں پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کچھ ایسے مشہور صحابیوں اور جاں نثار عاشقوں کے مبارک مقبرے واقع ہیں، جن کی عشق رسول ﷺ سے تر بتر زندگیاں فرشتوں میں بھی رشک پیدا کر دیتی ہوں گی ۔ انہیں میں ایک صحابی حضرت بلال حبشی بھی ہیں ۔ دنیا میں ایسا کونسا مسلمان ہوگا جو کہ حضرت بلالؓ کا نام سنتے ہی سر سے لے کر پیر تک عقیدت اور محبت میں ڈوب نہ جاتا ہو ۔ غلامی کے عالم میں حبشی غلام نے جب حضور پاک ﷺ کی غلامی قبول کی تو عربستان کے علاوہ سلطنت روم کے بڑے بڑے بادشاہوں کی شان وشوکت ان کے آگے ماند پڑ گئی، بلکہ صفر ہو گئیں ۔

ہماری گاڑی آگے کی جانب بڑھی تو ایک مقام پر میں نے ایک سائن بورڈ پڑھا، جس پر 'الفلاح' لکھا ہوا تھا ۔ ماضی میں میری زیر ادارۃ گجراتی زبان میں ایک مذہبی رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا نام ''الفلاح'' تھا ۔ اس رسالے کے 10-02-1960 کے شمارے میں ''حضور اکرم ﷺ کے محبوب صحابی، منفرد معزز اور عظیم مجاہد حضرت بلالؓ کے عنوان سے میں نے ایک مراسلہ شائع کیا تھا ۔ یہاں پر میں ماہ نامہ 'الفلاح' کے متعلق بیان کرتا چلوں تو بیجا نہ ہوگا ۔

مجھے شروع ہی سے مذہب سے رغبت تھی ۔ 1960 میں میں نے کراچی میں مچھی میانی روڈ پر ایک مکان خریدا تھا ۔ اس علاقہ کے لوگوں سے میری جان پہچان بڑھنے لگی ۔ ایک دن میں نے ایک دیوار پر ایک بورڈ لگا ہوا دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا ''حزب الفلاح کمیٹی'' ۔ معلومات کی تو پتہ چلا کہ کمیٹی والے سال میں ایک آدھ مرتبہ ماہ محرم میں واعظ کا اہتمام کیا کرتے تھے ۔

میں اُن لوگوں سے ملا ۔ کچھ ممبران نے مجھ سے ملنا شروع کیا ۔ ایک دن ہم لوگوں کے بیچ کسی قسم کا مذہبی کام شروع کرنے کے متعلق بات چیت ہوئی اور بلا آخر مذہبی رسالہ شائع کرنے کے بارے میں غور ہونے لگا ۔ اب ہوا یوں کہ گجراتی میں لکھنے والا ہم میں کوئی نہ تھا ۔ ان لوگوں نے مجھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا کہ آپ کے خطوط اخباروں میں چھپتے رہتے ہیں تو یہ نیک کام آپ ہی سنبھالیں ۔ ہم میں سے ایک بھائی ایک انگریزی رسالہ میں ملازمت کرتا تھا اور رسالے کے لئے ڈکلیریشن کی درخواست جمع کرانے کا وقت آیا تب پبلیشر اور پرنٹرز کے نام بڑی آسانی سے مل گئے ۔ اب باری آئی ایڈیٹر کی، تو میرے سوا کسی کا نام ہی نہ تھا ۔ میں کبھی کبھار اخبارات میں خطوط وغیرہ لکھتا رہتا تھا، اس لئے میں نے بھی بسم اللہ پڑھکر ہاں کر دی ۔ ڈکلیریشن مل گیا ۔ اب بیٹھنے کے لئے کوئی ٹھکانہ بھی نہ تھا ۔ ایک ہوٹل میں بیٹھ کر رسالے کا نام ''الفلاح'' رکھا گیا ۔ الفلاح کا پہلا شمارہ تیار ہوا تب بھی اس کا ٹائیٹل رنگین بلکہ سہ رنگی تھا ۔ ٹائٹل سے لے کر اندر کے رسائل وغیرہ کا گیٹ اپ بھی بڑا خوبصورت بنا ہوا تھا ۔

عبدالحمید کمیٹی والے سیٹھ عبدالعزیز نے مجھے بلا کر پوچھا ''یہ رسالہ (الفلاح) کب سے شروع کیا اور

اس دفتر ، ل ہے۔ ، ے یہ پ، رہ ہو ت نت ۔ یہ ت ، ر در
ہمارا ایک گودام خالی پڑا ہوا ہے جو مچھی میانی روڈ پر واقع ہے۔انہوں نے اُسی وقت گودام کی چابیاں منگا کر مجھے دے دی۔اس طرح ہمیں ایک بہت بڑا دفتر مل گیا۔

اگلے 14 ماہ تک الفلاح کے شمارے باقائدگی سے شائع ہوتے رہے اور رسالے کو لوگوں کی جانب سے اتنی پذیرائی اور حوصلہ افزائی ملی کہ میں تو حیران رہ گیا۔ کیونکہ رسالہ ''الفلاح'' اہل سنت کا عقیدہ پھیلانے اور اولیاء کرام کی تعلیم لوگوں تک پہنچانے کا ایک ذریعہ بن گیا تھا۔اس کے بعد ملک میں اچانک سیاسی بحران ہو گیا اور ایوب خان کا مارشل لاء نافذ ہو گیا تھا۔مارشل لاء آرڈیننس کے تحت ملک میں 50 فیصد اخبارات بند ہو گئے تھے جن میں ہمارا 'الفلاح' بھی شامل تھا۔اس کے بعد ہائی کورٹ میں رِٹ داخل کرنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا جو کہ ایک بہت ہی مشکل کام تھا۔اُن دنوں میں ہم دن بھر روزی روٹی کمانے میں ڈٹے رہتے اور رات کے وقت رسالے وغیرہ کے لئے وقت نکالتے تھے۔ ہماری پشت پناہی میں بھی کوئی نہ تھا۔ان اسباب کی بنا پر ہم ہائی کورٹ میں نہ جا سکے۔

اس کے بعد ہم نے ترجمہ اور تفسیر والا قرآن کنز الایمان'' شائع کیا جو کہ کافی مقبول ہوا۔1960 سے لے کر آج تک دینی کاموں میں دلچسپی لیتا آیا ہوں۔اُن دنوں میں مولانا مصلح الدین، عبدالمصطفٰی اظہری (جو کہ قومی اسمبلی کے رکن بھی رہ چکے ہیں) الفلاح، میں فتوے بھی دیا کرتے تھے۔

ان کے علاوہ میمن مسجد کے امام وخطیب قاری مفتی رضا المصطفٰی اعظمی صاحب کی محبت بھی حاصل ہوا کرتی تھی۔قاری صاحب نے میرا نکاح پڑھایا تھا۔اس کے علاوہ میرے بڑے بیٹے عارف کا نکاح اور حال ہی میں میری پوتی ہے، اس کا نکاح بھی قاری مصطفٰی اعظمی نے ہی پڑھایا تھا۔یہ تمام علماء دین اور بزرگ لوگ میری دکان پر آیا کرتے تھے۔مولانا الیاس قادری صاحب بھی میری دکان پر آتے تھے۔آج بھی علمائے کرام سے میرے روابط قائم ہیں۔

'جب الفلاح' کا پہلا شمارہ شائع ہوا تب مانڈویا کا ''محراب'' اور جماعت اسلامی کا سندیش'' ماہ نامہ کے بیچ 'الفلاح لایا گیا تو لوگوں نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ مانڈویا نے ہمیں اپنے پاس بلا کر ہمیں شاباش دی تھی اور کہا تھا کہ میرا اتنے سالوں کا تجربہ ہے اور برسوں سے مذہبی ادب سے قربت رہی ہے پھر بھی الفلاح کسی بھی لحاظ سے کم تر نہیں ہیں۔اس طرح مانڈویا جیسے صف اوّل کے ادیب اور گجراتی زبان کے عالم فاضل نے 'الفلاح' کے معیار کو سراہتے ہوئے کہا، '' آپ اگر میرے رسالے ''محراب'' کا اشتہار 'الفلاح' میں دینے کو تیار ہوں۔تو میں ''محراب'' میں آپ کا اشتہار دینے کو تیار ہوں۔اس حوصلہ افزائی سے ہمارے جوش میں اضافہ ہوا۔

اس طرح 'الفلاح' کا اشتہار بھارت میں بھی شائع ہوتا تھا اور احمد آباد کے مشہور ومعروف مذہبی

رسالے ''طیبہ'' کا اشتہار ''الفلاح'' میں چھپتا تھا۔

اُن دنوں 'الفلاح' کی سالانہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہوا کرتی تھی اور ایک شمارہ کی قیمت صرف آٹھ آنے کی تھی۔ مخیّر لوگوں نے اعلان کیا کہ اگر کوئی غریب شخص 'الفلاح' کا گاہک بننا چاہئے تو صرف ایک روپیہ ادا کر کے گاہک بن جائے، بقایا چار روپیہ ہم دینگے۔ بہت کم عرصے میں 'الفلاح' کے سالانہ گاہک بڑی تعداد میں رجسٹرڈ ہو گئے۔ اور 'الفلاح' اسی طرح 14 ماہ تک دھوم مچاتا رہا۔ اس سلسلے میں حاجی عزیز سیٹھ کا بڑا تعاون رہا۔ عبدالحمید اور مکّی ٹریڈنگ والے حاجی عزیز سیٹھ عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ ان کے فرزند زبیر مکّی کی شادی اعلیٰ حضرات کے خاندان میں کی گئی ہے۔ بڑے مقبول نعت خواہ ہیں۔ حاجی عزیز سیٹھ کا انتقال میمن مسجد میں سجدہ کی حالت میں ہوا تھا۔ انہوں نے دارالعلوم امجدیہ اور دوسرے مذہبی اداروں میں اور مدارس کی بڑی خدمت کی ہیں۔ اُن کے بڑے بیٹے عبدالمجید نے دینی تعلیم کے لئے دھوراجی کالونی میں بڑا شاندار مدرسہ قائم کیا ہے جہاں بڑی تعداد میں طالب علم موجود ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت وعظمت:۔

سیّدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس زمانے کے مورتیوں کو پوجنے والے ایک بڑے سردار عمیابن خلف کے غلام تھے۔ رسول مقبول ﷺ نے نبوّت کا اعلان کیا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً دعوتِ حق کو قبول کرتے ہوئے اسلام کے جاں نثار پروانہ بن گئے۔ اُن دنوں بُت کی پوجا کے خلاف کچھ کہنا ناقابل معافی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ دین اسلام کا نام لینا بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف مانا جاتا تھا۔ ایسے موحول میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کو قبول کر کے بڑی ہمت کا ثبوت دیا تھا۔

کافر سردار کو جب معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو چکے ہیں تو وہ غصّہ سے سٹپٹا اُٹھا اور اُن پر طرح طرح کے ظالمانہ اور وحشیانہ مظالم ڈھانے لگا۔

آپ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا۔ آپ پر بھاری پتھر رکھ کر ستایا گیا۔ گلے میں پھندہ ڈال کر دردر پھرایا گیا۔ آگ میں تاپ کر سرخ کئے ہوئے لوہے کی سلاخوں سے آپ کے بدن پر گھاؤ لگائے گئے۔ کئی کئی دنوں تک بھوکا اور پیاسا رکھا گیا۔ اس طرح کے وحشیانہ اور ناقابل برداشت مظالم بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہنستے ہوئے جھیل لئے اور آقائے نامدار ﷺ کی غلامی پر اٹل رہے۔ ایک دن ان کے سردار امّیہ نے ان سے پوچھا، ''بلال'' ''تم حضور ﷺ کے متعلق کیا جانتے ہو؟'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے خوف ہو کر جواب دیا، ''حضور اکرم محمد ﷺ میرے آقا مولا ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی مبارک ہستی دونوں جہان کے لئے باعث برکت ہے۔

سردار امیہ نے یہ باتیں سُن کر غصہ میں آکر کہا، ''ہرگز نہیں! اس طرح کی بات کرنے سے پہلے تم نے میرے سینے میں خنجر کیوں نہیں گھونپ دیا؟۔ مجھے ابھی ابھی یہیں قتل کر دو وہ مجھے قبول ہوگا۔ مگر میرے آقاء مولا حضور اکرم ﷺ کے پیر میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ مجھے ہرگز منظور اور برداشت نہ ہوگا۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ پر ڈھائے جانے والے مظالم کی اطلاع جب بارگاہ رسالت ﷺ تک پہنچیں تو سرکارِ رسالت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت بلال کو خرید کر لے آنے اور آزاد کر دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو آزاد کرالیا۔ آقاء نامدار ﷺ نے صدیق اکبر کے حق میں دُعا کی۔

اس کے بعد حضور پاک ﷺ نے حضرت بلال کو پانچ وقت کی اذان کے فرائض انجام دینے کی ذمے داری عطا کی۔ آپ اذان کے فرائض بخوبی انجام دیتے اور فارغ وقت حضور انور ﷺ کی خدمت میں گزارتے۔ حضرت بلالؓ رسول برحق ﷺ کو وضو کراتے۔ بلند آواز سے اذان دیتے اور نمازی حضرات اکٹھے ہو جانے پر حضور ﷺ کو اطلاع دیتے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالی عنہ اعلیٰ درجہ کے معزز اور حضور اکرم ﷺ کے پسندیدہ صحابی ہونے کے علاوہ ایک سچّے جاں باز مجاہد بھی تھے۔ جنگ بدر کے وقت وہ بڑی بہادری سے لڑے۔ ایک مرتبہ آپ کا پرانا مالک سردار اُمیّہ میدان جنگ میں اتفاق سے آپ کے مدِ مقابل آ کھڑا ہوا۔ یہ وہی امیّہ تھا جس نے آپ پر بڑے وحشیانہ مظالم ڈھائے تھے۔ حضرت بلال نے تلوار کے ایک ہی وار سے امیّہ کا سر قلم کر دیا اور دوسرے ہی پل اُس کا سر آپ کے قدموں میں پڑا ہوا تھا۔

ہجری سن 11 کے ماہ ربیع الاوّل میں حضور ﷺ بیمار ہوئے اور آپ ﷺ کے سر میں شدید درد کے ساتھ پوری رات بِتائی۔ اُدھر حضرت بلال نے اپنے معمول کے مطابق نماز فجر کے لئے اذان دی اور نمازی اکٹھے ہونے پر حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ لیکن بیماری کی وجہ سے نہیں آئے۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد کچھ صحابہ کرامؓ نے حضرت بلالؓ کو دوبارہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت بلال حضور اکرم ﷺ کے پاس جا پہنچے اور دروازے پر ہی کھڑے ہو کر آواز دی، ''اسلام علیکم یارسول اللہ''۔ حضور انور ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور حضرت ابوبکر صدیق سے نماز پڑھانے کا فرمان بھیجا۔

حضرت بلال کا دل قابو میں نہ رہا۔ وہ روتے ہوئے صحابہ کرام کے پاس آئے اور اُنہیں حقیقت سے واقف کیا۔ صحابہ کرامؓ بھی رونے لگے۔ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نمازِ فجر کی امامت فرمائی۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ اس دُنیا سے پردہ فرما گئے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلال بیچین اور بیقرار رہنے لگے۔ ایک دن حضرت بلال اذان دے رہے تھے۔ اذان کے دوران جب وہ ''اشھد واناّ محمدّ الرسول اللہ'' پر پہنچے تو اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑے کیوں کہ حضرت بلالؓ جب بھی اذان دیتے تو مذکورہ فقرے پر حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے

وقت اُن کی نظر وہی اشارہ دیتی جس طرف حضور اکرم ﷺ جلوہ فرما ہوتے۔
حضور ﷺ کی جدائی نا قابل برداشت ہونے پر حضرت بلال کے لئے مدینہ منورہ میں رہنا دُشوار ہو گیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق نے خلافت سنبھالی تو حضرت بلال اُن سے اجازت حاصل کرنے کے بعد ملک شام چلے گئے۔ آج میں اُسی ملک شام میں حضرت بلال کے مزار مبارک پر حاضری دینے جا رہا تھا۔ تو اس عظیم عاشق رسول ﷺ کے زندگی کے واقعات سلسلے وار میرے دل و دماغ پر قبضہ کر بیٹھے تھے۔
حضرت بلالؓ کی اذان کے متعلق اور دو واقعات اسلامی تاریخ کے اوراق پر سنہری الفاظ میں لکھے ہوئے ہیں اور آج بھی ایمان کو تازگی بخشتے ہیں۔ حضرت بلالؓ کی فضیلت بیان کرنے کے لئے صرف ایک ہی حدیث کافی ہے۔ ایک دن حضور ﷺ نے نماز فجر کے بعد حضرت بلالؓ سے پوچھا، ''بلال، تم یہ بتاؤ کہ تمہاری نظر میں سب سے زیادہ اُمید افزا عمل کون سا ہے، کیونکہ آج رات تمہارے قدموں کی آہٹ میں نے جنت میں خود اپنے کانوں سے سنی ہے۔'' حضرت بلال نے عرض کیا، ''یارسول اللہ! میں دن اور رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں اپنے پروردگار کے لئے حسب توفیق نمازیں ضرور پڑھتا ہوں۔''
ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جہاں حضرت بلال کو کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں، وہ مکّہ مکرمہ فتح کر لیا گیا اور حضور ﷺ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا کہ وہ کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ اور مکّہ میں قبلہ شریف کی چھت سے پہلی اذان حضرت بلالؓ نے دی۔
سرکار دو عالم ﷺ اس دُنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت بلال مدینہ میں رہ نہیں پائے اور وہ حضرت ابوبکر صدّیق کے دورِ خلافت میں شام میں آبسے۔ یہاں آپ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ، ''بلال، ایسی بھی کیا بے مروتی؟ کیا اب بھی وہ وقت نہیں کہ تم مجھ سے آکر ملو؟'' جب حضرت بلالؓ خواب سے بیدار ہوئے تو غمگین ہو گئے۔ فوراً ہی سواری منگائی اور مدینہ طیّبہ جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر روضہء اقدس پر حاضر ہوئے اور پھوٹ پھوٹ کر روتے رہے۔
حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ وہاں تشریف لائے تو آپ نے دونوں شہزادوں کو گلے لگالیا۔ حسنینؓ نے فرمائش کی، ''ایک اذان سننے کو دل چاہتا ہے۔''
حضرت بلالؓ نے فرمائش قبول کی تو دیکھتے ہی دیکھتے پورے مدینہ میں خبر پھیل گئی کہ آج حضرت بلال اذان دینے والے ہیں۔ حضرت بلال نے چھت پر سے اذان دینا شروع کی۔ ابھی تو صرف اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ پورے کہ پورا مدینہ ان کی آواز سے گونج اُٹھا۔ در و دیوار سے اس مبارک اذان کی گونجیں سنائی دینے لگیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ مدینہ منوّرہ کا مقدّس ماحول جھوم اُٹھا تھا۔ ''اشھد ان لا الہ الاللہ'' کہا تو کہرام مچ گیا اور جب ان کے منہ سے ''اشھد ان محمدً رسول اللہ'' کے مقدس الفاظ نکلے تو شہر میں پردہ نشیں خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں اور کہنے لگیں کہ، ''رسول اللہ ﷺ پھر سے موجود ہو گئے۔'' ایک مستند روایت کے

مطابق حضرت بلالؓ کی اذان کے متعلق ایک واقعہ شام میں بھی مشہور ہوا۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ جب شام تشریف لے آئے تو اُنہوں نے بھی حضرت بلالؓ کی اذان سننے کی فرمائش کی۔ تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے بعد حضرت بلالؓ حضرت عمرؓ کے حکم کی تعمیل کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ جب حضرت بلالؓ نے اذان دینا شروع کی تو وہاں موجود تمام اصحابہ، مجاہدین اور شہر کے عام لوگ بھی جذبات کی رو میں بلک کر رونے لگے۔ حضرت عمرؓ تو آہ وزاری کے ساتھ رونے لگ گئے اور روتے روتے آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر بتر ہوگئی۔ حضرت بلالؓ کی دردناک پکار سن کر دیگر تمام لوگوں کی حالت نزع جیسی بن گئی تھی۔ روایتوں میں ہے کہ اُس دن سے زیادہ کسی بھی دن لوگوں کو اس قدر روتے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت بلال حبشی کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی زندگی کا ہر ایک پل حضور ﷺ کی زیارت کے انتظار میں ہی گزر رہا تھا۔ جب بلال کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بیخودی کے عالم میں اشعار پڑھا کرتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

''کل ہماری ملاقات محبوب ہستیوں سے ہوگی، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے۔''

انکے عشق رسول ﷺ کی شدت کو دیکھ کر اِن کی اہلیہ نے کہا، ''واویلا'' (ہائے افسوس)۔ لیکن حضرت بلالؓ نے فرمایا، ''وافرحا'' (واہ رے خوشی)۔ اس عظیم صحابی کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے ہی دل و دماغ پر نا قابل بیان سکون طاری ہوگیا۔ قلب مطمئن ہوگیا۔ سلام عرض کیا اور فاتحہ اور عقیدت کا نظرانہ پیش کیا۔ وہاں روح پرور ماحول سے باہر جانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ ''حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا ذلیل وخوار ہے'' شام کے سفر کے دوران ہم نے دمشق میں ''ہوٹل کے منیجر کا نام سہیل تھا جو کہ حافظ قرآن تھا۔ رات کے وقت ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام مصطفیٰ بھی وہاں موجود تھا۔ اُس وقت سرکار دو عالم کے جاں نثاروں اور گستاخِ رسول کے متعلق بحث چھڑ گئی۔

سہیل نے سورۃ قلم کی ابتدائی آیتیں پڑھی اور اس کا ترجمہ اور تفسیر سنائی۔ ولید بن مغیرہ نامی ایک شخص نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو معاذ اللہ مجنوں کہا۔ عربی زبان میں مجنوں پاگل کو کہتے ہیں۔ دور حاضر میں مسلمانوں کے بھیس میں کچھ ایسے بے دین پیدا ہوئے ہیں جو شانِ محمدی کو کم کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن جس پاک ہستی کی تعریف خود اللہ جلّ جلالہ نے کی ہو، کس کی مجال ہے کہ اُس کی شان وشوکت کو پست کر سکے؟ اس قسم کے فتنہ باز لوگ صرف بکواس کر کے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے کے علاوہ اور کیا حاصل کر سکیں گے۔؟

ولید بن مغیرہ کی بکواس سن کر آپ ﷺ کے دل مبارک کو صدمہ پہنچا۔ پھر کیا ہونا تھا؟ اللہ کے غضب جلال میں آیا۔ سورہ قلم کے پہلے رکوع میں اپنے محبوب رسول ﷺ کی فضیلتیں بیان کی گئی اور حضور ﷺ کے رنجیدہ ہونے کے بعد فوراً وحی نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار ﷺ کی شان میں تعریف کی اور کہا کہ آپ

مجنوں نہیں آپ کیلئے اعلیٰ ترین درجات مخصوص ہیں۔آپ ﷺ کے دل کا بوجھ اللہ تعالیٰ نے کم کیا اور اس کے بعد اُس گستاخ شخص کے متعلق نو (9) برائیاں بیان کیں۔آخری برائی میں کہا گیا کہ وہ اپنے باپ کا نطفہ نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا،''اے میرے پیارے! اپنے رب کے فضل سے آپ مجنوں نہیں ہیں۔آپ کے لئے تو بے حد ثواب ہیں اور بیشک آپ اعلیٰ ترین اخلاق کے مالک ہیں۔''

''اور میرے محبوب، اُس کی (گستاخی کرنے والے کی) بات مت سنو، جو جھوٹی قسمیں کھانے والا، ذلیل وخوار طعنہ کشی کرنے والا، چغلی کرنے والا بھلائی سے روکنے والا، حد سے آگے بڑھنے والا، بڑا گنہگار، پتھر دل، اور ناجائز اولاد ہے۔'' گستاخ ولید نے جب یہ آیت سنی تو وہ بھاگتا ہوا اپنی ماں کے پاس جا پہنچا اور اپنی تلوار کو میان سے باہر نکال کر ماں سے پوچھنے لگا،

''محمد ﷺ نے میرے جو دس عیب بیان کئے ہیں، ان میں سے نو عیب کے متعلق تو مجھے علم ہے کیوں کہ واقعی یہ سارے عیب مجھ میں موجود ہے۔لیکن تم مجھے یہ بتادو کہ میں حرام کی اولاد ہوں یا حلال کی؟ مجھے سچ سچ بتادے، ورنہ میں تیری گردن قلم کردوں گا۔کیونکہ محمد ﷺ کی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔''

اُس کی ماں نے جواب دیا،''وہ تیرا باپ نامرد تھا اس لئے میں نے ایک چرواہے سے ناجائز تعلقات قائم کررکھے تھے جس سے تو پیدا ہوا اور تو اُسی کا نطفہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،''اور ہم اُس گستاخ بے ادب کے سُوّر جیسے منہ پر آگ سے داغ لگادینگے۔یعنی کہ چہرہ بگاڑ دینگے۔''اس واقع کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ولید کی شکل بالکل بگڑ گئی اور بلا آخر وہ ذلیل وخوار ہوکر مرا۔گستاخ لوگوں کے لئے یہ واقعہ عبرت آمیز ہے۔

سرکار ﷺ کی تعریف اللہ کرتا ہے۔اللہ آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔فرشتے بھی درود اور سلام بھیجتے ہیں اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے سرورکائنات ﷺ پر درود وصلواۃ بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے،''جس کو اپنے مال ودولت، جان، ماں باپ اور اولاد سے بڑھکر مجھ سے محبت نہیں، وہ کامل مسلمان نہیں ہے۔''اللہ ہم سب کو نیک توفیق عطا فرمائے۔

ایک غور طلب قصہ:۔

دینی معاملات میں گستاخی کرنے والے بے وقوف ہوتے ہیں۔پھر چاہے وہ نماز بھی پڑھتا ہو، روزہ بھی رکھتا ہو، حج بھی ادا کرے اور ذکوٰۃ بھی دیتا ہو۔ گستاخی سے بڑی بیوقوفی کوئی نہیں ہے۔جن میں تھوڑی بھی سمجھداری ہوتی ہے وہ گستاخی جیسی بیوقوفی سے دور ہی رہتا ہے۔کئی مرتبہ بیوقوفی کی وجہ سے دین و دُنیا اور آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے۔اور اللہ کا عذاب الگ سے نازل ہوتا ہے۔اس سلسلے میں ایک حکایت یاد آرہی ہے۔چار آدمی سفر کو نکلے۔راستے میں ایک مسجد آئی۔وضو کرنے کے بعد اُن میں سے ایک شخص امام بنا اور باقی تینوں مقتدی بنے۔نماز شروع ہوئی تو موذن بھاگتا اور ہانپتا ہوا مسجد میں پہنچا۔ اُسے دیر ہو چکی تھی پھر بھی اُس نے اذان دینے کی کوشش کی تو نماز پڑھنے والے مقتدی میں سے ایک بول پڑا،''وقت گزر چکا ہے اب نماز میں شامل ہو جاؤ۔''اس کے برابر والا مقتدی بولا''دوران نماز کچھ بولنا منع ہے۔''اب تیسرا بھی بول اُٹھا،منع ہے پھر بھی تم بول رہے ہو؟''امام نے کہا کہ الحمداللہ میں نہیں بولا۔

ہمارے معاشرے میں بھی ایسے بیوقوفوں کی کمی نہیں، ہزاروں ملتے ہیں۔اپنی احمقانہ باتوں اور حرکات سے اَور دینی ،معلومات حاصل ہونے کا ڈھونگ رچانے والوں اور اُن بیوقوف نمازیوں کی طرح اپنے دین کو برباد کرنے والوں سے اللہ پاک سب کو محفوظ رکھے۔

ہمارا سفر جاری وساری تھا۔شام کے وقت یہ سیر کی رفتار تیز ہوگئی۔صحابہ کرامؓ کی زندگی کے واقعات اور شاندار فتوحات کی باتیں چل رہی تھی۔ہمارا ڈرائیور شام کا مقامی باشندہ تھا۔شام میں ویسے ہی غیر ملکی سیاحوں اور مسلمان زائرین کی آمد زیادہ رہتی ہے اس لئے وہاں کا عام شہری بھی تاریخی واقعات اور تفصیلات سے خوب واقف ہوتا ہے۔ہماری گفتگو اُس وقت ایران کے شہنشاہ پر مرکوز تھی۔ایران کے شہنشاہ کو کسرٰی کہا جاتا تھا۔مسلمانوں نے اپنی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا اور اسلام کی روشنی عربستان سے باہر بھی پھیل رہی تھی۔اسلام کے ابتدائی دور میں ایران کے شہنشاہ کی مدی شان وشوکت اور''غلبہء۔روم''

اُس دور میں دنیا میں دو بڑی سلطنتیں تھی۔دونوں ہی بڑی طاقتور تھیں۔دونوں سلطنتوں کی سرحدیں عربستان سے ملحق تھیں۔رومن سامراج کی باگ دوڑ شہنشاہ حرقل کے ہاتھوں میں تھیں جب کے ایران کا بادشاہ خوش رو پرویز تھا۔قرآن پاک میں''غلبت روم''یعنی کہ رومن سامراج کی فتح کا ذکر ہے۔اُس دور کی جنگوں کا ملک شام پر بڑا بھاری اثر ہوا تھا۔مذکورہ جنگ کے وقت شام سلطنت روم کے ماتحت تھا۔قرآن پاک نے فتح روم کی پیشن گوئی فرمائی تھی۔تاریخ کی اس نمایاں جنگ کی مختصر تفصیل کچھ یوں ہے:۔

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سن 609 عیسوی میں رسالت حاصل ہوئی۔سن 610 سے 613 عیسوی کے دوران روم اور ایران کے درمیان مڈ بھیڑیں شروع ہوگئی تھیں۔سن 613ء میں باقاعدہ جنگ کا اعلان

کیا گیا۔614ء میں رومیوں کی پسپائی کا آغاز ہوا اور بلا آخر 616ء میں روم کو مکمل شکست ہوئی۔622ء میں رومیوں نے دوبارہ دھاوا بولا اور 625ء میں ایرانیوں پر فتح حاصل کر لی۔نو سال کے اس عرصہ کے بعد قرآن کریم کی سورہ روم میں کی گئی پیشنگوئی حق اور سچ ثابت ہوئی۔

آیئے اب ایران کے شہنشاہ کی جاہ وجلال اور دبدبہ کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔کسریٰ کی شان وشوکت کا یہ عالم تھا کہ اس کی سواری کیلئے 960 ہاتھی موجود تھے۔شامیانے اور دوسرا ساز وسامان لانے لے جانے کیلئے بارہ ہزار بڑے اور آٹھ ہزار چھوٹے اُونٹ کے علاوہ شاہی اصطبل میں برق رفتار گھوڑے اور 6 ہزار ذاتی محافظ باڈی گارڈ ہوا کرتے تھے۔بارہ ہزار غلام شہنشاہ کی خدمت میں ہر وقت موجود رہتے تھے۔ موجودہ دور میں جسے بیوٹی کوئین کہتے ہیں اُس طرح کی تین ہزار حسین ملکائیں کسریٰ کے محلات میں رہائش پذیر تھیں۔''گنج سایگاں'' اور ''بادعاوَرد'' یہ کسریٰ کے دو محلات کے نام ہیں یہاں ہیرے جواہرات کے انبار لگے ہوئے تھے۔شاہی محل کی چھت کو سونے کے 40 کھمبوں کا سہارا دیا گیا تھا۔سونے چاندی کے تاروں سے آویزاں 30 ہزار ریشمی پردے لگے ہوئے تھے۔یہ شاہی محل ''قصرہ ایم'' (سفید محل) کہلاتا تھا۔

ہاشمی اپارٹمینٹ کا ایماندار منیجر اور جرمنی کا ایک تلخ واقعہ ہے شام کے اس سفر کے دوران ہم دمشق کے ہاشمی اپارٹمنٹ کے منیجر نے حسب وعدہ ہم سے صرف چھ ہزار لیرا لئے جو میرے اندازے سے بہت کم تھے۔اس موقع پر مجھے مسلمانوں کی ایمانداری پر ناز ہوا۔ساتھ ہی مجھے جرمنی کا ایک تلخ تجربہ یاد آیا جو میں اپنے پڑھنے والوں کی دلچسپی کے لئے پیش کر رہا ہوں۔کچھ لوگ یہ کہتے رہتے ہیں کہ ایمانداری تو صرف انگریز اور یورپ کے لوگوں میں ہی ہے۔یہ لوگ ہمارے پاکستانی بھائیوں کے بارے میں بہت برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔اُن لوگوں کیلئے میں جرمنی والا قصہ پیش کر رہا ہوں۔ہم فرینک فرٹ سے ڈُزل ڈاف جا رہے تھے۔ہم تین آدمی تھے جن میں دو گریجویٹ جوان تھے۔فرینک فرٹ ایرپورٹ میں ہمیں معلوم ہوا کہ ہماری ہوائی جہاز کی ٹکٹیں ڈوزل ڈاف جانے والی ٹرین لفتھانسا (LUFTHANSA) ایکس پریس میں بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔آپس میں صلاح ومشورہ کے بعد ہم نے ٹرین سے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ہم نے سوچا کہ تھوڑا سا چینج بھی ہوگا اور راستے میں ٹرین سے خوبصورت مناظر بھی دیکھنے کو ملینگے۔وہاں کے مقامی لوگوں نے بھی ہمیں ٹرین سے سفر کرنے کا مشورہ دیا۔

ریلوے اسٹیشن ایئرپورٹ سے منسلک ہے۔سامان کو ٹرالی میں ڈال کر ایکسی لیٹر کے زریعہ نیچے پہنچے۔سامنے ہی ریلوے اسٹیشن پر ٹرین روانگی کے لئے تیار کھڑی ہوئی تھی۔ہم اُسمیں داخل ہو گئے۔ٹرین کے گارڈ نے ہم سے پوچھا ہم کہاں بیٹھنا چاہیں گے؟

چار مسافروں کے لئے ایک شیشہ کی کیبن تھی جس کے باہر ہوٹل کی طرح چار کرسیوں کے بیچ ایک ٹیبل رکھا ہوا تھا۔ہم ٹیبل کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔یہاں سے ٹرین سے باہر کا منظر صاف

دیکھا جاسکتا تھا۔ٹرین روانہ ہوئی اور آہستہ آہستہ اس کی رفتار تیز ہوئی۔کھڑکی ہر سیٹ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔باہر دیدہ زیب مناظر دِکھنا شروع ہوئے اور ہمیں اورنج جوس وغیرہ پلائے گئے۔

کھانے پینے کی دیگر اشیاء پیسے دیکر منگائی جاسکتی تھی۔ٹرین کسی خصوصی وادی یا قدرتی مناظر سے گزرتی تو لاؤڈ اسپیکر کے زریعہ کمینٹیری شروع کردی جاتی تھی۔کمینٹیر بتاتا کہ یہ منظر چرچ کا ہے ہر پہاڑی، وادی وغیرہ سے متعلق تفصیلی بیان بڑی میٹھی زبان میں کیا جاتا۔ہم ڈوزل ڈاف پہنچے۔کراچی میں ہمارے ایک دوست نے کہا تھا:۔

''یورپ میں آپ کہیں بھی جائینگے تو جس شہر کے ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلتے ہی اپنے آپ کو شہر کے بیچوں بیچ پائنگے اور آپ کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ہم بھی اسٹیشن سے باہر آئے تو شہر کی رونق نظر آئی۔لیکن ہمیں مزدور نہیں ملا بیگ اور سوٹ کیس گھسیٹتے ہوئے تھوڑا سا آگے بڑھے تو ہوٹل نظر آئے۔

ایک ہوٹل ''بِسمارک'' اچھی لگ رہی تھی۔لیکن یہاں مجھے عریانیت زیادہ نظر آئی۔اسٹوروں کے شورومز میں برہنہ تصاویر اور سیکس شاپ کے بوڈر بھی نظر آرہے تھے۔میں نے اپنے ساتھیوں سے روکنے کو کہا۔اتنے میں سامنے سے دو پاکستانی آتے ہوئے دکھائی دئے۔میں نے اُنہیں روکا اور پوچھا کے بھائی صاحب ہم پاکستان سے آئے ہیں۔ہمیں کوئی صاف ستھرا علاقہ بتاؤ جہاں کسی ہوٹل میں ہم ٹھہر سکیں۔ اُنہوں نے مجھے غور سے دیکھ کر جواب دیا،'' حاجی صاحب! آپ شاید پہلی بار جرمنی آئے ہیں۔یہ تو پورا شہر ایسا ہی ہے۔یہاں آپ کو اس سے بہتر علاقہ نہیں ملیگا۔''

ہم نے ہوٹل کے ریسیپشن پر جاکر تین بیڈ کا کمرہ مانگا۔ریسیپشن پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے روم کا کرایہ بمعہ ناشتہ 80 ڈی ایم (ڈیوس مارک) بتایا۔میں نے وہ روم بک کروالیا۔دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔مجھے نماز جمعہ کی فکر لگ گئی۔میرے جوان ساتھیوں نے میرا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا،'' حاجی صاحب اب جمعہ کی نماز تو کراچی جاکر ہی پڑھینگے۔''

ہمیں ایک چھوٹے گاؤں میں جانا تھا۔وہاں ہمیں شٹل لیس لومے خریدنی تھیں۔بذریعہ ٹرین ہم وہاں پہنچے۔اسٹیشن کے باہر بہت ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔جرمنی میں ٹیکسی ڈرائیور کے طور پر عمر رسیدہ عورتیں ہوتیں ہیں۔ہم نے اُسے کارڈ دکھایا تو اس نے ہمیں وہاں پہنچایا۔ہم جس شخص سے ملنا چاہتے تھے اُس کا نام مسٹر ایکن تھا۔وہ ایک ترک باشندہ تھا جبکہ اُس کی بیوی سِرین تھیں۔شام کا سفرنامہ لکھتے ہوئے یہ ساری باتیں مجھے یاد آرہی تھیں اور میرا قلم جرمنی کے ان واقعات کو بیان کرنے چل پڑا۔

ہم وہاں پہنچے۔مسٹر ایکن غیر مسلم تھا۔میں نے اُس سے کہا کہ مجھے نماز جمعہ ادا کرنی ہے یہ سن کر میرے ساتھی چونک پڑے۔اُنہیں تعجب ہو رہا تھا کہ حاجی صاحب یہاں اتنی دور آکر نماز کا پوچھ رہے ہیں کیونکہ منشیل گلیس باغ بالکل چھوٹا سا گاؤں تھا۔مسٹر ایکن نے جواب دیا،''ضرور! یہاں میرے بہت سے

تر دوست ہیں۔ میں ا آپ مسجد میں پہنچا دیتا ہوں''

ہم گاڑی میں بیٹھے۔ پانچ یا چھ منٹوں میں مسجد پہنچ گئے۔ مجھے وہاں اُتارنے کے بعد اُس نے کہا کہ وہ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے لئے گاڑی بھیج دینگے۔ لیکن میں نے کہا نہیں شکریہ۔ ہم ٹیکسی سے آجائینگے۔ مسجد نمازیوں سے پوری بھری ہوئی تھی۔ نماز وخطبہ میں ابھی دیر تھی۔ وضو وغیرہ کر کے ہم صفوں میں شامل ہونے گئے تو ہمیں مسجد کے پچھلے حصہ میں جگہ ملی۔ وہاں ترکیوں کی اکثریت تھی اور سب کے سب سوٹ پہنے ہوئے تھے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ جرمنی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں بھی مجھے نماز جمعہ کے لئے جماعت مل گئی۔ میرے ساتھی تو مجھے دیکھتے ہی رہ گئے۔

نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد ہم دوبارہ مسٹر ایکن کے دفتر پہنچے۔ اُس نے ہمیں لنچ کی آفر دی۔ یورپ کے پورے سفر کے دوران حلال گوشت کے متعلق شکوک تو رہتے ہی ہیں۔ اس لئے ہم نے شروع ہی میں سبزیاں یا سی فوڈز کھانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ لہذا میک ڈونالڈ سے فش برگر وغیرہ اور ملک شیک منگا کر لنچ کیا اب شٹل لیس لوموں کے سودے کے لئے بات چیت شروع ہوئی لومیں ویسے تو ہم دیکھ چکے تھے مگر اس مسئلے میں کچھ زیادہ تجربہ نہ تھا اس لئے صرف رسمی طور پر ہم نے لومیں دیکھی تھیں اس لئے میرے ساتھیوں نے اصرار کیا کہ نئے ماڈل کی لوم لینے کے بجائے یہی ایک لوم کی قیمت میں دو لومیں مل جائے تو ہمیں یہی لومیں خریدنی چاہئے۔ گفتگو کے دوران مسٹر ایکن کی بیوی دو تین مرتبہ دفتر میں آئی۔ وہ سریا کی غیر مسلم خاتون تھی۔ شام کے حالیہ سفر میں ہم وہاں موسم کی مناسبت سے سفید جلد کی گوری گوری عورتیں بہت دیکھ چکے ہیں جو کہ شام کی مقامی عورتیں ہوتیں ہیں۔ مسٹر ایکن کی بیوی خوبصورت تھی۔

میرے دونوں ساتھیوں کا اصرار تھا کہ سودے کی بات مجھے ہی کرنی ہوگی۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ آپ لوگ انگریزی اچھی طرح بول لیتے ہیں جبکہ مجھے انگریزی زبان میں بات کرنے میں مزہ نہیں دیگا لیکن میرے منع کرنے پر بھی وہ نہ مانے۔ مجبوراً یہ کام مجھے ہی کرنا پڑا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ مسٹر ایکن کی بیوی سرین ہے اس لئے عربی زبان تو ضرور جانتی ہوگی۔ عمرہ اور حج کے لئے بار بار عربستان جانا ہوتا ہے اس لئے میں تھوڑی سی عربی زبان بول لیتا ہوں تھوڑی انگریزی اور تھوڑی عربی کی کھچڑی پکا کر بات چیت شروع کی اور آخر کار سودہ طے پا گیا۔

مسٹر ایکن نے وہاں ہوٹل میں ٹھہر کر کھانے پینے اور عیش کرنے کی دعوت دی۔ جرمنی ویسے بھی عیش کرنے والا مقام ہے میرے ساتھی اچھے خاندان سے تعلق رکھنے والے مذہب پرست جوان تھے۔ اُنہوں نے بھی ٹھہرنے سے انکار کر دیا اور ہم واپس ڈوزل ڈاف پہنچ گئے۔

دوسرے روز ہوٹل کے مالک نے ناشتہ کے وقت ہم سے کہا کہ کمرہ خالی کردو!'' ہم نے کہا ہم ابھی ایک

یا دو دن ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ ہوٹل کا مالک نہایت ہی بدتمیز تھا اُس نے کہا، آپ کے کمرے کی بکنگ ہو چکی ہے۔ شام کو پسینجر آ رہے ہیں۔"

ہم اُلجھن میں پڑ گئے۔ ہوٹل بدلیں یا کیا کریں۔ بلا آخر ہم نے فیصلہ کیا کہ ہمارا کام تو ہو ہی چکا ہے لہذا یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔ ہم جب بل ادا کرنے کے لئے کاؤنٹر پر پہنچے ہمیں 100 مارکس کا بل تھما یا گیا۔ ہم نے ہوٹل والے سے کہا کہ ہم سے تو 80 مارکس طے کئے گئے تھے پھر ہمیں 100 مارک کا بل کیوں دیا گیا ہے؟ مگر وہ نہیں مانا۔ وہ لڑکی جس نے ہمارا کمرہ بک کیا تھا وہیں پیچھے بیٹھکر ٹیبل ورک کر رہی تھی۔

ہم نے کہا کہ اس لڑکی سے ہی ہم نے 80 مارک طے کئے تھے۔ ہوٹل کے مالک نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ لڑکی نے گردن ہلا کر ہاں کہا اور ہماری بات کی تصدیق کی۔ مگر ہوٹل والا تنگ مزاج تھا، نہیں مانا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا اسے پیسہ دے کر اس کا منہ کالا کرو۔ کافی بحث کے بعد میرے سمجھانے پر میرے ساتھی مان گئے۔ ہوٹل کے مالک کے حساب سے جب پیسہ ادا کئے تو اُسنے اکاؤنٹینٹ کو کہا، "حساب ٹھیک سے دیکھ لو۔ یہ پاکستانی لوگ اتنی آسانی سے پیسے دینے والوں میں سے نہیں۔ دیکھ لو اپنے حساب میں کوئی غلطی تو نہیں!" خیر پیسے ادا کرنے کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔

یہ واقع بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یورپ میں سب کے سب اچھے اور ایماندار ہی نہیں ہوتے بلکہ اس طرح ہم سے بھی برے اور بے ایمان لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جرمنی میں ترکی کے مسلمان بڑی تعداد میں بستے ہیں جو کہ جگہ جگہ مسلم کچن ناموں سے کیبین لے کر وہاں کباب روٹی بیچتے ہیں۔ یہ حلال گوشت کے بنے ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی ایک کیبن سے کباب کھائے۔ کھاتے ہی پتہ چلا کہ بڑے لذیز کباب تھے ہم نے پیٹ بھر کے کباب کھائے۔ اُن دنوں پاکستان سے بھی پیپلز پارٹی کے کارکن اور قادیانی وغیرہ جرمنی پہنچ کر اپنے آپ کو مظلوم بتاتے تو وہاں اُن کے پاسپورٹ رکھ لئے جاتے اور ورک پرمٹ جاری کر دی جاتی تھی۔

پیپلز پارٹی کے دو تین جوانوں سے ہماری ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے بتایا کہ اُنہوں نے جرمنی لڑکی سے شادی کی تھی۔ جرمنی میں شادی کرنا اتنا آسان ہے مگر جان چھڑانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ایک اور شکایت یہ کی کہ جرمن لڑکیاں شادی کے بعد پانچ سات برسوں تک بچہ پیدا نہیں کرتی۔ اس لئے شوہر ہونے کے باوجود بس نہیں چلتا اور خاندانی منصوبہ بندی پر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ خیر بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کا عظیم علمی مرتبہ:۔

ہماری کار اصحاب کہف کے غاروں کی طرف آگے بڑھ رہی تھی۔ راستے میں ہماری گفتگو جاری تھی۔ صحابہ اکرام اور خلفہء راشیدین کا ذکر تو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے دانشمندانہ فیصلوں پر بات چلی۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ۔ اس لئے برکت کی خاطر حضرت علی کرم اللہ وجہ کی دانائی اور حاضر جوابی کے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ آپ نماز کو جا رہے تھے کہ ایک منکر نے آپ کو روکا اور پوچھا، ''کونسے جانور انڈے دیتے ہیں اور کونسے جانور بچّے دیتے ہیں؟''

اُس شخص نے سوچا تھا کہ جواب دینے میں دیر ہوگی اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی نماز قضا ہو جائیگی۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ایک ہی جملے میں جواب دے دیا،

''جس کے کان باہر نکلے ہوتے ہیں وہ بچّے دیتے ہیں اور جن کے کان اندر ہوں وہ انڈے دیتے ہیں۔ وہ شخص شرمندہ ہو گیا۔ آپ نماز کیلئے مسجد میں داخل ہو گئے۔

ایک اور واقعہ میں آپ کا فیصلہ غور طلب ہے۔ دو شخص سفر کے دوران ساتھ ہو گئے۔ راستے میں بھوک لگی تو دونوں کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک شخص کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اتنے میں تیسرا ایک شخص وہاں سے گزرا تو ان دونوں نے اسے کھانے کی دعوت دی تو وہ بھی کھانے میں شامل ہو گیا۔ کھانا کھا لینے کے بعد وہ شخص اپنی منزل کو روانہ ہوا۔ جاتے جاتے ان دونوں کو آٹھ اشرفیاں دے گیا۔ اُس کے جانے کے بعد اب ان دونوں کے بیچ جھگڑا شروع ہو گیا۔ پانچ روٹی والے نے کہا کہ میں تو پانچ اشرفی لونگا۔ تیری تین روٹیاں تھیں اس لئے تو صرف تین اشرفیاں لے گا۔ لیکن دوسرے نے کہا کہ میں چار اشرفیاں لونگا۔ ہمیں یہ رقم برابر کے حصّوں میں تقسیم کرنی ہے۔

آخر کار یہ دونوں فیصلے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پاس گئے۔ آپ نے پوری بات سننے کے بعد دوسرے شخص سے کہا کہ تمہاری تین روٹیاں تھیں تو تم تین اشرفیاں لے لو تو جھگڑا ختم ہو جائے گا تمہارا فائدہ ہوگا۔ لیکن تین روٹیوں والا اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اب حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا، ''ایک روٹی کے تین ٹکڑے کریں۔ اس طرح آٹھ روٹیوں کے 24 ٹکڑے ہوئے۔ اب ہم یہ مان لیتے ہیں کہ تینوں نے برابر کے حصّہ میں کھایا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ روٹی کے کُل 24 ٹکڑوں میں سے ہر ایک نے آٹھ ٹکڑے کھائے۔

''اب جس کی تین روٹیاں تھیں اُسکی روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے تھے جن میں اس نے خود آٹھ ٹکڑے کھا لئے اور اپنی روٹیوں کا صرف ایک ہی ٹکڑا کھلایا۔ دوسری جانب پانچ روٹی والے کی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے بنے جن میں سے آٹھ ٹکڑے اُس نے خود کھائیں اور بقایا سات ٹکڑے مہمان نے کھائے۔

مہمان نے آٹھ ٹکڑے کھائے اور آٹھ اشرفیاں ادا ۔ ۔ ۔ ایک ٹ ے ایک اشرفی اس ح تین رو والے نے مہمان کو ایک ہی ٹکڑا کھلایا ہے۔لہذا اس کو ایک ہی اشرفی دی جائے اور پانچ روٹی والے نے مہمان کو سات ٹکڑے کھلائے اس لئے اسے سات اشرفیاں دے دی جائیں۔''

کتنا سچا اور دانائی سے بھر پور فیصلہ تھا! یہ تھا علم کا عروج۔حضرت علی کرم اللہ وجہ کو ہر قسم کے علم پر عبور حاصل تھا۔ایک اور واقعہ میں دس لوگوں نے مل کر حضرت علی کرم اللہ وجہ کو سوال پوچھا کہ علم بہتر ہوتا ہے یا دولت؟ ساتھ ہی اُنہوں نے کہا کہ ہم دسوں کو الگ الگ جواب دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا''میں تم سب کو الگ الگ جواب دیتا ہوں،سنو

(۱) علم کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ دولت کی حفاظت آپ کو کرنا پڑتی ہے جب کہ علم خود آپ کی حفاظت کرتا ہے

(۲) علم اس لئے مال و دولت سے بڑھکر ہے کہ دولت فرعون اور ہامان کی وراثت ہے جبکہ علم انبیاء کی۔

(۳) علم کو اس لئے فوقیت حاصل ہے کہ دولت خرچ کرنے پر کم ہوتی ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

(۴) علم دولت سے بڑھکر ہے کیونکہ دولت کی چوری ہو جانے کا ڈر ہر وقت رہتا ہے جبکہ علم کو کوئی چرا نہیں سکتا۔

(۵) علم اہم ہے کیونکہ مال کو زیادہ عرصہ رکھنے سے اس میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔علم کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

(۶) علم اچھا ہے کیونکہ مالدار اکثر کنجوس کہلاتا ہے جبکہ علم والے کو سخی مانا جاتا ہے۔

(۷) علم سے فائدہ ہے کہ اس سے دل روشن ہوتے ہیں۔دولت سے دلوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔

(۸) علم انمول ہے کیونکہ زیادہ دولت سے فرعون نے اپنے آپ کو خدا منوانے کی کوشش کی جبکہ علم سے رسولوں نے خود کو بندہ کہلوایا اور اللہ کی عبادت کی۔

(۹) علم کی قیمت زیادہ ہے کیونکہ دولت سے دشمن پیدا ہوتے ہیں جبکہ علم سے مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۰) علم مال و دولت سے اس لئے بھی بڑھکر ہے کہ قیامت کے روز مال کا حساب دینا ہوگا جبکہ علم کے لئے کوئی حساب نہیں لیا جائیگا۔

اصحاب کہف کا غار:۔

''اصحاب کہف'' کا وہ غار جس میں اللہ کے نیک بندے تین سو سال تک سوئے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر نیند طاری کر دی تھی۔ اس تاریخی غار کو دیکھنے کے لئے دل میں بڑی خواہش تھی۔ ہماری کار اسی ''اصحاب کہف'' کی جانب غار کے نام سے پہچانی جاتی سڑک پر آگے بڑھ رہی تھی اور میرے دل و دماغ پر ہر جمعہ کے روز تلاوت کی جانیوالی ''سورہ کہف'' کی آیتوں کا خلاصہ چھایا جا رہا تھا۔

مذکورہ غار کہاں ہے اس کے متعلق عالموں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ غار ترکی کے شہر یفسر میں واقع ہے کچھ لوگ اُندلیم کے غار کو اصحاب کہفکی غار بتاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ اُردن میں ہے تو کوئی کہتا ہے کہ یہ شام میں ہی ہے۔

ایک بادشاہ تھا وہ بڑا ہی بے رحم اور ظالم تھا۔ جو لوگ اس کی بُت کی پوجا کرنے سے انکار کرتے، اُنہیں یہ مارتا پیٹتا اور اُسے مورتی کی پوجا کروا کر ہی دم لیتا۔ کچھ لوگوں نے بُت کی پوجا کرنے سے انکار کر دیا تو بادشاہ نے اُنہیں اپنے پاس دربار میں بلایا۔

وہ لوگ دربار میں آکر بھی بادشاہ سے خوف زدہ نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مضبوط بنادیا تھا۔ اُنہوں نے بادشاہ کے سامنے اپنے دل کی بات صاف صاف سنادی۔

بادشاہ نے کہا'' ٹھیک ہے، میں تمہیں اور مہلت دیتا ہوں۔ اپنا دین چھوڑ کر ہمارا دین اپنالو۔ ورنہ میں تمہیں قتل کر دونگا۔ وہ لوگ چھپ چھپا کر وہاں سے بچ نکلے۔ راستے میں ایک پہاڑ میں غار دیکھی تو آپس میں مشورہ کے بعد وہ غار میں جا چھپے۔ وہاں جاتے ہی ان لوگوں پر نیند کا غلبہ چھا گیا اور یہ سو گئے۔

ایک قدیم شہر افسول جو کہ آجکل کھنڈر بن چکا ہے وہاں سے کچھ لوگ بتوں کی پوجا کرنے اور چڑھاوا چڑھانے (قربانی) کے مقصد سے نکلے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک شخص اکثر چھپ کر اپنے قافلے سے الگ ہو جاتا اور ایک درخت کے نیچے جا بیٹھتا۔ آج بھی وہ اسی طرح بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اور شخص وہاں آ پہنچا۔ بُت پوجا کے خلاف دونوں کے خیالات ایک جیسے تھے۔ اسی طرح مساوی خیالات والے اشخاصکہ بعد دیگر وہاں جمع ہوئے اور ان کی تعداد سات ہوگئی۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے بادشاہ کے روبرو اس کے معبودوں کی پوجا کرنے سے صاف انکار کیا تھا جس کے بعد ان کے دل توحید کے نور سے روشن ہو گئے۔

بعدازاں اُنہوں نے آپسمیں مشورہ سے فیصلہ کیا کہ ہم توحید کے عقیدے پر ثابت قدم رہنگے۔ جتنے بھی ستم ڈھائے جائیں اُسے ہنستے ہوئے برداشت کر لینگے مگر مورتی پوجا ہرگز نہیں کرینگے۔ بلا آخر ان بزرگوں کو ان کے گھر سے نکال کر ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا،'' مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ ہمارے دین سے منکر ہو گئے ہو اور کوئی ایسا دین اپنایا ہے جس کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ آپ

لوگ معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے ہو۔ ہمارے دین کی طرف لوٹ آؤ ورنہ دیکھنے والے کچھ ایسا منظر دیکھیں گے کہ اُن کی آنکھوں کے سامنے چند انسانی سر اور کچھ جسم سے کٹے ہوئے ٹکڑے بکھرے ہوئے پڑے ہونگے اور جسموں سے خون بہہ رہا ہوگا''

مگر اللہ کی توحید کو ماننے والوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم اپنے دین پر قائم ہیں۔ آپ جو چاہیں کریں۔ بادشاہ نے اُنہیں سوچنے کا موقعہ دیا اور دوسرے دن دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ ایمان لانے والوں نے ایک جگہ اکٹھا ہوکر پورے معاملے پر غور کیا اور وطن سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ جتنا ممکن ہوسکا اُتنا سامان لے کر یہ لوگ چل پڑے۔ ایک کتا بھی ان کے ساتھ ہولیا جس پر اُنہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یہ لوگ چلتے رہے اور آخر ایک غار میں پہنچ کر رک گئے۔ یہاں انہیں پھل ملے اور پانی بھی ملا۔ کھا پی کر تھکن دور کرنے کیلئے سو گئے کچھ ہی دیر میں اُن پر نیند کا غلبہ طاری ہوگیا۔ آنکھیں بند ہونے لگیں اور سر زمین پر جھک گئے اور سب گہری نیند میں سو گئے۔

رات کے بعد دن اور مہینوں کے بعد سال گزرنے لگے اور یہ لوگ سوئے رہے۔ سورج نکلتا اور کرنیں دراڑوں سے غار میں داخل ہوتیں اس طرح سورج کی کرنیں ''اصحاب کہف '' کے اندر کبھی پہنچ نہ سکتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کروٹ بدلتی رہی۔ ان لوگوں کے چہرے نورانی ہوگئے جسے دیکھ کر کوئی بھی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

اس طرح سوتے ہوئے کئی سال بیت گئے تین سو نو برس بیت گئے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی آنکھ نہیں کھولی۔ تین سو نویں سال میں جب آنکھ کھلی تو ان ''مؤخرین کو'' بڑی زور کی بھوک لگی۔ نیک لوگ سمجھ رہے تھے کہ ان کو سوئے ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ مگر تاریخ کا پہیہ غار کے منہ کے سامنے آکر جیسے تھم گیا تھا۔ اُن میں سے ایک نے کہا ہم پورا دن سوتے رہے۔ دوسرے نے کہا ہم تو صبح سوئے تھے اور ابھی تو سورج بھی نکلا نہیں۔ ایک اور شخص نے کہا یہ بحث چھوڑ دیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے مجھے تو زوروں کی بھوک لگی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کئی دنوں سے کھانا نہیں کھایا ہم میں سے کوئی جا کر شہر سے کھانا لے آئے لیکن جانے والا سمجھدار ہونا چاہئے اُسے کوئی پہچان نہ لے کوئی پیچھا نہ کرے۔ ظالم بادشاہ کے سپاہی اگر اس غار کے متعلق جان جائینگے تو ہمارا زندہ رہنا مشکل ہوجائیگا۔

پھر اُنہوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو کچھ پیسے دے کر شہر میں بھیجا۔ اُسے تاکید کی گئی کہ چھپ کر جائے اور کسی طرح کوئی حلال کھانا لے آئے۔ یہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ ابھی تک اُسی مورتی پوجا کرنے والے ظالم بادشاہ کا دور چل رہا ہے۔ اُس شخص نے شہر میں جا کر ایک بھٹیارے سے کچھ کھانے کی چیزیں خریدنا چاہا۔ لیکن جب اُسے سکّے دیئے تو وہ پرانے زمانے کے ہونے کی وجہ سے بھید کھُل گیا۔ انہیں بھی یہ دیکھ کر تسلی ہوئی کہ حکومت بدل چکی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بات اُس دور کے بادشاہ تک پہنچی۔ اِدھر اس نے

بھی غار میں جا کر اپنے ساتھیوں کو حالات سے واقف کیا۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو مختصر بیان کرنے کے بعد ارشاد کیا ہے کہ اُس دور کے لوگوں نے اللہ کے ان نیک بندوں کی قدر دانی کے لئے ایک مسجد تعمیر کرانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

قرآن پاک نے معمول کے مطابق اس واقعہ کے متعلق تاریخی یا جغرافیائی تفصیل نہیں بتائی کہ یہ کب اور کس دور میں کس جگہ پیش آیا تھا۔ نتیجتاً تاریخ دان اور مفکرین اس سلسلے میں اپنی مختلف رائے ظاہر کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ نیند سے بیدار ہوئے تو اُنہیں پتہ چلا کہ اس عرصہ کے دوران عیسائی مذہب وہاں پھیل چکا تھا۔ ان لوگوں نے دُنیا کے ہنگاموں سے دور اُسی غار میں بقیہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا۔ لوگوں نے انہیں شہر میں آ بسنے کی تاکید کی مگر یہ لوگ راضی نہیں ہوئے اور اُنہوں نے اپنی زندگی اُسی غار میں گزاری۔

کچھ روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ جب اُس دور کا بادشاہ انکی زیارت کرنے کے لئے اور حال چال پوچھنے کے لئے غار میں پہنچا تو ان لوگوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ دیگر روایتیں ان کی وفات کے متعلق خاموش ہیں۔

چل مدینہ:۔

اللہ کے گھر اور سرکار دو عالم ﷺ کے بارے میں کوئی بھی شخص بغیر بلاوے کے کوئی نہیں جا سکتا۔ کروڑوں افراد حج ادا کئے بغیر ہی وفات پا جاتے ہیں۔ جب کہ مستفید لوگ اپنی کمائی سے پیسہ بچا کر خانہ کعبہ پہنچ جاتے ہیں۔ بات ہے بلاوے کی ایک بلاوا اچانک والا ہوتا ہے جس کے لئے کوئی پہلے سے طے شدہ پروگرام نہیں ہوتا۔ مئی کے مہینے میں عمرہ اور شام کا سفر کر آیا تھا۔ اُس سے متعلق میری تحریر کردہ ایک سریل ''شام کا سفر نامہ'' کے عنوان سے روزنامہ ''ایکسپریس'' میں شائع ہو رہا ہے۔

ایک مرتبہ ہفتے کے روز کار میں گھر کی طرف جا رہا تھا۔ میری کار میں نعت شریف کی دو چار کیسٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کیسٹ چلے کی تو نعت شریف کے اشعار ''چل مدینہ۔ تجھے سرکار بلاتیہیں'' سنائی دیئے۔ ویسے تو میں یہ نعت شریف اکثر بیشتر سنتا رہتا ہوں، لیکن اُس دن یہ اشعار کُچھ انوکھا اثر کر گئے اور میرے دل میں مدینہ جانے کی تمنا جاگ اُٹھی۔ لیکن کوئی پروگرام نہیں تھا۔

دوسرے روز اتوار کا دن تھا۔ میں اپنے بچپن کے دوست رزاق آدم کے ہمراہ دوپہر بارہ بجے کے وقت قبرستان جا رہا تھا۔ میری پہلی بیوی کا حال ہی میں انتقال ہوا تھا۔ ہم تقریباً ہر اتوار کو فاتحہ پڑھنے قبرستان جایا کرتے تھے۔ رزاق آدم مسلم کمرشل بینک سے سنئر ایگزیکیوٹیو کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں۔

یہ ایک تلخ سچائی ہے کہ کوئی پیارا یا قریبی رشتے دار جب انتقال کر جاتا ہے تو شروع میں قبرستان آنا جانا

بڑھ جاتا ہے۔لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے۔ ویسے ویسے قبرستان جانا کم ہو جاتا ہے۔البتہ اس میں کچھ لوگ مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ خیر، راستے میں میں نے اپنے دوست سے کہا، ''اس مرتبہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں شب معراج مدینہ میں گزاروں۔لیکن حال ہی میں مدینہ ہو کر آیا ہوں۔

''میں مدینہ کے خیال میں دھن میں کھویا ہوا تھا۔ ہماری کار سائٹ ایریا کے روڈ پر سے قبرستان کی جانب جا رہی تھی۔ اتنے میں ایک ٹرک آور ٹیک کرتے ہوئے ہم سے آگے نکلا اور پھر اُس کی رفتار کچھ کم ہوئی۔ٹرک کے پیچھے لکھا ہوا تھا، ''چل مدینے''۔ یہ پڑھتے ہی میری تڑپ اور بڑھ گئی اور اُسی پل میں نے فیصلہ کرلیا کہ شب معراج مدینہ میں ہی گزاروں گا۔

دوسرے ہی دن میں اپنے ٹریول ایجنٹ کے پاس جا پہنچا۔اُس نے مجھے بتایا کہ ویزا وغیرہ کی کاروائی ہو جائیگی۔ میں نے نویں ستمبر۔2004 کی ٹکٹیں مانگی۔ کیونکہ وہ جمعرات کا دن تھا۔ دوسرے دن جمعہ اور ہفتے کے روز معراج کی بابرکت رات تھی۔ مدینہ کے لئے ہفتے میں دو دن جمعرات اور سنیچر کی فلائٹ ہوتی ہیں۔ایجنٹ نے کہا، حاجی صاحب، ہم سیٹوں کے لئے کوشش کرینگے، آپ کا کام ہو جائیگا۔ میں نے کہا، ''بھائی آپ ویزا وغیرہ کے متعلق معلوم کریں اور مجھے ٹکٹ بنا دیں۔ تاکہ میں اپنے دیگر انتظامات شروع کر دوں''۔ٹریول ایجنٹ نے اپنے کمپیوٹر پر شیٹ بنادی جس پر ٹکٹ نمبر یا پاسپورٹ کے متعلق بھی کوئی تفصیل درج نہیں تھی۔

مسجد الفاروق کے ٹرسٹ کا میں چیئر مین ہوں۔اس لئے نمازیوں سے میری اچھی طرح جان پہچان رہتی ہے۔ ایک بھائی احمد یوسف سعودی ایئر لائن میں 22 سال ملازمت کرنے کے بعد حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں۔اُنہیں ٹیلی فون کیا اور میری سیٹیں کنفرم کرا دینے کو کہا۔اُنہوں نے کہا کہ وہ دوسرے ہی روز یہ کام کرا دینگے۔ دوسرے دن اُن کا ٹیلی فون آیا تو اُنہوں نے کہا کہ، ''ٹریول ایجنٹس سیٹیں بلاک کر دیتے ہیں جس کے بعد کچھ سیٹیں خالی رہ جاتی ہیں۔ٹکٹ نمبر، پاسپورٹ نمبر اور ویزا وغیرہ کی پوری تفصیل تین چار دن میں مہیا نہ کی گئی تو ٹکٹ کینسل ہو جائیگا۔

انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ حاجی صاحب، سعودی ایئر لائن میں میرا ایک دوست ہے۔اُسے آپ کے پاسپورٹ کی کاپی بھجوا دیں تو آپکی سیٹیں اوکے کرا دے گا۔ لیکن اس کے لئے آپ کو ویزا وغیرہ کی تفصیل پانچ یا چھ تاریخ تک پہنچانا ہوگی۔ میں نے اُن سے کہا، ''اس شرط کو ترک کرا دیں تو نوازش ہوگی''۔ اُنہوں نے کوشش کر کے 9 ستمبر کو روانگی اور 26 تاریخ کو واپسی کی سیٹیں اوکے کرا دیں۔ٹریول ایجنٹ نے بڑی مشکل سے پاسپورٹ ویزا وغیرہ لاکر دیا۔اگر پہلے والی شرط قائم ہوتی تو میری سیٹ کینسل ہو جاتی تھی۔ خیر! ہماری فلائٹ صبح 10 بجے کی تھی اور ہمیں تین گھنٹے پہلے ہی ایئر پورٹ پہنچنا تھا۔

صبح سات بجے ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ میری والدہ ماجدہ بھی ہمارے ساتھ تھیں اور اس طرح ہمارا قافلہ

پانچ لوگوں کا بنا، جو کہ کئی سالوں سے عمرہ کے لئے حسب معمول جانیوالے ہمارے خاندانی قافلے سے قدرے چھوٹا تھا۔ بورڈنگ پاس حاصل کرنے کے لئے پاسپورٹ اور ٹکٹیں کاؤنٹر پر دینے کے بعد میں نے سامان کانٹے پر رکھا۔ سامان کا وزن کم ہونے کی وجہ سے کوئی مشکل یا دقت پیش نہیں آئی۔ میں نے آفیسر سے ایک ویل چیر مہیا کرنے اور میری والدہ اور فیملی کے لئے آگے کی سیٹیں دینے کی درخواست کی۔

میں نے اپنے لباس میں کُرتا شلوار اور کالی کوٹی اور سر پر جناح ٹوپی پہنی ہوئی تھی جس سے میرا حلیہ کسی لیڈر جیسا دکھائی دیتا تھا۔ جیسے ہی ہم اندر داخل ہوئے ایک شخص جو کہ بڑا کسٹم آفیسر نظر آ رہا تھا، وہ لپک کر ہماری جانب بڑا اور میرے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد ہم سب کو آگے بڑھنے کا اشارہ دیا۔ کاؤنٹر والا آفیسر بھی اچھا آدمی تھا۔ اس نے مجھے پانچوں بورڈنگ کارڈز بزنس کلاس کی پہلی صف کے بنا دئے۔

اُسی اگلی سیٹ میں ایک مشہور عالم دین اور کسان گھی والے طاہر سیٹھ بھی بیٹھے ہوئے تھے جن کے مدینہ میں لنگر کے بارے میں میں نے پہلے بھی لکھا ہے۔

دمام میں ہوائی جہاز کو ایک گھنٹہ رُکنا تھا اس لئے میں مولانا کی برابر والی سیٹ پر جا بیٹھا۔ دعا سلام کے بعد باتوں ہی باتوں میں شام کے بارے میں ذکر نکلا تو مولانا نے کہا، ''میرے والد بھی شام کا سفر کر چکے ہیں اور انہوں نے بھی اس کے متعلق کتاب لکھی ہے۔ میں خود بھی شام جا کر تمام زیارتیں کر چکا ہوں۔ خاص طور پر حضرت ابراہیمؑ کی جائے پیدائش تک پیدل چل کر گیا تھا اور زیارت کی تھی''۔ خیر! باتوں ہی باتوں میں ایک گھنٹہ گزر گیا اور میں اپنی سیٹ پر واپس جا بیٹھا۔ ہوائی جہاز نے مدینہ شریف میں اُترنا شروع کیا تو ہم نے درود شریف کا نظرانہ پیش کرنا شروع کر دیا۔

ہوائی جہاز سے سب سے پہلے بزنس کلاس اور فرسٹ کلاس کے پسنجروں کو اُتارا گیا۔ میرا بیٹا رؤف فوراً امیگریشن کاؤنٹر پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ ہم جب وہاں پہنچے تو میں نے آفیسر سے کہا، ''میری والدہ ضعیف بھی ہے اور وہیل چیئر پر ہیں''۔ اس پر اُس آفیسر نے وہاں موجودہ انسپکٹر سے کہا کہ ''ان لوگوں کو اندر جانے دو اور تب تک میں ان کے پاسپورٹوں پر اینٹری کرا دیتا ہوں''۔ مجھ سے اس نے کہا۔ آپ لوگ لگیج لے لیں، اتنے میں میں انٹریز کر کے پاسپورٹ واپس دیتا ہوں''۔

میں نے اپنی زندگی میں کئی عمرے اور حج کئے ہیں مگر کبھی ایسا عرب افسر نہیں دیکھا تھا۔ اب اس بات سے میرا دل جذبۂ تشکر سے لبریز ہو گیا کہ واقعی سرکار کا بلاوہ آیا ہے اور اب اس بات میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی اسی وجہ سے ہر قدم پر ہمیں ہر قسم کی سہولتیں ملتی جا رہی تھیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اکرم اور حضور پاک ﷺ کے طفیل اور صدقے ہی کے باعث ہو رہا تھا۔

مدینہ ائیر پورٹ پر امیگریشن کی قطار لگی ہوئی تھی۔ سسٹم کے مطابق جس کی باری ہو وہ شخص پاسپورٹ کے ساتھ آگے آئے اور کاؤنٹر سے پانچ فٹ کے فاصلے پر فرش پر بنی ہوئی لال رنگ کی پٹی پر کھڑے ہو کر

انتظار کرے۔ اگر وہ بغیر بلائے تھوڑا سا بھی آگے آجائے تو اُسے سختی سے ڈانٹ کر پیچھے کی طرف دھکیل دیا جاتا۔ خیر میرا بیٹا 10 منٹ میں تمام پاسپورٹ کی انٹریاں کرا کے آ گیا۔ مشین سے پاس کرا کر ہم ائیر پورٹ سے باہر نکل آئے۔ معلّم کا بندہ نہیں آیا تھا۔ آدھے گھنٹے میں تمام کاروائی پوری ہونے کے بعد ہم نے 50 ریال میں ایک ٹیکسی بک کرائی۔ ہم نے ''دار بن مازی'' ہوٹل میں اپنے لئے کمرے بک کرائے تھے۔ ٹیکسی نے ہمیں اس ہوٹل پر پہنچا دیا۔ یہ ہوٹل حرم سے بالکل قریب ہے۔ حرم کے آگے والی تمام عمارتیں توڑ دی گئی ہیں اور وہاں اُونچی عمارتوں میں فور اسٹار اور فائیو اسٹار ہوٹلیں بنا دیں گئیں ہیں۔ مگر خوش نصیبی سے اس عمارت کے توڑنے کی باری نہیں آئی۔ ہوٹل کا مالک یا ٹھکیدار عبدالرزاق ایک پاکستانی ہے اور اُس کے خاندان کا تعلق بھاول پور اسٹیٹ سے ہے۔ لیکن وہ خود مدینہ میں پیدا ہوا ہے اور کبھی بھی پاکستان نہیں آیا۔ ہوٹل کے تمام ملازمین سرائیکی زبان میں بات چیت کرتے تھے اور عبدالرزاق بھی سرائکی زبان میں ہی بات کرتا۔ میرا خیال ہے کہ اُسکے گھر میں سرائکی بولی جاتی ہوگی۔

عبدالرزاق مجھے اکثر اپنی کیبن میں گپ شپ کے لئے بلاتا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اُسے کنیڈا جانے کا بڑا شوق تھا اس لئے وہاں چار مہینے رہ کر آیا اور انگریزی زبان بھی سیکھی۔ میں نے پوچھا: ''انگریزی زبان لندن میں بھی سیکھ لیتے''۔ وہ کہنے لگا، ''مجھے کنیڈا جانے کا شوق تھا اور وہاں کا ٹھنڈا موسم بھی بیحد پسند ہے۔ ویسے میں زیادہ تر مصر جاتا ہوں اور سال میں دو یا تین مرتبہ وہاں ضرور جاتا ہوں وہاں میرا ایک فلیٹ بھی ہے اور میری ہوٹل والے اور عمرہ کے معلم وغیرہ بھی وہاں جاتے رہتے ہیں''۔ میں نے اس لئے مزید سوالات نہیں پوچھے، حالانکہ میرے دل میں یہ بات تو ضرور آئی کہ اُسے پوچھوں کہ مصر ہی کیوں جاتے ہو؟

ہم کمروں میں سامان پہنچا کر سیٹ ہوئے تب تک ظہر کی نماز ختم ہو چکی تھی۔ غسل وغیرہ کر کے اور صاف کپڑوں پر سنت ادا کرنے کے لئے عطر وغیرہ لگا کر مسجد نبوی جا پہنچے اور عصر کی نماز ادا کی۔

دو تین دن مدینے میں گزرے۔ تیرہ تاریخ کو میں نے شلوار قمیض اور کوٹی میں ملبوس سر پر کلا کولی کی گول کالی ٹوپی والے کچھ لوگوں کو مسجد میں دیکھا میں نے انہیں دیکھتے ہی اندازہ لگایا کہ ہمارے روالپنڈی والے پیر صاحب کے خلیفہ وغیرہ آئے ہونگے پیر صاحب کا آستانہ پرانی عیدگاہ میں موجود ہے۔
میں نے اُن میں سے ایک سے ملاقات کی اور پوچھا، '' آپ لوگ آ گئے ہیں؟'' اُس نے کہا '' پیر نقیب الرّحمان آئے ہوئے ہیں''۔ میں نے کہا، ''میں اُن کے دادا حضور پیر حافظ عبدالرحمان کا مرید ہوں''۔
اُس عقیدت مند نے مجھے بتایا کہ، '' تین چارٹرڈ ہوائی جہاز آج مدینہ پہنچے ہیں اور مزید تین ہوائی جہاز کل آجائینگے۔ پی آئی اے کے چھے ہوائی جہاز چارٹرڈ کرائے گئے ہیں اور تقریباً 2400 کا قافلہ ہے''۔ یہ سنکر میں تو دنگ رہ گیا۔ اتنے بڑے 2400 ارکان کے قافلے کے کھانے پینے اور رہائش وغیرہ کے انتظامات کس طرح کیئے جاتے ہونگے ؟!

میرے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ تقریباً 60 سے 65 بندے کھانے پکانے پر اور تقسیم وغیرہ کام کاج کے لئے مقرّر کیئے گئے ہیں۔ ''میں نے پوچھا، پیر صاحب کہاں ہیں؟'' وہ خادم کہنے لگا، یہاں کہیں بیٹھے ہونگے۔ مدینہ شریف پہنچتے ہی ہم سب کو خاص طور پر تاکید کی گئی کہ کوئی میرا احترام نہ کرے۔ نہ ہی کوئی مجھ سے ہاتھ ملائے اور نہ ہی چومے۔ بس، میں تمھارے لئے دُعا کروں گا اور تم لوگ میرے لئے دعا کرتے رہنا۔ اور میرے ساتھ دو سے زیادہ افراد ہو جائیں تو فوراً الگ ہو جائیں۔

مجھے بھی پیر صاحب سے ملاقات کرنا تھی۔ مریدوں نے مجھے بتایا، ''پیر صاحب ابھی آئینگے! مغرب کے بعد بابِ جبریل کے باہر سبز گنبد کے سامنے بیٹھتے ہیں''۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اور سلام پیش کرنے کے بعد میں باہر آیا۔ گنبد کے سامنے کئی لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ میں بھی اکثر وہاں بیٹھا کرتا ہوں۔ اُس دن میں حرم کے بڑے گیٹ سے واپس داخل ہوا تو سامنے تیسری صف میں پیر صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنکے ساتھ دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنکی آگے والی صف میں جگہ دیکھ کر میں وہاں جا بیٹھا۔ مریدوں نے مجھے بتا دیا تھا کہ یہاں ہاتھ چومنے یا اور کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی تھی۔

میں نے بالکل دھیمی آواز میں اُن کو سلام کیا۔ اور بڑی عاجزی سے مصافحہ کیا اور کہا، ''میں آپ کے دادا حضور سے بیعت ہوں'' اُنہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا، ''میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ کراچی میں دو چار مرتبہ ملاقات ہو چکی ہے'' اُنہوں نے مجھے اپنے ہوٹل میں آنے کی دعوت دی۔ لیکن مجھے یہ مناسب نہیں لگا کہ 2400 مُریداُنکے ساتھ ہیں اور میں جا کر اُن کا قیمتی وقت لوں۔

خیر! دوسرے ہی دن اُن کے ایک ضعیف العمر مرید سے میری ملاقات ہوئی۔ مغرب سے لیکر عشاء تک ہم گنبدِ خضریٰ کے سامنے بیٹھا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ باتیں شروع ہوئی اور میں نے اپنی پہچان کراتے ہوئے کہا کہ میں بڑے پیر صاحب کا مرید ہوں، تو وہ بڑے خوش ہوئے اور مجھ سے ہاتھ ملائے اور کہنے لگے، ''میں نے بھی 1944 میں پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ہم دونوں پیر بھائی ہیں''

میں نے پیر صاحب کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جس میں کُچھ حد تک کامیاب رہا۔ میں نے جب مکّہ سے پہلے مدینہ آنے کے متعلق بتایا تو بزرگ مرید نے انکشاف کیا کہ، ''آپ وہی کر رہے ہیں جو ہمارے پیر صاحب کرتے رہے ہیں۔ یعنی کہ آپ پیر صاحب کی سنّت اور روایت پر ہی عمل پیرا ہیں۔ کیونکہ حضرت بھی سب سے پہلے مدینہ آتے تھے اور اُن کے جانشین بھی اُنہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ ہم بھی مدینہ شریف میں 15 دن گزار کر 15 ویں شعبان مکّے میں گزارینگے۔

''قافلے کے متعلق بات کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا، ''2400 افراد میں سے جو لوگ صاحب حیثیت تھے اُنہوں نے ہوائی جہاز کا کرایہ، رہائش اور کھانے پینے کی مد میں 42000 روپے ادا کیئے ہیں۔ بقایہ لوگوں کے لئے کسی نے 100 افراد کے اور کسی نے 200 افراد کے اخراجات اپنے ذمے لئے ہیں۔

تقریباً 400 افراد بالکل مفت آئے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اتنے بڑے قافلے کا بندوبست کیسے ہوگیا۔ سب کچھ معجزے کی طرح قیامت خیز انداز میں ہوا ہے۔ کئی لوگ ایسے ہی جنہوں نے 30 ہزار، 35 ہزار یا 25 ہزار روپے دئے ہیں۔ پیر صاحب تقریباً سارے خوائش مندوں کو اپنے ساتھ لے آئے ہیں۔ ابھی ایک اور ہوائی جہاز چارٹر ہو جاتا، مگر کچھ لوگ پیچھے رہ گئے''

بزرگ مرید نے مزید بتایا کہ تمام مریدوں کے لئے کھانے کا بڑا عمدہ انتظام کیا گیا ہے۔ دوپہر کو چکن کا سالن روٹی، چاول، پلاؤ، زردہ وغیرہ ہوتا ہے۔ جب کہ رات کے بہترین کھانے دئے جاتے ہیں مٹن گوشت پلاؤ وغیرہ۔ سبزی دال وغیرہ کھانے کے خوائش مند لوگوں سے پیر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ سخی دربار میں سبزی دال نہیں ملے گی۔ صرف ایک مرتبہ دال بنے گی اور وہ بھی دال گوشت، جو کہ حلیم کے جیسا ہوگا اور وہ بھی اتنا لذیز ہوگا کہ لوگ اسے دوسرے دن کے لئے بھی بچا کر رکھ لینگے۔

مجھے اُس بزرگ مرید نے مزید بتایا کہ، ''آپ ہوٹل میں ضرور آنا۔ آپ کو تو پیر صاحب نے خود دعوت دی ہے۔ روزانہ رات کے کھانے پر کافی مہمان ہوتے ہیں جنہیں پیر صاحب اپنی ذاتی نگرانی میں کھانا کھلاتے ہیں''۔ پیر صاحب کے ساتھ میں نے کراچی میں کھانا کھایا ہے۔ اُن کی اپنی خوراک بہت ہی کم ہے۔ چاول نہیں کھاتے۔ ایک روٹی بھی پوری نہیں کھاتے۔ اُن کا سادہ لباس، یعنی کہ قمیض، شلوار، کوٹی اور گول قراقلی ٹوپی۔ اُن کے تمام خلیفہ اُن کے لباس بھی پیر صاحب کے جیسے ہی ہوتے ہے۔ دکھاوے والی کوئی بات نہیں! مرید اور پیر صاحب اکٹھے بیٹھے ہوں تو کون مرید اور کون پیر ہے یہ پہچاننا مشکل ہو جائے! بڑی عمر کے کچھ خلیفاؤں کو لوگ پیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اتنی ہی حد کی سادگی۔ پیر صاحب خود بالکل دوبلے پتلے۔

بزرگ مرید نے مجھے مزید بتایا کہ،'' ہمارے صدر صاحب جنرل پرویز مشرف بھی پیر صاحب کے مرید ہیں اِن کے والد کی نماز ے جنازہ بھی پیر صاحب ہی نے پڑھائی تھی اور سوئم میں نعت خوانی صلوٰۃ سلام اور لنگر بھی پیر صاحب کی زیر نگرانی ہوا تھا۔''

اُنہوں نے مزید کہا۔'' برسی وغیرہ میں بھی پیر صاحب اور خلیفہ وغیرہ جاتے ہیں اور سُنّی عقیدے کے مطابق نعت خوانی دُعا اور صلوٰۃ سلام اور لنگر کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ کراچی سے فصیح سہروردی کو بھی بلایا جاتا ہے۔ صدر صاحب اکثر اوقات ٹیلی فون کرتے ہیں اور بھی کئی اعلیٰ فوجی حکام پیر صاحب کے مرید ہیں۔ موجودہ قافلہ میں بھی ایک سابق بریگیڈیئر شامل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بریگیڈیئر صاحب نے ہی قافلہ کے اخراجات کا بڑا حصہ اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق اس قافلے کا بجٹ تقریباً دس کروڑ روپے ہوگا۔ صدر مشرف نے پیر صاحب کے مشورے پر ہی لاہور میں داتا دربار میں حاضری دی تھی۔'' راولپنڈی میں ہر سال بارہویں شریف کی رات کو تقریباً 100 دیگوں کا لنگر منعقد ہوتا ہے۔ سال میں دو تین بڑے عرس اور پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔ کراچی سے سینکڑوں لوگ ان میں شریک ہوتے

ہیں۔ حاجی حنیف طیبؔ جب بھی اسلام آباد جاتے ہیں تو اُن کی رہائش پیر صاحب کی خانقاہ ہی میں ہوتی ہے۔ اُن کے کمرے میں ٹیلی فون اور مرید موجود رہتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ وہاں کے نمبر پر حنیف بھائی سے ٹیلی فون پر بات کی ہے۔ بزرگ مرید نے مجھے بتایا کے پیر صاحب نے ائیر پورٹ پر ہر ایک کو سو ریال کا نوٹ دیا تھا۔ امیر ہو یا غریب۔ پتہ ہی نہیں چلتا غریب کون ہے؟۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ صدر پرویز مشرف ہمیشہ بہت زیادہ کام کے بوجھ میں دبے رہتے ہیں۔ ملک کے صدر ہونے کی وجہ سے اُن کے لیئے اپنی مرضی کے مطابق آنا جانا بھی مشکل ہوتا ہے۔ پھر بھی کبھی کبھی صدر صاحب رات گئے دیر سے سادہ سی کار میں بیٹھکر سرکاری فلیگ یا سکوریٹی کے بغیر ہی خانقاہ میں چلے آتے ہیں اور پیر صاحب سے ذاتی ملاقات کر جاتے ہیں۔ شاید اس ملاقات سے اُنہیں روحانی اور باطنی سکون حاصل ہوتا ہوگا۔ خیر! بات تو بلاوے کی ہو رہی تھی اور ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ بلاوا ہو تب ہی ہم جاسکتے ہیں۔

کئی سال پہلے کی بات ہے۔ 15 شعبان کی رات شب بیداری کرنے کے بعد میں سویا ہوا تھا۔ صبح 10 بجے میرے تین گہرے دوست میرے بنگلے پر آ گئے۔ اُنکے اس طرح اچانک آنے پر مجھے تعجب ہوا۔ میں نے خیریت دریافت کی تو پتہ چلا کہ ہر سال ماہ رمضان میں عمرہ ادا کرنے جایا کرتے تھے، اس سال ویزا کا مسلہء تھا۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا، 15 شعبان ہوچکی ہے اور سعودی سفارت خانہ میں پاسپورٹ کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اب وہ مزید پاسپورٹ جمع نہیں کر رہے ہے۔ آپکسی کو کہہ کر ہمیں ویزے دلا دو''۔

حنیف بھائی کے ساتھ میرے گہرے تعلقات ہونے کی وجہ سے کافی کام حنیف بھائی کے نام سے ہی ہوجاتے ہیں ہے۔ اس وقت حنیف بھائی ملک سے باہر تھے۔

میاں نواز شریف، چودھری شجاعت، مجید ملک، اعجاز الحق اور دیگر کئی اعلیٰ درجے کے لیڈر میرے بنگلے ''توکل ہاؤس'' میں آچکے ہیں۔

خیر! میرا ایک دوست بنگلوں میں کرٹن پردہ وغیرہ سپلائی کرنے کا کام کرتا ہے۔ اُنکو سعودی سفارت خانہ اور کونسلیٹ میں بھی رسائی حاصل تھی۔ اُنہوں نے اس سے پہلے بھی میرے کام کرادئے تھے۔ اُن دنوں ویزا انچارج بھی بہت اچھا انسان تھا۔ اُن سے میں نے کئی لوگوں کے حج اور عمرہ کے ویزا حاصل کیئے تھے۔ جن کی یاد اب بھی کئی لوگ دلاتے ہیں۔ حالانکہ میں تو بھول چکا ہوں کس کس کو میں نے ویزا دلائے۔ کیونکہ سینکڑوں لوگوں کو میرے ذریعہ ویزا حاصل ہوئے ہیں۔

20 سے 25 پاسپورٹ ایک ساتھ ہوں تب بھی ایک ہی دن میں ویزا مل جاتا ہے۔ خیر! میں نے دوستوں سے کہہ دیا، '' آپ لوگوں کو ویزا مل جائینگے۔ فکر نہ کرنا''۔ اب یہاں بات پلٹ گئی۔ تینوں دوست اصرار کرتے ہوئے گلے پڑ گئے کہ اب آپ کو بھی ہمارے ساتھ عمرہ پر آنا ہوگا۔ آپ اپنا پاسپورٹ بھی جمع

کرائیں، ورنہ پھر ہمیں بھی نہیں جانا!''

اُن کے اصرار پر میں نے ہاں کہہ دی اور ویزا کے لئے پاسپورٹ بھی دے دیا۔ دوسرے ہی دن ویزا مل گئے۔ میرے دوست تو خوشی سے اُچھل پڑے۔ میں بھی خوش تھا کہ مجھے اچھی کمپنی کے ساتھ رمضان میں جانے کا دوبارہ موقع ملا اور عمرہ اور مدینہ کا بلاوہ بھی آ گیا۔

ایک اور موقع پر میری بیوی اُن کے بھائی کے ہمراہ حج ادا کرنے گئیں ہوئیں تھیں۔ حج میں ابھی آٹھ دن باقی تھے۔ اتنے میں لبرٹی مل والے عارف بھائی مکاتی کسی کام سے میرے گھر آئے۔ وہ میرے سمندھی کے بڑے بھائی ہیں۔ کام کی باتوں کے بعد اچانک عارف بھائی نے کہا، ''ستار بھائی! بھابھی سے ملنا چاہو گے؟'' میں نے کہا، ''وہ تو حج پر گئی ہوئی ہیں'' اُنہوں نے کہا، ''مجھے پاسپورٹ دو!'' میں نے کہا، ''عارف بھائی، مذاق مت کرو! اب پاسپورٹ دینے سے کیا ہوگا۔ حج کو تو صرف ایک ہفتہ باقی ہے!''

بہرحال، انہوں نے اصرار کرتے ہوئے میرا پاسپورٹ لے لیا۔ تیسرے دن حج کا ویزا اور ٹکٹیں آ گئیں۔ عارف بھائی اور ان کی فیملی بھی ساتھ تھی اُن دنوں ذکریا کامدار وزارتِ حج کے مشیر تھے اور وہ شروع میں مکاتی کمپنی میں مینجر ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ رشتہ داری بھی تھی۔ اس لئے کام فوراً ہو گیا۔ یہ میری سب سے مختصر ترین عرصے کی حج اور عمرہ تھا۔ ورنہ میں نے 40 دنوں والی سات حجیں ادا کی ہیں۔ اس کے بعد عمرہ ادا کرنا شروع کیا تھا۔

بلاوے کی ہی بات ہو رہی ہے تو ماہ ستمبر میں بھی اچانک عمرہ کا پروگرام مرتب ہوا تھا۔ اُن دنوں میری تین نواسیاں، جو کہ میری تین بیٹیوں کی بیٹیاں ہیں، وہ میرے بنگلے پر آئی ہوئی تھیں اُنھیں اور مجھے خواب و خیال میں بھی پتہ نہ تھا کہ عمرہ پر جانے کا موقع مل جائیگا۔ میری ایک نواسی نے ابھی حال ہی میں قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ اس لئے میں نے اُسے پاس بٹھا کر شاباشی دی اور تھوڑی سی تلاوت سنانے کی فرمائش کی۔ اُس کی آواز اور تلاوت کا لہجہ بڑا ہی میٹھا تھا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اس بچی کو انعام کے طور پر کیوں نہ اسے عمرہ کرایا جائے؟ میں نے اُس سے پوچھا، ''عمرہ ادا کرنا ہے؟'' اُسے بڑا تعجب ہوا اور بولی، ''کیوں مذاق کر رہے ہو، ابّو!'' میرے نواسے پوتے اور بیٹے وغیرہ سب مجھے ابّو کہہ کر بلاتے ہیں۔ میں نے کہا مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ میری دوسری دونوں نواسیاں بھی خاموشی کے ساتھ حیرت انگیز نظروں سے میری جانب دیکھ رہی تھیں اور شاید من ہی من میں کہہ رہی تھیں کہ ابّو، ہمیں بھی عمرہ کرا دو!

میرے منہ سے بے تحاشہ نکل پڑا، ''ٹھیک ہے، میں تم تینوں کو عمرہ کے لئے لے جاؤں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم تینوں کا پاسپورٹ دس دنوں کے اندر آ جانا چاہیئے۔ اپنے والد سے کہو کہ اس کام کا ثواب وہ حاصل کر لیں''۔ میرے دل میں یہ بات تھی کہ اس طرح پاسپورٹ بھی بن جائینگے اور بچیوں کے والدین کی اجازت بھی حاصل ہو جائیگی۔ بچیاں خوش خوش اپنے اپنے گھر گئیں اور اپنے والد کو پاسپورٹ بنانے کے کام میں لگا دیا۔

دس دنوں میں سب کے پاسپورٹ بن گئے اور بچیوں کو عمرہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ انہیں عمرہ کے سفر میں اتنا مزہ آیا کہ بار بار کہتی ہیں، ابّو! کراچی میں تو ہم آپ کے پاس بیٹھنے سے بھی گھبراتی تھیں۔ یہاں آکر پتہ چلا کہ آپ تو ہمیں پوری کمپنی دے رہے ہیں!۔ دوست ہو یا گھر کے افراد سفر کے دوران دوستوں کی طرح رہنے میں ہی مزہ ہے۔ ان کے عمرہ کو اب ایک سال گزر چکا ہے۔ اور اب اُنہیں بار بار خواب آتا ہے کہ وہ ابّو کے ساتھ پھر سے عمرہ ادا کرنے گئیں ہیں۔ میں نے اُن سے کہا، ''دیکھو! آپ لوگوں کو ایسے خیال آتے ہیں تو آتے رہیں! اب دُعا کرو کہ مجھے پھر سے تم لوگوں کو عمرہ پر لے جانے کا خیال آجائے!'' ایسی ہوتی ہے بلاوے کی بات۔ شام کے سفر میں عمرہ کے ساتھ آٹھ افراد کا پروگرام طے تھا۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں اپنی بیٹیوں کو بھی عمرہ پر لے جاؤں؟ میری سات بیٹیاں ہیں۔ ساتوں شادی شدہ ہیں اور ایک کے علاوہ سب اولاد والی ہیں۔ اب اللہ کے فضل سے اُس کے یہاں بھی بیٹے کی ولادت ہوئی ہیں۔

میں نے تو اللہ کا نام لے کر آفر کر دی۔ ہر ایک بیٹی اپنی اپنی کوششوں میں لگ گئیں۔ ایک بیٹی حاملہ تھی۔ ایسے کیس میں ائر لائن کی جانب سے ان پر پابندی ہوتی ہے کیونکہ ہوائی جہاز میں میڈیکل سہولتیں محدود ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے مشکلات ہو جاتی ہے۔ اگر سفر کے دوران ہی بچہ پیدا ہو جائے تو قانون کو اُسے تاحیات مفت سفر کی سہولیات مہیا کرنی پڑتی ہے۔ آج کل یہ قانون تبدیل ہوا ہو تو مجھے معلوم نہیں۔

بقایا چھے بیٹیوں میں سے ایک کو بچے شوہر اور ساس سُسر کی دیکھ بھال اور خدمت کے سلسلے میں مشکلات کا سامنا تھا اس لئے وہ بھی مجبوراً اس سفر میں شامل نہ ہو سکیں۔

بقایا پانچ بیٹیوں نے اپنے اپنے مکمل انتظامات کر لئے۔ اس کے علاوہ میرے تین بیٹوں میں سے بڑے بیٹے کی پانچ ارکان کی فیملی کے ساتھ عمرہ کے قافلے کے ارکان کی تعداد 16 ہوگئی جو کہ میرے تمام عمروں کے مقابلے میں سب سے بڑا قافلہ تھا۔ ہر مرتبہ تقریباً آٹھ ارکان ہوا کرتے تھے۔ جس سے چار چار بیڈ کے دو کمرے لینے میں سہولت ہو جایا کرتی تھی اور مناسب بھی لگتا تھا۔۔۔

سیدنا حضرت اُویس قرنیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :۔

آؤ ایک بار پھر ہم شام کے سفر کے سہانے اور روح پرور مناظر کی منظر کشی کا لطف اُٹھائیں۔ اُس دن صبح سویرے ڈرائیور نبیل کے آتے ہی میں نے فرمائش کی، ''آج تو ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کے انوکھے عاشق حضرت اُویس قرنیؒ کے مزار پر لے جائیں''۔ میرے دل میں اسلامی اُمت کے اس بے مثال عاشق کے دربار میں حاضری کی جستجو اور تمنا مچل رہی تھی۔

اس لئے میں جلد سے جلد حضرت اویس قرنیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے بے چین تھا۔

نبیل نے مجھ سے کہا، ”حاجی صاحب! حضرت اویس قرنیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار تو بہت دور کے گاؤں رکّا میں واقع ہے۔ وہاں آنے جانے میں کافی وقت گزر جائیگا۔

حضرت اویس قرنیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار سات مختلف مقامات پر واقع ہونے کی شہادت موجود ہے۔ عراق میں بھی ایرانی سرحد کے قریب ایک مقام پر حضرت اویس قرنیؒ کا مزار ہے اور یہاں شام میں بھی۔ لیکن دمشق سے دور۔ ہماری کار شام کے تاریخی شہر دمشق کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ یہ وہی شہر ہے جس کی فضا کی خوشبو حضور پاک ﷺ نے لی تھی۔ اس دھرتی کی مہک کو میں بھی محسوس کر رہا تھا۔ راہ میں حضور اویس قرنیؒ کے متعلق خیالات اور ان کی زندگی کے واقعات میرے دل و دماغ پر چھا گئے۔

جس عظیم کی تعریف خود رحمت العالمین نے اپنی زبان پاک سے کی ہو۔ اُن کی تعریف توصیف صحیح معنوں میں کوئی اور کر ہی نہیں سکتا۔ کبھی کبھار حضور پر نور ﷺ یمن کی جانب منہ رکھ کر فرماتے، ”یمن سے رحمتوں کی لہریں آتی رہتی ہیں۔“ رسول مقبول نے فرمایا، ”قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ستّر (70) ہزار فرشتے حضرت اویس قرنیؒ کی شکل میں جنّت میں داخل کرے گا تا کہ مخلوق انہیں دیکھ نہ پائے۔ علاوہ ازیں اللہ جسے چاہیگا، صرف وہی شخص حضرت اویس قرنیؒ کی زیارت کر سکے گا، کیونکہ آپ اس دنیا میں صرف اس لئے چھپ کر عبادت کرتے تھے کہ دنیا کا کوئی شخص انہیں نیک نہ سمجھے۔ اسی لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مخلوق کی نظروں سے چھپا کر رکھیں گے۔“ ”میرے دوست میری عبا کے نیچے ہے۔ میرے علاوہ انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا۔“

”میری امت میں ایک مرد ایسا ہے جس کی سفارش سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری اُمت کے اتنی تعداد میں گنہگاروں کو بخش دینگے، جتنے کہ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مظہر کی بکریوں کے بال“

صحابہ نے عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ! وہ خوش نصیب کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔؟“ آپ ﷺ نے فرمایا، ”اس کا نام اویس ہے۔ اور وہ یمن میں قرن کے علاقہ میں رہتا ہے۔

صاحبہ کرام کے سوال کرنے پر حضور ﷺ نے مزید فرمایا، ”میں نے اُنہیں پوشیدہ نظروں سے دیکھا ہے۔“ صحابہ نے عرض کیا آپ کا یہ دوست آپ کی خدمت میں حاضر کیوں نہیں ہوتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ”اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو قلّت وقت اور دوسرے احترام شریعت۔ اُن کی والدہ ضعیف اور نابینا مسلمان ہیں۔ اویس اوُن بُن کر ماں کی خدمت کرتے ہیں۔ صحابہ نے سوال کیا کہ ہم ان کی زیارت کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ فرمایا، ”نہیں! صرف حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ ہی انہیں دیکھیں گے۔ اُن کے بائیں ہاتھ پر درھم کی طرح کا ایک سفید داغ ہے۔ لیکن یہ کوئی بُرا (کوڑھ کا) داغ نہیں ہے۔ جب اُن سے ملاقات ہو جائے تو اُنہیں میرا اسلام کہنا اور میری امتّ کے حق میں دعا کرنے کی درخواست کرنا۔“

جب رسول مقبول ﷺ کی وصال کا وقت قریب آیا تو صحابہ نے عرض کیا آپ ﷺ کا کُرتا کسے دیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اویس قرنیؒ کو۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ جب کوفہ میں تشریف لے آئے تو اُنہوں نے نجف کے شہریوں سے حضرت اویس کے گھر کا پتہ معلوم کیا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں انہیں پہچانتا تو نہیں ہوں۔ لیکن ایک دیوانہ سا چرواہا یہاں رہتا ہے جو گاؤں میں کبھی نہیں آتا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اس کے بتائے ہوئے پتہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ جناب اویس نماز میں مشغول ہیں۔ آپ نے قدموں کی آہٹ سن کر نماز کو مختصر کرتے ہوئے سلام پیش کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سلام کا جواب دیا اور اُن سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ جواب ملا، ''عبداللہ۔'' حضرت فاروقؓ نے فرمایا، ''ہم سب عبداللہ (اللہ کے بندے) تو ہیں ہی، آپ اپنا خاص نام بیان کریں۔ آپ نے فرمایا، ''اویس'' پھر حضرت عمر نے فرمایا، ''اپنا بایاں ہاتھ دکھاؤ۔'' حضرت اویس نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ حضور ﷺ کا بتایا ہوا سفید داغ کو پرکھنے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا، ''جناب، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے آپ کو سلام بھجوایا ہے۔ اور اپنا کُرتہ مبارک بھی آپ کے لئے بھیجا ہے۔ اور اس کے علاوہ آقاءِ نامدار ﷺ نے اُن کی امتّ کے لئے دعا کرنے کی وصیت بھی فرمائی ہے۔''

حضرت اویس نے فرمایا، ''اے عمر! آپ مجھ سے بہتر دعا کر سکتے ہیں۔'' حضرت عمر نے فرمایا، ''میں بھی دعا کرتا ہوں اور آپ بھی حضور ﷺ کی وصیت پر عمل کریں۔'' حضرت اویس نے فرمایا کہ اے عمر شاید وہ کوئی اور اویس ہوگا۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے کہا، ''جی نہیں، حضور ﷺ نے جو نشانیاں بتائی تھی، اُسے ہم نے پرکھ لیا ہے۔''

اس کے بعد وہ کُرتہ لے کر تھوڑا سا دور چلے گئے اور سجدہ نشین ہو گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے، ''اے خدا! میں اُس وقت تک تیرے حبیب کا یہ کرتہ نہیں پہنونگا، جب تک کہ تو پوری امت کو بخش نہ دے! کیونکہ جناب رسالت مآب ﷺ نے امتّ کو میرے حوالے کیا ہے۔ آواز آئی کہ چند افراد کو تیری خاطر بخش دیا'' آپ نے دوبارہ عرض کیا کہ میں سب کو بخشوانا چاہتا ہوں۔'' اس گفتگو میں جب سفارش کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی تو حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ ان کے قریب آئے۔ حضرت اویس نے اُن کو دیکھ کر فرمایا، ''آپ لوگوں نے تھوڑا سا صبر کر لیا ہوتا تو میں پوری امت کو بخشوا لیتا، کیونکہ میں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ جب تک پوری امتّ کو بخشا نہیں جائیگا، تب تک میں یہ کُرتہ نہیں پہنونگا۔ حضرت عمرؓ نے جب آپ کی جانب نظر پھیری تو خوف سے جی بھر آیا اور فرمانے لگے، ''کوئی ہے جو ایک روٹی کے عوض مجھ سے پوری خلافت خرید لے۔

حضرت اویسؒ نے کہا، '' جو عقل مند نہیں ہوگا وہی خریدیگا۔ خرید وفروخت کی بحث یہاں

کیوں۔؟ پھینک دو! جس کا دل چاہیگا، وہ اُٹھا لیگا۔اس کے بعد انہوں نے حضورﷺ کا کُرتا پہن لیا اور فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے اس لباس کے طفیل قبیلہ بنی ربیعہ اور بنی مظہر بکریوں کے بال کے مساوی امت محمدی کو بخش دیا۔

پھر حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے پوچھا، '' آپ نے رسول مقبولﷺ کی زیارت کی ہے؟'' حضرت اویس نے یہی سوال حضرت عمرؓ سے پوچھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جی ہاں میں نے حضور سرورِ کائناتﷺ کی زیارت کی ہے۔اس پر حضرت اویس نے پوچھا، تو پھر یہ بتلاؤ کہ مدنی سرکارﷺ کی آنکھوں کی دونوں بھویں جڑی ہوئی تھی یا نہیں؟ حضرت عمر اور حضرت علی دونوں اس سوال کا جواب دے نہیں پائے۔اس کے بعد حضرت اویس نے فرمایا، آپ دونوں حضورﷺ کے دوست ہیں۔ یہ بتائیے کہ جنگ اُحد میں آپﷺ کا جو دانت مبارک شہید ہوا تھا وہ کونسا دانت تھا؟ اور آپ لوگوں نے دوستی کی خاطر اپنے دانت کیوں نہیں توڑ دیئے؟ یہ کہتے ہوئے حضرت اویس نے اپنا منہ کھول کر دکھایا۔آپ کے سارے دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔اُنہوں نے فرمایا، مجھے یہ نہیں پتہ کہ حضورﷺ کے کون سے دانت شہید ہوئے تھے اس لئے میں نے اپنے سارے دانت توڑ دیئے۔ جبھی مجھے سکون ملا۔ یہ بات سن کر حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ دونوں غمگین ہو گئے اور کہنے لگے، '' منصب ادب کچھ اور ہی چیز ہے'' پھر حضرت عمرؓ نے اُنہیں کچھ اور وصیت فرمانے کی درخواست کی تو حضرت اویس نے کہا، ''اے عمر! تم خدا کو پہچانتے ہو؟'' حضرت عمر نے کہا، ''ہاں'' فرمایا، تو پھر کسی اور کو نہ ہی پہچانے تو اچھا ہے!۔ پھر پوچھا خدا تم کو پہچانتا ہے؟ جواب ملا، ''ہاں'' ۔فرمایا پھر کوئی تجھے نہ ہی پہچانے تو اچھا ہے۔اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا! میں آپ کے لئے کچھ لے آؤں؟ آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دو درہم نکال کر کہا، میں نے اُون کی بنائی کے پیسے کمائے ہیں۔اگر آپ اس بات کی ضمانت لے سکتے ہیں کہ اسے خرچ کرنے تک میں زندہ رہونگا تو پھر دوسرے دے جاؤ

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب آپ لوگ تشریف لے جائیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی اس ملاقات نے آپ کو بہت مشہور کر دیا۔اس لئے آپ وطن چھوڑ کر کوفہ کے مقام پر جا بسے تا کہ گمنامی میں رہا جا سکیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کئی راتوں تک سوتے نہیں تھے۔وہ کہتے تھے کہ راتیں رکوع اور سجدوں کے لئے ہوتی ہیں۔لوگ جب پوچھتے کیا حال ہے آپ کا؟ تو جواب دیتے کہ رات کو سجدے میں ''سبحان ربی العالیٰ کہہ بھی نہیں پاتا کہ صبح ہو جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فرشتوں کی طرح عبادت کروں۔لوگ پوچھتے ہے نماز میں ہونا کسے کہتے ہیں؟ آپ فرماتے ''نماز پڑھنے کے دوران اگر کوئی خنجر بھی گھونپ دے تو نمازی کو پتہ نہ چلے۔

روایتوں میں آیا ہے کہ تین دن تک آپ نے کچھ بھی نہ کھایا تھا۔ چوتھے دن باہر تشریف لے گئے۔راستے

میں ایک سونے کا دینار پڑا دیکھا۔لیکن آپ نے نہیں اُٹھایا۔سوچا،شاید کسی کا دینار گر گیا ہوگا! آگے بڑھ گئے۔آپ کا ارادہ جڑیں، پتے اور سبزیاں کھا کر بھوک مٹانے کا تھا۔آگے چل کر کیا دیکھ رہے ہیں کہ ایک بکری اپنے منہ میں گرم روٹی لئے آپ کی طرف چلی آرہی ہے۔

بکری نے روٹی آپ کے سامنے رکھ دی،لیکن پھر بھی آپ نے اس روٹی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔سوچا کہ،شاید کسی کی روٹی اُٹھالائی ہو! آپ آگے بڑھے تو بکری کی اچانک زبان آگئی اور بولنے لگی، میں بھی اُسی خدا کی مخلوق ہوں جس کی مخلوق آپ ہیں۔اس پرآپ نے وہ روٹی لے لی۔بکری فوراً غائب ہوگئی۔

آپ کے پڑوسی آپ کو دیوانہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ''ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کے گھر میں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو معمول کی زندگی میں کام آتی ہیں۔روزہ افطار کرنے کے لئے بھی گھر میں کچھ نہ ہوتا۔ آپ کھجور کے بیج جمع کرتے اور اُسے بیچ کر جو کچھ ملتا اس سے روٹی خرید کر لے آتے۔آپ کا لباس بھی میلا اور پھٹا ہوا رہتا تھا۔علی الصبح گھر سے نکل جاتے اور عشا کی نماز پڑھ کر گھر واپس آتے۔بچّے بھی آپ کو دیوانہ سمجھ کر اینٹ اور پتھر مارتے۔آپ بچوں کو فرماتے، مجھے چھوٹے پتھروں سے مارو تا کہ خون نہ بہے اور ناپاکی سے بچا جاسکے۔مجھے صرف نماز کی فکر ہے۔جسم کی بالکل نہیں ہے۔روایتوں میں آیا ہے کہ آپ آخری عمر میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد ازاں اُن کے ساتھ جنگوں میں بھی شریک ہوئے۔ آخرکار ایک جنگ میں آپؓ شہید ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بی بی سکینہ کا مزار:۔

''شام کا سفر'' کے دوران ایک داڑھی والے بزرگ کی تصویر کئی دکانوں میں دیکھی۔پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ حضرت علیؑ کی تصویر ہے۔شہر دمشق کے سب سے بڑے قبرستان''باب صغیر'' کی کئی زیارت گاہوں کا ذکر میں اس سے پہلے ہی کر چکا ہوں۔اس کے علاوہ حضرت سکینہ بنتِ امام حُسینؑ ،حضرت اُمِّ کلثوم بنتِ حضرت علیؑ ، فاطمہ بنت اِمام حسینؑ ،حضرت عبداللہ بن اِمام جعفر صادقؑ،سیّدنا عبداللہ بن جعفر الطیّار،ابن رسول اللہ وغیرہ آل رسول کے مزارات پر حاضری دینے اور فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

دوبارہ گاڑی میں سوار ہوئے۔نبیل نے بتایا کہ اب بقیہ زیارتیں کل ہوں گی۔ہوٹل کی جانب واپس روانہ ہوئے۔وہاں پہنچنے کے بعد بڑی تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ہوٹل میں کھانا کھانے کا کسی کا موڈ نہ تھا۔ہم دو بندے باہر زینبیہ کی ہوٹلوں میں جا کر کھانا لے آئے۔سیخ کباب بھی وہاں ہر جگہ دستیاب ہے۔دمشق کی یہ منفرد ڈش بتلائی جاتی ہے۔اسے وہاں مقامی زبان میں شیش کباب کہا جاتا ہے۔ہم یہ کباب، روسٹ چکن، سوفٹ ڈرنکس وغیرہ لیکر اپنے کمروں میں پہنچے اور رات کا کھانا کھایا۔

اس کے بعد الیکٹرک کیتلی جو ہم چائے بنانے اور پانی گرم کرنے کیلئے اپنے ساتھ لیکر گئے تھے اس میں پانی ابال کر اور دودھ ٹی بیگ وغیرہ ڈال کر چائے پی لی۔اس کے بعد ہمارے قافلے کے کچھ ارکان ٹہلنے کے لئے زینبیہ کے بازار کی جانب روانہ ہوئے۔میں تو ہوٹل ہی میں رُکا رہا۔یہ لوگ رات بارہ بجے تک واپس آ گئے۔

دوسرے دن صبح ناشتہ ہوٹل پر ہی بنالیا۔کچن میں گیس کا چولہا، فریج وغیرہ موجود تھے۔ڈبل روٹی رات ہی میں لے آئے تھے۔ناشتہ کرنے کے بعد تیار ہوئے تو نبیل آ چکا تھا۔جیسا کہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں نبیل ہمارا شامی ڈرائیور تھا گویا کہ دمشق اور شام کا تجربہ کار گائیڈ تھا۔ہم سب دوبارہ نبیل کی ہائی ایس ٹیوٹا وین میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔وہ ہمیں سب سے پہلے بی بی سکینہ بنتِ علیؓ کے مزار پر لے گیا۔وہاں تقریباً دو تین ہزار مربع گز کی جگہ پر ایک طرف مقبرہ تھا۔یہاں ہم نے فاتحہ پڑھی۔

پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ایران کی حکومت یہاں مزار کے باہر وسیع جگہ پر ایک شاندار مسجد تعمیر کرائیگی جو بی بی زینب کے مزار کی طرح پر رونق اور عالی شان ہوگی۔

اسکے بعد ہمارا گھریلو قافلہ سرکار دو عالم کے قدم مبارک کے نشان کی زیارت کیلئے پہنچا۔وہاں پر ایک سادہ سی مسجد تھی جسکا نام قدم مسجد تھا۔مسجد کے برابر میں قدم مبارک کیلئے ایک چھوٹا سا چار بائی چھ فٹ کا کمرہ تھا جسکا دروازہ بند تھا۔نبیل جا کر مسجد کے محافظوں کو بلا کر آیا جس نے ہمارے لئے دروازہ کھولدیا۔جگہ بالکل بیچ مٹی میں قدم مبارک کا نشان موجود تھا۔یہاں ہم نے درود شریف کا ورد کیا اور عقیدت واحترام سے زیارت کی۔اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کے عقیدت کے ساتھ عمل کرنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور روحانی تسکین اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔

ملک شام میں، دمشق میں ویسے بھی درود پاک پڑھتے رہنے کی روایت بہت پرانی ہے۔نبیل گاڑی چلا رہا تھا۔راستے میں کوئی رکاوٹ آئے یا کوئی راہ گیر بیچ میں آجائے تو وہ فوراً کلمہ یا درود پڑھنا شروع کر دیتا اور اس طرح اللہ اور رسول ﷺ کا ذکر کر کے اپنے غصّے کو ٹھنڈا کر دیتا۔

وہاں کسی دو افراد کے بیچ جھگڑا ہو رہا ہو بحث بازی، اور تلخ کلامی ہو رہی ہو تو لوگ تیسرا مخلص دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو کر ''وصلّو علیٰ نبیؐ'' کہہ کر درود شریف پڑھنے لگ جائے، اس سے دونوں لڑنے والے بھی

سرد مہر ہو جاتے ہیں۔ اذان کی آواز سنتے ہی لوگ درود و سلام پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اس نظریہ سے دیکھا جائے تو وہاں کے معاشرے میں عشق رسول ﷺ کا بڑا تجمل ہے۔ کئی پاکستانی بھی دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دمشق گئے ہوئے ہیں۔ مفتی غلام نبی فخری صاحب کے دو فرزند بھی یہاں تعلیم پزیر ہیں۔ خود مفتی صاحب بھی شام کے مقدس مقامات کی زیارت کر چکے ہیں۔

مفتی غلام نبی فخری دارالعلوم کے مہتمم ہیں۔ چالیس سال پہلے کراچی کے بکرا پیڑی کے علاقے میں ایک جگہ سے مذہبی تعلیم پھیلانے کا آغاز کیا اور اپنی محنت اور ہمت کے باعث آج وہ یونیورسٹی روڈ پر 12 ایکڑ کے وسیع علاقے پر عظیم الشان دارالعلوم قائم کر چکے ہیں۔ میرے ان کے ساتھ شروع ہی سے اچھے مراسم ہیں ابتدا میں وہ طالب علموں کیلئے آٹے کی بوریاں اکٹھی کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

میں اُن دنوں کاٹن یارن کا کاروبار کر رہا تھا۔ ایک دن ایک ٹیکسٹائل ملز والے مخیر" سیٹھ کی ایک فلور مل بھی ہے۔ ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ دارلعلوم کے لئے آٹے کی جتنی بوریوں کی ضرورت ہو وہ انکی فلور مل سے لے جایا کریں۔ ان کے اس تعاون سے بڑی تسلی ملی۔ مفتی صاحب کے دارالعلوم میں آج تین سو سے بھی زیادہ طالب علموں کیلئے رہنے اور کھانے کا مکمل بندوبست موجود ہے۔

وہاں بیرونی ملک سے بھی طالب علم دینی تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ لندن کے کچھ میمن خاندان کے فرزندگان بھی اس دارالعلوم میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مفتی صاحب سے میرے کئی عرصے پرانے تعلقات بنے ہوئے ہیں۔ وہ میری دینی خدمات کی اکثر تعریف کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب بھی میرا کوئی مشکل وقت آتا ہے تو مفتی صاحب میرے فون کرنے پر اپنے پندرہ طالب علموں کے ساتھ قصیدہ بُردہ شریف کا ورد مجالس منعقد کرتے ہیں۔ اسکی انہیں انکے مرشد سے بخشش ملی ہوئی ہے۔ انکے اس قصیدہ بُردہ شریف کے عمل اور اللہ کے فضل سے مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ ایک دن میری فیکٹری میں ڈاکہ پڑا۔ ڈاکو فیکٹری سے 40 لوموں کا اسپیئر پارٹس نکال کر لے گئے۔ میں نے اُسی وقت مفتی صاحب کو ٹیلی فون کر کے اُنہیں اطلاع دے دی۔ اور جب وقت آیا تو اُس کے ایک دن پہلے ہی پولیس کا فون آیا کہ آپ کی فیکٹری سے لوٹا گیا مال و سامان بمعہ ڈاکوؤں کے پکڑ لیا گیا ہے۔ آپ آکر مال کی شناخت کر لیں۔

ہم نے تھانے جا کر اپنی لوموں کے سامان کی شناخت کر لی۔ دوسرے روز قصیدہ بردہ شریف کا ورد کروایا تھا۔ مطلب یہ کہ قیصدہ بردہ شریف کی تاثیر سے کئی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی قصیدہ بردہ شریف کی ایک زندہ کرامت ہے۔ داتا دربار کی ایک بات مجھے یاد آگئی۔ میرا معمول یہ ہے کہ میں جب بھی لاہور جاتا ہوں تو ہوٹل میں کمرہ لینے کے فوراً بعد اور کہیں بھی جانے سے پہلے میں داتا دربار میں سلام پیش کرنے پہنچ جاتا ہوں کچھ سالوں پہلے میں اپنے چار دوستوں کے ہمراہ لاہور گیا ہوا تھا اور لاہور پہنچنے کے بعد

ہوٹل میں آرام کیا دوسرے دن جمعہ کا دن تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد ہم ہوٹل سے باہر آئے۔ میرے دوستوں نے کہا، ''نماز میں تو ابھی بہت دیر ہے۔ ایسا کرتے ہیں پہلے انارکلی کا چکر لگاتے ہیں اور بعد میں داتا دربار جائینگے۔

میں نے سب سے پہلے داتا دربار میں حاضری دینے کا اصرار کیا۔ لیکن میرے دوست نہیں مانے۔ وہاں اُس روڈ سے بے شمار ٹیکسیاں گزری، لیکن کوئی بھی ٹیکسی والا انارکلی جانے کے لئے تیار ہی نہیں ہوا۔ ہم وہیں کھڑے تھک گئے۔ اتنے میں ایک ٹیکسی ہمارے پاس آکر رُک گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ہم سے کہا، ''داتا دربار جانا ہو تو ٹیکسی میں بیٹھ جائیں۔ میں اور کہیں بھی نہیں جاؤنگا۔'' میرے دوست میری طرف دیکھتے ہوئے چپ چاپ ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ اور اس طرح میرا ہمیشہ کا معمول بھی قائم رہا۔ میں نے تو اسے داتا صاحب کی کرامت ہی مانا۔

مفتی غلام نبی کی بات چلی ہے تو مجھے ایک اور بات بھی یاد آ گئی ہے۔ آدمجی نگر کی مسجد الفاروق میں میں کئی برسوں سے مسجد کے ٹرسٹ کے چیرمین کے بطور خدمات انجام دے رہا ہوں۔ ایک مرتبہ اسی مسجد کے لئے پیش امام کی ضرورت پیش آئی تو میں نے مفتی صاحب سے کہا کوئی اچھا سا امام بھیجوادیں۔ مفتی صاحبؒ نے تازہ تازہ فارغ التحصیل ہوئے ایک عالم عطاؤ للہ المصطفی کو بھجوادیا جو بیس سال تک ہماری مسجد میں امامت کرتے رہے۔ پچھلے پانچ سالوں سے وہ برطانیہ کے مانچسٹر کی ایک بڑی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ بہت اچھی پوزیشن میں ہیں اور دیگر دینی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ اُن کے کئی رشتے دار بھی یو کے میں بسے ہوئے ہیں۔

اسی دوران مفتی صاحب نے میری رہائش گاہ پر تراویح کا انتظام کرنے کو کہا۔ پچھلے نو برسوں سے میرے گھر پر پانچ روزہ تراویح کے لئے ایک حافظ صاحب کو بھجوایا تھا۔ وہی مولانا حافظ محمد صادق ملتانی صاحب اتنی اچھی قرات کرتے ہیں کہ ہر سال نمازیوں کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے۔ اب یہ حال ہے کہ تراویح کی جماعت میرے بنگلے کی تینوں منزل، لان اور کارپورچ کے علاوہ باہر روڈ پر بھی نمازیوں کی دس سے پندرہ صفیں بن جاتی ہیں۔ حافظ صاحب کی قرات تراویح پڑھنے والوں کے دل و دماغ کو اپنے پرکشش انداز سے تراویح کی نماز ادا کرنے کے لئے توکل ہاؤس میں آتے ہیں۔ اس کے علاوہ عورتوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا ہے۔ اور اس سال تقریباً 200 سے زائد عورتوں نے یہاں تراویح کی نماز ادا کی۔

توّکل ہاؤس میں تراویح کے بعد مشروبات اور ریفریشمینٹ کے اِنتظام میں مشکلیں پیدا ہونے پر اس سال نمازیوں کے مشورے پر رفریش مینٹ کے بکس بنوائے اور وتر کی نماز سے پہلے ہی انہیں تقسیم کرنے کا انتظام کرلیا گیا۔ اب ذرا سوچیں ! تین گھنٹے کی تراویح میں چھ سپاروں کی قرأت سننے کے لئے جو لوگ تراویح ادا کرنے آتے ہیں، کیا یہ ریفریش منٹ کے لیے آتے ہیں تو یہ کوئی ماننے والی بات ہے؟ ۔ اس

طرح کا پرچار تو صرف جھوٹے اور چھوٹے دل والے لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ اس رَوِش کو صِرف جلن اور حسد جلس انگیزی کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے؟

حسد ہی حسد میں ایک آنکھ پھوڑ دی! حسد کے متعلق ایک دلچسپ مگر مُفکّرانہ قصہّ یاد آ گیا۔ پڑھنے والوں کی دلچسپی کے لئے میں وہ پیش کر رہا ہوں۔ ایک بزرگ ایک شخص کی کسی خدمت سے خوش ہوئے تو اُنھوں نے اُس شخص سے کہا، مانگ بچہ، کیا مانگتا ہے؟۔ اُس شخص نے فوراً فرمائش کر دی، ''بابا مجھ سے ایسا وعدہ کریں اور دعا دیں کہ میں جو بھی مانگوں وہ مجھے مل جائے۔ بزرگ نے کہا، ''ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن ایک شرط ہے۔ شرط یہ ہے کہ تم ایک چیز مانگو گے، تمہارے پڑوسی کو اس سے دگنا ملے گا''۔ اب یہ شخص بڑا ہی حسد خور تھا اور اپنے پڑوسی سے تو بہت زیادہ جلتا تھا۔ بزرگ اس کی فطرت سے واقف تھے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ حسد خور خود اپنی ہی حسد کی آگ میں جل جایا کرتا ہے۔ اس لئے جلن سے دور رہنے اور حسد سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس شخص کو بھی اپنی خواہش پوری ہونے پر پڑوسی کو دُگنا ملنے والی بات سے بڑی جلن ہوئی اور حسد کی آگ میں جلتے ہوئے اُس نے اپنی سب سے پہلی خواہش یہ بتائی کہ، ''میری ایک آنکھ پھوڑ دی جائے۔'' بزرگ نے کہا، 'منظور ہے!'' اس طرح پڑوسی کو دونوں آنکھوں سے محروم کرنے کے حسد میں یہ شخص اپنی بھی ایک آنکھ کھو بیٹھا۔ حسد کا یہی انجام ہوتا ہے۔ انسان کی عقل ناکارہ ہو جاتی ہے اور حسد سے فائدہ اور نقصان کی کوئی تمیز نہیں رہتی۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ توّکل ہاؤس میں ہر سال تراویح میں نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ یہاں غریب سے لے کر کروڑ پتی لوگ بھی آتے ہیں۔ اس کے علاوہ دینی بزرگان، علما، صوفی حضرات وغیرہ بھی تشریف لاتے ہیں۔ علاّمہ شاہ تراب الحق قادری صاحب ہر سال ختمِ قرآن کے وقت روح پرور تقریر اور دعا کرتے ہیں۔ بزرگ پیر طریقت مفتی سبحان قادری صاحب بھی تشریف لاتے ہیں۔

حضرت الحسینی الجیلانی، جو کہ شام کے ایک مشہور بزرگ ہیں اور جن کے مداح سری لنکا میں بھی بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں، وہ بھی اس روح پرور اجتماع میں شریک ہو کر دعا فرما چکے ہیں۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز، نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز۔ جامعہ اموی، جیسے کسی زمانے میں فنِ تعمیر کا عجوبہ مانا جاتا تھا۔ جمعہ مبارک کا دن تھا۔ ہماری دلی تمنا تھی کہ ہم جامعہ اُموی میں نماز ادا کریں۔ ملک شام کا قدیم تاریخی شہر دمشق ہے۔ اور دمشق شہر کی خصوصیت ہے جامعہ اُموی۔ انسانی تاریخ کا ایک بہت اہم باب اس مسجد کی تاریخ کا حصہّ ہے۔

یہ عظیم الشان مسجد دمشق شہر کے بیچوں بیچ واقعہ ہے۔ کُچھ عرصہ پہلے اس مسجد کے دروازے تک پہنچنے کے لیے سڑکیں اور گلیاں اتنی تنگ تھیں کہ کافی دور فاصلے پر سواری سے اتر جانا پڑتا تھا۔ لیکن اب اطراف

کے مکانات اور دکانیں ہٹا دی گئی ہیں اور مسجد کے سامنے ایک چوک بنا دیا گیا ہے۔

ہمارا ڈرائیور نبیل اچھی معلومات رکھنے والا گائیڈ بھی تھا۔ راستے میں اس نے ہمیں جامعہ اُموی کے تاریخ کی باریکیاں اور اس کے فن تعمیر و نقاشی کی تفصیلات سے روشناس کراتا رہا۔ اس کے علاوہ میں نے خود بھی دمشق شہر کے متعلق راہ نما گائیڈ اور نقشے وغیرہ خرید کر اُس کا مطالعہ کیا جس میں اس مسجد کے بارے میں تاریخی تفصیلات دی گئی تھی جس کا لب لباب مندرجہ ذیل ہے۔ ہم چوک پار کر کے مسجد میں داخل ہوئے۔ یہ عالیشان مسجد کسی زمانے میں فنون تعمیر و نقاشی و خطاطی کا عجوبہ مانا جاتا تھا۔ بنواُمیّہ کے مشہور خلیفہ ولید بن عبدالملک نے یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ تاریخ دان اس بات پر متفق ہیں کہ اس جگہ مسجد سے پہلے ایک گرجا گھر ہوا کرتا تھا جو کہ یوحنا کے چرچ کے نام سے مشہور تھا۔ یہودی و عیسائی مذہب کی کتابوں میں اس گرجا گھر کے متعلق تفصیل دی گئی ہے۔ اُولڈ ٹیسٹامینٹ ''جو کہ عیسوی سن قبل مسیح 439ء میں لکھی گئی تھی، اُس میں بھی گرجا گھر کے متعلق لکھا گیا ہے۔ بعد ازاں تقریباً 300 سال تک مذکورہ چرچ پر عیسائیوں کا قبضہ رہا تھا۔ جیسا میں اس سے پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ مسلمانوں نے جب دمشق چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور صلح ہو جانے کے بعد حضرت ابوعبیدہ شہر کے ایک دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ اُسی وقت حضرت خالد بن ولید بھی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد دوسرے دروازے سے دمشق میں داخل ہوئے۔ ان دنوں نامور مجاہد صحابی کی ملاقات اسی یوحنّا گرجا گھر کے سامنے ہوئی۔ روایتوں میں ہے کہ دمشق کا آدھا حصہّ مسلمانوں نے جنگ کے ذریعہ فتح کر لیا جس کے بعد شہر کے لوگوں نے ہتھیار چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لی اور اس طرح آدھا دمشق شہر صلح کے ذریعہ فتح ہوا۔

اسلامی اصول کے مطابق دشمنوں کا جو علاقہ جنگ کی ذریعہ فتح کیا جائے اس پر فاتح اسلامی حکومت تمام تر اختیارات حاصل ہوتے ہیں لیکن جو علاقہ صلح کے ذریعہ فتح کیا گیا ہو، وہاں پر صلح کی شرائط کی پاسداری ضروری ہوتی تھی۔ اتفاق سے اس گرجا گھر کا آدھا حصہّ جنگ سے اور آدھا حصہّ صلح فتح کیا گیا تھا۔ جو حصہّ جنگ سے فتح کیا گیا تھا وہاں مسلمانوں نے مسجد بنالی۔ باقی آدھا حصہّ کو گرجا گھر رہنے دیا گیا۔ دمشق فتح ہونے کے بعد برسوں تک یہاں مسجد اور گرجا گھر دونوں قائم رہے۔ جب ولید بن عبدالملک کا دورِ خلافت آیا تب نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی اور مسجد کی جگہ تنگ پڑنے لگی ویسے بھی مسجد کے ساتھ گرجا گھر جوڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے شروع ہی سے بدمزگی پھیلی ہوئی تھی۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی خواہش تھی کہ گرجا گھر کا حصہّ بھی مسجد میں شامل کر لیا جائے۔ مگر صلح کی شرائط کے مطابق گرجا گھر کو اُسی جگہ قائم رکھنا ضروری تھا۔ خلیفہ نے عیسائیوں کے نمائندوں کو بلا کر اُن سے بات چیت کی اور اُنہیں اُس گرجا گھر کے بدلے میں اُس سے چار گنی بڑی جگہ دینے کی آفر کی۔ مگر وہ لوگ یوحنّا چرچ کو وہاں سے ہٹانے کے لیے راضی نہیں ہوئے۔ یہاں تک تو روایتیں متفق ہیں لیکن اس کے بعد کی روایتوں میں اختلافات پائے

جاتے ہیں۔ کچھ روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عیسائیوں کے انکار کے بعد ولید بن عبدالملک نے زبردستی سے گرجا گھر پر قبضہ کرلیا اور وہاں پر مسجد تعمیر کرادی۔ اس کے بعد خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دورِ خلافت آیا تو عیسائیوں نے اس سلسلے میں شکایات پیش کی اور خلیفہ نے عیسائیوں کے حق میں فیصلہ دیا۔ مگر پھر بھی دمشق کے حاکم نے عیسائیوں کو منہ مانگے دام دیکر راضی کرلیا اور انہوں نے اپنا دعوٰی واپس لے لیا۔

دیگر کچھ روایتیں ثابت کرتی ہیں کہ ولید بن عبدالملک نے کوئی زبردستی نہیں کی تھی۔ بلکہ اُنہوں نے تو عیسائیوں کو آفر دی تھی کہ اگر وہ یوحنّا گرجا گھر کی جگہ مسجد کو دے دیں تو وہ دمشق اور اس کے نواح میں واقع وہ چار گرجا گھر بھی عیسائیوں کو واپس دے دینگے، جنہیں توڑنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ عیسائیوں نے یہ آفر قبول کرلی تھی اور یوحنّا چرچ مسلمانوں کے حوالے کردیا۔ اسی دوران عیسائیوں نے کچھ ایسے قصّے پھیلا دئے کہ اُن کے بزرگ یہ لکھ کر گئے ہیں کہ جو شخص یوحنّا گرجا گھر کو توڑے گا وہ پاگل ہو جائے گا۔ خلیفہ ولید نے جب یہ بات سنی تو اُنہوں نے کہا، ''میں وہ پہلا شخص ہونگا جو اس گرجا گھر کو توڑے گا اور میں اللہ کی راہ میں پاگل بننا پسند کرتا ہوں۔'' اتنا کہہ کر خلیفہ ہاتھ میں کدال لے کر ''دارالمارت'' سے باہر آئے۔ اُنہوں نے پیلے رنگ کا قبا پہنا ہوا تھا۔ آستینیں چڑھائی ہوئی تھی۔ جب مسلمانوں کو پتہ چلا تو وہ بھی گرجا گھر کی طرف دوڑے۔ انہوں نے دیکھا کہ خلیفہ خود گرجا گھر کی دیواروں کو توڑ رہے تھے۔ اس پر ہر مسلمان خلیفہ کی دیکھا دیکھی ثواب کا کام سمجھ کر گرجا گھر کو زمین بوس کرنے کے کام میں لگ گئے۔

ولید بن عبدالملک نے دونوں حصّوں کو جوڑ کر ایک عالی شان مسجد تعمیر کرانا شروع کردیا۔ بعدازاں یہ مسجد اس کے فنِ تعمیر ونقاشی کی وجہ سے اُس دور کی سب سے شاندار اور خوبصورت مسجد کہلائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر پر اُس دور میں ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار خرچ ہوئے تھے۔

خلیفہ ولید کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ مسجد کی تعمیر اس کی حیات کے دوران ہی مکمّل کرلی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ زندگی دھوکہ دیدے اور دل کی خواہش دل ہی میں رہ جائے۔ اسی خوف سے وہ کئی مرتبہ جائے وقوع پر جاکر تعمیر کے کام کی خود نگرانی بھی کرتے تھے۔ معماری کے کاریگر اور سنگ تراش وغیرہ کو اس جگہ ایک نیا شہر بس جانے کے آثار نظر آتے تھے۔ مسجد کی تعمیر میں حصہّ لینے والے کاریگروں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی جن میں رومی، یونانی، شامی مصری، عراقی، عربی اور ایران سے منتخب کئے ہوئے کاریگر شامل تھے۔

ابن بطوطہ نے اپنی تحریر میں اس مسجد کی لمبائی 163 گز اور چوڑائی 108 گز بتائی ہے۔ مسجد کے اندر بیچوں بیچ ایک بڑا سا دالان ہے۔ جو مغرب سے لے کر مشرق تک دو سو فٹ لمبا اور ایک سو فٹ چوڑا تعمیر کیا ہوا ہے۔ مسجد کا محراب بھی ویسے ہی بنا ہوا ہے اس کی قبلہ رُخ دیوار میں سنگِ مرمر کے ساتھ سونا بھی جڑا ہوا ہے۔

تاریخ داں یاقوت نے لکھا ہے کہ خلیفہ نے مسجد عموی کی اس عمارت کی تعمیر پر اپنی ریاست کی سات

سال کی خراج کی آمدنی صرف کردی۔ خلیفہ نے مسجد کی تعمیر میں قلعی کا استعمال کرنے کی ہدایت دی تھی۔ اسلامی سلطنت کے تمام علاقوں سے قلعی منگوا کر جمع کر لی گئی لیکن پھر بھی قلعی کم پڑ گئی ڈھونڈ نے سے معلوم ہوا کہ ایک عورت کے پاس کافی مقدار میں قلعی موجود تھی اُس عورت سے قلعی مانگی گئی تو اُس نے سونے کے تول پر قلعی دینے سے اتفاق کیا۔ خلیفہ کو پتہ چلنے پر انہوں نے دوگنا سونا دیکر بھی قلعی حاصل کرنے کا حکم فرمایا۔ اس پر اُس عورت نے کہا، ''میں تو یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ خلیفہ اس شاندار مسجد کو اپنی تعریف کرانے کے لئے تعمیر کرار ہے ہیں اور اس کے لئے زبردستی مال سامان چھینتے ہیں یا نہیں اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ خلیفہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لئے کرر ہے ہیں۔ اس کے بعد عورت نے اپنے پاس موجود تمام قلعی پیش کردی اس دمشق کی مسجد کا گنبد قوب تنوّن نصر۔ مسجد کے دیوان ہال کے اوپر ایک شاندار گنبد تعمیر کرادیا گیا۔ اس گنبد کو قوبتّون نصر کہا جاتا ہے۔ کسی زمانے میں یہ دمشق کی بلند ترین عمارت ہوا کرتی تھی۔ اس کے شاندار منظر کی پوری دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ گنبد کی کھڑکیوں میں شیشے لگائے جائیں ان سب میں اللہ لکھا جائے۔

ابن بطوطہ کے مطابق سیمہ نقرئی چاندی کا بنا ہوا پورج ہے جو کہ سنگ مرمر کے کھمبوں پر نصب کیا ہوا ہے۔ ان کھمبے اور محرابوں میں اتنی خوبصورتی اور کشش ہے جن کو بیان کرنا ممکن نہیں یہ ایک سو گز چوڑا ہے اور 54 کھمبوں پر مشتمل ہے۔ اس کے بیچ ہاتھی کے پاؤں جیسے کھمبے موجود ہیں۔

مسجد اموی اُونچے ستونوں پر بنائی گئی ہے جس کے بیچوں بیچ گنبد واقع ہے۔ مسجد کا یہ حصہ 431 فٹ دائرہ پر مشتمل ہے جس کی ایک دیوار اسے مسجد کے صحن سے علیحدہ کرتی ہے۔ یہ دیوار بھی ستونوں پر مشتمل ہے۔ ہر ایک کھمبا 22 فٹ بلند ہے۔ گنبد کی اونچائی 120 فٹ ہے۔ اور اس کا وسطی حصہ 50 فٹ ہے۔ مشہور سیاح محمد بن جبیر ہجری سن 587 میں یہاں آیا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ جامعہ اموی کے گنبدوں کی یہ خوبی مشہور ہے کہ اس میں نہ تو مکڑی جالا بنا سکتی ہے اور نہ تو چمگاڈر اس میں اپنا گھونسلہ بنا سکتے ہیں مسجد کی قبلہ کے سمت والی دیوار میں کئی محرابیں موجود ہیں۔ خلافت عثمانیہ کے دور میں مختلف مسلکوں کیلئے علیحدہ علیحدہ مصلّے ہوا کرتے تھے۔ اب اس جامعہ اموی میں حنفی اور شافعی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ہوتی تھیں۔ لیکن دونوں جماعتوں کیلئے محراب ایک ہی استعمال کی جاتی تھی۔ لوگ کسی خاص مسلک کے لئے نہیں بلکہ اپنی معلومات کے مطابق نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت یحییٰ کا مزار مبارک مسجد کے ہال میں بنا ہوا ہے۔ اس مزار کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہاں پر حضرت یحییٰ کا سر مبارک دفن ہے۔ حافظ ابن عار کرنے روایت نقل کی ہے کہ جامعہ اموی کی تعمیر کے دوران ایک غار کا پتہ چلا خلیفہ ولید بن عبدالملک کو جب اس غار کے متعلق بتایا گیا تو وہ خود اس غار میں داخل ہوئے۔ غار کے اندر سے ایک صندوق ملا جس میں ایک انسانی سر رکھا ہوا تھا اور لکھا ہوا تھا کہ ''یہ حضرت یحییٰ

کا سر مبارک ہے'' اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی مشہور ہے کہ یہ حضرت یحییٰ کی تربت ہے جو کہ ہمیشہ سے زیارت گاہ رہی ہے۔ حضرت شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ ''جامعہ دمشق میں حضرت یحییٰ کی تربت پر اعتکاف کیا تھا'' ابن بطوطہ لکھتے ہیں کہ تربت پر کالا ریشمی غلاف ہے جس پر سفید ریشم سے لکھا ہوا ہے کہ ''اے ذکریا! ہم تجھے ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے''۔

خیر! مسجد اُموی کے دورے میں ہمیں ایک عظیم جلیل القدر پیغمبر کو سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت یحییٰ کے مزار مبارک کی جنوب میں ایک بہت بڑی قد آدم موم بتی رکھی ہوئی ہے۔ اس کی اُنچائی 12 فٹ اور دائرہ تقریباً دو فٹ ہے جامعہ اُموی میں ایسی کئی شمع رکھی ہوئی تھی۔ بجلی کی ایجاد سے قبل ان شمع کا استعمال روشنی حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا تھا۔ رات کے وقت جب ان موم بتیوں کو بجھایا جاتا تو پوری مسجد مُشک کی خوشبو سے مہک اٹھتی خوشبو اتنی تیز ہوا کرتی تھی کہ لوگ اسے برداشت نہیں کر پاتے تھے اور شمع بجھنے سے پہلے ہی مسجد سے باہر نکل جایا کرتے تھے۔ مسجد کے ہال سے صحن کی جانب جانے پر بیچ میں ایک وسیع چوک ہے جو کہ صحن کی چاروں طرف پھیلا ہوا ہے اس کے مشرقی حصہ میں ایک جگہ ایک مزار بنا ہوا ہے۔ اس مزار کے متعلق کہا یہ جاتا ہے کہ یہاں پر حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک مدفون ہے ہم نے یہاں کھڑے رہ کر پوری عقیدت کے ساتھ نواسہء رسول ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا اور فاتحہ خوانی کرنے کے بعد دعا کی ہم برآمدے کے دوسرے کونے میں پہنچے تو وہاں پر ایک عجیب قسم کی گاڑی کھڑی ہوئی پائی۔ یہ گاڑی بانس اور لکڑی کی مضبوط تختوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کے نچلے حصے میں لوہے کے بڑے سے قد آور پہیہ لگے ہوئے تھے۔ یہ گاڑی اتنی بڑی تھی جس نے برآمدے کی اچھی خاصی جگہ گھیر رکھی تھی۔ وہاں کے واقف کار لوگوں نے بتایا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی بنائی ہوئی ''منجنیق'' قلعہ کی دیواریں توڑنے کے لیے بڑے بڑے پتھر پھینکنے کی مشین ہے جس کا کئی جنگوں میں استعمال کیا گیا تھا۔ اب اسے ایک یادگار کے طور پر جامعہ اموی میں رکھدی گئی ہے۔ مسجد کے صحن میں کھڑے رہ کر دیکھا جائے تو مسجد کی عالی شان عمارت پورے ماحول کو پر کشش اور دیدہ زیب بنا دیتی ہے۔ یہاں سے مسجد کا گنبد ''قبتّن نصر'' کے علاوہ اس کے تینوں مینار یعنی کہ غربی، شرقی اور منارتوں عروس یہاں سے دیکھے جا سکتے ہیں تاریخ دان لکھتے ہیں کہ مسجد کا صحن اور یہ مینار اپنے دور میں بے مثال مانے جاتے تھے۔ متعدد کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ مسجد کا صحن اور مینار صدیوں تک دینی علم اور نامور علماء صوفی اور ولایت والے اماموں کے لئے مرکز بنتے رہے۔ جامعہ اموی کے عربی مینار کا موجودہ نام غزالیہ ہے۔ حجتہ السلام امام ابو حامد الغزالی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نام سے یہ مینار منسوب ہے امام غزالی بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں معلّم تھے اُس دور میں یونانی فلسفہ کے چرچے عام تھے۔ امام صاحب نے سائنس اور اسلامی مذہب کا فلسفہ سمجھایا۔

ابتداء میں امام صاحب غزالی فلسفہ میں دلچسپی رکھنے والے ماہر تھے۔ بلا آخر آپ کی طبعیت تصوّف کی

جانب مائل ہوگئی اور وہ سب کچھ چھوڑ کر جامعہ دمشق کے اس مینارے عربی میں اسی مینارے کا ایک کونہ ہے جہاں بیٹھ کر امام غزالی درس دیا کرتے تھے۔اور بہت سی مشہور کتابیں بیٹھ کر لکھی گئی تھی۔ دینی علم اور تصوف کے سلسلے میں کئی آفتاب اور کئی مہتابوں سے رابطہ ہوا تھا۔اس عظیم تاریخی مسجد نے مسلمانوں کے عروج اور اقبال مندی کے دن بھی دیکھے ہیں اس کی زمین پر ایسے فرشتے صفت انسانوں نے بھی سجدے کئے ہیں جو دنیا کے لئے ایک مثال بن کر آئے۔ آج ہم جیسے لوگوں کے بے روح سجدے بھی اسی سرزمین پر کئے جارہے ہیں اور مسلمانوں کی پستی اور زوال کے دور کو بھی یہ سرزمین دیکھ رہی ہے۔لیکن انشاءاللہ ایک ایسا دن بھی ضرور آئیگا کہ جب آخری لمحہ پر حضرت عیسیٰؑ چند روایتوں کے مطابق اسی مسجد کے مذکورہ منارے پر نزول فرمائیں گے اور ہمت اور فتح مندی کا ایک قافلہ اسی مسجد سے کوچ کریگا۔جس کی سربراہی حضرت امام مہدی فرمائیں گے۔ اُنکے مبارک ہاتھوں میں ہدایت، فتح اور اسلام کی سرفرازی کی وہی شمع روشن ہوگی جس سے اس دنیا میں موجود انسانوں کے بیچ پھیلے ہوئے اندھیروں میں پھر ایک مرتبہ انصاف اور خدا پرستی کی روشنی پھیل جائیگی اور عالم اسلام سمیت پوری دنیا میں ہدایت کا سورج پھر ایک بار ضرور طلوع ہوگا ہم نے اس عظیم الشان مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ مسجد اُموی میں بھی مسجد نبوی شریف کے جیسے چبوترے بھی ہیں۔ہم نے بھی ایک چبوترے پر بیٹھ کر نماز ادا کی اور شاہی شان سے نماز ادا کرنے کا لطف حاصل کیا۔اذان کے وقت آج بھی پرانی روایت جاری ہے اور موذن میٹھی آواز میں صلوۃ وسلام کی للکارنے کے بعد ہی اذان دیتا ہے۔ یہاں ہم نے پہلی بار ایک نئی روایت دیکھی۔ چار موذن اذان کے لئے بنائی گئی خصوصی جگہ پر گھومتے پھرتے اذان دے رہے تھے! خطیب نے ایک مختصر سا خطبہ پیش کیا اور نماز پڑھائی۔اس کے بعد عالم اسلام اور مسلمانوں کے لئے دعا کی۔ مسجد اُموی میں نماز ادا کر کے ہم کو دلی تسلّی حاصل ہوئی۔

اسلامی تاریخ کے انصاف پسند اور صلیبی جنگوں کے عظیم مجاہد نورالدین زنگی کا مزار اسلامی تاریخ کے اس عظیم مجاہد اور صلیبی طاقتوں کا منہ توڑ مقابلہ کرنے والے سلطان نورالدین زنگی کے بے مثال کارناموں کو بیان کرنے کے لئے تو ایک پوری کتاب لکھنی پڑ جائیگی۔ سلطان نورالدین کی عمدہ کارکردگی سے اُن کے اعلیٰ اخلاق اور ان کے عشق رسول ﷺ کی کیفیت سے تقریبا سب لوگ واقف ہیں۔ سلطان نورالدین زنگی کے مزار پر فاتحہ ادا کرنے کے لئے ہم مسجد اُموی سے پیدل ہی چل پڑے نماز جمعہ کے بعد یہاں عقیدت سے بھرا ماحول بنا ہوا تھا۔ درود شریف کا ورد چل رہا تھا۔ میرے ذہن میں سلطان نورالدین زنگی کی خوش نصیبی اور بارگاہ رسالت میں ان کی مقبولیت کا نقشہ سا بن گیا تھا۔ اسی دوران ہم ایک چھوٹی سی مسجد کے قریب پہنچے سلطان نورالدین کا مزار اس مسجد سے منسلک تھا۔ مسجد سے قصیدہ بردہ شریف کے اشعار کی روح پرور آواز سنائی دے رہی تھی۔ خالص عربی لہجے میں بہت ہی عقیدت کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف کا ورد کیا جارہا تھا۔

مولایا صلی وسلم دائماً ابداعلی حبیبک خیرالخلق کلھم کے پرسوز الفاظوں نے دل میں ایک عجیب سی کیفیت

پیدا کر دی۔ وہاں سنی! عقائد کے مطابق ماحول کو دیکھ کر دل کو مخصوص قسم کی تسلی حاصل ہو رہی تھی۔ سلطان نورالدین زنگی کا مزار نہایت ہی سادہ تھا مگر سلطان نورالدین زنگی کی زندگی کی یہ ایک یادگار واقع سے روشن ہے جسکی دنیا کے ہر کونے میں گونج سنائی دیتی ہے۔ ویسے سلطان نورالدین زنگی کے مجاہدانہ کارناموں کی فہرست بڑی لمبی ہے، لیکن ان کی زندگی کا ایک واقع بطور خاص تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ کہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ پوری اُمت کی اور خاص طور پر اہل سنت الجماعت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ قصیدہ بُردہ شریف میں اشعار کی تعداد 165 ہے۔ مگر ان میں 160 اشعار سب کے قبول شدہ ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف کی روحانی اثر انگیزی کی وجہ سے ہی ترکی کی حکومت نے گنبد خضرا اور مسجد نبوی شریف کے دوسرے حصّوں میں ان قصیدوں کو اعلیٰ معیار کی خطاطی سے نقش کشی کرائی تھی جسے موجودہ سعودی حکومت نے مٹا دیں ہیں۔ صوفی بزرگوں اور تصوّف کے تمام سلسلے قصیدہ بُردہ شریف کی معجزانہ صفتوں میں یقین رکھتے ہیں اور اسے روحانی ترقی کا زینہ مانتے ہیں۔ سلطان نورالدین زنگی کے ہاتھوں بارگاہ نبوی سے لی جانے والی معجزوں سے بھری انوکھی خدمات ہر کوئی جانتا ہے کہ صلیبی جنگ یعنی کہ مذہب کی خاطر لڑی گئی جنگوں کا ایک مخصوص زمانہ سن 1099 سے 1187 تک کا رہا ہے۔ اسی دور کا یہ روح پرور واقع ہے۔ سلطان نورالدین زنگی کی جواں مردی کے تصّور ہی سے صلیبی جنگوں میں حصہّ لینے والے یورپی جنگجوؤں کی روحیں آج بھی زمین میں ان کے کفن کے اندر کانپ اُٹھتی ہیں۔ ہجری سن 557 میں جب سلطان نورالدین جب صلیبی جنگ میں مصروف تھے تو ایک دن اُنہوں نے رات کو تہجد کی نماز کے بعد خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ گربہ چشم (بلّی کی آنکھوں جیسی آنکھوں والے) دو شخصوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے، ''ان ضدنی ان کزنی من ہازہ من'' نجات دیں میری ان دونوں سے سلطان گھبراہٹ کے ساتھ جاگ اُٹھے۔ فوراً وضو کرنے کے بعد نوافل ادا کیں اور پھر سو گئے اُنہیں فوراً نیند آ گئی۔ اس کے بعد اُنہوں نے پھر سے وہی خواب دوبارہ دیکھا۔ پھر اُٹھے وضو کیا نوافل ادا کیں اور سو گئے تو پھر نیند آ گئی اس طرح تیسری مرتبہ بھی انہوں نے وہی خواب پھر دیکھا۔

سلطان نورالدین کے لئے اب نیند کی گنجائش نہ تھی اُنہوں نے اُسی وقت سلطنت کے وزیر اعظم جلال الدین مسلی کو طلب کیا اور تمام حقیقت ان کے سامنے بیان کی۔ وزیر نے انہیں مشورہ دیا کہ کسی قسم کی تاخیر کے بغیر فوراً مدینہ طیبہ چلیں۔ اور اس بات کا ذکر کسی کے آگے نہ کریں۔ سلطان نے یہ سوچ کر کہ مدینہ منوّرہ میں ضرور کوئی واقع پیش آیا ہے، فوراً روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ وزیر اعظم کے علاوہ سلطنت کے 20 عمدہ مہارتی 200 سپاھی اور بڑی مقدار میں ہیرے جواہرات کے ساتھ تیز رفتار اُونٹنیوں پر سوار ہو کر چل پڑے اور دن رات کا سفر طے کرتے ہوئے 16 دنوں میں شام سے مدینہ منورہ پہنچ گئے اُن دنوں عربستان مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ مدینہ کا امیر اور مدینہ کے شہری سلطان کی اچانک آمد سے حیران ہو کر رہ گئے۔ امیر نے اچانک آنے کی وجہ پوچھیں تو سلطان نے تمام باتیں

بیان کردیں۔ امیر نے پوچھا، سلطان! کیا آپ اُن دونوں آدمیوں کو دیکھ کر پہچان لو گے؟'' سلطان نے جواب دیا، '' جی ہاں! میں انہیں ضرور پہچان لونگا''۔ صلاح مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ مدینہ کے تمام لوگوں کو انعام اکرام دینے کے بہانے سلطان کی نظر کے سامنے سے گزارا جائے۔ اس پر پورے شہر میں اعلان کیا گیا کہ سلطان نورالدین زنگی مدینہ کے تمام باشندوں کو انعامات سے نوازنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہر کوئی انعام حاصل کرنے کے لئے سلطان کے روبرو حاضر ہو جائے اس طرح ہر ایک شخص سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر انعام لینے لگے۔ سلطان انعام لینے والے ہر ایک شخص کی شکل کو غور سے دیکھتا اور پہچاننے کی کوشش کرتا کہ ان میں وہ دو آدمی تو نہیں جو خواب میں دکھائی دیئے تھے۔ لیکن شہر کے تمام لوگ انعام لے جانے کے بعد بھی وہ دونوں کہیں نظر نہیں آئے۔ بالآخر دربار میں موجود لوگوں سے پوچھا گیا کہ انعام لینے میں کوئی باقی تو نہیں رہا؟ خادموں نے عرض کیا، '' بادشاہ سلامت! صرف دو بندے ایسے ہیں جو انعام حاصل کرنے نہیں آئے۔ یہ دونوں مذہبی ہیں بڑے عبادت گزار سخی اور صالح ہیں اور بہت ہی خدا پرست لوگ ہیں۔ اس وقت یہ دونوں جنت البقیع کے قبرستان میں پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ سلطان نے اُن دونوں کو بھی طلب کیا۔ وہ آئے تو دونوں کو دیکھتے ہی سلطان نے انہیں پہچان لیا۔ یہ دونوں وہی خواب والے شخص تھے۔ مگر پوری تحقیق کے بغیر کچھ کہنا مناسب نہ تھا۔ سلطان نے دونوں سے مصافحہ کیا اور بڑی عزت کے ساتھ بٹھا کر ان کے ساتھ باتیں شروع کی۔ وہ لوگ کون ہیں کہاں رہتے ہیں، کیا کرتے ہیں وغیرہ باتیں دلچسپی سے پوچھنے کے بعد ان دونوں کے حجرے میں جا پہنچے اور وہاں بھی تلاشی لی۔ حجرے کے فرش پر ایک معمولی سی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ ایک چھوٹی سی الماری میں قرآن پاک رکھا ہوا تھا۔ ایک کونے میں تھوڑا سا گھریلو سامان رکھا ہوا تھا۔ اور بس! سلطان حیرانی کے ساتھ مایوس ہو گئے کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرہ ہے؟ وہ مایوس ہو کر واپس لوٹ رہے تھے تو جاتے جاتے انہوں نے ایک مرتبہ پھر حجرے میں نظر دوڑائی۔ اس مرتبہ ان کو چٹائی کے ایک کونے میں کچھ مشکوک سی حرکت دکھائی دی آخر کار چٹائی ہٹائی گئی تو نیچے لکڑی کا ایک تختہ نظر آیا۔ تختہ ہٹانے پر وہاں ایک سرُنگ دکھائی دی جو روضہء اطہر کی جانب کھودی ہوئی تھی۔ دونوں نے اپنا گناہ قبول کیا اور کہا کہ وہ دونوں رومی عیسائی (نصرانی) تھے۔ اُنکو عیسائی بادشاہ نے بہت ساری دولت دی تھی اور مزید دینے کا وعدہ بھی کیا تھا اُن کے ذمے یہ کام سونپا گیا تھا کہ وہ دونوں مغربی حاجیوں کے بھیس میں مدینہ میں رہیں اور پھر حضرت محمد ﷺ کے جسد مبارک کو یہاں سے نکال کر روم پہنچا دیں تا کہ مسلمانوں کا مرکز ہی ختم ہو جائے۔ نصرانیوں نے مزید بتایا کہ اُن دونوں نے جب رسول ﷺ اور دینداری کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو بتایا گیا کہ ہم رسول اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ مدینہ والوں نے ان کی عقیدت کو دیکھتے ہوئے انہیں روضہ مبارک کے قریب رہنے کے لئے حجرہ دیا۔ اس کے بعد ہم نے چپ چاپ سرنگ کھودنے اور صبح چمڑے کی دو مشکوں میں مٹی بھر کر جنت البقیٰ میں فاتحہ خوانی کے بہانے جا کر وہی پر مٹی پھینک آتے! اور دن بھر زیارت گاہوں میں گھوم کر زائرین کو پانی پلایا کرتے تھے۔ برسوں کی محنت کے بعد آج ہم جسدِ مبارک کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جس دن یہ سرنگ

جسدِ اطہر تک پہنچنے والی تھی اُس رات بجلی کڑکی تھیں اور طوفان کے ساتھ زلزلہ آیا تھا۔ جس سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ یہ حقائق سن کر سلطان پر سناٹا چھا گیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اسی وقت دونوں سازشوں کو حجرے پاک کے سامنے لے جا کر دونوں کا سر دھڑ سے الگ کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان نے خود اپنے ہاتھوں سے دونوں کے سر قلم کئے تھے۔ سلطان نے شکرانے کا سجدہ ادا کیا۔ اس کے بعد روضہ اطہر کے اطراف اتنی گہری خندقیں کھودی گئی کہ زمین سے پانی نکل آیا۔ پھر شیشہ پگھلا کر ڈال دیا گیا۔ تا کہ مستقبل میں دوبارہ ایسا کوئی خطرہ لاحق نہ ہو سکے۔ حیات النبی ﷺ کا یہ زندہ معجزہ ہے۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے خصوصاً دُشمنانِ مصطفیٰ ﷺ سے۔ حضور اکرم ﷺ حاجت مند فریادی کی مدد فرماتے ہیں:۔ ہم نورالدین زنگی کے مزار سے باہر ایک چبوترے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور آس پاس نظر دوڑانے لگے۔ دل و دماغ پر حضور پاک ﷺ کے معجزات کے خیالوں سے کیف و سرور کی کیفیت طاری تھی۔ قریب کی ایک مسجد میں ہم جب عالم اسلام کے اس عظیم مجاہد کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جا رہے تھے تب قصیدہ بردہ شریف کا ورد جاری تھا۔ قصیدہ بردہ شریف ابھی بھی جاری تھا۔ کوئی قاری صاحب بہت ہی مخمور آواز میں قصیدہ بردہ شریف کے عربی اشعار پڑھ رہے تھے میرے کانوں پر سُریلے لہجے میں ان روح پرور اشعار کی گونج پڑنے لگی۔

کم عبرعط و حسین بل لمسے راحتو ہو وعط لقعت ارے ہم . میر رِ بکیتبل لم می

ترجمہ:۔ کئی مرتبہ بیمار اور شدید جسمانی اور دلی درد سے مجروح لوگوں نے حضور ﷺ کے دستے مبارک سے ''لمس'' چھوتے ہی بیماری اور درد سے نجات حاصل کر لی۔ حضور پاک ﷺ کے دست مبارک کو چھوتے ہی انہیں شفا مل گئی۔ متعدد پاگل لوگ بھی پاگل پن کی قید سے آزاد ہو گئے۔ اور اسی طرح کنئیگمراہ لوگوں کو بھی آپ ﷺ کے دستِ مبارک نے گناہوں سے نجات دلائی۔

شام کے اس سفر میں اور مسجد اموی کے قریب اور نورالدین زنگی جیسے خوش قسمت مجاہد کے مزار کے قریب ان اشعار کے دل کو چھو جانے والے الفاظوں سے سرور میں آ کر میں رُک گیا۔ مجھے پڑھی ہوئی یہ بات یاد آ گئی کہ یہ وہی اشعار ہیں کہ جو امام بوصیری جب بارگاہ رسالت میں قصیدہ بردہ شریف کا عقیدت سے بھرا نظرانہ پیش کر رہے تھے تو ان اشعار پر پہنچتے ہی اللہ کے پیارے نبی ﷺ اسے سن کر محفوظ و مسرور ہو چکے تھے۔ اور حضور پاک ﷺ نے ''بردہ یمانی''، یعنی کہ دھار والی یمنی چادر شریف علامہ بوصیری کو عطا فرمائی تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ سیّد المرسلین کے دست مبارک کو چھونے سے لا علاج مریضوں اور مایوس مصیبت زدوں کو ظاہری اور باطنی شفا تو مل ہی جاتی تھی۔ ابوجہل کے بیٹے نے غزوہ بدر میں حضرت معوذ بن افرہؓ کا ہاتھ کاٹ دیا۔ وہ اپنا کٹا ہوا ہاتھ اُٹھا کر حضور پاک ﷺ کے پاس آئے حضور ﷺ نے کٹا ہوا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا اور اسے اُس کی جگہ پر لگا دیا۔ تب وہ کٹا ہوا ہاتھ بالکل صحت مند ہاتھ کی طرح

اپنی جگہ جڑ گیا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے اس ہاتھ کو کبھی کوئی نقصان پہنچا ہی نہ تھا۔ کسی مجلس میں میں نے حدیث پاک سنی تھی کہ ایک عورت اپنے بچّے کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ حضور پاک ﷺ نے اُس بچّے کے سینے پر اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا ''دور نکل جا!'' اُسی وقت بچّے کے سینے سے قے ہوئی اور ایک کالے رنگ کی چیز باہر نکل آئی اور وہ بچہّ صحت مند ہو گیا۔ ایک جنگ میں ایک صحابی کو تیر لگنے سے اُن کی ایک آنکھ باہر نکل آئی حضور پاک ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اُس آنکھ کو اُٹھا کر اس کی جگہ چپکا دی۔ اور فوراً ہی وہ آنکھ اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔ بعدازاں وہ صحابی فرماتے تھے کہ اُس کے بعد میری اُس آنکھ میں کبھی کسی قسم کی تکلیف یا درد محسوس نہیں ہوا۔ اور حضور پاک ﷺ کے دست مبارک کا یہ معجزہ تو بہت ہی مشہور ہے۔ غارِ ثور میں ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ اژدہے کے زہر کے اثر سے آزاد ہو گئے۔ جنگ خیبر کے وقت حضرت علیؓ آشوب درد میں مبتلا ہو گئے۔ حضور پاک ﷺ نے اِن کی آنکھوں میں بھی اپنا لعب دہن مبارک لگا دیا۔ جس سے اُس وقت حضرت علی کی آنکھ صحت مند ہو گئی۔ اس طرح کے اور بھی کئی معجزات ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف کے اشعار کی تعداد کے بارے میں کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر 165 یا 161 اشعار ہونے کی بات کہیں گئی ہے۔ قصیدہ بردہ شریف میں دس فصل اور بارہ حصہ ہیں جن میں محبوب کی یاد، نفس کا بیان حضور پاک ﷺ کی عظمت اور فضائل، میلاد شریف کا ذکر، معجزات، ہجرت، وحی کا بیان، فریاد رسی، حضور پاک قرآنی آیتوں کیذریعہ اوصاف، معراج شریفغزوات، صحابہ کرام کی بہادری اور عصمت اہل عالعمین سے رحم اور سفارش کی درخواست وغیرہ حاصل ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف کی پانچویں فصل ''معجزات کا بیان'' کا ایک روح پرور شعر ہے۔ (نبذا بہ بعد تسبیح ببطنھما نبذا المسبح من احشاء ملتقم) حضور ﷺ کا دشمنوں کی جانب کنکریاں پھینکنا، اُس وقت تھا جب وہ کنکریاں حضور ﷺ کے دست مبارک میں تسبیح کر رہی تھی (سبحان اللہ پڑھ رہی تھیں) یہ ایسا ہی تھا جیسے حضرت یونس آیت کریمہ کی تسبیح پڑھتے ہوئے مچھلی کے پیٹ سے نکلے تھے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

امام بصیری کی مختصر سوانح حیات:۔

امام بصیری کا پورا نام شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید بن حمّاد البصُیری (حسن البصُیری) ہے۔ عربی زبان میں نعت گو شاعر حضرت حسّان بن ثابت کے بعد سب سے زیادہ شہرت شیخ السلام حضرت امام بصُیری کو حاصل ہوئی انہوں نے بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے جو قصیدہ بردہ شریف تحریر کیے اُنہیں قصیر الحمر سے مقبولیت حاصل ہوئی سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اعلیٰ صفات کے ساتھ محبت اور

عقیدت مسلمانوں کے لئے جزوئے ایمان ہے کسی بھی مسلمان کا ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اُسے آپ ﷺ سے اپنی مال دولت، جائیداد، آل اولاد اور اپنی ذات سے بھی زیادہ محبت نہ ہو۔ حضرت حسّان بن ثابت سے لیکر علامہ بصیری تک کے دور میں ہزاروں قصیدے لکھے گئے جو حضور پاک ﷺ سے عقیدت اور ثناء سے بھرپور تھے مگر علامہ بصیری کے قصیدوں کو جس مخصوص شفقت سے نوازہ گیا، وہ سعادت صرف حضرت بصیری ہی کو نصیب ہوئی۔ محمد بن سعید المعروف علامہ بصیری ہجری سن 608 میں ماہ شوال کی پہلی تاریخ بمطابق 7 مارچ 1213ء میں مصر کے ایک قصبہ دُلاس میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق سنمجا قبیلہ سے تھا۔ اسی لئے تاریخ دان آپ کو سنماجی اور ولادت کے مقام کی نسبت سے دُلاسی اور رہائشی، مقام کے تعلق سے بصیری لکھتے ہیں۔ بصیری مصر کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ علامہ بصیری نے 13 سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر کے ایک قسم کا کمال حاصل کرلیا۔
علم حدیث، تاریخ اور علم کلام میں آپ ماہر تھے احادیث میں نظم ونثر پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپکے اشعار کا ایک دیوان ''دیوان بصیری، کے عنوان سے کئی بار شائع ہو چکا ہے جس کے انگریزی اور جرمن کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی ترجمے دستیاب ہیں۔ میں ایک کتاب کی تلاش میں گیا تھا تب مجھے ایسے کئی ترجموں کے متعلق معلومات حاصل ہوئی تھی اُس دور سے لے کر آج تک کے ادیب آپ کی علمی صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو خراج تحسین پیش کرتے رہے ہیں۔

امام بصیری تصوّف میں حضرت ابوالعباس احمد المرسی (686ھ) کے مُرید تھے جو کہ اُس دور کے مشہور دُرویش تھے۔ ان کی زیرتربیت آپ نے روحانی مقامات طے کئے۔ آپ نے اُس دور کی روایات کے مطابق مالی پریشانیاں دور کرنے کے لئے وزیر زین العابدین یقوب بن زبیر کے ''شاہی کاتب'' کے طور پر کام کیا۔ جس کے بعد مختلف شاہی درباروں تک آپ کو رسائی حاصل ہوئی۔ زندگی کا ایک حصّہ مختلف مقامات پر گزارنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو ثناءخوانی ءرسول ﷺ کے لئے وقف کردیا جس کے بعد آپ پوری زندگی کوُ چہءحبیب ﷺ کی قدر شناسی میں ہی مصروف رہے۔
علامہ بصیری کے دور زندگی میں مصر بڑے انقلابی دور سے گزر رہا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کا بھائی ملِک عادل مصر اور شام پر حکومت کرتا تھا۔ اُس کی وفات کے بعد ایوبیوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ مصر اور شام دونوں صلیبیوں کے حملوں کے نشانہ بنے ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام کی عظمت کو مٹانے کے لئے کوشاں تھے۔ یہ سب علامہ بصیری کی نظروں کے سامنے ہورہا تھا۔ علامہ بصیری دس سالوں تک بیت المقدس میں زیارت اور عبادت میں مصروف رہے اس کے بعد حجاز مقدس میں قیام کیا اور اپنے پیرومرشد کے قدموں میں سکون کی دولت حاصل کرتے رہے۔
امام بصیری اُن دنوں کسی بادشاہ کے مشیر تھے۔ اپنے بادشاہ کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے جب کہ

حضور پاک ﷺ کی نعت شریف میں قصیدہ بردہ شریف (جو اُس وقت تک لکھے گئے تھے) کے علاوہ کئی قصیدے بھی شامل تھے۔ ایک دن آپ بادشاہ کے دربار سے واپس آرہے تھے۔ راستے میں اچانک ان کی ملاقات شیخ ابوریجا سے ہوگئی۔ شیخ ابوریجا آپ کے دوست تھے اور اُس دور کے صالح متقی اور قطب تھے۔ شیخ ابوریجا نے آپ سے پوچھا، ''کیا آپ آج رات خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ''نہیں! رات کو تو مجھے خواب میں رسول ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی۔

اس کے بعد شیخ ریجا کے کہنے پر زیارت کے لئے ایک خاص جذبہ پیدا ہوگیا۔ علامہ بصیری خود فرماتے ہیں کہ میں گھر آکر سوگیا تو خواب میں مجھے رسول ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے حضور پاک ﷺ کی بارگاہ میں چند قصیدے پڑھے۔ جب آنکھ کھولی تو میرا دل اُس مقدس ہستی کی محبت اور بابرکت زیارت سے مشرف تھا۔ اُس دن کے بعد ''نورِ مجسم'' کی محبت ایک پل بھی میرے دل سے جدا نہیں ہوئی۔

جو چادر شریف خواب میں عطا فرمائی گئی، وہ بیداری میں بدن پر موجود تھی۔ امام بصیری فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایک دن اچانک مجھ پر فالج کا دورہ پڑا۔ میرے بدن کا دایاں حصّہ بالکل ناکارہ ہوگیا۔ کئی مشہور معالجوں کے علاج سے بھی کوئی فائدہ نہ پہنچا اور مرض بڑھتا ہی گیا۔ دن بدن مجھ میں کمزوری بڑھتی ہی گئی۔ میں ناقص صحت کی وجہ سے غمگین رہنے لگا۔ اور اللہ کی حضور دعائیں کرتا رہتا۔ اللہ ذوالجلال کارساز حقیقی مسبب الاسباب نے آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی نعت اور مدّح میں ایک قصیدہ لکھا جائے۔ امام بصیری نے ایک قصیدہ لکھا اور اس قصیدہ کو اللہ کی حضور صرف اپنی بیماری کو دور کرنے کا ایک وسیلا اور ذریعہ ٹھہرایا۔ وہ جمعہ کی مبارک رات تھی۔ آپ تنہائی میں عقیدت کے ساتھ قصیدہ پڑھتے رہے۔ آخرکار امام بصیری پر نیند طاری ہوگئی۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ دربارِ رسالت میں حاضر تھے اور حضور پاک ﷺ کے روبرو قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ اور حضور رسالت مآب ﷺ ان کو سن کر خوش و مسرور ہورہے ہیں۔ جب آپ ''کم ابدت والے بیت پر پہنچے تو حضرت محبوب رب العلمین نے امام بصیری کو'' بردوئے یمانی'' (یمن کی دھاری والی چادر) عنایت فرمائی۔

قصیدہ شریف ختم ہوتے ہی حضور اکرم ﷺ نے علامہ بصیری کے بدن پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اُسی وقت آپ کی آنکھیں کھل گئیں۔ پورا ماحول ایک انوکھی خوشبو سے تر تھا اور بدن پر فالج کا تو نام ونشان بھی باقی نہ تھا۔ ایسا محسوس ہورہا تھا۔ جیسے کسی قسم کی کوئی بیماری کبھی تھی ہی نہیں۔ آپ مکمل طور پر صحت مند تھے۔ اس کے علاوہ بارگاہ رسالت سے عطا کی گئی چادر شریف بھی آپ کے جسم پر موجود تھی۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

علامہ بصیری نے بارگاہ الٰہیٰ میں شکرانہ ادا کیا۔ جس نے اپنے محبوب ﷺ کی برکت سے آپ کو مکمل شفا عطا فرمائی۔ صبح جب علامہ بصیری کسی کام کے سبب بازار میں تشریف لے گئے تو سامنے سے ایک درویش نے

آ کر آپ کو سلام کیا اور قصیدہ کی نقل لینے کی اجازت مانگی۔ علامہ نے فرمایا، ''میں نے حضور پاک ﷺ کی شان میں کئی قصیدہ لکھے ہیں۔ آپ کو کون سے قصیدے کی نقل درکار ہے؟'' درویش نے کہا، ''مجھے وہ قصیدہ نقل کرنا ہے جس کی ابتدا 'امین تزکّر' رے جرایم کے الفاظ سے ہوتی ہے۔'' یہ پورا شعر کچھ یوں ہے۔

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٖ مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُّقْلَۃٍ بِدَمٖ

اس کا مطلب ہے کہ: کیا تو نے ذسلم کے مقام پر پڑوسیوں کی یاد میں اپنی آنکھوں سے بسنے والے آنسوؤں کو خون سے بھگولیا ہے؟ ذسلم کے پڑوسیوں کی یاد میں خون کے آنسو بہانے کا ذکر کر کے علامہ نے عشق کی امانت اور محبت کے راز کو چھپانے کی کوشش کی ہے تاکہ مخصوص محبوب کا نام پردے میں رہے۔ ذسلم ایک درخت کا نام ہے۔ حضور پاک ﷺ جب مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ تشریف لا رہے تھے تو اسوقت راستے میں اسی درخت کے سائے میں آرام فرمایا تھا کچھ لوگوں نے ذسلم کا مطلب روضہء محبوب، گنبد خضرہ بھی بتایا ہے۔ درویش کی فرمائش سن کر علامہ حیران ہو گئے اور کہنے لگے، ''قسم اللہ کی! آج تک اس قصیدہ سے کوئی بھی شخص واقف نہیں۔ سچ بتاؤ، تم نے یہ قصیدہ کہاں سے سنا؟'' درویش نے جواب دیا، ''اللہ کی قسم! میں نے یہ قصیدہ کل رات ہی کو سنا ہے۔''

پھر اُس نے رات والے خواب کی پوری تفصیل بیان کی اور فرمایا، ''میں بھی اُس وقت بارگاہ رسالت پناہ میں موجود تھا۔ علامہ نے قصیدہ کی نقل درویش کو دے دی۔ درویش نے مزید فرمایا، میں نے آپ حضور پاک ﷺ کے روبرو دربار نبوی شریف میں یہ قصیدہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اُس وقت حضور پاک ﷺ سرورِ عالم اس طرح جھوم رہے تھے، جیسے پھلوں سے بھری ڈالی ہوا کی لہروں سے جھومتی ہے'' اس کے بعد اُس قصیدہ کی اشاعت چاروں طرف پھیل گئی۔ اس مبارک قصیدہ کے تین نام ہیں۔ ایک نام تو بردہ جو مشہور ہے۔ عربی زبان میں ''برد'' راحت اور آرام کو کہتے ہیں۔ اس قصیدہ کو سننے سے دل اور روح کو آرام اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ یا پھر ''بردہ'' وہ یمنی چادر شریف جو بارگاہ نبوی سے علامہ کو خواب کے دوران عطا کی گئی تھی۔ دوسرا نام ''بوراع''، جس کا مطلب ہوتا ہے۔ کسی مرض سے شفاء حاصل ہونا۔ علامہ کو مرض سے نجات حاصل ہوئی تھی۔ تیسرا نام ''بردیا'' یعنی مختلف رنگوں والی دھاری دار چادر۔ اس قصیدہ میں عشق رسول ﷺ کے مختلف رنگ چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اہل دل صدیوں سے قصیدہ بردہ شریف کا ورد کرتے رہے ہیں۔ صلوۃ وسلام اور منقبت وغیرہ حضور پاک ﷺ سے محبت وعقیدت کے اظہار کے مختلف رنگ ہیں، جس کے سہارے سے عاشقان رسول ﷺ پوری کائنات پر چھائے رہے۔ قصیدہ بردہ کی تشریح اور تراجم تقریباً ہر اہم زبان میں شائع کئے جا چکے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ایک روحانی اور وجدانی دعوت موجود ہے۔ اسی روحانی اثر کے سبب قصیدہ بردہ شریف کو یاد کیا جاتا ہے۔ عمارتوں پر سنہرے لفظوں سے خطاطی کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ترکی کی سلطنت نے گنبدِ خضرہ اور مسجد نبوی شریف کے حصّوں میں انہیں نقش کرایا تھا۔ جس

سے موجودہ حکومت نے مٹا دیا ہے۔اس کے علاوہ قصیدہ بردہ شریف کے انہی اثرات کی وجہ سے اس کے مختلف اشعار کا ورد کیا جاتا ہے۔تعویز بھی بنائے جاتے ہیں۔اور صوفیہ اولیاء کرام اور مشائخوں کی مجلسوں اور محفلوں میں پڑھا جاتا ہے۔مشایخوں اور عالموں نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ ہزاروں مرتبہ قصیدہ بردہ شریف کو پڑھا ہے۔اُمت کی لاکھوں صالح ومقبول شخصیات قصیدہ بردہ شریف کو پڑھنے سے بارگاہ نبوت میں فیض یاب ہو گئے۔ہجری سن 690 میں علامہ بصیری وفات پا گئے۔اُس وقت آپ کی عمر 88 سال کی تھی۔آپ کا مزار مبارک اسکندریا (مصر) میں واقع ہے۔اور مزار کے اندر چاروں طرف سہنری الفاظ میں قصیدہ بردہ شریف نقش کیا گیا ہے۔

اب ہماری اگلی منزل اسلام کے دلیر سپاہی اور صلیبی جنگوں کے عظیم فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جانے کی تھی۔میں آگے بڑھنے کی تیاری ہی میں تھا کہ اچانک میرے دل و دماغ پر ایک روحانی چمک پھیل گئی۔میری یاداشت پر حضرت ایوب انصاریؓ کے مبارک مزار کا منظر چھا گیا۔یہ مزار ترکی کے شہر استنبول میں واقع ہے۔میرے دوست اور پڑھنے والے میرے تحریر کردہ "شام کا سفر نامہ" دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور بعد ازاں میرے دفتر میں مجھ سے ملاقات کر کے اور ٹیلی فون پر گفتگو کے ذریعہ اس مضمون کے متعلق مختلف قسم کے صلاح مشورے بھی دیتے ہیں۔یہ اور کئی باتوں کا ذکر بھی کرتے رہتے ہیں۔کئی دوستوں نے یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ حاجی صاحب، آپ اپنے اس سلسلے وار مضمون میں اگر شام کے اطراف کے دیگر مسلم ممالک میں موجود بابرکت مقامات اور زیارت گاہوں کے متعلق بھی معلومات فراہم کریں گے تو پڑھنے والوں کو اور بطور خاص نئی نسل بھی اس سے مستفید ہوگی، جس کا اجر و ثواب آپ کو ملے گا۔مشورہ دینے والے دوستوں میں میمن گجراتی برادری کے کئی نامور شخصیات اور رہنما بھی شامل ہیں۔حضرت ایوّب انصاریؓ ایک عظیم عاشق رسول ﷺ کے صحابی تھے۔اس لئے میں یہاں پر میری استنبول کی ملاقات اور برکت کی خاطر ان عظیم صحابی کے متعلق مختصراً احوال پیش کر رہا ہوں۔جس کے بعد ترکی کے بارے میں بیان کرونگا۔

عظیم عاشق رسول صحابی کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت:۔

استنبول کے سفر کے دوران حضرت رسول پاک ﷺ کے اس میزبان صحابی کے مزار پر فاتحہ پڑھنے اور حاضری دینے کی مجھے دلی تمنا تھی۔مزار مبارک استنبول کے جنوبی مشرقی حصّے میں واقع ہے۔راستے میں قدیم شہر قسطنطنیہ کے مشہور اُس قدیم قلعہ کے ادوار میں بھی نظر آیا جو کسی زمانے میں اٹوٹ مانی جاتی تھی۔آج بھی اس کے کھنڈرات اپنے شاندار ماضی کی داستانیں سناتی ہیں۔یہ تمام جامِ ایوبیہ کے نام سے مشہور

ہیں۔اور حضرت ایوب انصاری کا مزار بھی یہی پر ہے۔حضرت ایوب انصاری کسی مسلمان کے لئے تعارف کے محتاج نہیں ہے۔آپ کا اصلی نام خالد بن زید تھا۔آپ ہی وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنہیں حضور پاک ﷺ کی مدینہ شریف کی ہجرت کے بعدان کوایک ماہ تک آپ ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔آپ ﷺ کی اونٹنی حضرت ایوب انصاری ہی کے گھر پر آ کر ٹھہری تھی۔استنبول کا پرانا نام قسطُنطُنیہ تھا۔استنبول کے مختلف نام اوراس شہر کا مختصر تعارف اپنے جغرافیہ کی رو سے اور تاریخی طور پر بھی استنبول ایک انوکھا شہر ہے۔جس کی خصوصیات اور خوبیاں ہیں۔اس شہر کو جتنے نام ملے ہیں۔اتنے نام دنیا میں اور کسی بھی شہر کو نہیں ملے ہونگے۔اس کا قدیم نام ''زارگراد'' تھا۔بعد میں یہ میکلا گراہ ہوا۔یونانی دور میں اس شہر کو ''بزنتا'' کہا جانے لگا۔

بعدازاں عیسوی سن کی تیسری صدی میں رومی بادشاہ قسطُنطُنیہ نے اس شہر کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو اس کا نام قسطُنطُنیہ (کونسٹینٹیل) ہوا۔عربی تاریخ دان اسے ''مدینۃ الرُوم'' بھی کہتے ہیں۔ایک نام ''ہی پولسن'' بھی آیا ہے۔جس کا مطلب آدھا شہر ہوتا ہے۔جب یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو اسے ''استنبول'' کہنے لگے۔بعدازاں ''اسلام بوُل'' بھی کہلایا۔عثمانیہ خلافت کے دور میں اس شہر کا سرکاری نام قسطُنطُنیہ ہی رہا۔یہاں تک کہ جب خلافت ختم ہوئی تو عسیوی سن 1930 میں بھی اس کا سرکاری نام استنبول ہو گیا اور اس کے بعد سے آج بھی یہ شہر اسی نام سے جانا جاتا ہے۔حضور پاک ﷺ کے عظیم صحابی حضرت ایوب انصاری اپنے وطن سے ہزاروں میل دور اللہ تعالیٰ کے دین کا پیغام لے کر آئے اور یہیں پر آپ وفات پا کر دنیا سے پردہ فرما گئے۔استنبول کا آدھا حصہ ایشیا میں اور آدھا حصہ یورپ میں واقع ہے۔دنیا کا یہ واحد شہر ہے جو دو بڑے بڑے اعظموں میں تقسیم ہوا ہے۔سلطنت عثمانیہ کے دور میں تقریباً 500 سال تک پائے تخت دارالحکومت رہا۔اسوقت اسے عالم اسلام میں مرکزی مقام حاصل تھا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ اُم حراس بنتِ ملحان حضور پاک ﷺ کی رشتہ دار تھیں۔ایک دن آپ ﷺ دوپہر کے وقت ان کے گھر سو رہے تھے۔اچانک بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔دریافت کرنے پر فرمایا، ''خواب میں مجھے میری امت کے لوگ دکھائے گئے جو جہاد کے لئے دریا کی موجوں پر اس طرح سفر کرینگے جیسے تخت پر بادشاہ بیٹھا ہو!'' اُم حراس نے عرض کیا، ''یارسول اللہ! دُعا فرما دو کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس میں شامل فرما دے'' آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور پھر سے سو گئے۔تھوڑی دیر کے بعد بیدار ہوئے تو پھر سے آپ ﷺ کے چہرے پر تبسم کھیلا ہوا تھا۔پوچھنے پر فرمایا، ''میری امت کا وہ پہلا لشکر کہ جس نے قصرِ (روم) کے شہر (قسطُنطُنیہ) پر جہاد کریگا، اس کی مغفرت کی بشارت بھی دکھائی گئی تھی۔حضرت امیر معاویہ کے دورِ خلافت میں جب قسطُنطُنیہ پر پہلا حملہ ہوا تب اس میں بہت سے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے۔جب آپ ﷺ مدینہ شریف تشریف لائے تو میزبانی کا شرف حضرت ایوب انصاری کو حاصل ہوا۔آپ نے حضور ﷺ کو

نیچے والی منزل پر قیام فرمایا۔ حضرت ایوب انصاری اپنی بیوی کے ساتھ اوپر والی منزل پر رہنے لگے۔ آپ حضور پاک ﷺ کی اتنی عزت کرتے تھے کہ رات کو سوتے وقت دونوں میاں بیوی کمرے کے ایک کونے میں حضور کے بلاوے کے انتظار میں پڑے رہتے۔ ایک مرتبہ ان کے کمرے میں پانی آ گیا تو دونوں پوری رات چادر سے پانی کو جذب کرتے رہے تا کہ نیچے ٹپک کر کہیں سرکار ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ فوج کا پہلا دستہ جب قسطنطنیہ جانے کے لئے روانہ ہوا تو حضرت ایوب انصاری اس میں شامل تھے۔ شہر کے گھیرے کی کاروائی کچھ طویل ہوئی تو آپ بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا، ''کوئی خدمت ہو تو فرمایئے گا''۔ آپ نے جواب دیا، ''میری صرف ایک ہی خواہش ہے اور وہ یہ کہ جب میں وفات پا جاؤں تو میری میّت کو گھوڑے پر رکھ کر دشمنوں کی سرزمین پر جتنا ممکن ہو اُتنا دور تک لے جانا اور وہیں دفنا دینا''۔

یہ واقع ہجری سن 49 میں پیش آیا تھا۔ تاریخ میں آیا ہے کہ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ آپ کے جنازے کو قسطنطنیہ کے قلعہ کی اونچی کنگری تک لے جایا گیا۔ رومی ان مناظر کو حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔ مسلمان مجاہدین نے کہا کہ یہ ہمارے پیغمبر کے مشہور صحابی ہیں۔ اگر ان کی قبر مبارک کے ساتھ کوئی نازیبہ سلوک کیا گیا تو اس کے بعد اس علاقے میں کبھی بھی ''ناقوس'' لاگو نہیں کیا جائیگا۔

تاریخ گواہ ہے کہ بعد ازاں حضرت ایوب انصاری ہی کو قسطنطنیہ کا فاتح قرار دیا گیا۔ اس فتح کے ذریعہ اس سرزمین پر پہلی مرتبہ اسلام کا قافلہ پہنچا اور آپ ہی کے وسیلہ سے یہاں کی خاک کو ایک صحابی کے مدفن کا مقام بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آلِ عثمان'' کے سلطان استنبول میں حضرت ایوب انصاری کے مزار کو مقدس ترین مقام مانتے تھے اور ہر نئے سلطان کی تاج پوشی اسی مسجد میں ہوا کرتی تھی۔ تاج پوشی کے لئے ایک مخصوص جگہ مقرّر کی گئی تھی، جو آج بھی موجود ہے۔ تاج پوشی کی رسم میں نئے سلطان کے سر پر تاج رکھنے کے بجائے اسے سلطان عثمان خان کی تلوار باندھی جاتی تھی۔

استنبول کی ملاقات کے متعلق کچھ خاص معلوماتی باتیں:۔

کہا جاتا ہے کہ استنبول دنیا میں قدرتی طور پر سب سے خوبصورت چار شہروں میں سے ایک ہے۔ یہاں کا موسم لندن کی طرح ٹھنڈا ہوتا ہے۔ استنبول کسی طرح کی مصنوئی سجاوٹ کا محتاج نہیں ہے۔ کالے سمندر کا یہ شہر قابل دید ہے۔ ہم جب ہوائی جہاز سے باہر آئے تو ایک نئی بات دیکھی۔ ہمیں امیگریشن فارم نہیں دیا گیا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ استنبول میں امیگریشن فارم پُر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ایئرپورٹ

کی عمارت میں داخل ہوئے۔ ہوائی جہاز میں ویراول والے جناب مجید بصرا سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی فیملی کو کمپنی دینے کے لئے ایک ہی ہوٹل میں ٹھہرنے کو کہا تھا۔ استنبول شہر کے متعلق معلومات حاصل کر لی تھی کے کونسی ہوٹل میں ٹھہرنا ہے۔ یہ بھی ہم طے کر چکے تھے۔ میرا بیٹا دو ماہ قبل فیملی کے ساتھ استنبول کا سفر کر چکا تھا اور اس کے ساتھ میرے ایک دوست جناب یعقوب منڈیا بھی اپنی فیملی کے ساتھ گئے تھے۔ تو اُن لوگوں سے بھی ہم نے کافی معلومات حاصل کر رکھی تھی۔ ایئر پورٹ پر سامان آنے سے پہلے ہی فیملی کے ساتھ اپنے چھوٹے بیٹے کو اور مجید بھائی کو سامان کے لئے باہر انتظار کرنے کو چھوڑ کر میں خود ہوٹل بک کرانے کے لئے باہر ایئر پورٹ میں ایوس نامی ایجنسی کے دفتر پہنچ گیا۔ وہاں گامجی نامی ایک لڑکی میرے استقبال کے لئے موجود تھی۔ میں نے سی سنائی نامی ہوٹل میں سات افراد کے لئے بکنگ مانگی اور اس لڑکی نے میرے بیٹے عارف کے حوالے سے بتایا کہ اُس کی فیملی نے بھی اسی ایجنسی کے ذریعہ ہوٹل بک کرائی تھی۔

مکمل معلومات کئے بغیر آپ کسی ہوٹل پر سامان سمیت پہنچ جائیں تو ہوٹل کے کرایہ ہی میں لوٹ لئے جانے کا خدشہ رہتا ہے۔ جس سے گھومنے پھرنے کی امنگ ٹوٹ جاتی ہے۔ میرے ایک دوست نے یہی غلطی کی تھی اور وہ ایک ہفتہ کے لئے استنبول گیا تھا۔ مگر دو ہی دن میں اسے لوٹ آنا پڑا تھا۔ ہوٹل کیسوئیٹ کی لسٹ پر 180 ڈالر کا ریٹ لکھا ہوا تھا۔ جب کہ 55 ڈالر میں دو کمرے اور تین بیڈ اور ایک صوفہ کمبائنڈ تھا۔ میں نے دو کمرے بک کرائے اور سات دن کے لئے 750 ڈالر نقد ایڈوانس ادا کر دئے ویسے تو 770 ڈالر بنتے تھے۔ مگر میں نے ہمارے کاروباری مزاج کے مطابق 20 ڈالر کم کرا لئے۔ ایک گھنٹے کی دوڑ بھاگ اور کوششوں کے بعد سارے کام نپٹا لئے گئے۔ مجید بھائی کو بھی دو کمرے کا ایک سوئیٹ بک کرا دیا تھا۔ اس سے پہلے میں نے دیگر دو تین ایجنٹوں کے دفاتر میں جا کر معلومات کی تھی تو اُن لوگوں نے فی افراد پچاس ڈالر کا ریٹ بتایا تھا۔ تب مجھے یقین ہوا تھا۔ کہ ہوٹل سی سونائی ہی ہمارے لئے بہتر ہے۔ اس لئے میں نے جلدی سے بکنگ کرالی تھی۔ اتنے میں میری فیملی بھی وہاں آ گئی۔ ہوٹل کی بس آ کر ہمیں لے گئی۔ ایئر پورٹ پر آنا جانا اور صبح کا ناشتہ اس میں شامل تھا۔ اور دس فیصد سروس چارجز بھی لیا جاتا ہے۔ بس میں بیٹھ کر ہم ہوٹل کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں ہریالی، سمندر کا پانی اور مسجدیں نظر آئیں۔ مسجدوں کو دیکھ کر یاد آیا کہ استنبول کو قدیم مساجد کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہاں پر چار سے پانچ ہزار مسجدیں موجود ہیں۔ عمارتیں تین سے چار منزل پر مشتمل تھیں اور سب میں شیشہ والی کھڑکیاں لگی ہوئی تھیں۔ کوئی جھروکوں والی ٹپ ٹاپ ڈیزائن والی یا کراچی جیسی بلڈنگیں نظر نہیں آئی۔ کچھ سال پہلے ترکی کی ایک اداکارہ فلموں میں کام کرنے کے لئے پاکستان آئی تھی اُس نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا تھا کہ کراچی اور پاکستان میں نے دیکھا کہ بسوں، ٹرکوں اور دیگر گاڑیوں کی سج دھج پر کثیر رقم خرچ کی جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ترکی میں بسیں اور دیگر گاڑیاں بالکل سیدھی سادی ہوتی ہیں۔ خیر! ٹریفک کے باوجود ہم آدھے گھنٹے میں

ہوٹل میں پہنچ گئے۔ مدینہ منورہ جاتے وقت دوتین فیملیاں جدہ سے استنبول گئی تھیں۔ اور اُن سے ملاقات ہوئی۔ اُن میں سے ایک ہارون ڈاڈا جب مکہ میں ملے تو اُنہوں نے مجھے بتایا کہ ''استنبول میں سردی بہت زیادہ ہے۔ گرم کپڑے ٹوپی اپنے ساتھ رکھنا اور کانوں کو بھی کھلا نہ چھوڑنا۔ آپ جب وہاں پہنچیں گے تو وہاں بہت سردی ہوگی بارش بھی اکثر برستی رہتی ہے۔ اس لئے چھتری بھی ساتھ لے جانا۔ اور وہاں سورج ہفتے میں صرف ایک مرتبہ نکلتا ہے۔''

ان کی باتیں سن کر مجھے تھوڑی سی فکر لگی ہوئی تھی۔ ہم جب ہوٹل پہنچے تو پتہ چلا کہ سردی ویسے تو ٹھیک ٹھاک تھی پھر بھی ایسی کوئی ناقابل برداشت بھی نہ تھی۔ پہلی نومبر کے دن سردی کے موسم کی آمد کا اعلان کیا گیا۔ ہم نے گھڑی کی سوئی ایک گھنٹہ پیچھے کردی تھی میں مجید بھائی اور میرا بیٹا، ہم تینوں ہوٹل سے باہر نکلے اور فیملی کے لئے کھانا ہوٹل ہی میں لے جانے کا فیصلہ کیا۔ 6-30 بجے عشاء کی اذان ہوگئی۔ کھانا لینے کے لئے ہوٹل دیکھ رہے تھے جبکہ شوریمہ کے علاوہ ترکی میں جسے ڈونر کباب کہا جاتا ہے وہ (کباب) قدم قدم پر پک رہے تھے ہم نے ایک لاکھ لیرا دیکر ایک ایک ڈونر کباب خریدے اور پھر ڈھائی لاکھ لیرا کوکا کولا کی بڑی والی بوتل خرید لی۔ میری فیملی نے ترکی میں پہنچنے کے بعد پہلا ڈنر تین ملین لیرا میں کھایا تھا۔ پھر بھی کھانے سے ہم مطمئین نہیں ہوئے تھے ہوٹل کے کرائے میں ناشتہ کے لئے ٹائم 7-00 سے 11-00 کا بتایا۔ ترکی کی کرنسی لیرا کی مارکیٹ پوزیشن بہت ہی گری ہوئی ہے۔ 1995 میں ایک ڈالر میں تقریباً دولاکھ لیرا مل جاتے تھے۔ ہم نے سیدھا سادہ حساب بنا رکھا تھا کہ ایک لاکھ لیرا ہمارے 25 روپے کے برابر ہیں۔ ہوٹل مناسب تھی۔ سروس اچھی تھی فریج موجود تھا لیکن سردی کی وجہ سے کچھ کام کا نہ تھا ہم نے فریج کھول کر دیکھا تو اس میں سوفٹ ڈرنک کے ساتھ دوتین قسم کی شراب کی بڑی چھوٹی بوتلیں موجود تھی اسے دیکھ کر مجھے اس بات پر غصہ آیا کہ ترکی میں 90 فیصد بستی مسلمان ہونے کے باوجود یہاں شراب عام ہے۔ میں نے انٹرکوم پر رسپشٹ سے کہا کہ ہمیں فریج کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا اسے لاک کرادیں۔ فریج میں لاک نہیں تھا اس لئے میں نے کہا کہ یہاں سے شراب کی بوتلیں لے جائیں۔ جب ویٹر ہمارے دونوں کمرے کے فریج سے شراب کی بوتلیں لے گیا تب ہی مجھے راحت ہوئی۔ اس کے بعد ہم سب نے سونے کی تیاریاں کر کے بستر پر لیٹ گئے اور بتیاں بجھاتے ہی سب گہری نیند میں سو گئے۔ صبح 6-30 بجے اذان کی آوازیں شروع ہوگئیں۔ قبلہ رُخ کے متعلق اگلی رات ہی معلوم کرلیا تھا جس کے مطابق میری والدہ، بیٹیاں وغیرہ سب نے فجر کی نماز ادا کی اور پھر ناشتے کے لئے گئے۔ ہالینڈ کا ناشتہ پوری دنیا میں مشہور ہے۔

ایک مسحور کُن لمحہ کی یادیں:۔

ترکی میں بھی مغربی نقل کرنے اور مغربی تہذیب کی تقلید کا ہر جگہ جنون نظر آتا ہے۔ ناشتہ کے ٹیبل پر بوفے ناشتہ لگایا گیا تھا۔ جس میں اُورینج جوس، اُبلے انڈے، تین قسم کے فروٹ، جام، جیلی، بریڈ، دو تین قسم کے طرح طرح کے اچار اور بیف سیلس کے علاوہ چائے ملنے پر خوشی ہوئی مگر چائے بالکل ہلکی تھی۔ ہمارے یہاں کی عادات کے مطابق مجھے کڑک چائے چاہیئے ۔میں نے تو کافی سے گزارہ کرلیا مگر میری والدہ کو چائے میں ہی مزا آیا۔ اس لئے دوسرے دن ٹی بیگس کا بکس خرید لیا۔ ایک کپ میں ایک ٹی بیگ ڈالنے سے کام چل جاتا ہے۔

ناشتہ اچھا ہونے کے باوجود مجھے یورپ میں ایمسٹرڈم ہالینڈ میں تقریباً دس سال پہلے فائیو اسٹار ہوٹل میں جو ناشتہ کیا تھا اس کی یاد آ گئی پوری دنیا میں اُس ناشتہ کی مثال نہیں مل سکتی میں نے کہیں پڑھا بھی ہے کہ ہالینڈ کا ناشتہ پوری دنیا میں مشہور ہے۔ وہاں 20 قسم کے مختلف جوس تھے اور ناشتہ میں تقریباً 100 (ایک سو) آئٹمز تھے۔ اسی لئے ہالینڈ کا ناشتہ دنیا بھر میں اوّل نمبر مانا جاتا ہے۔

ترکی میں ہر جگہ ہائے، ہیلو ہی سنائی دیتا ہے۔ سلام کا رواج بہت ہی کم ہے۔ ہم جس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اُس ہوٹل سی سنوئی کے مالک کی دیگر بھی چھ ہوٹلیں اور ایک ٹورسٹ کمپنی تھی۔ ہر گھنٹے کے بعد کمپنی کی ایک بس ایئر پورٹ روانہ ہوتی تھی۔ ہوٹل کے مالک کے چھ بیٹے تھے۔ جن میں محمد نامی بیٹا ہوٹل سی سنوئی کا مینجمنٹ سنبھالے ہوئے تھا۔ اُس سے جان پہچان ہو جانے پر بات چیت کے دوران میں نے اُسے بتایا ہم تمہاری ٹورسٹ سروس کے بجائے اپنی مرضی کے مطابق گھومنا چاہتے ہیں۔ خیر! اُسے ہماری بات سمجھ میں آ گئی تو اُن سے ہمارے لئے 00-12 بجے سے 00-5 تک ٹویوٹا ہائے ایس ویگن کا انتظام کردیا۔ 90 ڈالر طے کیا گیا۔ میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ چلو آج کا ٹور 60 ڈالر میں ہی ہو جائے گا کیونکہ ہمارے ساتھی مجید بصرا کے ساتھ پارٹنر شپ ہونے کی وجہ سے 30 ڈالر اُن کے حصّے میں جانے تھے۔

ترکی میں زبان کا بڑا مسئلہ ہے۔ وہاں انگریزی زبان کوئی نہیں جانتا۔ بہت کم لوگ عربی زبان سمجھتے ہیں۔

سلطان محمد فتح کا شہر یعنی کہ استنبول اور خلافت عثمانیہ:۔

ترکی کی مشہور خلافت عثمانیہ کے بانی سلطان غازی عثمان مانے جاتے ہیں۔اُن ہی کے نام سے اس سلطنت کا نام ''عثمانیہ'' رکھا گیا تھا۔اس سے پہلے ہم یہ جانتے ہیں کہ استنبول شہر پر کئی حملے ہو چکے تھے۔ قسطنطنیہ شہر کو فتح کرنے کا سہرا آل عثمان خاندان کے ساتویں نوجوان خلیفہ سلطان محمد فتح کے سر جاتا ہے۔ اس نوجوان شہزادے نے 22 سال کی عمر میں پوری خلافت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں تھیں۔

قسطنطنیہ کی فتح میں سب سے بڑی رُکاوٹ اس کا جغرافیائی مقام تھا اس کے علاوہ ایک اور بڑی رکاوٹ یورپ کے لوگوں کو کالے سمندر کے راستے سے ملنے والی رسائی تھی جو بال فوسں کے ذریعہ پہنچائی جاتی تھی اس کے مشرقی کنارے پر (جو کہ ایشیا میں ہے) بایزید یلدرم نے ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا جو آج بھی ''انازل'' نامی ایک بڑی دیوار کے طور پر مشہور ہے۔سلطان محمد نے سوچا کہ یہ قلعہ باسفورس کھاڑی پر کنٹرول کے لئے کافی نہ ہوگا، اس لئے اُس نے قلعے کے سامنے یورپی کنارے پر ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرایا جو کہ رومی حصار کہلاتا ہے۔

مندرجہ بالا نقطہ استنبول شہر یعنی کہ قسطنطنیہ شہر کو سلطان محمد نے جب فتح کیا، اُس دور کی صورتِ حال بیان کرتا ہے جو کہ خشکی میں سمندری جہاز چلانے کے تاریخی واقعہ کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔اس طرح نہر سے گزرنے والا ہر ایک سمندری جہاز عثمانیہ خلافت کے دونوں طرف کی افواج کے عین نشانے پر آ گیا۔قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیواروں کو توڑنے کے لئے عام اور معمولی توپیں ناکافی تھیں اس لئے سلطان نے پیتل کی ایک مخصوص طرز کی توپ بنوائی اُسی زمانے میں اس قسم کی توپ پوری دنیا میں کہیں بھی موجود نہ تھی۔اس توپ کے ذریعہ ڈھائی فٹ دائرے والا ڈھائی من وزنی گولا ایک میل دور تک کے فاصلے پر پھینکا جا سکتا تھا۔جب اس توپ کا پہلا تجربہ کیا گیا تو اس کا گولہ ایک میل دور جا کر بھی چھ فٹ زمین کے اندر تک دھنس گیا تھا۔

قسطنطنیہ شہر کے اطراف مضبوط قلعہ تھا اور یہ قلعہ نہر اور ''گولڈن ہارن'' یعنی کہ ''سنہرے سِنگ'' نامی سمندر کے پانی سے گھرا ہوا تھا۔یہ پانی جہاں بہت بڑے سِنگ نما علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔اور یہاں پانی کا رنگ سنہرہ ہونے کی وجہ سے اسے ''گولڈن ہارن'' کہا جاتا ہے۔جبکہ شہر کی مشرق کی طرف زمین ہے۔ اسی لئے اسے فتح کرنے کے لئے ایک بہت ہی مضبوط بحریہ کی ضرورت تھی۔محمد فاتح نے ایک سو چالیس جہاز پر مشتمل بحریہ کا ایک قافلہ تیار کیا۔تمام تیاریوں کے بعد شہر کو گھیرے میں لے کر سلطان کی افواج قلعہ کی مشرقی دیوار کے سامنے پہنچی اور بحریہ کو نہر میں پھیلا دیا گیا۔قسطنطنیہ کی بندرگاہ ''گولڈن ہارن'' کے علاقے میں تھی، جس کے دہانے پر لوہے کی ایک زنجیر باندھ دی گئی تھی تا کہ کوئی بھی جہاز گولڈن ہارن میں داخل نہ ہو پائے۔سلطان کی بحریہ نہر تک ہی محدود ہو کر رہ گئی تھی اور بندرگاہ کو گھیرے میں لینے اور اُس پر توپوں کے گولے برسانے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

سلطان کی کوشش تھی کہ کسی بھی قیمت پر اُس کی بحریہ گولڈن ہارن میں داخل ہو جائے۔ مگر زنجیر کی دونوں جانب دونوں کناروں پر شدید گولے برسانے کے لئے دشمنوں کی توپیں بھی موجود تھیں۔

بالآخر سلطان محمد فاتح نے ایک حیرت انگیز فیصلہ کیا جو کہ دنیا کی تاریخ میں یادگار فیصلہ ثابت ہوا۔ سلطان نے جنگی جہازوں کے خشکی کے راستے چلا کر "گولڈن ہارن میں پہنچانے کا فیصلہ کیا یہ فاصلہ تقریباً 10 میل لمبا تھا۔ جنگی جہازوں کو مغربی کنارے سے زمین پر لانے کے بعد ترچھے راستے سمندر کے اُس کنارے سے گولڈن ہارن میں داخل کرنا تھا جو آج کل "قاسم پاشا" کہلاتا ہے۔ یہ اُونچائی اور گہرائی والا پہاڑی راستہ تھا۔ صرف ایک ہی رات میں بحریہ کے (70) ستّر جہازوں کو لکڑی کے بڑے بڑے تختوں پر چڑھایا گیا۔ ان تختوں پر چربی چڑھائی گئی تھی۔ ہر جہاز کو دو دو بیلوں کی مدد سے انسانوں نے دس میل کا پہاڑی راستہ گزارنے کے بعد گولڈن ہارن تک پہنچایا۔ یہ جلوس رات بھر مشعلوں کیذریعہ سفر کرتا رہا۔ بازنت کی افواج دور سے یہ تماشا دیکھتی رہی مگر انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور مشعلوں کی روشنی میں کیا کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ کیا راز ہے؟

صبح ہوتے ہی سورج کی روشنی نے سارے بھید کھول دئے۔ مگر تب تک (70) جنگی جہاز اپنے توپ خانے کے ساتھ گولڈن ہارن میں داخل ہو چکی تھیں۔ مغربی تاریخ دان بھی اس واقعہ کو ایک "کمال" کے طور پر قبول کرتے ہوئے اس کی تعریف کرتے ہیں۔ سلطان محمود نے جہاز پہنچانے کے ساتھ ساتھ ایک پُل تعمیر کرا کے جنگی توپ خانہ مورچے کی شکل میں لگا دیا تھا۔ اس کے بعد مسلمان جاں بازوں نے گھمسان کی جنگ شروع کر دی۔ توپوں کے ماہر سپاہیوں نے توپوں سے قلعہ میں بڑے بڑے سراخ کر دئے۔ عیسائی توپوں نے سینٹ رومانوس کے مضبوط دروازے کے ساتھ والے چاروں مناروں کو بھی توڑ دیا۔ یہ دروازہ بعد میں توپ دروازے کے نام سے مشہور ہوا۔

24 مئی 1453 کی پوری رات عیسائی فوجوں نے ذکر اور دُعاؤں میں گزار دی۔ نماز فجر کے بعد دشمنوں پر حملہ کرنے کا فرمان دیا گیا۔ "توپ کاپے" دروازے کے قریب قلعہ کی دیوار پر سیڑھیاں لگائی گئیں۔ سلطان محمود خود 30 جاں بازوں کے ہمراہ قلعہ کی دیوار کے اوپر چڑھ گئے۔ دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے 18 جاں باز دیوار سے نیچے گر کر شہید ہوئے۔ گھمسان کی جنگ میں فتح کے بعد قسطنطنیہ کی دیواروں پر مسلمانوں کا لال ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ افواج نے گیارہ سو سال مضبوط پرانی بادیختی کی رومی سلطنت کھودی۔ جس کے بعد "قیصر" کا لقب صرف ایک تاریخی داستان بن کر رہ گیا۔ قیصر کا لقب رکھنے والا قسطنطنیہ کا بادشاہ بھی اس جنگ میں مارا گیا۔

اسی طرح حضور پاک ﷺ کا یہ ارشاد بھی سچ ہوا کہ "جب قیصر مارا جائیگا، تو پھر دوبارہ کوئی بھی قیصر پیدا نہ ہوگا۔" سلطان محمود فاتح اپنے سرداروں کے ہمراہ جلوس کی شکل میں قسطنطنیہ میں داخل ہوئے۔

عیسائیوں کے مشہور گرجا گھر ''سینٹ صوفیہ'' سے تصویریں ہٹا کر صفائی کے بعد کفر اور شرک کے سب سے بڑے مرکز اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے صدر مقام سے موذن ''اشھد وانا محمدً رسول اللہ'' کی اذان دی۔

توپ کاپے سرائے اور اس کے انمول نوادارات و تبرکات توپ کاپے میوزیم پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اُس دن میں نے تین مقامات دیکھنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ ہم سب ٹویوٹا وین میں سوار ہوئے اور ڈرائیور کو توپ کاپے لے چلنے کی ہدایت دی۔ اُسے ٹورزم کے پمفلیٹ سے تصویر دکھائی مقام کے بارے میں سمجھایا گیا تھا۔ یہ ساری مشکلات ٹُور کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے پیش آ رہی تھی۔ ٹُور والے اپنے شیڈول کے مطابق ہر مقام پر لے جا کر انگریزی زبان میں تفصیلات بھی بتاتے ہیں لیکن وہ لوگ فی فرد 50 سے 60 ڈالر فیس وصول کرتے ہیں جب
کے ہمیں فی فرد صرف 8 ڈالر خرچ کرنا پڑا۔ تھوڑی سی تکلیف کے بعد اور کچھ خود ہی سمجھ لینا ہمیں بہتر لگا تھا۔ خیر! ڈرائیور نے ہمیں توپ کا میوزیم پہنچایا ہمیں گیٹ پر اتارنے کے بعد ڈرائیور گاڑی پارک کرنے کے لئے چلا گیا۔

ہمیں سامنے ہی ٹکٹ گھر نظر آیا۔ میوزیم میں داخل ہونے کی ٹکٹ کے پانچ لاکھ لیرا ادا کئے، جو ہمارے 125 روپے کے برابر بنتے ہیں۔ میوزیم میں زیادہ تر زمانہ قدیم کی توپیں دیگر ہتھیار اور جنگی ساز و سامان اور یادگار چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہاں توپ کاپے سرائے میوزیم کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ ترک زبان میں مطلب دروازہ ہوتا ہے۔ اس طرح توپ کاپے سرائے کا مطلب ''توپ دروازے کا محل'' بنتا ہے۔ عربی زبان میں اسے ''قیصر بابل مرکز'' کہا جاتا ہے۔ رومی بادشاہ قیصر کے دورے بادشاہت میں ایک دروازے کا نام ''سینٹ رومانوس دروازہ'' ہوا کرتا تھا۔ سلطان محمود فاتح نے جب حملہ کیا تو مسلمانوں نے ایک بہت بڑی توپ اس دروازے کے سامنے لگا دی۔ مسلمانوں کی توپ کے گولوں نے سب سے زیادہ نقصان اسی دروازے کو پہنچایا تھا۔ فتح کے بعد سلطان اسی دروازے سے شہر میں داخل ہوا تھا۔ اس لئے یہ دروازہ ''توپ کاپے'' کے نام سے مشہور ہوا۔

بعد ازاں یہاں ایک محل تعمیر کرایا گیا جو کہ خلافتِ عثمانیہ کے تمام سلطانوں اور آخری سلطان عبدالمجید نے اپنی رہائش کے طور پر استعمال کرتا رہا۔ اب یہ محل ایک تاریخی عجائب گھر کے طور پر مشہور ہے۔ جو کہ قیمتی نوادرت اور تبرکات کی وجہ سے دنیا کا سب سے بڑا اور امیر عجائب گھر مانا جاتا ہے۔

دنیا کا سب سے مالدار عجائب گھر :۔

کچھ واقف کار لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر کبھی ترکی کا دوالیہ ہو جائے تو اس توپ کا پے میوزیم میں رکھا گیا سونا لمبی مدت تک پورے ملک کے اخراجات برداشت کر سکتا ہے۔ یہ محل ایک قلعہ ہے جس میں بڑے بڑے کمروں میں یہ میوزیم واقع ہے۔ اس میوزیم کو ایک یا دو گھنٹوں میں دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

گیٹ کے سامنے والی عمارت کو ''قصیر محمود الفاتح'' کہا جاتا ہے۔ اس محل کے صحن میں بیچوں بیچ فرش پر ایک سراخ ہے۔ عیسائی خلافت کا لال ہلالی پرچم یہاں سے لہرایا جاتا تھا جو کہ صدیوں تک عالم اسلامی کی یکجہتی کی علامت مانا جاتا تھا۔ اس کے آگے محل کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ مجھے اس عجائب گھر میں رکھے گئے تبرکات دیکھنے میں دلچسپی تھی۔ اس لئے ہم انہی تبرکات کے حصے برکت والے ہال میں داخل ہوئے۔ وہاں جاتے ہی تلاوت قرآن پاک کی مخمور آواز کانوں پر پڑ گئی تو دل میں ایک روحانی خوشی محسوس ہوئی۔

اس ہال میں حضور پاک ﷺ کے تبرکات رکھے گئے ہیں۔ کئی علاقوں میں تبرکات موجود ہیں۔ مگر استنبول کے تبرکات زیادہ مستند ہیں۔ مجھے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی برکتی چیزیں دیکھنے کی بڑی خواہش تھی۔ بالا آخر ہم اُس ہال کے بیچوں بیچ رکھے ہوئے شوکیس کے قریب پہنچے۔ تلاوت کی گونج پورے ہال میں سنائی دے رہی تھی۔ وہاں رکھی ہوئی ہر چیز کے آگے ایک تختی پر اُس چیز کے بارے میں پوری تفصیلات درج تھی۔

ایک شوکیس میں سرکار دو عالم کے پاؤں مبارک کا پورا نشان ہے۔ اس کے برابر میں قرآن پاک کا وہ مبارک نسخہ رکھا گیا ہے جس میں سے حضرت عثمان غنیؓ اپنی شہادت کے وقت تلاوت فرما رہے تھے۔ اس کے ایک صفحے پر ہلکے خون کے نشان تھے۔ دوسروں کو دیکھتے ہوئے میرے بیٹے نے بھی اسکی تصویر کھینچ لی۔ تصویر بڑی صاف آئی۔ اس لئے میں نے اس کی کئی کاپیاں بنا کر عقیدت مندوں میں تقسیم کی تھی۔

بہت ہی خوبصورت لکڑی کی صندوقوں میں اور شوکیسوں میں رکھی ہوئی ان تبرکات میں موئے مبارک دندان مبارک، غزوائے بدر میں حضور پاک ﷺ نے جو لہرایا تھا وہ علم (پرچم)، مصر کے بادشاہ مرقوم کے نام سرکار دو عالم کا لکھا ہوا خط اور حضور پاک ﷺ کے مہرُ مبارک شامل ہیں۔ رسول پاک ﷺ کی دو تلواریں بھی ایک شوکیس میں رکھی ہوئی ہیں۔ چاروں خلفاء کی چار تلوار ہیں، حضرت خالد بن ولید کی تلوار، ایک کونے میں کعبہ شریف کے دروازے کا ایک ٹکڑا، کعبہ شریف کے تالے اور چابیاں، مزار رحمت کے دو ٹکڑے اور حضور پاک ﷺ کے روزہ مبارک کی مقدّس مٹی بھی یہاں موجود ہے۔

ایک شوکیس میں ایک لکڑی کا ڈنڈا رکھا ہوا تھا۔ تختی کے پڑھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت موسیٰؑ کا عصا مبارک تھا۔ جس سے آپ معجزات دکھایا کرتے تھے۔ دوسری جانب ایک عمامہ (پگڑی) رکھی ہوئی تھی جسکی

تختی پر حضرت یوسفؑ کا نام لکھا ہوا تھا۔ ہیروں سے نقش ایک بند ڈبیا میں سرکار دو عالم کے دانت مبارک رکھے ہوئے تھے۔

ان تبرّکات کو صرف 27 ویں رمضان کی مقدس رات کو باہر نکال کر لوگوں کو اس کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ چار سو قرآن پاک کی مسلسل تلاوت ہوتی رہی۔ تبرکات کی تاریخ اور تفصیل سب پر درج تھی۔

تبرکات زیادہ تر عباسی خلفاء کے پاس موجود تھیں اور آخری عباسی خلیفہ المتوکل کے حصے میں آئیں تھیں جو کہ مصر میں مملوک سلطان کی پناہ میں اپنی زندگی گذار رہا تھا۔ ہجری سن دس میں حجاز اور مصر نے عثمانی سلطان سلیم کی حکومت کو تسلیم کر لی اور انہیں ''خادم حرمین شریفین'' کا منصب عطا کیا گیا تب خلیفہ متوکل نے خلافت کا منصب بھی سلطان سلیم کے حوالے کر دیا اور حرمین شریفین کی چابیوں کے ساتھ یہ ساری تبرکات بھی انکے حوالے کر دیں۔ اس طرح سلطان سلیم دسویں صدی ہجری میں ان تبرکات کو مصر سے استنبول لے آئے اور ''توپ کاپے سرائے'' میں انہیں محفوظ کرنے کے لئے یہ ہال تعمیر کرایا۔ سلطان کی عقیدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان سلیم جب تک زندہ رہے اس ہال کو اپنے ہاتھوں سے جھاڑو دیتے اور صفائی کرتے رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس کمرے میں حافظ قرآن کو تعینات کیا تا کہ یہاں چوبیسوں گھنٹے تلاوت ہوتی رہے۔

اُن حافظوں کی ڈیوٹیاں مقرر تھیں۔ ایک جماعت کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہی حافظوں کی دوسری جماعت وہاں پہنچ کر تلاوت شروع کر دیتی تھی۔ اس طرح اس سلسلے کو جاری رکھا گیا۔ دنیا میں شاید یہ ایک ہی جگہ ہے جہاں چار سو سالوں تک مسلسل تلاوت ہوتی رہی اور ایک پل کے لئے بھی بند نہ کی گئی ہو۔ کمال اتاترک کے دور میں یہ سلسلہ کو موقوف کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی اس عالیشان میوزیم میں دیگر کئی قیمتی جواہرات بھرے ہوئے ہیں۔ جن میں سلطان محمد فاتح کی عبا، سلطان مصطفےٰ کا فولادی پوشاک جس پر سونا استعمال کیا گیا ہے، سلطان مراد کے بیش قیمت ہتھیار یہاں بھی موجود ہیں۔ سلطان سلیم نے ایران کے بادشاہ کو جنگ میں شکست دی اور پھر ایران کے شاہی تخت کو استنبول لے آیا۔ یہ تخت ہیرے جواہرات کا وہ خزانہ ہے جسکی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

سلطان عبدالمجید کے وقتوں کا ایک فوارہ ہے جو کہ دو حصّوں میں بنا ہوا ہے۔ ہر حصے میں 48 کلو خالص سونا خرچ کیا گیا ہے۔ 96 کلو سونے کا بنا یہ فوارہ آج بھی میوزیم میں موجود ہے۔ اس کے مختلف حصوں میں چھے ہزار چھے سو چھیاسٹھ (6666) ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ اس فوارہ کے آس پاس بہت ہی خوب صورت اور عمدہ فریم بنایا گیا ہے۔ یہاں پر ایک بہت بڑا تاریخی ہیرا رکھا گیا ہے جو کہ 86 کیراٹ کا ہے اور اس میں سے پھوٹنے والی کرنیں آنکھوں کو بند کر دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بڑا ہال شاہی تحائف اور قیمتی عطیات سے بھرا ہوا ہے جو کہ یورپ کے مختلف بادشاہ عثمانیہ خلیفہ کی خدمت میں اکثر پیش کیا کرتے

تھے۔ان میں سینگھار کی اشیاء، شمع دان، ہتھیار، برتن، زیورات وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں پر بہت سے شاہی تخت بھی موجود ہیں اس جیسے نادر شاہ سلطان احمد وزیر وغیرہ استعمال کیا کرتے تھے۔خالص سونے کے بنے ہوئے یہ تخت ہیروں سے سجے ہوئے ہیں۔

مگر مجھے حضور پاک ﷺ اور دیگر اسلامی تاریخ کی تبرکات دیکھنے کے بعد دوسری چیزوں میں کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔اس کے بعد دوسرے حصے میں پہنچا تو وہاں ایک قاری صاحب تلاوت کر رہے تھے۔اس کمرے کو بھی قدیم مذہبی اشیاء سے سجایا گیا تھا۔کمرے کے دروازے کی سجاوٹ اتنی اچھی تھی کہ وہ جگہ ہی روح پرور محسوس ہوتی تھی۔تلاوت سنتے وقت مجھے یوں لگا تھا کہ ٹیپ رکارڈر پر کوئی کیسٹ لگائی گئی ہوئی ہو۔قاری کو دیکھنے کے بعد پتہ چلا کے یہ کوئی رکارڈنگ نہیں ہے۔قاری کی آواز بہت ہی شیریں اور میٹھی تھی۔

توپ کاپے کے مشہور میوزیم میں مبارک تبرکات کی زیارت کرنے کے بعد روحانی فیض اور ایمان تازہ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ میوزیم سے باہر آئے۔ہمارا ڈرائیور ہمارا انتظار کر رہا تھا گاڑی نیچے پارکنگ میں کھڑی ہوئی تھی۔ڈرائیور نے ہمیں بتایا کہ یہاں پولیس والے بہت تنگ کرتے ہیں۔اب آپ آ گئے ہیں تو میں گاڑی لے آتا ہوں۔ہم روڈ پر پہنچے تو ڈرائیور وہاں گاڑی لے آیا۔ہماری فیملی کی عورتوں نے گاڑی میں بیٹھنے میں تھوڑی سی دیر کر دی تو فوراً وہاں ایک پولیس والا آ پہنچا اور ہمارے ڈرائیور کو دھمکانے لگا۔ہمارا ڈرائیور 20 سالہ اسمارٹ نوجوان تھا۔دونوں ترک زبان میں بحث کرنے لگے۔دو تین اور پولیس والے بھی وہاں آ پہنچے۔ میں نے اشاروں سے پولیس والوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ ہمارے ساتھ عمر رسیدہ عورتیں ہیں جنہیں گاڑی میں سوار ہونے میں تھوڑی دیر ہوگئی ہے۔لیکن ان لوگوں نے میری بات نہیں سنی۔

اب بحث زور پکڑ گئی تھی۔ڈرائیور انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔اتنے میں ایک پولیس والے نے ڈرائیور کو زور کا تھپڑ رسید کر دیا۔ہمیں بہت افسوس ہوا۔میں نے پولیس والوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے ہماری ایک نہ سنی۔ بلا آخر دو پولیس آفسرز وہاں پہنچے۔انہوں نے ہمیں دیکھا میں نے انہیں بھی اشاروں سے سمجھانے کی کوشش کی۔آخر انہوں نے ڈرائیور کو جانے کی اجازت دے دی۔

ڈرائیور گاڑی کو آگے لے گیا۔مگر اسکا چہرا لال ہو چکا تھا اور وہ بہت ہی ٹینشن میں تھا۔ہم فکر میں پڑ گئے۔ہم نے اسے باتوں میں الجھا کر ٹینشن سے نکالنے کی کوشش کی۔کافی دیر تک موڈ خراب رہنے کے بعد آہستہ آہستہ وہ نارمل ہو گیا۔اب میرا ارادہ ترکی کی مشہور و معروف عالی شان مسجد سلطان مسجد دیکھنے کا تھا۔یہ مسجد ترکی کی فن تعمیر کا بے مثال نمونہ ہے اور اسکی خوب صورتی اور بے مثال مینا کاری کا پوری دنیا میں کوئی جوڑ نہیں۔ہماری گاڑی ترکی کے اس خوب صورت شہر کے دلکش مناظر دکھاتی ہوئی سلطان احمد مسجد کی جانب آگے بڑھ رہی تھی۔

ٹرک فنِ تعمیر کا عجوبہ:۔

ہمارا چھوٹا سا قافلہ استنبول کی خوبصورت سڑکوں سے گزرتا ہوا سلطان احمد کی مسجد تک پہنچا۔ پورا راستہ ٹورسٹ بسوں اور ویگنوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہم اپنی کوچ سے نیچے اُترے۔ وہاں پارکنگ بھی فل تھی ہمیں اُتارنے کے بعد ڈرائیور پارکنگ کی تلاش میں چلا گیا۔ ہم مسجد کی طرف چلے۔ یہ ایک ایسی مسجد ہے جسے دیکھ کر لاہور کی بادشاہی مسجد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ ویسے دونوں مسجدوں کے ڈیزائن اور تعمیر میں نمایا فرق موجود ہے۔ یہ مسجد کیا ہے؟ یہ ترکی کی فنون عکاسی اور فن تعمیر کا بے مثال نمونہ ہے۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی آدمی اسلام کی عظمت، جاہ وجلال اور حُسن و جمال میں کھو جاتا ہے۔ مسجد کے اندر آدھا حصّہ ٹورسٹوں کے لئے کھلا چھوڑ کر بعد میں تھوڑی سی رکاوٹ لگائی ہوئی ہے۔ اور پھر مسلمانوں کے لئے نماز نفلیں وغیرہ ادا کرنے کے لئے جگہ مخصوص کی ہوئی ہے۔

ویسے ٹورسٹوں میں بڑی تعداد زیادہ تر غیر مسلم یورپیوں کی ہوتی ہے ہم دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد مسجد کی فن تراشی دیکھنے میں مشغول ہوگئے۔ خوبصورتی اور مینا کاری کے لحاظ سے یہ مسجد اتنی عظیم الشان ہے، کہ پوری دنیا میں ایسی اور کوئی مسجد دیکھی نہیں گئی۔ مسجد کو عیسوی سن 1616 میں سلطان احمد نے تعمیر کرایا۔ اُن دنوں پورے علاقے میں اوّل درجے کی عمارت عیسائیوں کا مشہور گرجا گھر ''آیا صوفیہ'' کی عمارت ہوا کرتی تھی

سلطان احمد نے فرمان جاری کیا کہ گرجا گھر کی عمارت کے سامنے ایک ایسی مسجد تعمیر کی جائے جو اس گرجا گھر سے بھی زیادہ بلند اور عالیشان ہو۔ بعد ازاں مسجد سلطان احمد نے واقعی ''آیا صوفیہ'' کی عمارت کو اپنے مقابلے میں بالکل پھیکا ثابت کر دیا اب یہ استنبول کے اُس علاقے کی سب سے زیادہ حسین تعمیرات ہے۔ اس کے چھ مینارے سمندر میں بہت لمبے فاصلے سے صاف نظر آتے اور انہیں استنبول کا نشان مانا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان احمد نے مسجد تعمیر کرنے والے انجینئر کو تاکید کی تھی کہ میں اس مسجد کو ''آیا صوفیہ'' کے مقابلے میں بہت زیادہ عالیشان دیکھنا چاہتا ہوں، لہذا اس میں سونے کے مینار بنائے جائیں۔ انجینئر گہری سوچ وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کے سونے کے مینار تعمیر کرنا ممکن نہیں۔ دوسری طرف سلطان کی ہدایت کو نظر انداز کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ بالآ خر اُس نے سلطان کے خوف سے بچنے کی ایک ترکیب ڈھونڈ لی۔ ترک زبان میں سونے کو ''التین'' کہا جاتا ہے۔ اس سے ملتا جلتا لفظ ''التی'' ہے۔ جس کا مطلب ''

چھے‘‘ (6) ہوتا ہے۔ اسی ترتیب کے تحت مسجد کچھ مینار تعمیر کئے گئے۔

دیگر یہ بات بھی مشہور ہے کہ سوائے حرم شریف کے دنیا بھر میں کسی اور مسجد میں چھے مینار نہیں تھے۔ نتیجتاً مکہ شریف کے متولّی نے استنبول کی اس مسجد میں چھ مینار تعمیر کرانے پر اعتراض کرتے ہوئے ناراضگی کا اظہار کیا۔ سلطان احمد نے اس ناراضگی کو دور کرنے کی خاطر حرم شریف میں ایک اور مینارہ تعمیر کرا کے وہاں میناروں کی تعداد سات کر دی۔

مذکورہ پوری مسجد کی تعمیر ایک وسیع و عریض چبوترہ بنانے کے بعد اُس کے اُوپر کی گئی ہے۔ مسجد کے اندر والا ہال 64 فٹ لمبا اور 72 فٹ چوڑا ہے۔ اور اس کی چھت تقریباً چار منزلہ عمارت جتنی بلند ہے۔ پوری چھت خوبصورت گنبدوں سے بھری ہوئی ہے۔ ان گنبدوں کو بڑے ہی خوبصورت انداز میں ترتیب دیکر تعمیر کیا گیا ہے۔ ممبر سے خطاب کی آواز مسجد کے ہر ایک حصہّ میں سنائی دیتی ہے۔ بلکہ ہر جگہ بالکل صاف ستھری سنائی دیتی ہے دیواروں پر چاروں اطراف اور چھتوں میں کانچ اور سبز رنگ کے ٹکڑوں سے اعلیٰ درجے کی اتنی خوبصورت میناکاری کی گئی ہے کہ دیکھنے والوں کی نظر وہاں سے ہٹتی ہی نہیں۔

مسجد کے اندر قدرتی روشنی کے لئے ہال میں 260 روشن دان اور کھڑکیاں رکھی گئیں ہیں۔ اس کی بلندی میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی روشن دان یا کھڑکی موجود نہ ہو۔ ان کے پیچھے کا فاصلہ ناپ تول سے رکھا گیا ہے کہ کہیں سے بھی کوئی تھوڑا سا بھی فرق نظر نہیں آتا مسجد کی چھت سنگِ مرمر کے چار بڑے بڑے قد آور ستونوں پر تعمیر کی گئی ہے۔ ہر ستون کی گولائی 32 فٹ ہے اور یہ چار مربع گز کے سنگِ مرمر سے سجائی ہوئی خوبصورت چٹانوں پر کھڑے کئے گئے ہیں۔

مسجد کے باہر مدارس اور خانقاہوں کے لئے حُجرے بنائے گئے ہیں اور باغیچے میں سلطان احمد اوّل، سلطان عثمانی شانی اور سلطان موداد کے مزارات ہیں۔ اس مسجد کی میناکاری فن تعمیر اور فن تراشی میں جو کشش ہے، اتنی عجیب و غریب مثال پوری دنیا میں اور کہیں بھی نہیں ملتی۔ سول انجینئر کے موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی ایسی عجیب فن تعمیر کے تصور سے بڑے بڑے ماہر کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔ ویسے بھی اس پورے علاقے میں قدرتی درختوں سے بڑا ہی خوشنما ماحول بنا ہوا ہے اس پورے منظر کو دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ ترکی کی ہوٹلوں میں پانی نہیں ملتا، ہر جگہ منرل واٹر کا رواج ہے۔ مسجد سے ہم شام پانچ بجے اپنے ہوٹل واپس آئے۔ اُس وقت مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ نماز مغرب کے بعد کُچھ دیر آرام کیا تو ساڑھے چھے بجے عشاء کی اذان ہوئی۔ رات ہو چکی تھی۔ ڈنر کے لئے ہم ہوٹل سے باہر آئے۔ راستے میں چلتے چلتے ٹیلی فون کا ایک کیبن نظر آیا۔ میں نے وہاں سے کراچی میں میرے بیٹے کو فون کر کے ہوٹل کا فون نمبر اور روم نمبر دے دیا اور بتا دیا کہ اس وقت میں کیبن سے فون کر رہا ہوں۔ میرے بیٹے نے استنبول کا یہ پورا علاقہ دیکھا ہوا تھا۔ اُنہوں نے بتایا کہ تھوڑا مزید آگے چلو گے تو کھانے کی ہوٹلیں آئینگی جس میں میکڈونالڈ بھی ہیں۔ پھر ہم آگے چلے تو کونے میں ایک

ہوٹل میں آلو کے گرم گرم پراٹھے پک رہے تھے۔ اُس کی خوشبو سونگھ کر ہم وہیں کھڑے ہو گئے۔

پہلے اندر جا کر قیمت وغیرہ معلوم کرنے کے بعد ہم سب ہوٹل میں داخل ہوئے اور دو پراٹھے کا آرڈر دیا۔ پراٹھے بڑے لذیز نکلے تو پھر سب کے لئے پراٹھے منگوا لئے۔ کوکا کولا کی ایک بڑی بوتل تین لاکھ لیرا (75 روپے) میں خریدیں، کیونکہ ترکی کی ہوٹلوں میں کہیں بھی پانی نہیں ملتا۔ وہاں صرف منرل واٹر ہی دیا جاتا ہے۔ کوکا کولا اور منرل واٹر کی ایک ہی قیمت ہوتی ہے۔ وہاں تقریباً سب سوفٹ ڈرنک ہی پی رہے تھے۔

ہوٹل واپسی کے وقت میری والدہ کے لئے بھی ایک پراٹھا پارسل کرالیا۔ کھانا کھانے کے بعد بغیر دودھ کی چائے پی کر جب ہم ہوٹل واپس پہنچے تو اُس وقت صرف ساڑھے سات بجے تھے۔ ویسے بھی وہاں چھ بجے عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ تو مشکل سے 10 بجے تک گپ شپ کرنے کے بعد سب سو گئے۔

بوسپورس کے تاریخی خلیج کا انوکھا منظر:۔

صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد مجید بھائی سے صلاح ومشورے کے بعد ہم نے پانی کے جہاز کے سفر کا لطف اُٹھانے کا پروگرام ترتیب دیا۔ ہم نے ایک اسٹیمر سروس تلاش کی جو کہ پانچ جزیروں سے گزرتی تھی۔ سٹی ٹرام سروس کے ذریعہ ہم قریب ہی سی پورٹ پہنچے۔ ٹرام کا کرایہ تقریباً 12 روپے تھا۔ پورٹ پہنچے تو وہاں لانچ کے لئے ایجنٹوں نے گھیر لیا۔ اور کہنے لگے کہ تمام بڑے جہاز روانہ ہو چکے ہیں، آپ ہماری لانچ میں آئیں۔ ہم آپ کو بوسپورس کی سیر کرا کے دو گھنٹے میں واپس لے آئینگے۔ جہاز میں پانچ گھنٹے لگتے ہیں۔ ہم سوچتے ہوئے آگے بڑھے تو وہاں بورسپورس جانے والا ایک جہاز تیار کھڑا ہوا ملا۔

اتوار کی وجہ سے عام تعطیل تھی۔ جہاز کا کرایہ عام دنوں میں 10 لاکھ لیرہ ہوتا ہے لیکن آج چھٹی کے دن کی وجہ سے 5 لاکھ لیرا تھا۔ ہر اتوار کو کرایہ 50 فیصد ہوتا ہے۔ تا کہ زیادہ سے زیادہ ٹورسٹ کو سیر کرائی جا سکے۔ ہم ٹکٹ خرید کر جہاز میں سوار ہوئے تو اندر دو منزلوں میں تقریباً 1500 مسافروں کے لئے سیٹیں موجود تھیں ہم اندر جا کر سیٹوں پر بیٹھ گئے۔

"آبنائے بوسپورس کے نام سے مشہور اس سمندری راہ کے تاریخی وجغرافیائی اہمیت کے متعلق تفصیل اس سے پہلے پڑھی تھی۔ میرے تصورّ میں جو نقشہ کھینچا ہوا تھا اس کے مقابلے میں یہاں کا منظر کہیں زیادہ دلکش تھا۔ دو سمندروں کے بیچ کا یہ راستہ یورپ اور ایشیا کے درمیان سرحد کا کردار ادا کرتا ہے۔ دو ہرے بھرے کناروں کے بیچ میں آسمانی رنگ کی یہ 18 میل لمبی سمندری پٹی بڑا دلکش منظر پیش کرتی ہے۔ اسے وہاں "لکیر" کہتے ہیں۔ اس کا سب سے چوڑا حصہ شمال کے دہانے واقع ہے۔ جس کی چوڑائی پونے تین

میل ہے اور سب سے کم چوڑائی ''رومیلی'' کے قلعہ کے سامنے ہے۔ جو کہ صرف 800 گز ہو کر رہ جاتی ہے۔ مختلف جگہ پر اس کی گہرائی 40 گز سے 132 گز تک ہے۔

بوسپورس کا ایشیا کی جانب کا کنارے کا علاقہ کبھی ''جوانہ طوٗلیا'' کہلاتا تھا۔ وہ قسطنطنیہ سے بالکل علیحدہ تھا۔ لیکن اب استنبول شہر وسیع ہو کر پھیلتے ہوئے ایشین کنارے تک پہنچ چکا ہے اور اب اس علاقہ کو ''اسکودار'' کہا جاتا ہے۔ اور اسی لئے استنبول واحد شہر ہے جو کہ آدھا برِّ اعظم ایشیا اور آدھا یورپ میں واقع ہے دونوں برّ اعظم کے حصّوں کو ایک بہت ہی عالیشان اور خوبصورت پُل کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے۔

یورپ اور ایشیا کو ملانے والا ایک اور پُل تعمیر کیا گیا جسے سن 1973 میں کھول دیا گیا۔ یہ پُل دونوں کناروں کے بیچ ہلال کی شکل میں ہے۔ پُل کے بیچ سمندر میں کوئی ستون تعمیر نہیں ہے۔ اس پُل کے دونوں کناروں کو لوہے کے دو مضبوط رسّوں سے باندھ کر لگایا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی 1074 میٹر اور چوڑائی 33.40 میٹر ہے اور سطح سمندر سے 64 میٹر بلندی پر واقع ہے۔ اور دونوں کنارے پر موجود اس کے ستون نصب ہیں۔

سمندر میں سفر کرتے ہوئے اگر اسے دیکھا جائے تو اس پُل سے گزرتی ہوئی کاریں چھوٹے چھوٹے کھلونے کی طرح نظر آتی ہیں۔ اس پُل کو بلند اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ بوسپورس سے گزرنے والے بڑے قد آور جہازوں کو بھی یہاں سے گزرنے میں کوئی روکاوٹ پیش نہ آئے۔ اس پُل پر سے روزانہ اُوسطاً دو لاکھ گاڑیاں گزرتی ہیں۔ ہمارے جہاز نے بھی اس پُل کے نیچے سے گزر کر بوسپورس کی نہر کو پار کیا تھا۔

ہمارا جہاز چلنے لگا تب ہمیں معلوم ہوا کہ جہاز کی دونوں طرف کھلی جگہ میں بینچز لگائے ہوئے تھے۔ جو کہ تمام یورپی و امریکی سیاحوں سے بھرے ہوئے تھے ایک بھی سیٹ خالی نہ تھی جگہ کھلی ہوئی ہونے کی وجہ سے وہاں ٹھنڈ بھی زیادہ تھی، مگر یہ گورے لوگ کھلی ہوا، سردی اور دھوپ کے شوقین ہوتے ہیں۔

بحری جہاز کے چلتے ہی ان سیاحوں کے کیمرے اور مووی کیمرے کے فلیش بٹن آن ہوئے اور سب فوٹو کھینچنے لگے۔ ہم جب بھی اس طرح تصویر کھینچتے ہیں تو اطراف کے مناظر کے ساتھ ساتھ اس میں ہماری اپنی فوٹو ضروری ہوتی ہیں۔ لیکن یہ لوگ صرف مناظر کی تصویریں کھینچ رہے تھے۔

جب بھی کوئی جزیرہ آتا تو جہاز دو یا تین منٹ رُکتا اور پسنجروں کو چڑھانے اور اتارنے کے بعد آگے چلتا تھا۔ آگے چل کر جو بوسپورس کا وہ بغیر ستونوں کا جھولتا ہوا پُل آیا، جس کا ذکر میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ بحری جہاز اس پُل کے نیچے سے گزر رہا تھا تب سب سے زیادہ تصاویریں کھینچی گئی تھیں۔ جیسا کہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں، یہ پُل ایشیاء اور یورپ دونوں میں آتا ہے۔ اس لئے یورپی امریکی اور دیگر سیّاح اس جگہ پاگل پن کی حد تک فوٹو گرافی کرتے ہوئے یہاں کے دلکش مناظر کو اپنے کیمرے میں محفوظ کر لیتے ہیں۔

خیر! پونے دو گھنٹے کے سفر کے بعد ہم آخری جزیرے پر پہنچے۔ وہاں اعلان کیا گیا کہ جہاز یہاں دو گھنٹے ٹھہرے گا۔ اس دوران جزیرے کی سیر کر کے واپس آجانا تھا۔ ہم جہاز سے اتر کر جزیرے کے بازار

میں پہنچے تو وہاں بڑی رونق لگی ہوئی تھی۔ ہوٹل والے سیاحوں کو اپنی طرف لانے کے لئے شوروغل کر رہے تھے۔ تقریباً سارے ہوٹل والے سی۔فوڈ بیچ رہے تھے۔ گاہکوں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے کے لئے ہوٹل والوں میں بڑی کھینچا تانی چل رہی تھی۔

ہم نے ایک ہوٹل پسند کیا اور اندر داخل ہوئے۔ وہاں بند کباب کی شکل کا ایک آئیٹم تھا۔ چھوٹی تازہ مچھلی کو فرائی کر کے ڈبل روٹی کے بیچ رکھا جاتا ہے۔ اس کی قیمت پانچ لاکھ لیرا بتائی گئی یعنی کہ تقریباً 125 روپے۔ خیر ہم نے ہوٹل والے سے سودے بازی کی تو آخر کار چار لاکھ لیرا کا بھاؤ طے ہوا اور ہم نے اس کا آرڈر دے دیا۔

وہاں ایک فرائی پین میں کوئی آئٹم تیار کیا جا رہا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ مچھلی کی آنکھوں کو فرائی کرنے کے بعد انہیں ٹوتھ پک جیسی باریک لکڑی میں پرو دیا جاتا ہے۔ اور پھر اسے انڈے کے ساتھ فرائی کیا جاتا ہے۔ گورے سیاحوں کو اس کو اسے بڑے شوق سے کھاتے دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ چار لاکھ روپے کے مچھلی کباب کھانے میں بڑا لطف آیا۔ مچھلی والے بن کباب کے ساتھ میرے بیٹے کو باہر اسٹور پر بھیج کر کوکا کولا کی بڑی بوتل منگوالی تھیں۔ پھر ہم نے بازار کا چکر لگایا اور دوکانیں اسٹورز ہوٹلیں آئس کریم پارلر وغیرہ دیکھتے ہوئے ایک جگہ لال چائے پیتے ہوئے جزیرے کی سیر کر رہے تھے۔

یہاں میں نے ترکی کی ایک نئی ورائٹی دیکھی۔ سالم چکن مشین میں بھونی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ بکرے کی سری (منڈی) دی جاتی ہے جسے دیکھتے ہی کھانے کو دل نہیں کرتا ہے۔ خیر! جہاز میں واپس پہنچنے کا وقت ہو جانے پر ہم واپس مڑے اور جہاز میں جا کر اپنی سیٹوں پر سوار ہو گئے۔ جہاز پر بہت سے غیر ملکی ٹورسٹ موجود تھے۔ ان میں سے دو لڑکیوں سے بات چیت شروع کی۔ دونوں اسکول ٹیچرز تھیں۔ میری بیٹیاں ان کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئیں۔ اس طرح جہاز کا سفر کٹا اور ہم مختلف جزیروں کے قریب سے گزرتے ہوئے جب واپس کنارے پر پہنچے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ ہوٹل جا کر ہم نے نماز مغرب ادا کی کچھ دیر تک آرام کیا۔

جامعہ سلیمانیہ: استنبول کی سب سے بڑی مسجد:۔

اگلے دن ہم استنبول کی تاریخی مسجد جامعہ سلیمانیہ دیکھنے گئے۔ یہ مسجد اس کی وضاحت کے لحاظ سے استنبول کی سب سے بڑی مسجد کہلائی جاتی ہے۔ عثمانیہ دور کے مشہور خلیفہ سلطان سلیمان اعظم کے دورِ خلافت میں اس مسجد کو تعمیر کرایا گیا تھا۔ یہ ترک خلافت کے عروج کا دور تھا۔ اُس دور کے ایک مشہور انجینئر ''زینان'' نے اس مسجد کی تعمیر میں اپنی تمام فنی صلاحیتیں استعمال کر دی تھیں۔ زینان کا نام آج بھی انجینئرنگ

کے شعبے میں محترم مقام رکھتا ہے۔

زینان کا مقبرہ بھی جامعہ سلیمانیہ ہی میں بنا ہوا ہے۔ زینان کو فن تعمیر کا امام مانا جاتا ہے۔ اُس نے اپنی زندگی میں 136 مساجد، 57 مدارس، 7 مکاتب 22 مقبرے 22 حمام خانے (لنگر) 3 ہسپتال 14 پُل 22 مسافر خانے 35 محلات 41 حمام اور 8 گوداموں کی تعمیر کی تھی اور اس طرح اس کے انتقال کے بعد ترکی میں اس کے فن تعمیر کی کُل 360 یادگاریں موجود تھیں۔ ان یادگاروں میں جامعہ سلیمانیہ ان کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔

دسویں صدی ہجری میں اس مسجد کی تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد عالم اسلام کے مشہور عالم اور صوفی بزرگ شیخ الاسلام ابوسعود آفندی (رحمتہ اللہ) کے دست مبارک سے ہوا۔

مسجد میں داخل ہوتے ہی صدر دروازے کے ساتھ دائیں طرف وضو کا بہترین انتظام موجود ہے۔ دنیا بھر سے منگائے گئے مختلف اقسام کے خوبصورت پتھروں سے سجائی گئی اس مسجد کے عالیشان ہال میں ہر طرف دستکاری کے بے مثال نمونے موجود ہیں۔ ان پتھروں کو استنبول تک لانے میں ان کی اصلی قیمت سے بھی زیادہ رقم خرچ ہو جاتی تھی۔ پتھروں کو بیل گاڑیوں کے ذریعہ یہاں پہنچایا جاتا اور کئی بار بہت زیادہ بھاری پتھروں کو لانے کے لئے دس دس بیلوں سے جوڑی گاڑیاں استعمال میں لانی پڑتی تھیں۔

اس مسجد کا ممبر اور محراب بھی سلطان احمد کی مسجد کی طرح بہت ہی عالیشان ہے۔ اس کا یہ ہال 69 مٹر لمبا اور 63 میٹر چوڑا ہے۔ اور اس میں 138 کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ ہال میں جگہ جگہ شمع لگائی ہوئی ہیں۔ جس کا قد 10 فٹ اُونچا اور گولائی تین فٹ سے زیادہ ہے۔ رات کے وقت ان شماعوں کو روشن کیا جاتا ہے تو ان سے اُٹھنے والے دھویں سے مسجد کی دیواریں خراب ہونے کا اندیشہ رہتا تھا۔ اس مسئلہ کے پیش نظر ہر شمع کے اوپر بڑی ہی خوبصورت دستکاری والی چمنیاں بنائی گئیں ہیں، جو کہ سارے دھویں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ اس طرح جمع ہونے والے دھویں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اس میں سے سیاہی بنائی جاتی تھی جو کہ لکھنے میں استعمال ہوتی تھی۔

یورپی ملک اٹلی کے ایک عیسائی گرجا گھر کی جانب سے لال سنگِ مرمر کے ایک بہترین ''سِل'' مسجد سلیمانیہ کو تحفے میں بھیجی گئی تھی اور فرمائش کی گئی تھی کہ اس سِل کو مسجد کے محراب میں لگائی جائے۔ جب یہ سِل مسجد میں پہنچی تو انجینئر زینان نے خلیفہ سلیمان اعظم سے کہا کہ اس سِل کو محراب میں لگانا مجھے مناسب نہیں لگتا۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اسے مسجد کے صدر دروازے کی دہلیز پر لگا دیتے ہیں۔

خلیفہ کو یہ مشورہ پسند آیا اور پھر اس پتھر کو دہلیز پر لگا دیا گیا۔ دراصل زینان کو شک تھا کہ گرجا گھر والے عیسائیوں نے اس پتھر میں کسی قسم کی شرارت کی ہے۔ اس لئے ایک دن اس نے جانچ کی خاطر کسی کیمیائی مصالحے سے اُس پتھر کو گھِسا اور دیکھا کہ اندر کیا ہے؟۔ اس طرح گھسنے کے بعد پتھر کے اندر بنی ہوئی

کالے رنگ کی صلیب (کراس) نظر آ گئی۔ اس پتھر کو وہیں رہنے دیا گیا اور آج بھی یہ مسجد کی دہلیز میں موجود ہے اور اس میں کراس کا نشان بھی نظر آتا ہے۔ حالانکہ اب یہ نشان تھوڑا گھس چکا ہے۔ مسجد سے باہر سلطان سلیمان کے مزار سمیت کئی قبریں بنی ہوئی ہیں۔

سلطان سلیمان اعظم نے ترکی پر 48 برس تک دبدبے سے حکومت کی۔ اسلامی تاریخ میں اتنے لمبے عرصے تک کسی کی حکومت نہیں رہی۔ ان کی خلافت یورپ ایشیا اور افریقہ کے تین بڑے برِاعظم کے بڑے بڑے علاقوں میں قائم تھی۔ ہنگری سے لے کر بحیرۂ عرب تک ان کی جائیداد کا پرچم لہرارہا تھا۔

بند بازار عرف قبالی جارشی:۔

بند بازار استنبول کا وہ مشہور اور تاریخی بازار ہے۔ جس پر کئی فلمیں بن چکی ہیں۔ ترکی زبان میں بند بازار کو قبالی جارشی کہا جاتا ہے۔ اس پورے بازار کے اُوپر نقش دار محرابوں پر نصفیکی چھت لگی ہوئی ہے۔ اس لئے اسے بند بازار کہا جاتا ہے۔ جو کہ استنبول کی یہ ایک خوبی ہے۔

اس بازار کے صدر دروازے سے داخل ہوتے ہی محرابوں والی بڑی سی چھتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ دونوں طرف کی دکانیں بڑا ہی دلکش منظر پیش کرتی ہیں۔ بند بازار میں 321 دکانیں، 6 غسل خانے، 5 مسجدیں اور 65 گلیاں موجود ہیں۔ یہاں ہر قسم کی اشیاء مل جاتی ہے۔ دام بھی مناسب ہوتے ہیں۔

استنبول میں میں نے رات کے وقت باہر نہ جانے کا فیصلہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ رات کے وقت وہاں جگہ جگہ شراب کی دھوم مچتی ہے۔ اس لئے شرابیوں کی دھنگامستی کے ماحول میں نکلنے کی بجائے فیملی والوں کے لئے ہوٹل میں ہی رہنا بہتر ہے۔ اگلے دن واپس کرائے پر کوچ لے کر استنبول کی سیر کو نکلے۔ مجید بھائی کو شاپنگ کرنی تھی، اس لئے وہ ہمارے ساتھ نہیں آئے۔ ہوٹل والے سے بات چیت کر کے 90 ڈالر کی بجائے 70 ڈالر میں کوچ ٹھہرائی۔ آج بوسپورس کے پُل پر جانا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر مقام بھی دیکھے جا سکتے تھے۔ اس مرتبہ ڈرائیور سمجھدار اور ہوشیار تھا۔ وہ ہمیں علاقے کی تمام سیاسی مقامات پر لے گیا۔ کیپٹل سپر مارکیٹ دیکھی جو کہ لندن کی سپر مارکیٹوں کی مساوی تھی۔ مشہور اسکول کالج دیکھے۔ اُونچی اُونچی پہاڑیوں پر شاندار ہوٹلیں واقع تھی وہاں سے پورا استنبول دیکھا جا سکتا ہے۔ سمندر کے کنارے کی ہوٹلیں دیکھی۔ اندر جا کر پوچھنے پر پتہ چلا کہ وہاں کمرے کا کم سے کم کرایہ 200 ڈالر سے لے کر 1500 ڈالر تک کا تھا۔

ہم نے صفاء ریسٹورنٹ میں لنچ کیا جس میں ہم نے وہاں کی مشہور آئیٹم شیش کباب منگائے شیش

کباب کے ساتھ دہی سلاد وغیرہ ڈالا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کے دہی بڑوں جیسے لگتے تھے۔ خیر! خوبصورت جگہ اور حسین مناظر کے بیچ بیٹھ کر کھانے میں بڑا لطف آیا۔

اتنے دلکش منظر اور تازہ ہوا سے بھرے خوشنما ماحول کو چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اتنے میں سوٹ بوٹ اور ٹائی پہنا ہوا ایک حسین نوجوان وہاں آیا۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ شخص اس ہوٹل کا مالک ہوگا۔ میرا خیال تھا کہ اب یہ ٹیبل کے آگے رکھی اپنی چیئر پر بیٹھے گا یا پھر اپنے کیبن میں چلا جائیگا۔ مگر اُس نے تو ہم سب کو حیران کر دیا۔ وہ آیا اُس نے اپنا کوٹ اور ٹائی اتار کر کھونٹی پر ٹانگ دیا اور خود جا کر کباب کی انگیٹھی کے سامنے بیٹھ کر کباب بھوننا شروع کر دیا۔ ہمارے یہاں ایسی بات دیکھی نہیں جاتی۔ ہوٹل کا مالک یا کوئی بھی سیٹھ اس طرح کا کام خود کرنے میں ہچکچاتے ہیں شرم محسوس کرتے ہیں۔ مگر یہ تو کچھ دیر کے بعد ہماری ٹیبل پر آیا اور مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا، ''لنچ کرلیا؟ کھانا کیسا لگا؟ مزا آیا؟'' ہم نے کھانے کی تعریف کی اور پاکستان کے طور پر اپنا تعارف کرایا۔ وہ بہت خوش ہوا۔

اس کے بعد ڈرائیور ہمیں سی سائڈ کی طرف لے گیا۔ یہاں کا منظر ہمارے کراچی کے سی ویو کی طرح کا ہی تھا۔ یہاں سمندر کے سامنے والی سائیڈ میں عالیشان ہوٹلوں کی قطار بنی ہوئی تھی۔ ڈرائیور نے گاڑی روکی اور ہم گاڑی سے اتر کر ہوٹلوں کی طرف پہنچے۔ وہاں گرانڈ ہوٹل، استنبول پرنس ہوٹل جیسے کئی نام ہم نے دیکھے۔

ہم نے معلومات حاصل کرنے کے لئے دو تین ہوٹلوں میں جا کر ریسپشن سے کمروں کے کرائے کے متعلق پوچھا۔ وہاں اس مقصد کے لئے بورڈ لگے ہوئے تھے۔ پڑھنے سے پتہ چلا کہ یہاں کی ہوٹلیں بڑی مہنگی تھیں۔ کمرے کے کرائے 500 ڈالر سے لے کر 1500 ڈالر لکھے ہوئے تھے۔ ویسے ہوٹلیں دیکھنے کے قابل تھیں۔

راستے میں ایک بہت بڑا اور خوبصورت اسکول دیکھا۔ ڈرائیور نے ہمیں بتایا کہ عراق کے سابق صدر صدّام حسین نے یہاں پر تعلیم حاصل کی تھی۔ ہمارے صدر جنرل پرویز مشرف نے بھی ترکی میں تعلیم حاصل کی ہے۔ اُن کے والد پاکستان کے سفیر کے طور پر برسوں تک ترکی میں رہے تھے۔ اسی وجہ سے صدر مشرف ترکی کے کمال اتاترک سے بڑے متاثر ہیں۔ اب تو خیر خود ترکی میں بھی کمال اتاترک کا اثر بھی کم ہوتا جا رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں وہاں الیکشن ہوئے تو اسلامی نظریہ رکھنے والی پارٹی نے فتح حاصل کی۔ لیکن پھر بھی وہاں فوج کی دخل اندازی زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو مذہب کی طرف ڈھلنے سے روکا جا تا رہا ہے۔ خیر ہمارے یہاں پاکستان میں بھی اسلام سے لوگوں کی صحبت اور عقیدت کم نہیں ہوئی اور صدر مشرّف کی آہستہ آہستہ اسلام کی طرف رغبت بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام پر قائم رکھے۔

گھومتے پھرتے شام ہونے کو آئی۔ ڈرائیور نے ہوٹل واپس چلنے کا مشورہ دیا۔ ہم نے اجازت دی تو

وہ ہمیں ہمارے ہوٹل پر واپس لے گیا۔ پورا دن گھومتے رہے تھے جس کی وجہ سے ہم سب تھکے ہوئے تھے۔ ہوٹل جا کر دو گھنٹے آرام کرنے پر بھی واپس جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ سردی بھی بہت زیادہ تھی۔ ہم سب نے کھانا اسی ہوٹل کے نیچے ریسٹورینٹ میں جا کر کھانے کا فیصلہ کیا۔ ڈائننگ ہال یہاں بڑا خوبصورت تھا۔ وہاں بیٹھکر ہم نے مینو دیکھنے کے بعد باربیکیو، چکن بوٹی بیف بوٹی وغیرہ کا آرڈر دیا۔

کھانا جب ہمارے ٹیبل پر لگایا گیا تو ہر ایک کی پلیٹ میں ایک بالکل تھوڑے سے چاول رکھے ہوئے تھے۔ ہمیں یہ بہت ہی کم لگے۔ ہم نے الگ سے چاول کی پلیٹیں منگوائی اور کھانا کھایا۔ تھوڑا ذائقہ چینج ہونے کی وجہ سے مزا آیا اور سب نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا۔ پچاس لاکھ لیرا کا بل ادا کیا۔ اُس وقت کے حساب سے ہمارے پندرہ سو روپے بنے۔ اب تو ترکی میں ایک ڈالر کے بارہ لاکھ لیرا ملتے ہیں۔ ایک ہزار ڈالر لے کر ترکی جائیں تو وہاں ارب پتی بن جاتے ہیں۔ وہاں کی کرنسی سمجھ میں نہیں آتی۔ آج کل یہ دن بدن نیچے جا رہی ہے۔

ترکی سے روانہ ہونے کے بعد میرے پاس ایک ملین لیرا کا نوٹ بچا ہوا تھا۔ میں نے یہ نوٹ سعودی عربیہ میں منی چینجر کو دی تو اُس نے میرے ہاتھ میں صرف پانچ ریال کا نوٹ تھما دیا۔ میں نے پوچھا، ''صرف پانچ ریال؟'' منی چینجر نے کہا، ''چپ چاپ رکھ لو!''

خیر دوسرے دن ہم نے بازار میں جانے کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ بازار میں پہنچنے کے بعد ہم نے مختلف چیزوں کے دام پوچھے تو دکان دار اتنے زیادہ دام بتا رہے تھے کہ مانگنے کے لئے بھی سوچنا پڑے۔ ایک چالاک شخص کوٹ اور سوئٹیر وغیرہ لئے ہوئے کھڑا تھا۔ اُس نے ہم سے کہا، ''لے جاؤ، بہت سستے میں دے دونگا۔'' ہم نے بھاؤ پوچھا تو وہ گلے پڑ گیا۔ اور ہم سے بولی لگانے کا اصرار کرنے لگا۔ تنگ آ کر ہم نے بالکل کم دام لگائے۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ ہم پاکستانی یا انڈین ہیں۔ اُس نے بھارتی فلم کا ایک گانا گانا شروع کر دیا، ''تیرے من کی گنگا اور میرے من کی جمنا بول رادھا بول سنگم ہوگا کہ نہیں''۔ اور پاکستان کا ایک قومی گیت، ''جیوے جیوے پاکستان'' بھی گانے لگا۔ ہمیں بڑا تعجب ہوا۔ ویسے استنبول میں اردو زبان تو کوئی نہیں جانتا مگر ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ شخص اُردو نہیں جانتا۔ صرف ایک دو گانے رٹے ہوئے ہیں۔

یہ شخص ہمارے کراچی میں قالین بیچنے والے اُن پٹھانوں کی طرح تھا، جو دوکانوں اور بازاروں میں گھوم کر قالین، غالیچہ وغیرہ بیچتے ہیں۔ یہ لوگ قیمت تین چار ہزار بتاتے ہیں اور آخر میں پانچ سو روپے میں سودہ ہو جاتا ہے۔

دام پوچھتے ہی یہ چپک جاتے ہیں اور ان سے جان چھڑانا مشکل ہو جاتی ہے۔

خیر ہم نے اُس سوئٹر بیچنے والے سے بڑی مشکل سے جان چھڑائی اور آگے بڑھے اور بازار میں گھوم کر واپس اپنے ہوٹل میں آ پہنچے۔ ترکی میں بھی میرے ایک دوست کا بیٹا رہتا ہے۔ اُس کے فون نمبر میرے

پاس تھے۔ میں نے اُسے ٹیلی فون کیا تو اُس نے بتایا کہ وہ اُس وقت استنبول سے دور اتنے فاصلے پر ہے، جتنا کہ کراچی سے لاہور کا فاصلہ ہے۔ آپ کو کوئی کام ہو، یا کوئی مشکل پیش آرہی ہو تو ضرور بتادیں۔ میں نے اُسے سمجھایا کہ مجھے کوئی تکلیف یا کام نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ کوئی بھی کام ہو تو میں اُسے ضرور فون کروں میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔

میرے سفر کے دوران اب تک ایسی کوئی جگہ نہیں آئی، جہاں پاکستانی نہ ہو۔ میں نے کئی ممالک کے دورے کیے مگر آج تک ایسا کوئی مقام نظر نہیں آیا جہاں کوئی نہ کوئی پاکستانی موجود نہ ہو۔

خیر! ہمارے ہوٹل میں روزانہ نئی سبزی پکائی جاتی تھی۔ جو ڈش پاکستانی قسم کی نظر آتی وہ لے کر روٹی خرید لیتے۔ وہاں راستے میں چھوٹے چھوٹے شوکیس میں لوگ چاول فرائی بیچتے ہیں۔ ہم روزانہ اُن سے چاول لے لیا کرتے تھے۔ ہمارے یہاں جس طرح نمکو وغیرہ بیچا جاتا ہے۔ اُسی طرح یہاں یہ چاول فرائی شوکیش میں رکھے جاتے ہیں۔ ہم نے ہوٹل جا کر ڈنر کیا اور کچھ دیر تک گپ شپ کر کے اگلے دن پھر کوئی اور جزیرے پر جانے کا پروگرام طے کر کے سو گئے۔ صبح ناشتہ کرنے کے بعد پیدل بندرگاہ کی طرف چل نکلے کیونکہ راستے میں ٹرام کا صرف ایک ہی اسٹاپ آتا تھا اس لئے ٹرام میں بیٹھنے کی بجائے پیدل چلنا زیادہ مناسب سمجھا۔ استنبول کی ٹراموں میں بھیڑ زیادہ ہوتی ہے۔ زیادہ تر کھڑے رہنا پڑتا ہے۔ سیٹ بڑی مشکل سے ملتی ہے۔ ہم بندرگاہ پر پہنچے۔ جہاز تیار کھڑا ہوا تھا۔ پچھلے تجربہ کو میں لیتے ہوئے ایک جزیرے کے ٹکٹ پر دوسرے جزیرے کا رٹرن ٹکٹ لگوالیا۔ یہ جہاز بھی بڑے قد کا ایک اسٹیمر ہی تھا۔ جہاز روانہ ہوا۔ اس جہاز میں بھی پسینجر بہت تھے، مگر ویک اینڈ کے مقابلے میں بہت کم۔ کئی مسافر جہاز میں کھلی ہوا لیتے ہوئے بینچز پر بیٹھ کر خوشنما موسم کے مزے لے رہے تھے۔

میں بھی باہر کھلی ہوا میں جا پہنچا اور بینچوں کی طرف ایک جگہ خالی دیکھنے پر وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ میرے برابر میں ادھیڑ عمر کی ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ صاف ستھرا لباس اور گھریلو عورت لگتی تھی۔ بات کرنے کا اس کا انداز بھی بڑا میٹھا تھا۔ میں نے سلام کرتے ہوئے اُس سے بات چیت شروع کی اور پوچھا، ”کیا آپ بھی ٹورسٹ ہیں؟“ اُس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، ”نہیں، میں تو یہیں کی مقامی ہوں اور اس جزیرے کے گورنر کی بیوی ہوں“

مجھے بڑا تعجبّ ہوا! ہمارے ملک میں تو گورنر کی بیگم کے لئے اسپیشل لانچ ہونا اور دو تین باڈی گارڈ ہونا عام بات ہے۔ اور یہاں یہ خاتون تن تنہا سفر کر رہی ہے اور کہا کہ وہ گورنر کی بیوی ہے!

خیر، مجھے انہیں اس طرح سفر کرتے دیکھ کر خوشی محسوس ہوئی۔ کاش! ہمارے ملک کے حکمرانوں پر بھی ایسا وقت آئے کہ وہ اس طرح لوگوں میں گھل مل کر سفر کر پائیں یہاں مجھے پیرس کی ایک بات یاد آرہی ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اُس دن میں پیرس کی ایک سڑک پر ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا کہ ایک موٹر

سائیکل ہلکے سے سائرن کے ساتھ ہماری ٹیکسی کے برابر سے گزری اور اس کے پیچھے ہی ایک موٹر کار بھی گزر گئی۔ ہمارے ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ یہ ابھی جو گزرے وہ فرانس کے صدر تھے!۔

فرانس میں صدر ہی تمام اختیارات رکھتا ہے۔ اس طرح صدر کو عام روڈ پر دیکھ کر ہمیں تو تعجب ہی ہوگا ۔ ہمارے ہاں اگر صدر صاحب کی سواری گزرنے والی ہو تو ٹریفک ہی بند کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر دو تین گھنٹے تک ٹریفک کا سارا نظام درہم برہم رہتا ہے۔ خیر! گورنر کی بیوی کے ساتھ گفتگو کے بعد سردی لگنے پر میں اندر واپس چلا گیا۔

میری بیٹیاں ایک بینچ پر بیٹھی ہوئی دو جاپانی لڑکیوں کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھیں۔ دونوں جاپانی لڑکیاں اچھے خاندان کی اور پڑھی لکھی معلوم ہو رہی تھیں۔ باتوں سے معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک لڑکی کا نام یومی تھا جب کہ دوسری جاپانی لڑکی کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ یہ لڑکیاں پورا سال نوکری کرتی ہیں اور پھر ایک ماہ چھٹی لے کر تفریح کو نکل پڑتی ہیں۔ دونوں ہی کمپیوٹر آپریٹر کی جاب کرتی ہیں اور ان کی تنخواہ 1000 ڈالر سے زیادہ تھی۔

کراچی واپس آنے کے بعد بھی ان جاپانی لڑکیوں نے میری بیٹیوں کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا تھا اور وہ تصویریں بھی بھیجی تھیں جو انہوں نے جہاز کے سفر کے دوران کھینچی تھیں۔ ای میل پر بھی رابطہ جاری رکھا تھا۔ ہماری لڑکیوں کے پاس اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ ایسے کاموں کے لئے وقت دیں۔

خیر! ہم ایک جزیرے پر پہنچے۔ یہ جزیرہ بھی خوبصورت اور دل کش تھا۔ یہاں بھی سی فوڈ کے اسٹال زیادہ تھے۔ ایک اسٹال سوارمہ کا تھا۔ ہم نے وہ کھایا اور وہاں کا مشہور راؤنڈ اباؤٹ بھی دیکھا۔ اس جگہ پر لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہم نے وہاں بینچ پر بیٹھ کر آئس کریم کھائی۔ واپسی کا وقت ہوا تو ہم واپس جہاز میں سوار ہو گئے کسی بھی جہاز میں کہیں جاتے وقت جو لطف آتا ہے، اُتنا مزاہ واپسی میں کبھی نہیں آتا۔ یہ ایک فطری عمل ہے۔ پکنک یا کسی اور مقصد سے سفر کرنے میں بھی واپسی میں تھکن کی وجہ سے شروع جیسا جوش نہیں ہوتا۔ ہم سب گودی پر پہنچے۔ سب لوگ تھکے ہوئے تھے اور پیدل جانے کے بجائے ٹیکسی کرانے کا اصرار کر رہے تھے۔ اس لئے میں نے ایک ٹیکسی ٹھہرائی۔ ٹیکسی ڈرائیور اچھا آدمی تھا۔ اس نے میٹر کے مطابق تین لاکھ لیرا چارج کئے، جب کہ دوسری ٹیکسی والے نے پانچ لاکھ لیرا لئے۔ اس طرح کی چوریاں ہر جگہ ہوتی رہتی ہیں۔

ترکی دیکھنے کی جستجو:۔

استنبول میں سردی کی وجہ سے عورتوں کا لباس پینٹ کے ساتھ بدن کو ڈھانکنے کے لئے سویٹر یا کوٹ وغیرہ پہنے جاتے ہیں۔ ورنہ گرمیوں میں یہاں یورپ کی طرح منی اسکرٹ وغیرہ نیم برہنہ لباس بہت عام ہے۔ مرد حضرات میں زیادہ تر کوٹ پینٹ اور ٹائی پہننے کا رواج ہے۔ اسلامی لباس یا اسلامی رواجوں والی کوئی بات کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم یورپ کے کسی غیر مسلم ملک میں ہوں۔

خیر! اب سعودی ائر لائین کو بھی عقل آ گئی ہے ٹکٹ کے علاوہ اب وہ مزید 15000 روپے زیادہ چارج کرتی ہے۔ جب ہم استنبول گئے تھے تو جدّہ کا ٹکٹ 20,000 روپے تھا لیکن اگر آپ اس کے ساتھ استنبول سے جدّہ اور جدّہ استنبول کا ٹکٹ چار اور چار ملا کر کُل آٹھ گھنٹے کا سفر بالکل مفت! بلکہ 500 روپے کم چارج ہوتے تھے!!۔ میرے بیٹے عارف نے اپنی فیملی کے ساتھ یورپ کا سفر کیا تھا۔ اُس نے ترکی اور استنبول کی بڑی تعریفیں کی تھیں، جس سے مجھے بھی ترکی دیکھنے کی جستجو ہوئی اور نتیجاً میں نے بھی ترکی کا یہ سفر کیا ۔

خیر! دوسرے دن ہماری روانگی تھی ۔ جس کی وجہ سے ہوٹل پہنچنے کے بعد ہلکے پھلکے ڈنر لے کر ہم سو گئے۔ ترکی میں استنبول شہر دیکھنے کے قابل ہے قدرتی حسن سے بھر پور تاریخی عمارتوں والا یہ خوب صورت شہر ہے۔ ہمیں پھر کبھی دوبارہ یہاں آ کر دیگر مقامات کی سیر کرنے کے بارے میں دل نہ چاہتے ہوئے بھی شہر سے مجبوراً روانہ ہونا پڑا۔ میں نے توپ کاپی کے میوزیم میں حجرہ اسود کا سونے سے بنا کور دیکھا تھا۔ اُسی وقت سے میں نے حجرِہ اسود کے متعلق تھوڑی سی معلومات حاصل کر رکھی تھی وہ یاد آ رہی ہے جو میں یہاں آپ کے سامنے مختصراً پیش کر رہا ہوں۔

چاندی کے مضبوط کور میں محفوظ ایک کالا پتھر بیت اللہ کی دیوار میں نسب کر رکھا ہے۔ اس مبارک پتھر کی تاریخ تعجب خیز واقعات کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ یہ مقدس پتھر کئی بار بھیانک حادثہ کا شکار ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پتھر حضرت آدمؑ کے ہمراہ جنت سے اتارا گیا تھا۔ اس طرح یہ جنت کا پتھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر اُتارا ہے۔

کچھ علماء کہتے ہیں کہ حجرہ اسود کو جنت سے نہیں لایا گیا بلکہ اسے حضرت جبرائیلؑ جبل ابو قبیس سے لے آئے تھے۔ اس پہاڑ نے طوفانِ نوح کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم پر حجرہ اسود کو تحفظ فراہم کیا۔ طوفانِ نوح کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے جب بیت اللہ کی نئے سرے سے تعمیر شروع کی اور جب دیوار کا کچھ حصہ تعمیر ہو چکا تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسماعیل کو کوئی ایسا پتھر لے آنے کو کہا جسے دیوار میں اُس جگہ نشانی کے طور پر لگانا تھا۔ جہاں سے کعبہ کا طواف شروع ہونا تھا۔

اُس وقت حضرت جبرائیلؑ نے جنت سے لایا ہوا یہ پتھر فوراً ان کے آگے دھر دیا۔ یہ وہی حجرہ اسود ہے جو مختلف دور میں طرح طرح کی سازشوں کا شکار بننے کے باوجود اپنے مخصوص مقام پر قائم و دائم رہا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے تعمیراتی کام کے بعد عرب کے مشہور قبیلے قریش نے جب بیت اللہ کی تعمیر و توسیع کا کام شروع کیا تو حجرہ اسود کو اس کے اصل مقام پر ہی رکھنے کے معاملے میں اس بات پر جھگڑا شروع ہو گیا کہ اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اسی مقام پر رکھنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ جھگڑا بڑھتا گیا اور لوگ مرنے مارنے پر اُتر گئے۔

بالآخر یہ طے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صبح سب سے پہلے کعبہ میں پہنچے اور اس سعادت کو حاصل کرنے کے حقدار ٹھہرے۔ آپ ﷺ نے حجرہ اسود کو اُٹھانے سے قبل ایک چادر منگائی اور پتھر کو اُس چادر پر رکھ دیا۔ پھر قبیلے کے تمام خاندانوں کے سربراہوں کو چادر کو چاروں طرف سے اُٹھانے کو کہا۔ اس طرح سب کے ہاتھوں سے اُٹھ کر حجرہ اسود دیوار کے پاس پہنچا، جہاں آپ ﷺ نے اُسے اپنے دستِ مبارک سے دیوار میں رکھ دیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 25 یا 35 سال کی تھی۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حجرہ اسود اور مقام ابراہیم دونوں جنّت کے یاقوت ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر کی روشنی کو بجھایا نہ ہوتا تو مشرق و مغرب کے بیچ تمام چیزیں اس کی روشنی سے جگمگا اٹھتے۔

تاریخ میں اس بات کا بیان موجود ہے کہ کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیمؑ نے جب حجرہ اسود کو دیوار میں لگا رہے تھے تب اس پتھر کی روشنی سے اطراف کے علاقے جگمگا اُٹھتے تو جہاں تک حجرہ اسود کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اُتنی زمین کو اللہ تعالیٰ نے حرم کے طور پر ٹھہرایا۔ ایک مرتبہ فاروق اعظم نے حجرہ اسود کو بوسہ دے کر فرمایا، ''اے حجرہ اسود! خدا گواہ ہے میں تجھے صرف ایک کالا پتھر سمجھتا ہوں۔ تو خود اپنے طور پر کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر رسولِ خدا ﷺ نے تجھے چوما نہ ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا''

حجرہ اسود کے خلاف کی گئی سازشیں:۔

حجرہ اسود کی تاریخ میں جہاں حجرہ اسود کے متعلق کئی قصے بیان کئے گئے ہیں، وہاں اس کے خلاف کی گئی سازشوں کا بیان بھی بڑا دلچسپ اور عبرت ناک ہے۔

تاریخ دانوں نے رقم کیا ہے کہ اس پتھر کو اسکے اصلی مقام سے ہٹا کر اسے نست و نابود کرنے کے لئے مختلف دور میں کئی بار کوشش کی گئی۔ جیسے کہ جرہم، امّاد، رمالیکہ کھڑ اعا اور کرامتا کے قبیلے اور قومیں کئی مرتبہ حجرہ اسود کو بیت اللہ کی دیوار سے نکال کر اُٹھا لے گئے تھے تاکہ وہ کسی اور جگہ جعلی بیت اللہ تعمیر کر کے وہاں اسے لگا سکے اور اللہ کے اصلی گھر کی عظمت اور اہمیت کو ختم کیا جاسکے مگر ان کی یہ تمام کوشش نا کام ثابت ہوئیں اور حجرہ اسود بیت اللہ سے زیادہ دیر تک دور نہ رہا اور کسی نہ کسی طرح واپس وہیں آ گیا۔ تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ زبیر نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خانہ کعبہ کے ساتھ تعمیر کی گئی مسجد حرام میں پناہ لی اور دھوپ سے بچنے کے لئے شامیانے لگا لئے حسین بن نظیر نے مکہ سیں داخل ہونے کے بعد ابو کبیل کی پہاڑی اور اس کے سامنے والی پہاڑی جبل احمر پر ''منجنیق'' (پتھر پھینکنے کی مشین) نصب کردی اور اس سے حضرت ابن زبیر اور ان کے ساتھیوں پر پتھر برسانا شروع کر دئے جس کی وجہ سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا۔ کعبہ شریف کے غلاف چیتھڑے ہو گئے اور اس کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ اُسی اثنا میں ابن زبیر کے ساتھیوں کے ایک شامیانے میں اچانک آگ بھڑک اُٹھی اور کعبہ کے غلاف کے علاوہ لکڑی کا تمام سامان جل کر خاک ہو گیا اور اس کی دیواریں ہل گئیں، یہاں تک کے حجرہ اسود بھی اس واقعہ میں چٹک گیا

اُنہی دنوں میں یزید کے انتقال کی خبر ملنے پر حسین بن نظیر شام کی جانب واپس پلٹا۔ اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے بیت اللہ شریف کی عمارت کو تڑوا کر منہدم کر کے جن بنیادوں پر نئے سرے سے تعمیرات کرائی وہ یہ ہے۔ آگ کی وجہ سے حجرہ اسود پھٹ چکا تھا اور اس کے تین ٹکڑے ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے حضرت عبداللہ ابن زبیر نے اُن ٹکڑوں کو چاندی کے مضبوط پیٹی میں چاندی کے تار سے باندھ کر خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کرادیا۔

کچھ عرصے کے بعد مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں جب چاندی کی پیٹی اور تاروں میں جڑا ہوا حجرہ اسود کچھ ڈھیلا ہو چکا تھا۔ اور اُس کے نکل جانے کا خدشہ پیدا ہو چکا تھا اس لئے خلیفہ ہارون الرشید نے حجرہ اسود میں سُراخ کرائے اور اس میں چاندی بھروادی اس سے حجرہ اسود کی سطح ہموار ہوگئی اور حجرہ اسود مضبوط بھی ہو گیا

تاریخ میں حجرہ اسود کو کعبہ کی دیوار سے باہر نکالنے کی سازش پر ہجری سن 317 میں عمل کیا گیا۔ ہجری سن 317 میں جب مکہ مکرمہ پر فخر ماتائے نے قبضہ کیا تو ابو طاہر سلیمان بن الحم نے حرم پاک

میں خون کا کھیل کھیلا۔ آٹھویں ذالحجہ سن 317 ہجری میں اس نے قتل عام کرایا کہ حاجیوں کی لاشوں سے آب زم زم کا کنواں بھر گیا۔ تیس ہزار بے قصور لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا جس میں سترہ سو حاجی اور سات سو طواف کرنے والے بھی شہید ہوگئے ۔ یہ قتل عام اس نے ''میزاب رحمت'' یعنی کہ کعبہ کے وہ پرنالے جو سونے کے بنے ہوئے تھے اُسے لوٹ کر لے جانے ، حجرہ اسود اور مقام ابراہیم بھی اُٹھا لے جانے کے ناپاک ارادوں سے کرائی تھی۔ دو بندے اس ناپاک حرکت کے لئے کعبہ کے اُوپر چڑھ تو گئے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد پل بھر میں منہ کے بل نیچے زمین پر پٹک دئے گئے اور جہنم رسید ہوگئے۔ 14 ویں ذالحج ہجری سن 317 میں اتوار کے دن عصر کے وقت جعفر بن حمّاج ابوطاہر کے حکم سے حجرہ اسود کو دیوار سے نکالنے کے لئے اس پر کُدال سے وار کئے جس سے حجرہ اسود کے کئی ٹکڑے ہوگئے اور وہ حجرہ اسود کو اپنے ساتھ بحرین لے گیا۔

اُدھر دیوار میں اتنی جگہ خالی رہ گئی ۔طواف کرنے والے صرف اسی جگہ ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو چوم لیتے تھے۔ تقریباً بائیس سال کے طویل عرصہ کے بعد بحرین کے ''شہر'' ہجر سے بدھ 10 ذالحج 339 سن ہجری کے دن یہ مبارک پتھر واپس آیا۔ علامہ جلال الدین مفتی نے لکھا ہے کہ ظالم ابوطاہر چیچک کی بیماری میں مبتلاؐ ہوگیا اس کا بدن پھٹ گیا۔ اور وہ ذلّت کی موت مر گیا علامہ تقی الدین لکھتے ہیں کہ حجرہ اسود بائیس سال میں جب چار دن کم تھے تب واپس لایا گیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد مختلف دور میں حجرہ اسود کو چاندی کی فریم میں جڑوایا گیا۔ ہجری سن 46 میں عبداللہ بن زبیر نے یہ چاندی کی فریم لگوائی ۔ ہجری سن 189 میں خلیفہ ہارون الرشید نے دوبارہ اسے چاندی کا طوق فریم میں جڑوادیا۔ 3097 درہم کی چاندی کی فریم بنوائی گئی۔ ہجری سن 1097 میں نئی فریم لگائی گئی ۔ ہجری سن 1268 میں ترکی کے سلطان عبدالحمید خان نے اس پر سونے کی فریم لگوائی جس پر آیت الکرسی لکھی ہوئی تھی۔ 1281ھ میں سلطان عزیز نے سونے کی فریم نکلوا کر اسے پھر سے چاندی کے طوق (فریم) میں لگوادیا۔ ہجری سن 1331 میں سلطان محمد رشید خان نے چاندی کی نئی فریم بنوائی جو کہ 1375ھ تک قائم رہی تھی آخر میں سعودی عرب کے شاہ سعود نے نئی فریم بنوائی جو کہ آج تک موجود ہے۔

حضور پاک ﷺ کے ارشادات میں سرزمین شام کی فضیلت کا بیان:۔

عبداللہ بن خولہ نامی ایک صحابی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے کسی ایسے شہر کو مقرر کیجئے جہاں میں رہوں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ حیات رہیں گے تو میں آپ سے کبھی دور نہ جاتا کیوں کہ آپ کی جدائی میرے لئے بہت نا قابلِ برداشت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''کہ شام میں رہو'' مگر جب آپ ﷺ کو یہ پتا چلا کہ مجھے شام ناپسند ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، کہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے شام کے بارے میں کیا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے شام میرے شہروں میں سے تو برگزیدہ ہے تجھ میں میرے نیک بندوں کو داخل کرنا (یعنی کہ میرے بہتر اور اچھے بندے تیری سرزمین پر آئیں گے اور اسی زمین میں دفن ہو جائیں گے)۔ شہرِ شام کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ اُس میں رحمت کے فرشتے اپنے بازو (بادل) پھیلائے رہتے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا اللہ بھی اپنی رحمت شام پر بھیجتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، کہ ''مسلمانوں کا ایک ہجوم زمین میں ہے۔ جس کو ''غوطہ'' کہتے ہیں شام میں ایک علاقہ ہے اس میں ایک شہر ہے جو 'دمشق' کہلاتا ہے جو ایک دن مسلمانوں کی بہترین منزل ہوگا۔ حاکم کہتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

عمر بن مہاجر کا کہنا ہے کہ ولید بن عبدالملک (بنو اُمیہ کے خلیفہ) نے جامع مسجد کی تعمیر میں چار صندوقیں خرچ کی تھیں ہر صندوق میں اٹھائیس لاکھ دینار تھے مزید ستر ہزار دینار مسجد کے سامنے کے حصے کی مینا کاری میں خرچ ہو گئے۔ حضرت الائی ''سورہ رعد' کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ ذوالقرنین مصر کی وادی میں پہنچے تو انھوں نے ایک نور کو بلند ہوتا پایا انھوں نے اپنے دیمشق نامی غلام کو ایک شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔ جس سے دیمشق نامی شہر آباد ہوا۔

ایک قصہ میں آیا ہے کہ دو شیطانوں نے حضرت سلیمانؑ کے حکم سے بنایا تھا۔ ایک (شیطان جنات) کا نام برید اور دوسرے کا نام جبروت تھا۔ ان کے نام سے دیمشق کے دو دروازوں کے نام ہیں:

شام میں دس ہزار مجاہد ''اشیان'' داخل ہوئے جس میں حضور پاک کے دیدار کرنے والے (یعنی صحابی) شامل تھے۔ میں اور ''ہمیس'' میں ساتویں صحابی داخل ہوئے۔ ایک حدیث (ضعیف) میں ہے اُردن (جورڈن) کے نام اس لئے رکھا گیا کہ ان کی ہوا بہت تیز تھی۔ یہ بیت المقدس سے بہت قریب اور وہ اٹھارہ سال میں آباد ہوا کوفہ ادارلفضل ہے ''ایسرے لائٹ ٹاؤن'' یہ گول ہونے کی وجہ سے اس کا نام ''کوفہ'' پڑا۔ مِثرا (آج کا Egypt) حضرت عمر فاروق شام کے لئے کہتے ہیں کہ حضرت کسبک تم نبی کریم ﷺ کے شہر مدینہ میں کیوں چلے نہیں جاتے تو انھوں نے کہا کہ میں نے اللہ کی کتاب میں دیکھا کہ شام میں

اللہ کے خزانے ہیں۔ اور اس نے اپنے بندوں کو آزمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں نے معراج کی رات کو ایک سفید چیز دیکھی جیسے کہ کوئی موتی ہے اس کو ایک فرشتے نے اُٹھایا ہے میں نے پوچھا تم نے کیا اُٹھایا ہے۔

فرشتے نے عرض کیا، ''عمودے کتاب'' (کتاب کا دل یا قد) ہم کو حکم ہوا ہے کہ اس کو شام میں رکھو۔

حضرت کسبک بن اللہؓ فرماتے ہیں کہ دوسری زمین آباد کرو پہلی شام سے پہلے برباد ہو جائے گی۔

حضرت زین العابدین حضورِ پاک ﷺ سے فرماتے ہیں کہ ''مسہہ'' بستی (آبادی) ہے ان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ فرعون کے وقت کے ساحر (جادوگر) لحمہ میں ایمان لے آئے تھے عراق کا نام عراق اس لئے پڑا کہ اس کی زمین سیدھی ہے۔ اس میں نہ پہاڑ ہے نہ تو گہری کھائی ہیں۔

قدیم زمانے میں یہ سب علاقے شام کہلائے جاتے تھے حضور پاک ﷺ نے شام کو خود کے قدم مبارک سے دو دفعہ پاک کیا۔ اور عزّت بخشی۔ اسی واقعہ کو اسلامی تاریخ میں ''شام کا سفر'' کہتے ہیں۔ ایک پہلا سفر (مسافری) اور ایک دوسرا سفر۔ ایک روایت میں ہے کہ، حضورِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا، مجھے شام کی طرف سے رحمت کی خوشبو آتی ہے۔

شاید اشارہ حضرت اویس قرنی کی طرف سے ''قرن'' تھا وہی ملک کا ایک علاقہ ہے چلو ہم بھی ترکی کے اُڑھتی باتوں کے پیچھے شام کے ذریعہ قرآن پاک اور حدیثِ پاک سے تھوڑی سی پڑھائی کر کے نظروں کے سامنے ویسی ہی مقدار میں بہتے ہوئے پانی کا نظارہ اور محویت میں کھو جانا۔ قرآن پاک کی تفسیروں میں کہا ہے کہ وہ جگہ دمشق ہے۔

حضرت یُوسف کی مشہور دُعا ہے جس کا بیان قرآن پاک میں یہ کہا ہے کہ۔ ''توفنی مسلما والحقنی بالصالحین'' اس مبارک آیت میں صالحین سے مراد حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب اور حضرت اسحاق ہے۔

جیسا کہ تاریخ ''نائل'' یا دریا نیل پتا نہیں کتنی قوموں کی عروج اور زوال کو اس کی لہروں نے چھپائے رکھی ہے یہ دریا ہزاروں سالوں سے ایسا ہی بہہ رہا ہے۔ حدیث پاک میں اس کو ''جنت کا دریا'' کہتے ہیں۔ معراج مبارک کی رات کو حضور نبی کریم ﷺ جب ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے قریب تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے سدرہ کے (بیر کا وہ درخت جسے سدّرہ کہتے ہیں) اس درخت کی جڑ میں دو ظاہری اور دو باطنی دریا دیکھے ''سدّرہ (بیر کا درخت) کی شاید یہی برکت ہے۔ ہمارے یہاں میّت کو غسل دینے کے لئے پانی میں بیر کے پتے ڈالے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے آپ کے سوال کے جواب میں عرض کیا کہ اس سے دیکھتے ہو یہ دریا ''نیل'' ہے اور قرآت (قدرت) ایک عالم نے میرے ساتھ گفتگو کرتے وقت یہ حدیث بخاری شریف میں ہونے کا حوالہ دیا تھا۔

اب رہی یہ بات کہ دریائے نیل کا جنت کے ساتھ کیا رشتہ یہ کوئی نہیں جانتا اللہ اور رسول پاک ﷺ جانتے ہیں۔اُس کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہے البتہ دریائے نیل کی کتنی خوبیاں ہیں ۔زیادہ تر دریا شمال سے جنوب کی طرف بہتا ہے جب کہ درائے نیل کی خوبیاں یہ ہیں کہ اس کا بہاؤ جنوب سے شمال کی طرف ہے۔

دریائے نیل کی لمبائی کی وجہ سے یہ دنیا کا سب سے بڑا دریا ہے جو چار ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے۔ دریائے نیل کے بارے میں یہ بات ہزاروں سالوں سے تحریر کرنے والوں کے لئے یہ ایک معمہ بن کر رہ گیا ہے۔اس دریا کا بہاؤ کا ابتدائی مقام کہاں ہے۔ اِنسائیکلو پیڈیا برطانیہ میں دریائے نیلکے بہاؤ کی ابتدائی مقام کی تلاش میں صدیوں لمبی تاریخوں میں یہ بیان کیا ہے۔ بالآخر یہ روایت مقبول ہے کہ یہ دریا یوگانڈا کے وکٹوریا کی جھیل میں سے نکلتا ہے ایک معنی میں تو یہ سچ ہے کہ وکٹوریا جھیل پانی کا ایک سب سے بڑا ذخیرہ ہے جہاں سے دریائے نیل اس کے چار ہزار میل طویل سفر کا آغاز کیا ہے۔ مگر آغاز سے مراد ابتدائی مقام ہے۔تو پھر پانی کہاں سے آرہا ہے ابھی اس کے متعلق کوئی تشخیص (سروے) مکمل نہیں ہوئی ہے۔

انسان ہزاروں برسوں (تحقیق) تلاش کے باوجود اس دنیا میں دریائے نیل افریقی سرے کو سو فیصد یقین کے ساتھ تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو پائے تو پھر حضور ﷺ نے دریائے نیل کو جنت کے راستے کا جو نشان فرمایا ہے اس کا مکمل سراغ کون لگا سکے گا۔

خیر حضرت یُوسف کی تدفین کے مطابق مصر کے لوگوں کے درمیان میں بہت اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ بحث مباحثہ بڑھ گیا تمام محلّے والے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے محلّے میں تدفین کرنا چاہتے تھے بلا آخر یہ طے پایا کہ حضرت یُوسف کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تا کہ دریائے نیل کا پانی آپ کی قبر کو چھوتا ہوا اسے چومتا ہوا بہتا رہے۔اور اس برکت کا فیض اور فائدہ تمام مصر والوں کو ملے۔

سنگِ مَرمَر یا ''رُخامی'' کے نام سے مشہور بیش قیمت و مضبوط پتّھر کے تابوت (صندوق) میں حضرت یُوسفؑ دریائے نیل میں پہلے دفن کئے گئے اور بعد میں جیسے کہ سب کو معلوم ہے کہ چار سو سال کے بعد حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل ''دریائے نیل'' کو پار کر کے جب شام کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت یُوسف کے مطابق آپ کے تابوت کو بھی ساتھ لے لیا۔اور شام کے پاس تدفین کی میرے کہنے کا مقصد ہے کہ حضرت یوسف جیسے عظیم پیغمبر نے جس کے قصےّ کو قرآن پاک میں ''احسن القصص''، یعنی بہترین قصہ بتایا گیا۔ان کو بھی اسی برکت والی سرزمین پر تدفین پانے کے وصیت فرمائی تھی۔

تاریخی طور پر مشہور مصر کا دریائے نیل، کسی دور میں ہر سال خشک ہو جایا کرتا تھا۔اور مصر کے لوگوں میں ایسی روایت اور غلط عقیدہ پھیلا ہوا تھا کہ جب تک ایک کنواری اور خوبصورت لڑکی کی قربانی نہ دی جائے تب تک دریائے نیل خشک ہی رہے گا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں مصر فتح ہوا اور یہ مسلمانوں

کے قبضے میں آیا۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے حضرت عمر بن عاص کو وہاں کا گورنر مقرّر کیا تھوڑے عرصے کے بعد حضرت عمر بن عاص نے سنا دریائے نیل خشک ہو گیا ہے تو آپ نے لوگوں سے جانچ پڑتال کر کے حقیقت معلوم کی آپ کو ہر سال معصوم لڑکی کی قربانی کی جہالت انگیز روایات بالکل غلط نظر آئی۔

''صبر کرو'' آپ نے کہا اور دیکھو کہ اللہ کو کیا منظور ہے پھر آپ نے حضرت عمر فاروق اعظم کو ایک خط لکھ کر دریائے نیل کے خشک ہونے کا اور ایک کنواری لڑکی کی قربانی دینے کے مطابق تفصیل بیان کی۔ امیر المومنین نے تمام حقائق پڑھنے کے بعد ایک جوابی خط گورنر عمر بن عاص کو لکھا اور ساتھ ہی دریائے نیل کے نام سے بھی ایک خط تحریر کر کے روانہ کیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم کا دریائے نیل کے نام پر لکھا ہوا خط اس طرح تھا یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی جانب سے تحریر کیا گیا ہے ''اے دریائے نیل! اے ساگر! تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو اب بھی ہم اللہ تعالیٰ سے تیرے بہاؤ کے خواہش مند ہیں لیکن اگر تو خود مختار اور اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہم کو تیری بالکل پرواہ اور ضرورت نہیں ہے''

دوسرے خط میں آپ نے مصر کے گورنر کو ایسا حکم دیا کہ کنواری لڑکیوں کے بدلے یہ خط دریا کے بیچ میں خشک ریت میں جا کر ڈال دو۔ امیر المومنین کا اس حکم کو سنتے ہی سارے مصر میں ہلچل مچ گئی بے شمار لوگوں کا ہجوم اس منظر دیکھنے کے لئے جمع ہو گیا۔ لوگوں کی بھیڑ سے دریائے نیل کے کنارے بھر گئے گورنر نے سب لوگوں کے سامنے امیر المومنین کا خط دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اور سب واپس آئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دریائے نیل پر بہاؤ اور زور و شور سے بہنے لگا۔ اس کے پہلے اتنے زور سے اس کا بہاؤ کبھی نہیں تھا۔ پچھلے کئی برسوں کے مقابلے میں اس کا بہاؤ اٹھارہ فٹ اونچا ہو گیا۔ اب اس دن سے آج تک دریائے نیل پرُ جوش طریقہ سے بہہ رہا ہیں۔

شام میں ''ابدال'' کی موجودگی کے مطابق حدیث پاک کا بیان:۔

سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے حضورِ پاک ﷺ سے سنا ہے کہ شام میں چار ابدال ہوں گے اور اس میں سے ایک بھی وفات پائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں دوسرے کو مقرر فرمائے گا۔ اسی کے وسیلے سے بارش ہوگی اور اس کی برکت سے ہی دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی اور اسی وسیلے سے ''اہلِ شام'' کا عذاب دور ہوگا۔

حضور پاک ﷺ نے شام کی سرزمین کا سفر کیا وہاں الگ الگ قصّوں کے مطابق سیرتِ پاک کی کتابیں ملتی ہیں جس میں برکت کے لئے حق بیان کیا ہے۔

کاروباری قافلوں کے ساتھ سرکارِ دو عالم ﷺ نے شام کا پہلا سفر کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال تھی لیکن قافلے میں آپ ﷺ کے چاچا ابوطالب بھی شامل تھے وہ راہ کی تکلیفوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتے تھے لیکن روانگی کے وقت حضور ﷺ کے اِصرار پر ان کو بھی قافلے کے ساتھ لے جایا گیا۔

قافلہ شام کی حدود میں داخل ہوا جہاں پر ''اُسرہ'' نامی ایک شہر واقعہ تھا اس مقام پر ایک معجزہ نما عجیب واقعہ پیش آیا جس میں حضورِ پاک ﷺ کی صداقت اور آپ ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کے بطور رحمت اللعالمین منصب کی نشانیاں اور مہر نبوت کی سچائی کی گواہی ایک عیسائی پادری نے دی۔ ان تاریخی حقائق لے بیان شام کے سفر کے اس احوال میں شامل ہیں۔ آیئے ہم اس سفر کے معجزوں سے بھرپور حقائق سے اپنے ایمان کو تازہ کریں شام کے ایک شہر بصرہ میں ایک پُرانا گرجا گھر تھا جس میں ایک پادری رہتا تھا۔ اس کا نام ''بحیرہ'' تھا آسمانی کتابوں پر غور و فکر کرنے والا یہ پادری کئی برسوں سے گرجا گھر میں تنہائی میں رہتا تھا۔ اور اسکے پاس اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کی گئی ایک پرانی کتاب تھی۔ مکّہ کے تاجروں کا قافلہ جب وہاں پہنچا تو بحیرہَ نے ایک قاصد کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ آج ہماری طرف سے آپ کو دعوت دی جاتی ہے۔ میں نے کھانے کا بندوبست کیا ہے اس لئے قافلے کا ہر ایک فرد کھانے پر آئے:۔ قافلے کے لوگوں کو یہ پیغام سن کر حیرت ہوئی کیوں کہ دعوت تو درکنار بحیرہَ پادری کسی کے ساتھ بات بھی نہیں کرتا خیر قافلے کے لوگ سامان کے پاس ہی سرکارِ دو عالم کو چھوڑ کر بحیرہَ کے پاس پہنچ گئے اور پوچھا۔

ہمارے قافلے تو بار بار یہاں آتے رہتے ہیں کبھی نہیں لیکن آج تم نے ہماری دعوت کیوں کی ہے۔
بحیرہَ نے کہا، کوئی خاص بات نہیں صرف مجھے ایسا ہوا کہ آج اپنوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں جب کہ حقیقت یہ تھی کہ بحیرہَ نے اس کے پاس کی کتابوں میں، اسلامی کتابوں میں سرکارِ دو عالم کی نشانیاں پڑھی تھیں وہ جانتا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے دنیا میں آخری نبی کی آمد ہونے والی ہے۔
بحیرہ گرجا گھر کی ایک اُنچی جگہ پر بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ ایک قافلہ آ رہا ہے۔ مگر میں نے دیکھا تو اس کو بے حد تعجب ہوا کہ ایک بادل اس قافلے پر سایہ کر کے اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ دیکھتے دیکھتے ہی قافلے نے سامنے کے میدان میں قیام کیا۔ قافلے کے لوگ اپنے اپنے کام سمیٹنے میں اِدھر اُدھر پھیل گئے حضور پاک ﷺ ایک درخت کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ درخت کا سایہ جہاں حضور بیٹھے تھے اس طرف ڈھل گیا اور بادل کا ٹکڑا بھی آپ ﷺ کے سر پر آ کے رُک گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بحیرہَ اچانک سے چونک گیا کیونکہ اس نے دنیا میں تشریف لانے والے آخری پیغمبر کی جو نشانیاں پڑھی تھی اس میں سے ایک نشانی یہ بھی تھی کہ آخری نبی جہاں جائیں گے اس جگہ آپ ﷺ کے اُوپر بادل کا سایہ رہے گا۔
اس حقیقت کی زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے بحیرہ نے قریش کے قافلوں کی دعوت کی تھی۔

جب سب لوگ آ گئے تو بحیرہ سب کے چہروں کو غور سے دیکھنے لگا۔ مگر اس کو حضورِ پاک ﷺ کی کمی لگی۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر شریف صرف بارہ سال کی تھی بحیرہ نے پوچھا،

اے قافلے والوں تم میں سے کوئی باقی تو نہیں رہ گیا قریش کے لوگوں نے کہا۔

''سب آ گئے ہیں صرف ایک لڑکے کو ہم نے مال اور سامان کے پاس چھوڑ کر آ ئیں ہیں۔

بحیرہ نے کہا ''میں نے تو سب کی دعوت کی ہے۔ تو پھر ایک کو کیوں چھوڑ آئے جایئے ان کو بلایئے''

ایک آدمی دوڑتا ہوا گیا اور حضور پاک ﷺ کو ساتھ لے کر آیا بحیرہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ آ رہے تھے سر پر بادل بھی آپ کے مبارک سر پر سایہ کرتے ہوئے ساتھ چل رہا تھا۔ اب بحیرہ کو آپ ﷺ کی مبارک ذات میں یہ سب نشانیاں صاف نظر آ رہی تھی۔ جو اس نے اپنی کتابوں میں پڑھیں تھیں۔ کھانا کھانے کے بعد لوگ جانے لگے تو بحیرہَ نے آپ ﷺ کو روک لیا اور کہا، ''اے قریش لڑکے تم کو لاۃ اور ''عزّہ'' کی قسم ہے میری بات کا یہیں جواب دو''

سیرت کی کتاب میں ہے کہ بحیرہ مُورتی کا پُجاری نہیں تھا جبکہ لاۃ اور عزّہ مکّہ کے اس وقت جانے والے بتوں کے نام تھے۔ اصل میں تو اس نے بتوں کے ناموں کی قسم اس لئے دی کہ ایک تو مکّہ کے لوگ ان کی قسم کھاتے تھے دوسرے وہ مورتی پوجا اور توحید کی سچائی جاننا چاہتا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''اتنی گندی قسم مجھے مت دو دنیا میں یہ سب چیزیں مجھے سب سے زیادہ عزیز نہیں ہے''

بحیرہَ نے بات کو بدل دیا اس کو توحید کی چمک صاف نظر آئی اس نے کہا،

''میں جتنے سوال پوچھوں تو جواب دو گے اور آپ ﷺ نے جواب ہاں میں ارشاد فرمایا،''

پھر تو بحیرہ سوال پوچھتا گیا اور حضورِ پاک ﷺ اس کو جواب دیتے گئے بحیرے کو پکا یقین ہو گیا کہ آسمانی کتابوں میں جو نشانیاں حضورِ پاک کی لکھیں ہیں وہ سچ ہے۔ آخر میں اس نے حضورِ پاک ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''اے دونوں جہاں کے سردار یہی ہیں۔ یہی پانے والے سچّے رسول ہیں اللہ نے ان کو ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ پھر تو قافلے کے معتبر لوگوں نے بحیرہَ سے پوچھا کہ تم کو یہ سب باتوں کی معلومات اور یقین کیسے ہوا۔ بحیرہَ نے کہا، ''تمہارا قافلہ جب پہاڑوں کے پیچھے سے باہر نکلا اس وقت مندر کی اونچی جگہ پر سے میں نے دیکھا کہ درخت اور پتھر سجدے میں پڑ گئے ہیں۔ یہ چیزیں صرف نبی ہی کو سجدے کر سکتی ہیں دوسری نشانی مُہرِ نبوت جو ان کے دونوں بازوؤں کے بیچ میں ہے۔ قصیدہ بردہ شریف کے اشعار میں امام بصیری نے یہی معجزہ کا بیان کیا ہے۔ جس کو بحیرہ صاحب (پادری) نے دیکھا تھا۔

مِثْلَ الْغَمَامَةِ اَنّٰی سَارَ سَائِرَةً　　　تَقِیْهِ حَرَّ وَطِیْسٍ لِّلْهَجِیْرِ حَمِیْ

اسی لیئے کے حضورﷺ جہاں بھی تشریف لے جاتے ایک بادل جیسی چلتی ہوئی چیز حضورِ پاکﷺ کو دوپہر کی گرمی سے بچاتی تھی بُردہ شریف میں اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے جو بحیرہ پادری نے دیکھا تھا جس میں بحیرہؔ نے دیکھا کہ بادل تو وہیں موجود ہے جہاں قافلے والے حضورﷺ کو سامان کے پاس چھوڑ کر آئے تھے۔

بحیرہؔ نے بات چیت کے آخر میں حضورِ پاکﷺ سے کہا،

''مااسمک:۔تمہارا نام کیا ہے۔''

حضورِ پاکﷺ نے فرمایا،

''محمد ہے'' یہ سن کے بحیرہؔ حضورﷺ کی طرف بھاگا اور مبارک پیشانی چومنے لگا اور کہنے لگا

''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور وہ مسلمان ہوگیا۔

نگاہیں لطف کے امید وار ہم بھی ہیں
لئے ہوئے دل بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا
تیرے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں۔

تمت بالخیر

حضور پاکﷺ کا شام کا دوسرا سفر:۔

آپﷺ کے چچا ابو طالب کاروبار کرتے تھے قبیلے قریش کے لوگوں کا یہ دستور تھا کہ سال میں ایک مرتبہ تجارت کے سلسلے میں شام جایا کرتے تھے عرب اور بالخصوص قریش بنی اسرائیل اسلام نافذ ہونے سے قبل ہزاروں سال سے تجارت کیا کرتے تھے حضور پاکﷺ کے بڑے دادا (آباؤاجداد) ''ہاشم نے عرب قبیلوں کے ساتھ کاروباری سمجھوتے کر رکھے تھے اس طرح انہوں نے تجارت کو خاندانی پیشے کے طور پر مضبوط بنالیا تھا حضور پاکﷺ کی توجہ کاروبار کی طرف رغبت ہوئی اور تجارت سے بہتر کوئی کام پسند نہیں آیا چچا ابو طالب کے ساتھ بچپن سے ہی کہیں کاروبار کے سلسلے میں سفر کے لئے ہر ایک قسم کے تجربے حاصل کر چکے تھے اس لئے حضور پاکﷺ کسی بھی تجربے کے محتاج نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسولﷺ کی عمر شریف پچیس سال کی ہی تھی اس وقت حضرت خدیجہؓ کے حصے دار بن کر دوبارہ شام کی طرف کاروبار کے لئے تشریف لے گئیں تھیں۔

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ ابو طالب نے حضورﷺ سے عرض کیا کہ میرے پاس اب تجارتی مال

بالکل نہیں بچا اور قریش کا قافلہ شام کے سفر کی طرف جانے والا ہے۔ خدیجہ بنت خویلید اپنا مال لوگوں کو دے رہی ہیں آپ کی خواہش ہو تو خدیجہ کا مال لے کر جائیں میرے خیال سے وہ دوسروں کے مقابلے میں آپ کو زیادہ پسند فرمائیں گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں آپ کو بھی کچھ منافع حاصل ہو جائے۔

ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلید مکہ کی ایک امیر شریف اور مشہور خاتون تھیں اتنا ہی نہیں ان کے والد خویلید بن اسد مکہ شہر کے شاہی سوداگر اور اعلیٰ ترین سوداگر تھے ان کی وفات کے بعد بی بی خدیجہ نے سارا کاروبار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور حوصلہ کے ساتھ کاروبار آگے بڑھاتی رہیں ان کی دو شادیاں ہوئیں تھیں دونوں دفعہ بیوہ ہو گئیں پھر انہوں نے شادی کا خیال چھوڑ دیا اور کاروبار اور ملکیت کا انتظام اور نگرانی میں مصروف ہو گئیں حضرت خدیجہ امیر خاندان اور خوش اخلاق خاتون تھیں اور اتنی نیک اور پاکیزہ زندگی بسر کرتی تھیں کہ مکہ کے عوام انہیں احترامً طاہرہ کے لقب سے پہچانتے اور آپ ''طاہرہ'' نام سے ہر جگہ مشہور تھیں اللہ تعالیٰ نے امیری کے ساتھ آپ کو بے پناہ خوبصورتی بھی عطا فرمائی تھیں آپ کے حسن اور سیرت کی مثال دی جاتی تھی حضرت خدیجہ سنجیدہ اور ذہین ہونے کے ساتھ کاروبار کے شعبہ میں بھی ماہر تھیں انہیں خوبیوں اور ذہانت سے متاثر ہو کر مکہ کے رئیس قبیلوں کے مشہور سردار آپ کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہشمند اور طلبگار تھے۔ آپ کو شادی کے لئے بہت رشتے مل رہے تھے مگر بی بی خدیجہ کی ایک کاروباری مہارت یہ بھی تھی کہ وہ تجربے کار شخصوں کو کاروباری مال دے کر اطراف کے علاقوں میں اور پردیس بھیجا کرتی تھیں اور جو نفع ہوتا اس میں مقرر کردہ حصہ محافظ کے طور پر ادا کر دیا کرتیں تھیں اب اس وقت دوبارہ ایک تجارتی قافلہ شام جانے کی تیاری میں مصروف تھا۔ حضور ﷺ کو تمام عرب معاشرہ ''امین'' اور ''صادق'' کے معزز القاب سے بلاتے تھے آپ کی اچھی شاخ اور عزت بہت معتبر تھی حضرت بی بی خدیجہ بھی ان کی عمدہ تعریف سن چکی تھیں اور ان کی اعلیٰ قدروں سے واقف تھیں حضرت خدیجہ نے اپنے ایک خصوصی کارندے ''مزنیا'' کو حضور پاک ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا درخواست کے ساتھ کہ آپ میرا تجارتی مال لے کر جائیں اور اللہ اس میں جو منافع بخشے تو اس میں سے جتنا مناسب سمجھیں اتنا منافع لے لینا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کو روبرو بلا کر تجارتی مال بیچنے میں حصہ داری کریں اور دوسروں کے منافعے کے مقابلے میں دوگنا منافع دینے کی گزارش کی جس کو حضور پاک ﷺ نے قبول فرما لیا۔ شام کے سفر کے لئے جب تجارتی قافلہ روانہ ہونے لگا تو حضرت بی بی خدیجہ اپنے ایک بہت ہی وفادار غلام میسٹڈ کو مال اسباب سنبھالنے کے لئے ''مزن میاں'' نامی شخص کو بھی حضور پاک ﷺ کی خدمت کے لئے ساتھ میں روانہ کیا اور فرمایا ''یاد رکھنا، شام کے سفر میں محمد ﷺ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو ان کی ہر فرمائش کی تابعداری کرنا اور ان کی کسی بھی بات میں اختلاف مت کرنا انہی کے مشورے پر عمل کرنا اور ان کی خدمت کا پورا حق ادا کرنا۔

قافلے نے اپنی منزل کی طرف بڑھنا شروع کیا کئی لوگ قافلہ کو الوداع کرنے کے لئے کافی دور تک

ان کے ساتھ آئے اور پھر لوٹ گئے ۔ یکے بعد دیگر منزل پار کرتا ہوا قافلہ شام کی حدود میں داخل ہوا بصرا کے بازار میں پہنچ کر قیام کیا اس وقت منڈی اور بازار کھلے میدانوں میں منعقد ہوا کرتے تھے جیسے آج ہمارے ہاں جمعہ بازار اور منگل بازار لگتے ہیں۔ حضور ﷺ میدان میں ایک ایسے سوکھے ہوئے درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے جو ہری ڈالیوں اور پتوں کے بغیر تھا میسرا حضور پاک ﷺ کی ہر اک عمل کا باریکی سے معائنہ کر رہا تھا حضور ﷺ کے تشریف رکھتے ہی سدکھا ہوا درخت ہرا بھرا اور پھل دار بن گیا اس کے علاوہ اطراف میں بھی ہریالی اور خوشنما ماحول پھیل گیا۔

سامنے عیسائیوں کا ایک گرجا گھر موجود تھا اس میں ''نشتورہ'' نام کا پادری رہتا تھا اس پادری نے قدیم کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ اس میدان کے قریب درخت کے نیچے کسی وقت اللہ کے آخری نبی تشریف رکھیں گے۔

نشتورہ بی بی خدیجہ کے غلام میسرہ کے پاس آیا اور کہا ''اس درخت کے نیچے جو جوان بیٹھا ہے وہ کون ہیں'' میسرہ نے جواب دیا۔ یہ مکہ کے ''امین'' اور ''صادق'' ہیں نشتورہ کہنے لگا میرے علم کے مطابق حضرت عیسیٰ کے بعد آج تک یہ خوبصورت نوجوان کے سوا اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھے گا ''۔ تھوڑی دیر تک حضور پاک کی طرف دیکھ کر نشتورہ نے پوچھا کہ ''کیا بات ہے ان کی آنکھوں میں سرخی نظر آ رہی ہے۔'' میسرہ نے جواب دیا ہاں ایسا میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ سرخ رہتی ہیں۔

نشتورہ بول پڑا ''سچ مچ یہ وہی نبی ہیں اور آخری نبی ہیں''۔

ایک روایت کے مطابق نشتورہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''آپ کو رات اور غظ کی قسم دیتا ہوں بتائیے آپ کا اصلی نام کیا ہے'' حضور پاک ﷺ نے فرمایا ''مجھ سے دور ہو جا کیونکہ آج تک کسی عرب کے لوگوں نے میرے سے نامناسب بات نہیں کی ۔ اسی طرح شام کے پہلے سفر کے دوران بحیرہ پادری نے بھی آپ کا امتحان لینے کی خاطر ''لات'' اور ''عظمہ'' کی قسم دی تھی اس وقت حضور پاک نے اسے ٹوکا تھا۔ شتورہ کے ہاتھ میں ایک کتاب تھیی جس میں دیکھ کر وہ کہہ رہا تھا ''قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت عیسیٰ پر ''انجیل'' نازل فرمائی یہ وہی ہیں یعنی یہ نبی آخر الزماں ہیں'' دوسری جانب میسرہ آپ ﷺ کی ہر ایک بات کو باریکیوں سے دیکھ رہا تھا اس کا کہنا ہے کہ جب دھوپ تیز ہو جاتی تو آسمان پر دو فرشتے پر پھیلا کر آپ ﷺ کے اوپر سایہ کرتے تھے نشتدرہ کی باتیں سن کر میسرہ کو پختہ یقین ہو گیا کہ حضور پاک ﷺ کوئی معمولی شخص نہیں ہیں کہ آہستہ آہستہ آپ ﷺ کی محبت اس کے دل میں بس گئی اور وہ زیادہ امنگ اور عقیدت سے آپ ﷺ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے لگا وہ جیسے بی بی خدیجہ کا نہیں حضور پاک ﷺ کا غلام ہو۔ خیر حضور ﷺ نے اپنے ساتھ کا تجارتی مال بصرا کی منڈی میں فروخت کیا اور دوسرے تاجروں کے مقابلے میں دوگنا کاروبار کیا مال کی لین دین کے بعد دوسرا مال خرید لیا اور ایک ایماندار تاجر کی طرح آپسی معاملے طے

کئے اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھی تاجروں کو بھی آپ ﷺ کی برکت سے اچھا منافع ہوا میسرہ نے کہا ۔"محمد ﷺ میرے آقا ہم چالیس سال سے بی بی خدیجہ کے لئے تجارتی ادارے کے کاروبار کرتے رہے ہیں لیکن اتنا زیادہ وسیع مقدار میں منافع نہیں ہوا۔" اب قافلہ مکہ کے قریب پہنچا تو میسرہ نے عرض کیا۔"

حضور میری عرض ہے کہ آپ ہم سے پہلے مکہ تشریف لے جائیں اور بی بی خدیجہ کو کامیابی تجارتی سفر کی خوشخبری بخشیئے۔" اس وقت بی بی خدیجہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ بالا خانہ میں بیٹھی تھیں دوپہر کا وقت تھا بہتی تیز دھوپ تھی اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ حضور پاک ﷺ کے سر مبارک پر دو فرشتے سایہ کرر ہے ہیں سیرت کی کتابوں میں آیا ہے فرشتے پرندوں کی شکل میں تھے تمام سہیلیاں بھی اس حیرت انگیز منظر کو دیکھ کر حیران ہو گئیں۔قریب آئے تو پتہ چلا کہ یہ شخص کوئی اور نہیں خود حضور ﷺ تھے شام کے سفر کی تفصیل سن کر بی بی خدیجہ بہت خوش ہوئیں دوسری طرف قافلہ مکہ پہنچا اور پھر میسرہ نے بھی سفر کے دوران دیکھے جانے والے حیرت انگیز واقعات کا احوال پیش کرتے ہوئے حضور ﷺ کی تجارتی صلاحیت اور اعلیٰ کردار کی بڑی تعریف کی جسے سن کر بی بی خدیجہ کی حیرانی بڑھتی چلی گئی اور آپ کی محبت ان کے دل پر چھا گئی اور جستجو پیدا ہوئی کاش یہ خوبصورت جوان اگر میرا شوہر بن جائے تو میں تن من اور دھن ان کے مبارک قدموں میں بچھا دینے کے لئے بے چین ہوں۔

بی بی خدیجہ کی ایک ذہین اور سمجھدار سہیلی تھی جس کا نام نفیسہ بنت امیہ تھا ایک دن اسے بی بی خدیجہ نے اپنے دل کی بات کہدی اور رشتہ لے جانے کے لئے ماحول تحقیق کرنے کو کہا نفیسہ نے حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کون سی چیز آپ کو نکاح میں رکاوٹ بن رہی ہے!" "میرے پاس دنیاوی مال ملکیت نہیں ہے۔" نفیسہ نے عرض کیا" اگر کوئی ایسی عورت پیدا ہو جائے جس کی مال ملکیت بھی زیادہ ہو اس کے علاوہ خوبصورت بھی ہو خاندان کے لحاظ سے بھی سب سے اعلیٰ ہو تو کیا آپ ﷺ قبول فرمائیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔" ایسی خاتون کہاں پیدا ہوتی ہے"۔نفیسہ نے عرض کیا۔" خدیجہ بنت خویلید وہ آپ کو چاہتی ہیں اگر آپ ﷺ فرمائیں تو ان کو شادی کے لئے راضی کرواؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔" مجھے کوئی اعتراض نہیں"

شام کے سفر سے واپس آنے کے بعد بی بی خدیجہ کے ساتھ نکاح:۔

ایک روایت میں ہے کہ بی بی خدیجہ نے حضور ﷺ کو اپنے پاس بلا کر روبرو شادی کی بات طے کی تھی ۔شادی کی بات طے ہو جانے پر مقررہ دن رسول پاک ﷺ اپنے چچا ابو طالب، امیر حمزہ، حضرت عباس اور بنو ہاشم اور کچھ قبیلوں کے سربراہوں اور بزرگوں کے ساتھ حضرت بی بی خدیجہ کے گھر پر تشریف لے گئے جہاں عقد اور نکاح ہوا بی بی خدیجہ کے چچا عمر بن محمد نے کہا کہ اگر قریش گواہ ہو جائے تو میں نے خویلید کی

دُختر خدیجہ کو محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں دے دوں مہر کے متعلق مختلف روایت میں آیا ہے کہ مہر ساڑھے بارہ ابکیا تھی ایک ابکیہ چالیس درہم کا تھا دیگر ایک روایت میں مہر پانچ سو درہم ہے جو بیس اونٹوں کی قیمت کے برابر ہے حجاب قبول کی مجلس میں مبارک باد کا شور بلند ہوا مبارک سلامت کی لین دین ہوئی خوشیوں بھرے ماحول میں نکاح کی محفل برخواست ہوئی۔

اللہ کے دیدار کرنے والی بہت سی پاکیزہ آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی کہ بڑے بڑے مسور ما کے سر جھک جاتے تھے آپ کا نور چہرہ اتنا رعب دار اور پرکشش تھا کہ سامنے والا متاثر ہو جایا کرتا تھا اس کے دل میں واپسی دیدار کرنے کی خواہش پیدا ہو جاتی آپ کے انداز گفتگو میں چال چلن میں آپ کی ہر ایک ادا میں اتنی دلکشی تھی کہ آپ ﷺ سے ملنے والے آپ ﷺ کی تعریف کرنے لگ جاتے تھے۔

”حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ فخر ے انبیاء ٹھہرے“

اس ظاہری اور باطنی عمدہ اور اعلیٰ ترین اخلاق اور تہذیب کی بدولت بی بی خدیجہ نے اپنا سب کچھ آپ ﷺ کی محبت میں قربان کر دینے کا عزم کر لیا ”محبت کا تیری بندہ ہر اک کو اسے نسم پایا، برابر گردن شاہ و گدا دونوں کو خم پایا“

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

جس کے آگے سرِ سر براہ خم رہے — اس سرِ تاج رفعت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھینچی گردنیں جھک گئیں — اس خداداد شولت پہ لاکھوں سلام

حضرت بی بی خدیجہ نے لوگوں کے منہ سے حضور پاک ﷺ کی تعریفیں تو سن رکھی تھیں حضور رسول پاک ﷺ کی ایک پھپھی بی بی صنفیہ کی شادی بی بی خدیجہ کے بھائی عباس بن خویلید کے ساتھ ہوئی تھی اور آخر کار شام کے سفر سے اپنے غلام سے معجزہ بھرے احوال سننے کے بعد بی بی خدیجہ کے دل میں ملنے کی جستجو پیدا ہوئی تھی

میں نے بھی اپنے سلسلے وار مضمون شام کے سفر میں حضور پاک ﷺ کے پہلے اور دوسرے سفر کا مختصراً احوال پیش کر کے بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی عاجزانہ کوشش کی ہے۔

نکاح کے وقت حضرت بی بی خدیجہ کی عمر شریف چالیس سال کی تھی۔ حضور پاک ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد بی بی خدیجہ کو چھ اولاد ہوئیں جس میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں حضرت خدیجہ نے 65 سال کی عمر میں وفات پائی ان کی حیاتی میں حضور پاک ﷺ نے کسی بھی خاتون سے نکاح نہیں کیا۔ حضور ﷺ شام کا دوسرا سفر اور ام المومنین حضرت بی بی خدیجہ کے نکاح کا آپس میں ایک قسم کا خاص تعلق ہونے کی وجہ سے ام المومنین کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

اسلام کی خاطر جہاد اور شہادت کے متوالے سلطان ایوبی:۔

مجھے یاد آرہا ہے کہ! جون کا مہینہ تھا کراچی میں گرمی شعلے برسارہی تھی ۔ بہت ہی گرمی کی وجہ سے راستوں پر آنے جانے والوں کا ہجوم بہت کم تھا۔ 1967ء کا سال تھا مجھے یاد آیا کہ سات کو اسرائیل نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تھا اس کے بعد چار جولائی 1967ء میں اسرائیل میں شامل کرنے کی اقدام کو غیر قانونی ٹھہرایا گیا۔ یہ فیصلہ ہوا تو اس وقت کوئی بھی رکن ملک اس کا مخالف نہ تھا جب کہ اسرائیل اور امریکہ اقوام متحدہ کے اجلاس سے غیر حاضر رہتے تھے۔ (میں نے کراچی لطیف کلاتھ مارکیٹ میں میری کمپنی توکل ٹریڈنگ نامی دکان سے ظہر کی نماز ادا کرنے گیا تھا)۔

ان دنوں میں کراچی اور پورے ملک کے ہر ایک اخبار میں صفہ اول کی سرخیوں میں بیت المقدس کی خبروں سے بھری ہوئی تھیں۔ میں اور میرا دوست نیو میمن مسجد میں سے کپڑا مارکیٹ کی طرف جارہے تھے کہ ایک اخبار بیچنے والا اسلامی مجاہد چیخ چیخ کر پکار رہا تھا کہ ایوبی ایک مجاہد آئے گا اور قبلہ اول کو یہودیوں کے ناپاک قبضے سے آزاد کرائے گا۔

آئی آئی چندیگر روڈ کے سامنے سے ایک ہجوم نکلا۔ ہجوم کے لوگ غصے سے لال پیلے ہوگئے بے قابو لوگوں نے پتھراؤ شروع کردیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دوکانیں اور مارکیٹ بند ہوگئیں ٹریفک غائب ہوگیا لوگوں کے ہاتھ میں صلاح الدین ایوبی کے نام کے چھوٹے بینرز بھی تھے صرف کراچی میں ہی نہیں پورے مشرقی پاکستان اور ڈھاکہ کی سڑکوں اور گلیوں میں پاکستان اور پوری عالم اسلام میں بیت المقدس پر یہودی قبضے کے خلاف نفرت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

میرے دوست نے کہا ستار بھائی کوئی بھی سلطان ایوبی کی طرح بیت المقدس کو واپس آزاد کیا سکے ایسا کوئی بھی عرب بادشاہ یا عقیدت مند آج نظر نہیں آتا سب کمزور اور بزدل ہیں۔

میں کیا جواب دیتا خیر دل ودماغ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح غمزدہ تھا سب لوگ سلطان ایوبی کے نام کے چرچے کرتے تھے میرے دوست نے کہا اس ہجوم کے لوگوں نے تو صرف ایوبی کا نام ہی سنا ہے اس کے کارناموں سے بھی بالکل واقف نہیں ہیں ستار بھائی تم تو اکثر لکھتے رہتے ہو اس سلطان ایوبی کے بارے میں بھی لکھ ڈالو میں خاموش ہوگیا اور آج اس شام کے سفر کی تحریر میں اس عظیم مجاہد اور قبلہ اول کو ناپاک طاقتوں کے قبضے سے آزاد کرانے والا صلیبی جنگ کی تاریخ میں اسلام دشمن فوج کو شکست فاست دینے والا سلطان صلاح الدین ایوبی کے ملک شام کے دارالحکومت دمشق میں واقع مزار کی سیڑھیوں پر کھڑا ہوا تھا۔

مصر میں 24 سال اور شام میں 19 سال حکومت کرنے والا عدل وانصاف اور تقویٰ میں اسلام کا جانشین سلطان ایوبی کی انقلابی زندگی کے بارے میں میرے لئے اس سلسلے وار مضمون شام کا سفر میں کچھ

لکھنا مناسب لگا کیونکہ سلطان ایوبی نے مسلمانوں کو اور اسلامی سلطنت کو دشمنوں کے ناپاک حملوں سے بچانے کے لئے جو کامیاب کوشش کی تھیں اس کے ذکر کے بغیر اس شام کے سفر کو بیان کرنا مجھے نامکمل محسوس ہوا مجھے یقین ہے کہ اس مضمون میں میں نے اپنی صلاحیت کے مطابق جو احوال پیش کئے ہیں انہی کی طرح سلطان صلاح الدین ایوبی کی زندگی کے متعلق تفصیل قارئین کو بھی پسند آئے گی انشاءاللہ۔

عاشق رسول اور متقی سلطان نورالدین زنگی کا مختصر بیماری کے بعد اکیسوی شوال ہجری سن 569 بمطابق 15 مئی عیسوی سن 1174ء میں انتقال ہوا تھا۔ سلطان زنگی کا جہاد کے لئے بے پناہ لگاؤ اور اسلام کی عظمت کی خاطر شہادت کا شوق سلطان صلاح الدین ایوبی کی سوانح حیات کا اولین باب ہے

سلطان صلاح الدین ایوبی کے نام سے ناواقف شاید ہی کوئی ایسا شخص ہوگا۔ سلطان نورالدین زنگی نے آپ کو ان کے چچا شیرکوہ کے ساتھ ایک جنگی محاذ پر مصر بھیجا یہ واقعہ عیسوی سن 1166 کا ہے انہوں نے بے شمار مورچے فتح کئے سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس جنگ میں خاص کردار ادا کیا اور بڑی بہادری سے لڑے سلطان صلاح الدین ایوبی کو ''حہلب'' اور ''کفارتاب'' کے علاقے جاگیر کے طور پر انعام دئے اس تمام عرصے کے دوران مصر کی تاریخ خونریز تھی بغاوت کی چھوٹی بڑی جنگیں صلیبی حملے ہوئے جن کے نتیجے میں افراتفری مچی رہی بالآخر نورالدین نے مصر کو مکمل طور پر فتح کرلیا اور شیرکوہ کو مصر کا وزیر اعلیٰ مقرر کیا دو مہینے کے بعد شیرکوہ کی وفات ہو جانے پر صلاح الدین ایوبی کو مصر کی حکومت حوالے کر دی گئی جہاں انہوں نے 24 سال تک حکومت کی۔

اس دور میں بیت المقدس کا شہر دوسونو ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا تھا جس میں گنبد سمرا بھی شامل تھا چھوٹی چھوٹی گلیاں اور ایک دوسرے سے قریب عمارتیں بنی ہوئی تھیں دوسونو ایکڑ کے کل رقبے میں سے 1.35 ایکڑ رقبہ پر مسجد اقصیٰ پھیلی ہوئی تھی اور یہاں کی قدیم محرابیں اور عمارتیں آج تک قائم ہیں ایک گلی کا نام داؤد اسٹریٹ ہے اس کے علاوہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی ملکیت مسجدیں، قلعہ اور دیگر عمارتوں نے شہر کو گھیر رکھا ہے اس زمانے میں ایک ایکڑ رقبے میں پچپن ہزار کی آبادی ہوا کرتی تھی مسلمان عیسائی یہودی اور ان کے علاوہ ہر نسل، زبان اور مذہب کے لوگ بیت المقدس میں آباد تھے۔

بیت المقدس کا کوئی بھی محلّہ ایسا نہیں تھا کہ جہاں مسجد اور گرجا گھر نہ ہوں مسجد اقصیٰ کے علاوہ شہر میں 37 مسجدیں اور تقریباً 20 پادری اور ربیوں (یہودیوں کے مذہبی پیشوا) کی خانقاہیں تھیں۔ ہر جگہ مینار نظر آتے تھے تاریخ بتارہی ہے کہ حضرت سلیمان کے دور میں بیت المقدس رہائشی اور تجارتی علاقے الگ الگ ہوا کرتے تھے حضرت عیسیٰ جب اس شہر میں آئے تو اس وقت اس کی آبادی ڈھائی لاکھ تھی۔

ایک لاکھ لوگوں کے علاوہ پوری قوم کو اعلیٰ اور دوسری قوموں کو پست سمجھتے تھے ان کا دعویٰ تھا کہ اللہ نے یہودیوں کو فرشتوں سے بہتر ٹھہرایا ہے۔ 19 اگست عیسوی سن 70 میں عیسائی بادشاہ کیرومن جنرل ٹیٹ نے

بیت المقدس کو فتح کرلیا ایک یہودی نے جلتی ہوئی مشعل "ہیکل سلیمانی" میں پھینک دی۔ جس سے آگ بھڑک اٹھی۔ آگ بجھانے کی تمام کوششوں کے باوجود اصلی "ہیکل سلیمانی" 70ء میں جل کر خاک ہوگیا۔ 101ء میں یہودیوں نے عیسائیوں کی پیغام قتل عام کی 136ء میں رومن شہنشاہ ہیٹرین نے شہر کو دوبارہ آباد کیا قسطنطنیہ نام کے رومن بادشاہ نے قسطنطنیہ شہر بسایا اس نے 236ء میں بیت المقدس کو عیسائی سامراج میں شامل کرلیا 437ء سے لگاتار ایک صدی تک یہودیوں کی وجہ سے اس شہر میں عیاشی اور بدکاری عروج پر تھی آخر میں ساتویں صدی میں شہنشاہ "ہرکیولیس" نے یہودیوں کو بیت المقدس سے بھگا دیا۔

"ایسرا" اور "معراج" "مسجد اقصیٰ":۔

معراج شریف کا مقدس واقعہ حضور پاک ﷺ کی ہجرت سے تقریباً 18 ماہ پہلے واقعہ ہوا تھا اس معاملے میں سال کے بارے میں اختلافات ہوسکتے ہیں لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ واقعہ 27 رجب کے دن ہوا تھا۔ "اور پھر اللہ اپنے رسول کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ معراج شریف کے اس واقعہ سے بچہ بچہ واقف ہے۔

بیت المقدس کے متعلق خون ریز تاریخ کا صرف ایک ہی واقعہ ایسا ہے کہ اس شہر میں داخل ہونے والے کسی فاتح کی آمد پر شہریوں نے جشن منایا اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ ہی وہ عظیم فاتح تھے اور اس وقت شہر کی سپردگی کا معائدہ ہوا یہ 15ء اور 636ء کا واقعہ ہے۔

خلافت راشدہ "ام بی" اور اباسی اور ان کے علاوہ بنی خلافت کا دور چلا جس کے بعد عیسائی فوجیں اس شہر پر قابض ہونے کیلئے بار بار حملے کرتی رہیں اور بالآخران حملوں نے صلیبی جنگ (مذہبی لڑائی) کی شکل اختیار کرلی۔ فرانس، اٹلی، جرمن، مصر اور صلیبی فوجیں اس صلیبی جنگ میں شامل ہوگئیں گھمسان کی جنگ میں جگہ جگہ اور گاؤں گاؤں قتل عام ہوا۔ 15 جولائی 1099ء صلیبی فوجیں بیت المقدس میں داخل ہوگئیں۔ مسجد عمر میں گھوڑے سوار گھس آئے انہوں نے مسلمان کا اتنے بڑے پیمانے پر قتل عام کیا کہ خون کے چشمے ان کے گھوڑوں کے گھٹنے تک ڈوبے ہوئے تھے انہوں نے معصوم بچوں کو پاؤں سے پکڑ کر دیواروں سے ٹکرایا اور پھر گھماتے قلعے کی دیواروں سے باہر پھینک دیا کرتے تھے مسجد اقصیٰ اور مسجد عمر سے ایک سو کلو چاندی کی قندیلیں اور دیگر قیمتی اشیاء لوٹ لیں جب اس قتل عام کی خبر بغداد پہنچی تو مسلمان ماتمی لباس پہن کر گلیوں میں نکل آئے۔

یہ پہلی صلیبی جنگ تھی اس کے بعد 1147ء میں دوسری صلیبی جنگ ہوئی جیسا کہ میں اس مضمون میں پیچھے ذکر کرچکا ہوں کہ صلاح الدین ایوبی کا اپنے چاچا کے ساتھ مصر جانا مسلمانوں کے لئے رحمت ثابت ہوا۔

گستاخ رسول کا عبرت ناک انجام :۔

صلاح الدین ایوبی نے اندرونی اور بیرونی سازشوں کو ناکام بنادیا اور اس کے نتیجے میں شام اور مصر متحد ہو گئے عیسائی صلیبی سکندریا کی جنگ بری طرح ہارے اور وہ صلح کے لئے مجبور ہو گئے جس کے نتیجے میں سلطان ایوبی اور صلیبیوں کے بیچ ایک بارہ سالہ امن کا معاہدہ ہوا لیکن بعدازاں صلیبیوں نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی اس کے باوجود سلطان صلاح الدین اایوبی نے کسی قسم کی کوئی انتقامی کاروائی نہیں کی۔

عیسائی مسلسل معاہدے کی خلاف ورزی کرتے رہے یہاں تک کہ ''ترک'' کے حاکم ''ارناٹ'' نے مکہ معظّمہ اور مدینۃ النبی پر حملے کا ناپاک ارادہ کیا۔ روضۂ رسول کے ساتھ گستاخیاں کرنے کا ناپاک ارادہ رکھتا تھا اس نے بری نیت سے سمندر کے کنارے اپنی فوج اتاری۔

سعودی عرب کے کنارے حرم نبوی شریف بے حرمتی کا کرنے کا ناپاک منصوبہ لمبے عرصے سے پرورش پا رہا تھا۔ وہ اپنے ترک قلعے میں بیٹھ کر جہاز کے مختلف حصے بنوا کر سمندر کے کنارے بھجوا تا رہا تھا بھولے بھالے دوست پرور عرب اس کے اس بھیدی سامان کو اونٹوں پر لاد کر مقررہ جگہ پر پہنچا دیا کرتے تھے۔

جہاز تیار ہو جانے کے بعد اس نے اپنی فوجیں بھیج کر مسلمانوں کی بندگاہ ''ایلا'' کو گھیر لیا جینالڈ ''ارنات'' کی صلیبی فوج ایک سال تک قتل وغارت کرتے رہے ایسا لگ رہا تھا جیسے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔

ایک مرتبہ تو یہ صلیبی فوجیں مدینہ منورہ سے ایک دن کے فاصلے تک پہنچ اور اس مقدس شہر کی سلامتی کے سامنے خطرہ پیدا ہو گیا اس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کو اس بات کی خبر پہنچی تو یہ عاشق رسول ﷺ سلطان تڑپ اٹھا اور اس نے اپنی سمندری بحری بیڑہ کو آگے بڑھا کر ارنات کی فوج پر ہلہ بول دیا اور صلیبیوں کو شکست دی مُتعدد صلیبی فوجی قید ہو گئے یا مارے گئے البتہ ارنات خود بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

3 جولائی 1187ء میں سلطان ایوبی نے ترکی کی طرف اپنی فوجیں بڑھائی حطین کے مقام پر گھمسان کی جنگ ہوئی میدان جنگ گندم کی بوریوں کی طرح لاشوں کے ڈھیر میں پلٹ گیا جن قیدیوں کو قید کر لیا گیا ان میں ارنات بھی شامل تھا۔ گستاخ رسول ﷺ ارنات کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچا کر شان رسالت میں گستاخی کا بدلہ لیا۔ جب سلطان صلاح الدین کی فوجوں نے بیت المقدس کو گھیر لیا اس وقت شہر میں ایک لاکھ عیسائی فوجیں موجود تھیں ماہ رجب کی وہ بیسویں تاریخ 1187ء کو سلطان صلاح الدین کی جانب سے اسلامی روایات کے مطابق عیسائیوں کو پیشکش کی گئی اگر ہتھیار ڈال کر بیت المقدس کو خالی کر دیں تو ان کی جان بخش دی جائے گی لیکن بار بار وعدہ خلافی کرنے والے اور تکبر سے

اندھے بنے ہوئے یہودیوں نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا آخر کار اسلام کے اس غازی نے زور شمشیر سے شہر کو فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا جس سے گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی جب صلیبی اتحادیوں کو اپنی جان بچانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو انہوں نے بار بار صلح کی پیشکش کی اور سلطان کی ہر قسم کی شرط ماننے کو رضا مند ہو گئے۔

رحمدل سلطان نے فی کس فدیہ مقرر کر دیا اور تمام عیسائیوں کے لئے فدیہ 30 لاکھ دینار وصول ہوا فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے دشمنوں کو ان کا سامان واپس کر دیا اور صلیبیوں کے ہاتھوں بیت المقدس میں ذبح ہونے والے ستر ہزار مسلمانوں کا بدلہ نہیں لیا۔

جمعہ کے دن اور ماہ رجب کی تاریخ 528ء بمطابق عیسوی سن 1187ء میں غازی صلاح الدین ایوبی ہلالی پرچم لہراتا ہوا بیت المقدس میں داخل ہوا مسجد عمر اور دیگر مقدس مقامات سے صلیبوں کو ہٹا کر اکھیڑ کے وہاں ہلالی پرچم لہرا دیئے گئے ہروشلم کی ملکہ سبیلا ہ شہر سے رخصت ہونے سے پہلے سلطان صلاح الدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ دیگر خواتین بھی تھیں جنہوں نے روتے ہوئے تڑپتے بچوں کو گود میں اٹھا رکھا تھا انہوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے عاجزانہ گزارش کی کہ ان بچوں پر رحم کھا کر ان کے باپ کو قید سے رہا کر دیا جائے تو سلطان ایوبی نے اس پر بڑی تعداد میں عیسائی قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

غازی اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی نے مسجد اقصیٰ ''قلت الشمر اء'' کو تمام نجاستوں سے پاک کرنے کے بعد ان عمارتوں کے فرش اور دیوار اور چھتوں کو دمشق کے گلاب سے دھلوایا ''گلاب'' گل یعنی جسے ہم گلاب کا پھول کہتے ہیں اس طرح گلاب کے معنی گل کا پانی ہوتا ہے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصورانہ خیالی تصویروں کو صاف کرانے کے بعد 4 شعبان کو قاضی محیی الدین محمد بن علی شافعی نے جمعہ کا خطبہ پڑھا۔ بیت المقدس ناپاک لوگوں کی قید سے آزاد ہوا بعد نماز جمعہ غازی سلطان صلاح الدین ایوبی واپس دمشق کے لئے روانہ ہو گئے۔

بیت المقدس کیلئے سلطان غازی صلاح الدین ایوبی کی مجاہدانہ تاریخی واقعات اور کارنامے تو لاتعداد ہیں میں نے اپنی ناقص کوششوں سے جو معلومات اکھٹا کر کے اور اسے اپنی ڈائری میں تحریر کر کے جو معلومات مرتب کر رکھی تھی اسے اس سلسلے وار مضمون شام کے سفر میں پیش کرنے کی عاجزانہ کوشش کی۔

خیر مختصر بات یہ ہے کہ آج سے تقریباً 912 سال قبل یعنی کے 3 مارچ 1193 کے دن یہ عظیم فاتح اور اسلام کا غازی سلطان صلاح الدین ایوبی دمشق میں ہمیشہ کے لئے سو گیا اس مجاہد نے مسلسل 20 سال تک اسلام دشمن طاقتوں کا بہادری سے مقابلہ کیا تھا۔

جب ان کی وفات ہوئی تو اس وقت عاشق رسول ﷺ سلطان کے ورثے میں نہ تو کوئی زمین جائیداد تھی اور نہ کوئی دولت اور نہ ہی سونا۔

غازی سلطان نے اپنی پوری زندگی جہاد کے میدان میں گزار دی، عدل وانصاف اور تقویٰ میں آپ اپنے آباؤاجداد کے سچے جانشین تھے۔ حکومت کی سربراہی 43 سال تک اس مجاہد کی ادنیٰ سی غلام بنی رہی۔

آج پھر ایک بار ناپاک یہودی قوم ہے جس پر خود اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی کرنے پر پیغمبروں کو ناراض کرنے پر، آسمانی کتابوں میں ردوبدل کرنے پر اور اللہ کی مخلوق پر بطور خاص مسلمانوں پر وحشیانہ سازشیں کرنے پر اس قوم پر اللہ کی لعنت بھیجی ہے قبلہٴ اول پر ان کے قبضے کے بعد امت مسلمہ پر پھر ایک بار ان یہودیوں کے ظلم وستم کے بادلوں میں گھرے ہوئے ہیں افغانستان، عراق اور مقدس زمین فلسطین پر یہودی سازشوں کے نتیجے میں مسلمان عورتیں بچے اور بوڑھوں کے جنازے اب روزانہ کا سلسلہ بن گیا۔

صلیبی عالم آج بیت المقدس کو یہودیوں کی دارلحکومت بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔ 911 کے واقعہ کے بعد امریکہ صدر بش کے دل میں پوشیدہ بغض اس وقت نمایا ہو گیا جب ان کے منہ سے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا آغاز کرنے کے الفاظ بے تحاشہ نکل پڑے (حالانکہ بعد میں انہوں نے ان الفاظ کے سلسلے میں معافی مانگی تھی جو تاریخ میں درج ہو چکا ہے)۔

امت مسلمہ پر آج جو مصیبتیں آئی ہیں اور مشکل حالات پیدا ہوئے ہیں تو اس میں کسی صلاح الدین کا انتظار ہے پورا عالم اسلام یہی پکار رہا ہے۔

اے سوار یثرب دوراں بیاں۔ اے فروز دیدائے امکاں بیاں،

اے شیر دل سوار اب تو آجا! ہے امکانات کی آنکھ کو زندہ بنانے والے آجا"۔ آج پورے اسلامی عالم میں قبلہٴ اول کو یہودیوں کے ناپاک پنجے سے چھڑانے کے لئے اور مسلمانوں کو صلیبیوں کے ناپاک ارادوں، حملوں اور غیر قانونی قبضوں کے چنگل سے چھڑانے کے لئے سلطان صلاح الدین ایوبی کا انتظار ہے۔

ام المومنین ام حبیبہ:۔

میرے دل ودماغ پر یہودیوں کی ناپاک سازشیں ،اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں لڑی صلیبی جنگیں اور غازی سلطان ایوبی کے کارناموں کی یادیں چھا گئیں تھیں۔

خیر سلطان غازی صلاح الدین کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں اس کے حبیب پاک کا وسیلہ دے کر مناجات کرنے کے بعد ہم مزار سے باہر آ کر سیڑھیوں پر کھڑے ہو گئے۔

اتنے میں کچھ زائرین وہاں آ پہنچے ان میں سے کچھ ہمارے قریب آ کر کھڑے اور عربی زبان میں کسی بات پر بحث ومباحثہ شروع کر دیا میں نے ان کی بحث کا مضمون سمجھنے کی کوشش کی ہمارا ڈرائیور نبیل جو کہ ہمارا گائڈ بھی تھا وہ بھی وہیں کھڑا ہوا تھا عربوں کی بحث ہمارے کچھ سمجھ میں نہ آئی ہم جب کار کی طرف جانے لگے تو راستے میں میں نے نبیل سے پوچھا کہ یہ لوگ کس بات کی بحث کر رہے تھے۔

نبیل نے جواب دیا۔''عبث وتوالٰی'' کی مبارک آیت کے شان نزول پر یہ بات ہو رہی تھی اور ام المومنین حضرت ام حبیبہ کے مدفن کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

عربی زبان کے بحث ومباحثہ کے دوران ''عبث وتوالٰی'' کی آیت اور حضرت ام حبیبہ کا نام تو میں نے سنا تھا۔نبیل کے جواب کے بعد میری جستجو بڑھ گئی آپس میں صلح مشورہ کے بعد ہم نے دمشق کے مشہور قبرستان باب صغیر میں جا کر بقصد زیارتیں مکمل کرنے کا فیصلہ کیا۔

جیسا کہ میں اس سے قبل لکھ چکا ہوں کہ شام میں قیام کے دوران اور خاص طور پر دمشق میں مشہور پیغمبروں کے علاوہ متعدد صحابہ کرام طابعین بزرگان اسلامی فقہ کے علماء سمیت اولیاء کرام کے مبارک مزارات واقع ہیں۔

حضرت بلال کے مزار کے کچھ فاصلے پر ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا مزار شریف ہے مشہور ومعروف نابینا صحابی حضرت ابن ام مقتومہ کے روح پرور جنگوں کے واقعات کا بیان کرنے سے پہلے میں ام المومنین کی شان میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہوں گا۔

بڑی مشہور کہاوت ہے کہ ''سفر وسیلہ ظفر'' سفر میں ظفر یعنی کامیابی کا وسیلہ ہے ایسی عظیم ہستیوں کی زیارتوں کو اللہ تعالٰی میرے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں ''ظفر'' کا وسیلہ بنا دے۔آمین

قبرستان میں کچھ آگے چل کر ایک مزار ہے جس کے متعلق کہا جاتا کہ یہی ام المومنین حضرت ام حبیبہ کی آخری آرام گاہ ہے حضرت ام حبیبہ کا اصلی نام ''رملہ'' ہے آپ کی نکاح کا انوکھا واقعہ ہے آپ حضرت ابوسفیان کی دختر تھیں اس زمانے میں حضرت ابوسفیان سرکار دو عالم حضور ﷺ کے بڑے مخالف تھے جنگ بدر ابوجہل وغیرہ قتل ہو جانے کے بعد مکہ کے کافروں اور مشرکوں کی سرداری ابوسفیان کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔

اس طرح وہ غزوہ احد اور غزوہ خندق وغیرہ میں حضورﷺ کے سب سے بڑے مدمقابل سردار تھے حضرت ام حبیبہ اسی ابوسفیان کی بیٹی تھیں اور ابوسفیان نے ان کا نکاح عبیداللہ بن جحش کے ساتھ کیا تھا۔

ابوسفیان کے گھر میں دن رات مسلمانوں کے خلاف جنگ اور حملوں کے متعلق صلاح مشورے ہورہے تھے لیکن دین اسلام کی دِلکشی تھی کہ ایسے دشمن خاندان کی بیٹی اور داماد مسلمان ہو گئے اس دور میں اسلام قبول کرنے کا مطلب ظلم وستم اور مصیبتوں کو دعوت دینے کے مساوی تھا۔اور مسلمانوں کے سب سے بڑے مخالف خاندان میں دین اسلام کو لانا بہت سنگین گناہ تھا۔

اس کے نتیجے میں ام حبیبہ اور ان کے شوہر نے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا ان دنوں میں بہت بڑی تعداد میں مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے یہ دونوں بھی حبشہ جا پہنچے وہیں ان کے ہاں بیٹی ''حبیبہ'' کا جنم ہوا اسی نسبت سے بی بی رملہ ''ام حبیبہ'' حبیبہ کی ماں کے نام سے مشہور ہوئیں۔

ایک رات حضرت ام حبیبہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے شوہر کا چہرہ بدصورت ہو گیا وہ گھبرا کر نیند سے جاگ گئیں انہوں نے سوچا کہ ان کے شوہر عبیداللہ کے حالات میں کوئی بہت بڑا انقلاب آنے والا ہے۔بعد ازاں عبیداللہ نے عیسائی مذہب قبول کر لیا اور اسی حیثیت میں عبیداللہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ام حبیبہ کی حالت کا اندازہ لگانا مشکل ہے اسلام کی خاطر وہ اپنے خاندان سے دور ہو چکی تھیں اور انہوں نے اپنا وطن بھی چھوڑ دیا شوہر تھا تو وہ مرتد ہو گیا کچھ دنوں بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا پرائے دیس میں آپ اکیلی ہو گئیں تھیں۔مگر کاتب تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔حضرت ام حبیبہ کی قسمت چمک اٹھی سیدہ ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے ''ام المومنین'' کے نام سے مخاطب کر رہا تھا میں نے اس خواب کی یہ تعبیر سمجھی کہ حضور پاکﷺ میرے ساتھ نکاح فرمائیں گے۔

ابھی تو اس خواب کو دیکھے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ کسی نے آکر دروازے کو دستک دی دیکھا تو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی ایک کنیز کھڑی تھیں۔بادشاہ کا پیغام لے کر آئی تھیں کنیز کا نام ابراہہ تھا۔

ابراہہ نے کہا'' مجھے بادشاہ نجاشی نے بھیجا ہے اور کہلوایا ہے کہ حضور پاک کا ایک خط ملا ہے اور فرمان ملا ہے کہ میں حضور پاک کے ساتھ آپ کے نکاح کا انتظام کروں اس لئے آپ کسی وکیل کو مقرر کریں تا کہ وہ آپ کی طرف سے نکاح کی رسومات مکمل کر سکیں۔یہ سن کر سیدہ ام حبیبہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی انہوں نے جتنے بھی زیورات پہنے تھے وہ سب کے سب اتار کر کنیز کو انعام کر دئے اور حضرت خالد بن سعید بن عاص کو اپنا وکیل مقرر فرمالیا بادشاہ نجاشی نے حضورﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر مسلمانوں کو جمع کیا اور خطبہ پڑھایا اسی وقت حضرت خالد بن سعید نے حضرت ام حبیبہ کی مہر کے طور پر چار سو دینار ادا کردئے حضرت خالد نے وکیل کی حیثیت سے نکاح قبول فرمالیا۔

بعد نکاح جب محفل سے سب لوگ جانے لگے تو بادشاہ نجاشی نے کہا'' تھوڑی دیر رک جاؤ انبیاء کرام

کی سنت کے نکاح کے بعد کھانا کھلایا جاتا ہے'' چنانچہ کھانا پیش کیا گیا جسے کھانے کے بعد ہی تمام لوگ رخصت ہوئے۔

حضرت ام حبیبہ خود فرماتی ہیں کہ مجھے بطور مہر چار سو دینا ملے تھے میں نے اس میں ایک سو دینار اسی کنیز ابراہہ کو انعام کے طور پر دینا چاہا تو کنیز کہنے لگی مجھے بادشاہ نے آپ سے کچھ بھی لینے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے مجھے جو زیورات دئے تھے وہ بھی آپ کو واپس دینے کی تاکید کی ہے اور اس کے بدلے میں بادشاہ نے خود اپنی طرف سے مجھے بہت بڑا انعام دے دیا ہے۔''

نجاشی بادشاہ نے اس کے بعد ام المومنین حضرت حبیبہ کی خدمت میں لاتعداد تحائف بھیجے جس میں شاہی خوشبوئیں بھی شامل تھیں اور آپ کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ ام حبیبہ کو مدینہ منورہ پہنچانے کا انتظام کیا۔

حضرت ام حبیبہ جب مدینہ منورہ جانے لگیں تو کنیز ابراہہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں بھی مسلمان ہو چکی ہوں آپ میری جانب سے سرکار دو عالم حبیب پاک ﷺ کی بارگاہ نبوی میں میرا سلام پہنچانے کا وعدہ لیا اور رخصت ہوئیں مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ نے ابراہہ کا سلام حضور کی خدمت میں پیش کیا سرکار دو عالم ﷺ نے تمام حقیقت سن کر تبسم فرمایا اور ابراہہ کے لئے دعا کی۔

ایک ایمان افروز واقعہ:۔

دوسری جانب ام حبیبہ کے والد ابوسفیان بدستور مسلمانوں کے مدمقابل سب سے آگے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کی بیٹی نے حضور پاک ﷺ سے نکاح فرمالیا ہے تب سخت دشمنی کے باوجود انہوں نے حضور پاک کے متعلق یہ جملہ کہا ''محمد ان لوگوں میں سے ہیں جن کے پیغام کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا''

صلح حدیبیہ کے وقت جنگ بندی کے متعلق جو معائدہ ہوا تھا اسے خود مکہ کے مشرکوں نے ہی توڑا تھا صلح ختم ہوگئی اب ابوسفیان کو خیال آیا کہ حضور پاک ﷺ کسی بھی وقت مکہ پر حملہ کر سکتے ہیں اس لئے وہ جنگ بندی کی مہلت بڑھانے کی درخواست کے ساتھ بارگاہ نبوی ﷺ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا حضور پاک ﷺ نے اس کی درخواست کو رد کر دیا۔ ابوسفیان نے سوچا کہ اس کی بیٹی حضرت ام حبیبہ کے پاس پہنچ گیا جب وہ بستر پر بیٹھنے لگا تو حضرت ام حبیبہ نے فوراً ہی بستر کھینچ لیا ابوسفیان نے پوچھا ''کیا یہ بستر میرے لائق نہیں یا پھر میں اس بستر کے لائق نہیں۔''

حضرت ام حبیبہ نے جواب دیا ''اے باپ یہ یہ بستر محبوب رب العالمین ﷺ کا مبارک بستر ہے اور آپ ابھی بھی کفر اور شرک کی نجاست میں پھنسے ہوئے ہو۔''

بیٹی کے منہ سے کڑوی باتیں سن کر ابوسفیان شرمندہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

اللہ اکبر یہ ہے نمونہ تکمیل ایمان کا یہ ہے مثال عشق رسول ﷺ کی اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ام حبیبہ کو "ام المومنین" کے اعلیٰ مقام پر ممتاز فرمایا اور یہی وہ محبت رسول ﷺ ہے جس کے بغیر کبھی بھی کوئی شخص تکمیل مومن بن ہی نہیں سکتا۔

حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ

مفہوم:۔

"آپ لوگوں میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوگا جب تک میری محبت اسے اپنی اولاد اور ماں باپ اور مال اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہوگی۔

یعنی کہ جب تک دل میں سرکار دو عالم کی محبت اپنی اولاد اور ماں باپ کی محبت سے بھی زیادہ نہ ہو تب تک ایمان کے تمام دعوے کوئی، معنی نہیں رکھتے۔ علامہ اقبال کے الفاظ، بمستفہ، بہ رشتہ خے شرہ کہ دین حماں است اگر بو نہ رسیری تمام بیلیبی است

حضور پاک ﷺ کے مبارک قدموں میں آپ کو پہنچا کے تمام دین اور مذہب یہی ہے اگر تو ان تک نہ پہنچا تو پھر سب کچھ بیکار ہے۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ کی وفات ہجری سن 44 میں ہوئی تھی آپ نے کل 65 حدیث پاک کو روایت کیا تھا۔

ہم نے عقیدت کے ساتھ ام المومنین کی خدمت میں سلام پیش کیا فاتحہ خوانی کی اور دین اور دنیا کی بھلائی کی دعا مانگ کر مزار شریف سے باہر آ گئے۔

تیرہ دفعہ حضور ﷺ کے نائب ہونے کی خوش بختی حاصل کرنے والے:۔

بارگاہ رسالت کا پاک اور برکت منظر ہے حضور اکرم ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما ہیں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں قریش کے سرداروں جن میں شیبا کا فرزند ربیع اور ابوجہل کے بیٹے کے علاوہ حضرت ابار ابن مطلب جیسی شہرت یافتہ ہستیاں شامل تھیں وہ بیٹھے تھے اور حضور اکرم ﷺ انہیں بت پرستی کی برائیاں اور دین اسلام کی خوبیاں سمجھا رہے تھے اور مکمل توجہ کے ساتھ سربراہان قریش سے گفتگو میں مصروف تھے دین حق کی تبلیغ اور دعوت کا کام ہو رہا ہے۔

دریں اثناء ایک مسکین اور آنکھوں سے معذور شخص عبداللہ بن شریح ابن مالک بن ربیع ظہری جنہیں ام مکتوم بھی کہا جاتا ہے وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔

عربی زبان میں مکتوم نابینا انسان کو کہا جاتا ہے جب ان کی والدہ معاشرے میں بطور "ام مکتوم

''معروف تھی۔

خیر ابن مکتوم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انکی آمد سے حضور اکرم ﷺ ناخوش ہوئے کہ یہ شخص نابینا ہونے کے باعث آداب مجلس کا خیال نہیں رکھے گا اور موقع بموقع گفتگو کرے گا سرداروں سے نہایت سنجیدہ گفتگو ہو رہی ہے اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے یہ کام مکمل نہ ہوگا اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی ابن مکتوم نے مجلس کے آداب کا خیال نہ رکھا اور کہا کہ کلام اللہ کی کچھ آیتیں بتائیں اور سکھائیں اور میری جانب توجہ فرمائیں کیونکہ میں بغیر کسی راہبر کے بڑی محنت سے دریافت کر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

جس طرح قبل ازیں میں رقم کر چکا ہوں کہ میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ کے مزار مبارک سے باہر آیا جہاں چند عرب عربی زبان میں بحث کر رہے تھے اس میں مجھے صرف عبس وتولّٰی کی آیت کا ٹکڑا سمجھ میں آیا تھا مجھے وقتاً فوقتاً عرب ممالک میں جانے کا موقع اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوا ہے۔ علاوہ ازیں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کی خوش بختی بھی حاصل ہوئی ہے۔ علاوہ بریں شام، ترکی اور بشمول مصر میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ ایسے ممالک کی ملاقات کر کے وہاں کے لوگوں کے رابطے میں رہا ہوں اس کے باوجود میں ان عرب لوگوں کی گفتگو کچھ زیادہ سمجھ نہ پایا۔

نبیل سے دریافت کیا تو اس نے حضرت ام مکتوم کے متعلق گفتگو ہونے کا خلاصہ کیا اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے جن کی خشیت الٰہی (اللہ کے خوف) کی تعریف کی ہے اور قرآن پاک میں ان کے لئے ایک سند عطا فرمادی ان کے مزار پر حاضر تھا میرے دل و دماغ میں حضرت ابن مکتوم جیسے درجات والے صحابی کی حیات طیبہ کے نادر واقعات کا جسے ورد ہو رہا تھا۔''

سفر شام کے قراء کی معلومات اور ایک مخلص صحابی کا ذکر بروقت کرنے کے لئے میں نے اپنی قوت طاقت کے مطابق یہاں کچھ رقم کرنے کی کوشش کی ہے۔

شام کے تخت دمشق میں واقع مشہور زمانہ قبرستان میں حضرت بلال حبشی کے مزار سے بالکل قریب ایک مزار پر ''حضرت عبداللہ ابن مکتوم کے محترم اسم کا کتبہ کندہ ہے

بارگاہ رسالت کے وہ دوسرے موذن تھے جو عہد نبوی شریف میں اکثر صبح کی اذان دیتے تھے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبرہ کے ماموں زاد برادر تھے بچپن میں ہی ان کی آنکھیں چلی گئی تھی اور وہ نابینا ہو گئے تھے جب سلسلہ ہجرت شروع ہوا تو وہ آپ نبی رحمت ﷺ سے پہلے ہی مدینہ منورہ جا کر مقیم ہو گئے تھے۔

قرآن پاک کی دو آیات حضرت ابن مکتوم کے متعلق نازل ہوئی ہیں ''سورہ نساء کی آیت 95 کی ابتداء میں ہے کہ ''مہاجروں میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی جہاد نہیں کرتے وہ اور راہ الٰہی

میں جہاد کرنے والے یکساں نہیں ہو سکتے۔"

یہ آیت پاک نازل ہوئی تو حضرت ابن ام مکتوم کو بہت تشویش ہونے لگی کہ وہ آنکھوں کے عذر کے باعث جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے تھے تشویش اتنی بڑھ گئی کہ وہ بے چین و بے قرار ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی:۔

یارسول اللہ ﷺ میری والدہ و والد اور میں خود بھی آپ ﷺ پر قربان! میں نابینا ہونے کے باعث جہاد میں شریک نہیں ہو سکتا ہوں یہ کہہ کر اپنا عذر پیش کیا اس لئے اسی وقت یہ آیت کا یہ حصہ نازل ہوا "سوا اُن لوگوں کے جنہیں عذر ہو"

خیر بات ہو رہی تھی بارگاہ رسالت میں سرداران قریش کی حاضری اور دریں اثناء آمد حضرت ابن ام مکتوم کی۔

حضرت ابن ام مکتوم کے سوال کا کوئی جواب اللہ کے رسول ﷺ نے نہ دیا وہ معمول کے مطابق سرداران قریش کو تبلیغ کرنے میں مصروف ہو گئے ذرا دیر تو ابن ام مکتوم خاموش رہے پھر دوبارہ سورۃ سکھانے اور ان کی جانب توجہ فرمانے کے لئے کہنے لگے۔

اللہ کے محبوب نے سرداروں کی خاطر داریکی خاطر کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ ایسا بار بار ہوا ان کی اس دخل در معقولات ان سرداروں سے تنگ دلی اور رنجش کا باعث بنی آپ ﷺ کی جبین مبارک پر بل پڑے چہرہ مبارک پر خفگی کے آثار نمایاں ہوئے اور اپنا چہرہ مبارک اس صحابی کی طرف سے پھیر کر ان سرداروں کی جانب متوجہ ہو گئے تو دریں اثنا اسی حالت میں سورہ عبس نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

ابرو چڑھائے اور منہ پھرایا اس بات پر کہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کو کیا خبر کہ وہ نابینا شاید پاک ہو جاتا یا وہ نصیحت حاصل کر لیتا اور آپ اسے نصیحت سے فائدہ پہنچاتے لیکن جو انسان دین سے بے پرواہ ہوتا ہے تو اس کی تشویش میں تو مبتلا ہوتے ہیں اگر چہ اس کے متعلق کوئی نقص نہیں کہ وہ اصلاح حاصل نہیں کر رہا اور جو آپ کے پاس جوش وولولے سے بھاگتا ہوا آتا ہے تو آپ اس سے بے پروائی برتتے ہیں اور ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔

جوں جوں یہ آیات حضور ﷺ پر زبان جبرائیل گوش بر آواز ہو رہی تھی آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ پھیکا پڑتا جاتا تھا یہاں تک کہ " کلا انما تذکرہ " کہ قرآن تو ایک نصیحت والی آیت نازل ہوئی تو خوش ہو گئے اور آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ پہلے جیسا ہو گیا یہ من جانب اللہ کوئی ناراضگی نہیں صرف مہربانی اور عنایت کے ذریعے نصیحت ہے۔

دریں اثناء حضرت ابن مکتوم اپنے مکان پر چلے گئے سرکار دو عالم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں اپنے ساتھ لے کر شانِ نبوت میں واپس تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اس پر حضرت

ابن ام مکتوم کو بیٹھایا۔

حضور پاک ﷺ جب بھی ابن ام مکتوم کو دیکھتے تو ارشاد فرماتے۔

''آپ کی کوئی حاجت یا کام ہو تو کہیں حضور پاک ﷺ نابینا حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ منورہ میں دو دفعہ اپنے قائم مقام نمازی کے امام مقرر فرما کر سفر پر تشریف لے گئے۔

تاریخ اسلام میں ان کے متعلق الہامی احوال ہے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ مشہور زمانہ جنگ قادسیہ میں دیکھا گیا کہ بکتر زین کیا ہوا ایک نابینا شخص (حضرت ابن ام مکتوم) ایک تازک (عربی) گھوڑے پر سوار ہے ان کے آگے ایک سیاہ نشان (پرچم) تھا وہ آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے تھے اس کے باوجود کافروں پر حملے کر رہے تھے۔

ایسا تذکرہ بھی کیا گیا ہے کہ بعد از ہجرت مدینہ طیبہ جب سرکار دو عالم کسی جہاد وغیرہ کے لئے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جاتے تو زیادہ تر حضرت ابن ام مکتوم کو ہی مدینہ طیبہ میں اپنا، نائب مقرر کر کے تشریف لے جاتے تھے آپ ﷺ نے تیرہ دفعہ مدینہ منورہ میں بطور نائب مقرر فرمایا تھا اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے

فشیعت دل کی گہرائی سے ایسے عظیم صحابی جن کی فشیعت الٰہی کی سند خود قرآن پاک نے پیش کی ہے ان کے مزار پر حاضری دے کر عقیدت مندی سے دعا مانگی۔

اہرام مصر عجوبہ عالم کے روزن میں دردیدہ منظر:۔

حضرت ابن ام مکتوم کے مزار پر فاتحہ پڑھکر قبرستان باب الاصغیر سے باہر نکلا تو پاکستان کے چھ آٹھ افراد نظر آئے ان کے ساتھ گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ وہ لندن سے آرہے ہیں کراچی کی فلائٹ لیٹ ہونے کے باعث ایئر لائن کی جانب سے ہوٹل میں اقامت حاصل ہوئی تھی جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زیارت کے لئے نکلے تھے۔

لندن سے سفر کر کے آنے والے آدمی کی بات میں جھنجھٹ ہی مختلف ہوتی ہے لندن جانا ایک قسم کی لذت و لطف ہے دنیا بھر سے لوگ لندن دیکھنے آتے ہیں اور لندن دیکھکر جیسے مطمئن ہوتے ہیں۔

میں تین چار دفعہ لندن ہو آیا ہوں آخر میں ہی قاہرہ (مصر) ہوتے ہوئے لندن گیا تھا جس کا ذرا ذکر کرنا مناسب لگتا ہے۔ گذشتہ سال میں اور میرا سب سے چھوٹا فرزند خالد جس کو یو کے اور امریکہ کے ویزے ملے ہوئے تھے اسے ویزٹ کرنے کا بہت شوق تھا تقریباً ہمارے پورے خاندان کے امریکہ کے ویزے ہیں لیکن میں 1987ء میں نیویارک میں پانچ روز ٹھہر کر واپس آگیا تھا۔

گزشتہ سال میں نے فیصلہ کیا تھا کہ لندن جانا ہے میری عادت کے مطابق ایک کنکر سے دو پرندے

مارنے کے لئے ایئرلائن کی تلاش شروع کی تو Egypt Airline سستی تھی جس میں ایک روز قاہرہ میں فائیواسٹار ہوٹل میں قیام وطعام تھا اس لئے میں نے تقریباً 24 ہزار میں ٹکٹ کنفرم کرائی۔

ایجنٹ نے مجھے ارسال کیا کہ تین یوم بعد فلائٹ ہے جس میں دو یوم مفت Stay ملے گا۔ فائیواسٹار میں دو یوم قیام اور طعام میں نے فوراً اس سے کہہ دیا کہ جلد از جلد دو سیٹیں OK کرالیں اور پندرہ یوم بعد کی واپسی بھی OK کرالیں مئی 2003ء کے آخری ہفتہ میں ہم مصر پہنچے اور ہمیں ہوٹل کی بس Move and pick bus آ کر ہوٹل میں لے گئی پہلا یوم تو ہوٹل میں طعام وآرام کرنے اور ہوٹل کے اردگرد گھومنے پھرنے میں گزر گیا۔

دوسرے یوم کا ناشتہ بوفے تھا جو بے حد عمدہ تھا وہاں بہت سارے پاکستانی تھے ناشتہ پر ایک دوسرے سے مکالمہ ہوا تھا وہ کہتے تھے کہ قاہرہ کا عجائب گھر اور اہرام دیکھنے کے لئے کوسٹر کرلی جائے یا ٹیکسی میں چار پانچ افراد بیٹھ جائیں لیکن اپنی عادت کے مطابق کوئی تصفیہ نہ ہوا بہت سے اختلافات نظر آئے چند افراد ناشتہ کی شکل میں ان کے لئے آسمان سے کوئی عجوبہ اترا ہوا ایسے ناشتے کی ٹیبل پر سے کھڑے ہونے کا نام ہی نہ لیتے تھے کیونکہ وہ بمقام لندن سے برطانیہ کے مختلف مقامات پر مزدوری کرنے جارہے تھے۔

میں نے اپنے فرزند سے مشورہ کرکے ایک ٹیکسی والے سے بات کی میں نے کہا ہم دو ہی افراد ہیں اور کہیں بھی زیادہ دیر رکنے والے نہیں اس لئے تقریباً 1500 پاکستانی روپے میں اہرام اور عجائب گھر لے جانے کے علاوہ قاہرہ شہر میں تقریباً چار گھنٹے تفریح کرانے کے بعد ہمیں ہوٹل پر چھوڑ دیگا ایسا فیصلہ ہوا۔

ہم ٹیکسی میں بیٹھے وہ اہرام کی جانب روانہ ہوا راستے میں بلڈنگیں سب کی سب پرانی اپنے کھارادر، میٹھادر، رنچھوڑ لائن میں پرانی بلڈنگوں جیسی تھی۔ آج کل تو ان علاقوں میں بھی نئی بلڈنگیں تعمیر ہوگئی ہے لیکن ہمیں وہاں پرانی بلڈنگیں ہی نظر آئی۔

خیر! ہم اہرام والے علاقے میں پہنچے تو تین سو چار سو فٹ تقریباً دور تعمیر کی گئی تھی قریب جانا ہو تو ٹکٹ لینی پڑتی ہے۔

عجوبہ عالم کچھ اہرام مصر کے متعلق:۔

میری ہمیشہ سے ایک عادت رہی ہے کہ دوران سفر، آفس میں یا گھر میں جو کچھ خصوصی طور پر پڑھنے کو حاصل ہو اس کے نوٹس روز نامچہ کی مانند کر لیتا ہوں ہر روز شب کو سونے سے قبل دن کے دوران پڑھنے کے لئے رکھی ہوئی میٹر، کٹنگز ، اخبارات کے خصوصی صفات یا چھوٹی بڑی کتابوں پر کبھی سرسری تو کبھی گہری نظر ڈال لیتا ہوں اور دلچسپ یا ضروری مفید تفصیلات کو درج کر لیتا ہوں۔

سفر شام کے دوران یا دنیا کے مختلف مما لک کی ملاقات کے وقت سے ہی واقفیت حاصل کر لینے کا میرا ہمیشہ معمول رہا ہے پھر یہ معلومات ائیر لائینیں ،سفارتخانے ،ٹورسٹ گائیڈز یا کتب کے ذریعے حاصل ہو یا جن جن مما لک کے گائیڈز سے یا تاریخی مقامات کے قریب ملنے والی کتابوں سے اور تصاویر سے کیوں نہ حاصل ہوں ہوں میں نے دیکھا ہو محسوس کیا ہو اسے درج کر لیتا ہوں پھر تیار کردہ ڈائریوں ،روزنامچوں پر مشتمل میرا شام کا سفر الفاظ کی شکل وصورت حاصل کر سکا ہے قارئین کی دلچسپی برقرار رہے اس لئے اور میرے متعین موثر دوستوں کے اصرار سے کچھ اطلاعات اہرام مصر کے متعلق بھی یہاں پیش کر رہا ہوں۔

زمانہ قدیم میں عالم کی سات عجائبات مشہور تھیں جو آج بھی برقرار رہی ہیں جو ہمہ اقسام ارضی وقدرتی تبدیلیوں سے محفوظ رہی ہیں ان میں سے ایک عجوبہ اہرام مصر ہے جسے دیکھنے کے لئے دنیا بھر سے ہر روز وسیع تعداد میں سیاح امنڈ آتے ہیں۔یہی عظیم الشان عجوبہ یعنی اہرام کے سامنے میں اور میرا فرزند کھڑے تھے یہ عجوبہ کتنا عجیب وغریب ہے کہ اس پر نظر پڑتے ہی لگتا ہے کہ ٹنوں وزن کے حامل اتنے بڑے بڑے پتھروں کو اتنی بلندی تک لا کر کس طرح ترتیب سے رکھا ہوگا اور وہ بھی ہزاروں سال قبل اور یہی امر عجیب عجائبی ہے۔

میرے فرزند نے کہا '' قریب جانا ہو تو جائیں نہیں تو اہرام یہی سے دیکھ لیں میری خواہش تو عجائب گھر دیکھنے جانے کی ہے جہاں فرعون کی لاش ہے۔

ایک دفعہ میں حج ادا کرنے کے لئے جا رہا تھا تو راستے میں قاہرہ میں قیام کیا تھا اس وقت اہرام کے اندر جانے کے لئے جو تقریباً دوفٹ کا تنگ راستہ ہے اس میں سے ہوتے ہوئے ہم نیچے اترے تھے۔اندر فرعون کی قبر تھی نیچے اترنا بھی ایک ایڈوینچر تھا اب سنا گیا ہے کہ اب نہیں جانے دیتے قریب ہی اس وقت کے فرعون کی سر پر سوار شیطانی قد کی ایک مورتی ہے جس کو ابول ہول کی صورت کہا جاتا ہے مجھے حاصل ہونے والی دلچسپ معلومات انشاءاللہ آگے چل کر پیش کروں گا اسی مورتی کی ناک کٹی ہوئی ہے اور اس کا چہرہ بدصورت بنا دیا گیا ہے۔

اہراموں کی حیرتناک عمارتیں آج کی بے حد ترقی یافتہ دنیا کے ماہر انجینئروں کے لئے بھی ایک چیلنج

کی مانند ہیں علاوہ، قد کاٹھ اور بلندی کے معاملے میں بھی اہرام مصر دنیا کی بڑی عمارت ہے اہرام کس نے اور کیوں تعمیر کرائے؟ اس کے متعلق مورخین کی اتنی زیادہ متضاد آراء اور مقامی کہانیاں اور روایتیکہانیاں مشہور ہیں کہ ان پر مشتمل کوئی فیصلہ کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

جو بات زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت نوح کے عہد میں طوفان سے قبل مصر کے ایک بادشاہ ''ماریع'' نے خواب دیکھا تھا نجومیوں اور جادوگروں نے اس کیتعبیر پیش کی کہ عالم کل میں ہر جگہ پر ایک ہی مصیبت آنے والی ہے۔ ''ماریع'' نے اسی وقت ''اہرام'' کی تعمیر کرنے کا فرمان جاری کیا اور اس میں ایسے تہہ خانے اور سرنگیں تعمیر کی گئی جس میں دریائے نیل کا پانی داخل ہو کر جگہ نہ بنا سکے۔ اس زمانے کے مصری عوام جیسے علوم سے واقف تھے جیسے کہ علم طب یا لاشوں کو ہزاروں سال تک محفوظ رکھنے کے نسخوں سے وہ واقف تھے اور جادو تک کے وہ ماہر تھے جسے اہرام کی عمارتوں کی چھتوں، ستونوں اور دیواروں پر محفوظ رکھنے کے لئے تحریر کر کے نقش کر لیا گیا بعد ازیں وہی عمارت فرعون کے مقبروں میں تبدیل ہوگئی۔ ایک رائے ایسی بھی مشہور ہے کہ نظام اہرام ''قدیم عاد'' کے ایک بادشاہ جس کا نام شداد تھا (جنت بنانے والا نہیں یہ کوئی اور بادشاہ تھا) اس نے قائم کیا تھا چند علماء حضرت ادریس کو اہرام کے بانی ثابت کرتے ہیں یہ امارات یعنی اہرام کے متعلق قسم قسم کی طلسماتی کہانیاں بھی مشہور رہی ہیں اور بے شمار کتب میں اس کا ذکر و تذکرہ کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں بے شمار فلمیں اور دستاویزی فلمیں بھی تیار کی گئی ہیں لیکن ایک بات فیصلہ کن مانی جاتی ہے کہ دور قدیم کے بادشاہان مصر فرعونوں کے مقابر کے طور پر یہ عمارتیں تعمیر کی گئیں ہیں مصر کے مختلف علاقوں میں متعدد اہرام تعمیر ہوگئے تھے جو عام انسانوں کے تھے ان کے زمانے میں زینہ سیڑھی قسم کی تعمیر ہوئی تھی ایسے اہرام کو ٹرو پیرانڈ کہتے ہیں۔

پرانے زمانے کے مقابر (اہرام) مصر کے شہر ''سکرہ'' سے چند میل کی دوری پر جنوب میں واقع ہیں جو قبل مسیح (حضرت عیسیٰ کی ولادت سے 1600 سال پہلے تعمیر ہوئے تھے اور وہی تین اہرام عجوبہ عالم شمار ہوتے ہیں اب یہ علاقہ قاہرہ کا ہی ایک حصہ ہو گیا ہے۔

تحقیق جدید کے مطابق یہ تین اہرام حضرت عیسیٰ سے تقریباً 2500 سال قبل ''حیت فد'' نامی فرعون اور اس کے فرزند ''خضرے'' اور ''منقارا'' نے تعمیر کرائے تھے۔ زمین پر اس کا رقبہ 13.1 ایکڑ ہے۔ صرف ایک جانب اس کا عرض زمین پر 756 فٹ ہے۔ اہرام تعمیر ہوا اس وقت اس کی بلندی 31 فٹ رہ گئی اس کی تعمیر میں 20 لاکھ سے زائد پتھر کی سیل دو ٹن سے کم وزن کی نہیں چند پتھر تو 15 ٹن وزن کے ہیں ان پتھروں کو ایسی ہنر مندی سے جوڑے تعمیر کئے اور ترتیب دیے گئے ہیں کہ درمیان میں جگہ نظر نہیں آتی نتیجتاً دور سے شیطانی قد کا پیرانڈ (اہرام) ایک ہی پتھر کا بلاک نظر آتا ہے دنیا میں پتھروں سے تعمیر ہونے والی یہ

سب سے بڑی عمارت ہے جس میں 24 لاکھ سے زیادہ پتھر ہیں اور اوپر کی سمت سے 755 فٹ لمبا ہے اور اس کے مساوی ناپ وسمت عجیب وغریب ہے یہ اہرام ہے۔ اہرل اکبر یعنی بڑا اہرام۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے اندرونی حصہ میں سرنگ جیسا باہر جانے کا روزن ہے جو غار جیسا معلوم ہوتا ہے۔

اہرام کی سرنگ کی عجیب وغریب تاریخ:۔

روزن اندرونی راز معلوم کرنے خلیفہ مامون نے بنوایا۔

میں نے درج بالا رقم کے اس کے مطابق مجھے بھی اہرام کے اندر اس روزن کے ذریعہ جانے کا ایڈونچر سے پر موقع ملا تھا عرب مورخین کے مطابق یہ اہرام کا دروازہ نہیں بلکہ عباسی مامون الرشید نے اپنی خلافت کے دوران مصر کے اہرام کے اندر کا راز معلوم کرنے کے لئے اس بڑے اہرام کے بیچ میں روزن بنانے کا حکم دیا تھا صرف اتنی کھدائی کے لئے بھی بھاری اخراجات ہوئے تھے ایسا کہا جاتا ہے۔

کھدائی کرنے سے معلوم ہوا کہ دیواروں کی اندرونی سمت کی چوڑائی 20 ہاتھ کی ہے۔ 20 ہاتھ تک کی کھدائی ختم ہوئی تو اتفاقاً یہ وہی جگہ تھی جہاں سے سرنگ اوپر کی جانب جاتی ہے جہاں سونے کی ایک تھالی دریافت ہوئی تھی جس میں سونے کے ایک ہزار سکے تھے بعد ازاں خلیفہ مامون رشید نے اخراجات کا حساب کیا تو وہ ملنے والے سونے کے سکوں کے برابر تھا جیسے پہلے سے ہی ان اخراجات کے لئے رقم سرنگ کے بڑے ستون کے پاس رکھ دی گئی تھی۔

سرنگ کے اختتام پر ایک وسیع وعریض ہال ہے جہاں سرنگ ختم ہوتی ہے اور اس کے شمال مغرب کونے میں پتھر کا ایک حوض ہے جس میں بادشاہ کی لاش رکھی جاتی تھی اہرام کی دیواروں پر عجیب وغریب رسم الخط میں متعدد تحریریں تھی جو وقت گزرنے کے ساتھ مٹ گئی تھی اور ہر جگہ پر ہرے موتی جڑے ہوئے تھے۔

اس وسیع وعریض اہرام کے قریب دوسرے نمبر ''درمیانہ اہرام'' ہے جس کو حرم اوسن کہتے ہیں۔ وہ تعمیر ہوا اس وقت 471 فٹ بلند تھا اب اسی کی بلندی 447 فٹ ہے جو خوفو نامی فرعون کے فرزند ''خفیر'' نے تعمیر کرایا تھا جو ''شیفرن'' کے نام سے زیادہ معروف ہے۔

تیسرے اہرام کی تعمیر خیفر کے بعد فرعون ہونے والے ''منکارا'' نے کرائی تھی جو ''مائی سرینڈم'' نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ تینوں اہرام قاہرہ شہر کی سطح سے بہت بلندی پر واقع ہونے کے باعث یہاں سے قاہرہ شہر کا خوشنما منظر نظر آتا ہے اور یہیں سیاحوں کی زیادہ بھیڑ نظر آتی ہے۔

مصر میں واقعہ 66 فٹ کا پتلا خفر نامی فرعون کا ہے۔

جو کہ تین پیرامیڈ قاہرہ کے پاس (جی زہ) نامی علاقہ میں ہیں اب یہ علاقہ مشہور ترین علاقہ بن گیا ہے یہی تین پیرامیڈ دنیا کے عجوبہ میں سے ایک ہے جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔

اس پیرامیڈ کے مغرب میں نامور ''ابول ہال'' واقع ہے دراصل وہ بیچ والے پیرامیڈ کے بانی ''خفر کا پتلا'' ہے جو اس نے اپنی حیاتی ہی میں بنایا تھا جس کا پرانا نام ''بیل بیل'' تھا لیکن عربوں نے اُس کا نام ''ابوہال'' رکھ دیا۔

اس پتلے کے بت کا سر اور گردن زمین میں دستک دے رہے تھے اور لوگوں کا اندازہ تھا کہ اس پتلے کا باقی جسم زمین کے اندر ہے وقت گزرنے کے بعد جب زمین کھودی گئی تو یہ اندازہ سچ ثابت ہوا اب زمین کو چاروں طرف سے کھودا ہوا ہے اور خفر کے ''مجسمہ'' کا پورا جسم نظر آرہا ہے۔

حضرت شیخ محمد نامی ایک بہت بڑے صوفی بزرگ تھے جو ہر وقت روزے کی حالت میں ہی رہتے تھے ''منکرات'' کو روکنے کے لئے انہوں نے جدوجہد شروع کی تھی مصر کے عام لوگ فرعون کی ذات سے بہت ہی متاثر تھے آج بھی ان کے دل و دماغ پر گہرے اثرات مرتب ہیں مصر کے لوگوں میں آج بھی مغرب کے اثرات ہونے کے باوجود ان کے آباؤ اجداد کی طرح فرعون کی تہذیب کے اثرات مرتب ہیں۔

لیکن پھر بھی مصر کو حکومتی سطح پر اسلامی مملکت کہا جاتا ہے لیکن آج کے جدید دور میں بھی لوگ وہی پرانی تہذیب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں پورے ایجپٹ میں رہن سہن کام کاج مینا کاری اور تعمیراتی کاموں میں فرعون کے وقت کی پیروی نظر آتی ہے بلکہ یوں کہو کہ ہر جگہ اس کی جھلک نظر آتی ہے۔

مصر کے عام لوگ حکومت کے زبردست اشتہارات کے ذریعہ اپنے آپ کو فرعون کی نسلیں ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں دراصل یہ حقیقت کو جھٹلایا بھی نہیں جاسکتا کہ ایجپٹ عرب ملکوں کا گہوارہ ''جھولا'' ہے اور وہیں سے عرب (عرب باد) پروان چڑھا ہے۔

مصر کے باشندے پاگل پن کی حد سے بڑھ کر فرعون کی تہذیب پر سختی سے عمل کر رہے ہوں ایسا نظر آتا ہے ہوٹلیں حکومتی ادارے کی بلڈنگیں، میوزیم، پرانی کتابیں یہاں تک کہ یونیورسٹیاں اور تعلیمی اداروں میں فرعون کے وقت کپڑے، زیورات، فرنیچر، تصاویرے، پینٹنگیں وغیرہ وغیرہ زندگی کے ہر ایک شعبے میں فرعون کی تہذیب کو نمایا کیا جاتا ہے یہاں تک کہ گھر، مکانوں اور ہوٹلوں میں بھی پردوں کے طور طریقے فرعون کے وقت کے ہی نظر آتے ہیں ہوٹلوں میں ناچنے گانے والوں کے کپڑے بھی فرعون کی رانی اور لونڈیاں جیسے ہونیکے لئے جاتے ہیں۔

مصر کے عام لوگوں پر بھی اسلام سے زیادہ فرعون کے وقت کے اثرات زیادہ نظر آتے ہیں ام کلثوم جو کہ مصر کی مشہور گلوکارہ ہیں جس کی آواز ہر جگہ سنی جاتی ہے حکومتی جلسوں میں بھی فرعون کی وقت کے ہی گانوں کی دھنیں بجائی جاتی ہیں علامہ اقبال کی آواز میں:۔

سن مصر و اجزار میں وہ اذان میں نے دیا تھا جس نے پہاڑوں میں رہے سیماب

مصر میں مجھے اذان کی وہ صدائیں نہیں سنائی دی جس نے بے جان پتھروں کو اُڑا دیا تھا۔

آج مصر کی نائٹ کلبیں اور ناچ گانوں کی جگہ پر ان کی تہذیبیں باتھ روموں کیوض کی طرح فرعون کی تہذیب کے ناچ گانے پیش کیئے جاتے ہیں قاہرہ میں آنے والے زیادہ تر سیاح لوگ ناچنے والے کے ڈانس اور ان کے حسن کی نمائش کے لئے ہی آتے ہیں سعودی عرب اور مشرق وسطیٰ اور شیخ، شہزادے اور امیر ترین عرب مصری تہذیب اور فن کی مزا لینے کے لئے اکثر یہاں پر آتے ہیں انہوں نے وہاں اپنے مکان اور محل بنا کے رکھے ہوئے ہیں ان کے علاوہ مصر کے جادو ٹونے کے اثرات بھی بہت نظر آتے ہیں۔ جس کو آج لوگ مصر کی تہذیب کہتے ہیں

اس میں بھی جادوگروں کا زور تھا خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون نے بھی حضرت موسیٰؑ کے سامنے جادوگروں کی پوری فوج اتاری تھی اور حضرت موسیٰ کا ''عصا'' وہ اعلیٰ جادوگروں کے تمام سانپوں کو بھرے دربار میں نگل گیا تھا۔

خیر حضرت شیخ محمد ابوہال کی بہت بڑی ''مورتی'' بت کو اس طریقے سے بگاڑ دیا کہ اس کے نقش بھی پتہ نہیں چلتا تھا لیکن پھر بھی اعلیٰ کاریگروں نے اس کی مرمت کی پھر بھی پتلا ''نکڑہ ہی رہا ہے''

اوادل کا قد و قامت پتلا دوسو چالیس فٹ لمبا اور چھیاسٹھ فٹ اونچا صرف اس کا ناک آدمی کے قد جتنا ہے اور اس کے ہونٹ سات فٹ سے زیادہ لمبے اس کا چہرہ تو عام آدمی جیسا ہے لیکن اس کا جسم ببر شیر جیسا ہے عجیب وغریب بات تو یہ ہے کہ ابوہال کا پتلا ایک ہی پتھر کا بنا ہوا ہے اس پر کوئی جوڑ نہیں اس کو جوڑنے کے لئے کوئی مصالحہ استعمال کیا ہوا ایسا نظر نہیں آتا۔

تاریخ گواہ ہے کہ پیرامیڈ اور ابوہال پتلے کے لئے آسوان کے علاقہ سے پتھر لائے گئے ہیں جہاں پر آج عسوان ڈیم واقع ہے جس کے قریب فرعون کی شہزادیوں کے محلوں کے کھنڈر نظر آتے ہیں۔

قاہرہ کے عجائب گھر شام ہوتے ہی بند ہو جاتے ہیں اس لئے ہم نے ٹیکسی والے کو عجائب گھر جانے کے لئے کہا راستے میں ہم قاہرہ کی پرانی اور نئی بلڈنگوں کی طرف دیکھتے رہے اور گاڑیاں وہی پرانی قسم کی جب کہ کاریں اس سے بھی زیادہ پرانی۔

خیر ہم عجائب گھر پہنچ گئے وہاں ٹکٹ لیں اور ہم دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے کہ چلو 400 یا 500 روپے میں ہم کو عجائب گھر دیکھنے کو مل گیا اندر تشریف لے گئے تو چاروں طرف طرح طرح کی مورتیاں نظر آئیں لیکن اس میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں تھی ہمیں تو صرف فرعونکی ممی ہی دیکھنی تھی (ڈھانچہ) عجائب گھر میں معلوم کرتے ہم اس جگہ پر ہی پہنچ گئے جس جگہ پر فرعون کی لاش رکھی ہوئی تھی لیکن اس کے لئے اضافی ٹکٹ رکھی تھی جو کہ عجائب گھر میں داخلہ فیس سے زیادہ تھی لیکن پھر بھی ہم نے اندر جانے کی ٹکٹ لی کیونکہ اندر دیکھنے جانا لازمی تھا لیکن جیسے ہی اندر داخل ہوئے ہم نے دیکھا کہ (4x7) کے شوکیس بنے ہوئے تھے جس میں ممی اور لاشیں رکھی ہوئی تھیں لیکن ہم کو ایسا لگا کے لاشوں کو کالا تارکول لگا ہوا

ہے۔

اس سے ہم کالی، سفید یا سانولی چمڑی نظر آئی شوکیس میں ایک چھوٹی سی بجلی کی کوئی چیز رکھی ہوئی تھی جس کی لائنیں باہر سے دی گئی تھیں شاید ایسا لگا کہ آکسیجن کہ لئے ہوگا ہمیں نظر نہیں آیا اور ہم نے جاننے کی کوشش بھی نہیں کی خیر دل کو یہ تسلی تو ہوئی کہ مصر کی مشہور ترین اور جس کی بہت دھوم تھی وہ مصالحہ میں بھری ہوئی لاشیں جو کہ ہزاروں سال پرانی ہیں وہ ہم نے دیکھی ساتھ ہی ساتھ اللہ کے دشمن اور حضرت موسیٰؑ کو بہت زیادہ دکھ اور تکلیفیں پہچانے والا خدائی کا دعوٰی کرنے والا فرعون اور دوسرے فرعون کی لاشیں دیکھ کر یہ عبرت حاصل ہوئی کہ اللہ کے دشمنوں کی ہزاروں سال پرانی لاشیں سنبھال کر اس کی مذاق اڑائی جارہی ہے ۔اللہ کی پناہ!

یہ لاشیں دیکھتے دیکھتے مجھے مصر کی زمین پر رونما ہونے والا ایک روحانی واقعہ یاد آ گیا۔ پھر ہاں، ایک برکتوں والی لاش کا واقعہ، پھر ایمان کو تازگی بخشنے والا اولیاء اللہ کی شان وشوکت اور اعلیٰ درجہ کا حال واحوال'' ہماری بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرنے والے قارئین کے لئے ایک چھوٹا سا واقعہ لکھ کر ایک اعلیٰ رتبہ کے مالک ولی اللہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کی کوشش کی ہے اللہ اسے قبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت ذوالنون مصری اس دنیا سے رحلت فرما گئے اسکے بعد کی کرامات:۔

مصر کی سرزمین پہ سورج اپنی تیز شعاعیں برسا رہا تھا بہت زیادہ لوئیں، برداشت سے زیادہ گرمی، ہزاروں لوگوں کا رش، ایک جنازے کو کندھا دے رہے تھے ہر ایک آنکھ میں آنسوں رواں تھے۔ جنازہ کھلے راستے پر آ گیا سورج جیسے کہ بے قابو ہو کر آگ برسا رہا تھا اور ویسے بھی مصر میں زمین کھلی ہونے کی وجہ سے پورے خطے کا ماحول گرم رہتا ہے۔

اچانک اسی وقت پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ چاروں طرف سے آ کر اکھٹا ہونے لگے اور پرندوں کے جھنڈ سے پورا آسمان بھر گیا۔ پرندوں نے جیسے کہ اپنے پروں سے زمین پر سایہ کر دیا اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یقیناً یہ جنازہ کسی اللہ کے ولی کا ہے۔

اب لوگ ایک عجیب سائے میں جنازہ اٹھا کر آگے بڑھ رہے تھے جنازہ ابھی ان کی منزل پر پہچا نہ تھا ۔لوگوں کے رش اور ہجوم کی وجہ سے جنازہ آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا اسی دوران مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی موذن جب کلمہ شہادت 'اشھد ان لا الہ اللہ' پر پہنچا تو لوگ حیرت سے یہ کرامت دیکھتے رہ گئے۔ کہ اللہ کے وہ مقبول بندے نے کفن میں سے شہادت کی انگلی اٹھا کر اللہ کی واحدانیت کی گواہی دی۔ لوگ سوچ میں پڑھ گئے سب یہ سوچنے لگے کہ شاید اللہ کہ وہ ولی زندہ ہیں اس لئے جنازے کو نیچے رکھ دیا گیا۔ لیکن اللہ کے ولی کی انگلی اسی حالت میں برقرار رہی لوگوں نے بہت کوششیں کیں لیکن شہادت

کی انگلی کا اشارہ جیسا تھا اسی حالت میں رہا اور اسی حالت میں اُن کی تدفین کردی گئی۔

یہ واقعہ دیکھ کر مصر کے لوگوں کا ایمان نکھر آیا مصر کے خطیب آج بھی اس کرامت کا ذکر بڑی عقیدت اور فخر سے کرتے ہیں۔

وہ اعلی اللہ کے ولی جو کہ دنیا سے پردہ پوش ہو گئے اسکے بعد کی یہ کرامات ہیں۔اس اعلی ہستی کا نام تھا حضرت زوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ

مصر کی گھناونی لاشیں دیکھ کر جب ہم عجائب گھر سے باہر نکلنے کے بعد مجھے حضرت زوالنون مصریؒ کی یاد آ گئی اور دِل و دِماغ تازہ تر ہو گئے۔زوالنون کا مطلب ہوتا ہے مچھلیوں کا مالک وہ فرماتے ہیں کہ۔میں ایک دفعہ باہر کے کنارے گیا (سمندر کے کنارے) وہاں پر مجھے ایک محل نظر آیا۔وضو کے بعد میں نے محل پر نظر کی تو وہاں ایک خوبصورت عورت کھڑی تھی۔

میں نے اس کی آزمائش کے لئے سوال کیا کہ تو کون ہے۔

وہ کہنے لگی زولنون!

جب میں نے تجھے دور سے دیکھا تو تجھے دیوانہ سمجھی، جب تو اور قریب آیا تو میں عارف (اللہ کی معرفت رکھنے والا) سوچا، لیکن جب میں نے تجھے غور سے دیکھا تو تو نہ دیوانہ، نہ عارف اور نہ ہی اعلیٰ نظر آیا

میں نے کہا۔''وہ کس طریقے سے'' وہ بولی۔''اگر تو دیوانہ ہوتا تو طہارت نہیں کرتا، علم ہوتا تو نامحرم کی طرف نظر نہیں ڈالتا، اور اگر عارف ہوتا تو، سوائے (اللہ کے سواء کسی اور پر تیری آنکھ نہ کھلتی۔اتنا بول کر وہ غائب ہو گئی۔

میں سمجھ گیا مجھے آگاہ کرنے میں آیا ہے اس واقعہ سے میرے دل میں خوف خدا طاری ہو گیا اس کے بعد سمندر کی طرف میں نے رخ کیا جہاں ایک کشتی میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے میں بھی اس میں بیٹھ گیا۔

اچانک ایک سوداگر کا موتی کشتی میں کھو گیا۔لوگ مجھ پر شک کرنے لگے (میرا فقیروں جیسا لباس دیکھ کر مجھ سے معلومات کرنے لگے میں نے انکار کیا تو وہ لوگ مجھے غیرت دینے لگے لیکن میں خاموش رہا لیکن جب وہ لوگ حد سے زیادہ اذیت پہچانے لگے تو میں نے اللہ کی بڑائی میں عرض کی یا اللہ! تو تمام حالات کو بہتر جانتا ہے یہ الفاظ میں نے کہے ہی تھے کہ پانی میں سے سیکڑوں مچھلیاں اوپر کی طرف آئیں ہر ایک کے منہ میں ایک ایک موتی تھا۔میں نے فوراً ایک مچھلی کے منہ میں سے ایک موتی نکالا اور ان لوگوں کو دے دیا۔

کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگ حیران ہو گئے۔مسافر شرمندہ ہو کر معافی مانگنے لگے تب سے آپ کا نام زوالنون (مچھلیوں کے مالک) پڑ گیا۔آپ کا شمار اعلیٰ درجے کے صوفی بزرگوں میں ہوتا ہے۔آپ کا نام صفیان ابن ابرہیم ہے۔کنیت ابو الفاض ہے اور زوالنون کے لقب سے مشہور ہوئے آپ مصر کے اسوان

علاقے میں رہتے تھے۔امام شافعی کا مزار بھی اس جگہ پر ہے۔حضرت شافعی زوالنون امام مالک کے شاگردوں میں سے تھے۔آپ مالک کے پیروکار تھے۔

تصوف اور معرفت کا علم رکھنے والی ہستی آپ سے پہلے کوئی نہ تھی۔حضرت مولانا عبدالرحمان جامیؒ سے روایت ہے کہ شافی زنون مصری 245ھ میں خلیفہ المتوکل علی مُلاّ جعفر بن معتصب بن ہارون رشید کے دور خلافت میں وفات پائی جنازے میں شامل تمام لوگ پرندوں کے سائے میں جنازہ لے کر چلے تھے ایسے پرندے اس سے پہلے کبھی نظر نہ آئے تھے البتہ حضرت زوالنون مصری کے بعد امام غزالی جو کہ امام شافعی کے شاگرد تھے۔ان کے جنازے میں پرندے نظر آئے تھے۔

صوفیوں کا منکر ایک جوان حضرت زونون مصری رحمتہ اللہ کی خدمت میں آیا آپ نے اس کی بری سوچ اور خوش فہمی دور کرنے کیلئے ایک سبق اور نصیحت فرمائی حضرت نے اسے ایک انگوٹھی دی اور فرمایا انگوٹھی کو پانچ دینار میں امانت کے طور پر رکھ کر کچھ کھانا لے آ جوان ایک پرانے ہوٹل میں گیا اور اس نے وہاں پر انگوٹھی دکھائی ہوٹل والے نے انگوٹھی دیکھ کر کہا میں اس کا ایک درہم دے سکتا ہوں

جوان واپس حضرت زوالنون مصری کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت نے اسے انگوٹھی واپس دی اور کہا کہ صرافہ بازار جا اور اس انگوٹھی کی قیمت معلوم کر کے آ اب وہ جوان انگوٹھی لے کر صرافہ بازار گیا ایک بڑے جوہری کی دکان پر پہنچ گیا وہاں جا کر اس نے انگوٹھی دکھائی اور قیمت معلوم کی۔

جوہری نے انگوٹھی دیکھی اور جانچ پڑتال کی اور کہا کہ اس انگوٹھی کی قیمت ایک ہزار درہم ہے وہ جوان یہ سن کر حیرت زدہ ہو گیا اور دوبارہ ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا

حضرت نے فرمایا: تمہاری صوفیوں کے بارے میں علمی معلومات ایک بھٹیارے کی طرح ہیں ایک بھٹیارہ انگوٹھی کی قیمت کیا جانے اس نے ایک انگوٹھی کی قیمت جانی اور جوان کو بتا دیا۔

جب کے جوہری تو نگینہ اور ہیرے جوہرات کی قیمت سے آگاہ تھا اور ایسی چیزیں پرکھنے میں ماہر تھا اس لئے اس نے دیکھ کر ہی ایک ہزار درہم دینار بتا دیا۔

جوان کو آپ کی عملی نصیحت سمجھ میں آ گئی اور وہ شرمندہ ہوا اور صوفی بزرگ کے بارے میں جو غلط رائے تھی اُس کے لئے اس نے توبہ کی۔ 1960ھ میں (الفلاح) میں شائع ہوا اُس میں حضرت مصری کی کرامات اور کمالات کا واقع یاد آ گیا جو میرے پاس آج بھی موجود ہے قارئین کو یہ پڑھنے میں بڑی دلچسپی ہو اس لئے اس میں سے ولی اللہ کے کچھ واقعات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ایک دفعہ آپ کو معلوم ہوا کہ ایک فلاں جگہ پر ایک عابد رہتا ہے آپ اسے دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے آپ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں عابد ایک پیڑ پر لٹکا ہوا تھا اور اپنے نفس سے کہہ رہا تھا خدا کی عبادت

میں تو میری پیروی کرو ورنہ میں تجھے ایسا ہی رکھو گا (لٹکتا ہوا) یہاں تک کہ تو بھوک سے مر جائے گا۔ یہ دیکھ کر آپ کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ کے رونے کی آواز عابد کے کانوں تک آئی تو کہنے لگا کہ یہ کون ہے جو ایسے آدمی پر رحم کھا رہا ہے جس میں شرم کم اور گناہ بہت زیادہ ہیں۔

اب وہ عابد کے پاس گئے سلام کیا اور دریافت کیا۔

یہ کیا حال بنا رکھا ہے۔ عابد نے جواب دیا۔ یہ جسم عبادت الٰہی میں میرا ساتھ نہیں دیتا اور خلقت کے ساتھ ملنے کی تمنا کرتا ہے آپ نے فرمایا۔ میں تو سمجھا کہ شاید کوئی گناہ کبیرہ کیا ہو گا یا کسی مسلمان کا قتل کیا ہو گا۔

ان بزرگ نے کہا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خلقت کے ساتھ ملنا تمام گناہوں کو دعوت دینے کے برابر ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو بڑا زاہد ہے تب اُن بزرگ نے پوچھا کیا تو میرے سے بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتا ہے۔

آپ نے فرمایا ہاں! تب اُس نے کہا کہ اس پہاڑ پر چلے جاؤ۔

حضرت زوالیون مصری فرماتے ہیں میں اُس پہاڑ پر چڑھ گیا اور دیکھا جھونپڑے میں ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اُن کا ایک پیر دروازے کے اندر تھا اور دوسرا دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا اور اس پیر کو کیڑے کھا رہے تھے۔

میں اُن کے پاس گیا اور سلام عرض کر کے ان کی طبیعت دریافت کی۔ بزرگ فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ میں اسجھونپڑے میں بیٹھا تھا اتنے میں ایک خوبصورت جوان عورت یہاں سے گزری میرے دل میں ان کے لئے ایک عجیب کشش پیدا ہوئی اُس خاتون کو پکڑنے کے لئے میں نے جیسے ہی اپنا پیر باہر نکالا تو ایک صدا آئی ''شرم کر تیس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے اب شیطانی اطاعت اختیار کر رہا ہے۔ بس یہ سن کر میں نے جو میرا ایک پیر دروازے کے باہر نکالا تھا اس کو میں نے کاٹ ڈالا تب سے لے کر آج تک میں اسی حالت میں بیٹھا ہوں اب دیکھوں کیا ہوتا ہے اور میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے''

پھر اس نے دریافت کیا۔ ''اب مجھ جیسے گناہ گار بندے کے پاس کیا لینے آئے ہو اگر آپ کسی مردِ خدا کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاؤ'' حضرت زوالنون کہتے ہیں۔

میں تھکاوٹ کے حساب سے وہاں تک پہنچ نہ سکا لیکن جس بزرگ کے بارے میں اس بزرگ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت پتہ نہیں کتنے عرصے سے ایک عبادت گاہ بنا کر وہیں پر رہتے ہیں۔

ایک بار ایک شخص نے غصے سے کہا انسان اُس کی خود کی روزی اُس کی خود کی محنت اور کوششوں کی وجہ سے ملتی ہے یہ سن کر اُن بزرگ نے فرمایا میں اب ایسی کوئی چیز نہیں مانگوں گا جس کا تعلق مخلوق کے ساتھ ملتا ہو۔ کچھ دن ایسے ہی گزر گئے نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو اُس کی طرف بھیجا اس لئے کہ

اُن کے اطراف چکر لگائے اور انھیں شہد دے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں یہ سن کر میرے دل میں کپکپی طاری ہوگئی۔

میں سمجھ گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے خدائے کریم خود اُس کا کارساز بن جاتا ہے اور اس کی محنت ومشقت کبھی ضائع نہیں جاتی واپس جا رہا تھا کہ میں نے دیکھا ایک اندھا پرندہ ایک پیڑ پر بیٹھا تھا میں نے سوچا یہ اندھا پرندہ کھانا پینا کس طریقہ سے کھاتا ہوگا میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسی دوران اُس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کھودنا شروع کیا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ زمین کے اندر دو پیالیاں نظر آئیں اسکے اندر دانا پانی تھا۔ وہ اندھے پرندے نے خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور پانی پیا اور پھر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا اور اتنے وقت میں تو دانے کی پیالی غائب ہوگئی یہ دیکھ کر آپ کا دل بے قرار ہوگیا اور مجھے اللہ تعالی پر کامل یقین ہوگیا اور اس طریقے سے میری دعا قبول ہوگئی۔

جب ہم واپس جا رہے تھے تو رات کافی ہو چکی تھی آپ نے جنگل میں ایک جگہ پر ایک تھیلی پڑی ہوئی دیکھی جس میں موتی بھرے ہوئے تھے اور اس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا آپ کے ساتھیوں نے سارا مال آپس میں بانٹ لیا تو آپ نے فرمایا اب یہ خالی تھیلی مجھے دو اس کے اوپر میرے دوست کا نام لکھا ہوا ہے وہ تھیلی آپ نے لی اور اُس کو بڑے احترام سے چوما اُس وجہ سے آپ کا مرتبہ بلند ہوگیا۔ ایک رات کو آپ نے خواب میں سنا۔

''ذوالنون! ہر شخص نے مال دولت کی طرف نظر کی لیکن تو اعلی چیز کی (میرے نام کی طرف) لیکن آپ کے اس کارنامے کے بدلے ہم نے تیرے لئے برکت اور حقیقت علم کے دروازے کھول دیے۔

آپ بہت زیادہ عبادت گزار تھے آپ بہت حد سے زیادہ عزت کرتے تھے۔ آپ کی ہمشیرہ بھی آپ کے ساتھ رہتی تھی وہ بھی اتنی عارف ہوگئی تھی کہ ایک مرتبہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی کہ یہ آیات:

''ہم نے آپ کے اوپر بادلوں کا سایہ کیا اور آپ کہ اوپر مَن سلویٰ اُتارا''

(من ایک قسم کا حلوا ہے اور سلوٰی ایک قسم کا پرندہ) پر پہنچی تو خداوند کریم کو عرض کی کہ تو نے بنی اسرائیل پر تو من سلوی بھیجا مگر محمد ﷺ کی امت پر نہیں بھیجا تیری خدائی کی قسم جب تو مجھ پر من سلوٰی نہیں بھیجے گا میں جب تک چین سے نہیں بیٹھوں۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ فوراً اُسی وقت من سلوٰی آنے لگا یہ دیکھ کر بی بی صاحبہ جنگل کی طرف چل نکلیں اس کے بعد کسی کو نظر نہیں آئیں۔ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ حضرت ذنون کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے کچھ دوست بھی آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ان کے بیچ میں پتھروں کی اطاعت پر بحث چل رہی تھی قریب میں ہی ایک تخت پڑا ہوا تھا۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا: پتھر وغیرہ اللہ کے ولی کے تابعدار اور فرمانبردار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں اس کو حکم کروں کہ اس مکان کا طواف کر تو فوراً طواف کرنے لگے۔

آپ کے الفاظ ابھی ختم نہیں ہوئے تھے کہ پتھر مکان کا طواف کرنے لگا۔ اور پتھر خود بخود اپنی جگہ پر آ کھڑا ہو گیا۔

ایک بار ایک شخص آپ کی خدمت میں تشریف لایا اور فرمایا:

''میں سر سے پیر تک قرضے میں ڈوبا ہوا ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جس سے میں اپنا قرضہ لوٹا سکوں'' آپ نے اسے ایک پتھر اُٹھا کر دیا وہ شخص اسے بازار لیکر گیا تو خدا کی قدرت سے وہ پتھر زمرود بن گیا چار سو درہم میں بیچ کر اپنا قرض ادا کیا۔ روایات میں ہے کہ آپ کو دس سال تک کھیر قورما کھانے کی تمنا رہی لیکن آپ نے نہیں کھایا ایک مرتبہ عید کی رات کو آپکے نفس نے کہا کہ اب تو توکل مجھے کھیر خرما فرما دے تیرے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے آپ نے نفس کو کہا۔ ''اگر تو دو رکعات میں پورا قرآن شریف ختم کرنے میں میری مدد کر تُو تیری درخواست قبول ہے۔'' نفس تیار ہوا اور آپ نے دو رکعات میں پورا قرآن شریف ختم کر دیا۔ دوسرے ہی دن آپ کے سامنے کھیر خرما پیش کیا گیا۔ آپ لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈال ہی رہے تھے کہ نفس بول اٹھا۔

''آخر دس سال کے بعد میں کامیاب ہو گیا'' آپ نے فورا کہا خدا کی قسم تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اسی دوران ایک شخص اپنے سر پر کھیر خرما کی دیگ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آرزو کی:

''میں غریب مزدور ہوں مجھے آپ کی خدمت میں دینے آیا ہوں آپ کی خدمت میں بیچنے آیا ہوں بڑا لمبا عرصہ ہو گیا میرے بچے کھیر خرما کھانے کی تمنا کرتے ہیں لیکن نصیب نہیں ہوا کل عید کا دن تھا اس لئے میں کھیر خرما تیار کر کے سو گیا۔'' رات خواب میں سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہوا کہ اگر قیامت کے دن میری سفارش اور دیدار کی تمنا رکھتا ہے تو کھیر خرما کی دیگ حضرت ذوالنون مصری کے پاس لے جانا اور اُن سے کہنا کہ محمد بن عبد المطلب ﷺ کا ارشاد ہے کے تھوڑی دیر کے لئے اپنے نفس کے ساتھ صُلاح کر لیں اور کھیر خرما کھا لو۔ یہ سن کے آپ رونے لگے اور فرمایا۔ ''میں تعبید ارہوں'' حضرت ذوالنون مصری کے کئی ایک اقوال زریں

حضرت ذوالنون مصری کے نصیحت آمیز کافی قول ہیں جس میں سے چند ایک اقوال زریں یہاں روح تازگی کے

لئے پیش کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:۔

نفس کی پسندگی کو اپنا بدترین شے سمجھو۔ جو پیٹ خوراک سے بھرا ہوا ہو اس میں حکمت نہیں آسکتی۔ گناہوں سے بچیں بغیر استغفار پڑھنا جھوٹے لوگوں کا کام ہے۔ وہ شخص اعلی ہے جس کے دل کا خاص مشغلہ تقویٰ پرہیز گاری ہے۔

جسم کی تندرستی کم خوراک لینے میں اور روح کی تندرستی تھوڑے گناہ کرنے میں ہے۔ اگر کوئی شخص مصیبت

میں گھر جائے اور صبر کرے تو اس میں حیرانگی کی کوئی بات نہیں مصیبتوں میں گھر کر اگر خوش ہو تو بات ہے۔
جب تک انسان میں اللہ کا ڈر اور خوف قائم رہیگا وہ انسان کام کا ہوگا اور خدا کا خوف دل میں سے نکل جائے گا تو وہ گمراہ ہو جائے گا۔

چھ وجوہات کی وجہ سے انسان پر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔

(1) اس کی نیت میں آخرت کے عمل کے متعلق اعتبار نہ ہو۔

(2) اس کا اکیلا پن کا وقت شیطانی کاروائیوں میں گزرتا ہو۔

(3) موت کو اپنے نزدیک سمجھنے کے باوجود امیدوں کے انبار لگاتے رہتے ہیں۔

(4) مخلوق کی رضامندی کو خالق حقیقی کی رضامندی سے اعلیٰ اور برتر سمجھنے لگے۔

(5) نفسانی خواہشوں اور لالچ کو چھوڑ دیں اور رسول ﷺ کی سُنتوں کی پیروی کریں اور فرمابرداری کی اطاعت کریں۔

(6) برگزیدہ بزرگوں کی ہڈیاں فروخت کی جاتی ہیں یعنی کہ بزرگوں کے عملی کام اور محنتوں ریاضتوں پر فخر کرتے ہیں

مگر خود کوئی اچھے کام نہیں کرتے ہیں۔

کتنا ہی باہمت آدمی وہ کتنا ہی لاغر اور کمزور کیوں نہ ہو سلامتی سے کافی نزدیک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی یہ ہے سچائی اپنائی جائے اور حکم کی بجا آوری اور اس کے علاوہ سُنت نبوی ﷺ کی پیروی کرنے کے لئے خدا کے حبیب ﷺ کے غلام ہوں۔

صحبت نہ رکھ مگر اللہ تعالیٰ کی دوستی میں خلقت کے ساتھ نصیحت لینے میں نفرت کے ساتھ مخالفت کرنے میں دشمنوں کے ساتھ عداوت ہیں۔

معرفت تین قسموں کی ہوتی ہے ایک توحید کی معرفت جو کہ آدمیوں کو حاصل ہوتی ہے۔ دوسری عارفینوں کی محبت اور تذکرہ ہے جو صرف حاکموں اور عالموں تک محدود ہے۔

تیسری معرفت صفت اور وحدانیت کی جو صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہیں۔ جو غائبانہ طریقے سے اللہ تعالیٰ سے مشاہدہ اور ان کو اللہ کے ایسے راز اُجاگر ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ''لطائف'' انوار ظاہر ہوتے ہیں۔

توبہ جسم کے تمام اعضاؤں کی ہوتی ہے۔ دل کی توبہ یہ ہے کہ حرام سے پرہیز کریں آنکھوں کی توبہ یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز یا واقعہ نہ دیکھے جس کو دیکھنا حرام ہو۔ کان کی توبہ ناجائز باتوں کو نہ سنیں خراب کاموں سے بچنا ہی ہاتھ پاؤں کی توبہ ہے۔ حرام چیزیں نہ کھانا ہی پیٹ کی توبہ ہے۔ زنا اور بدکاری سے بچنا شرمگاہ کی توبہ ہے۔ بے کار بے مقصد دکھ اور غم پہنچنے والی باتوں سے بچنا ہی زبان کی توبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے اعلیٰ درجات تو یہ کہ اسے اگر آگ میں ڈلوایا جائے پھر بھی اس کی ہمت

میں کمی بیشی نہ ہوگی! لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ جواب یہ ملا کہ جو اپنےنفس کو پہچانتا ہو
فرمایا کہ جو شخص تقدیر پر راضی ہو۔ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے خلق کے ساتھ محبت کی کے وہ ظالم بادشاہ کے فرش پر بیٹھ گیا۔ عقیدت مندوں نے پوچھا کہ دنیا کیا ہے؟ فرمایا: جو چیز حق تعالیٰ سے غافل کر دے وہ دنیا ہے۔ پھر فرمایا کمینہ انسان کونسا ہے؟ فرمایا جس شخص کو خدا کے پاس پہنچنے کا راستہ معلوم نہ ہو۔ اور نہ وہ کسی سے معلوم کرنا چاہتا ہو۔ یوسف بن حسین نے عرض کی: مجھے نصیحت فرماؤ۔ حضرت زونون مصری نے یہ فرمایا:۔

نفس کی دشمنی میں خدا کا دوست بن جا کسی کو اپنے سے حقیر اور کمتر نہ سمجھ۔
پھر بھلے وہ تجھ سے کتنا ہی کمزور یا کتنا ہی گھٹیا ذات کا ہو کیا خبر اس کی آخرت کیسی ہوگی!

حضرت زونون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: توکل کے معنی بہت سے خداؤں کی اطاعت سے منکر ہو کر ایک خدا کی اطاعت میں آجانے کو کہتے ہیں تمام وسائل ٹھکرا کر حق تعالی کی عبادت میں مشغول ہو جانے کا نام ہے اور اپنے آپ کو حقیقی معنی میں اس کا بندہ سمجھنے میں ہے۔

آپ کی رحلت کی رات کو ستر مقبول بندوں کو حضورﷺ خواب میں زیارت سے مشرف باحاصل ہوئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کا محبوب دوست زونون ان کے پاس پہنچ گئے ہیں اور ہم اُن کا استقبال (خوش آمدید) کہنے کے لئے آئیں ہیں۔

کچھ مصری کی مشہور درسگاہ جامعتہ الزھہر کے متعلق:۔

"جامعتہ الازہر کے طریقے سے اسلامی دنیا میں سب سے زیادہ مشہور دنیا بھر کی نامی گرامی یونیورسٹی کے ماتحت آج تو بہت سے ادارے جاری ہیں اور کام بھی کر رہے ہیں۔

لیکن اس کا آغاز ہجری سن 361 میں یعنی کہ آج سے 2005ء سے 1065 سال پہلے ہوا تھا۔ خلیفہ معیظ الدین کے ایک غلام کا نام "جوہر الکاتب تھا۔ اصل میں تو خلیغ الازہر ایک مسجد کا نام ہے جوہر الکاتب نے تعمیر کی تھی آج بھی وہ یونیورسٹی کے برابر میں موجود ہے۔ بلکہ یہ مسجد کے احاطہ میں یہ درسگاہ قائم ہے۔

جامعتہ الازہر کے نام پہچانے جانے والی یہ تاریخی مسجد کی تعمیر میں کچھ ایسا طلسم رکھا ہے کہ مسجد کی عمارت میں کوئی بھیڑیا کبوتر یا کوئی پرندہ مسجد میں ٹھہر نہیں سکتا ہے۔ اس کے بعد میں خلیفہ حاکم عمیر اللہ نے مسجد کی عمارت کو جدید طرز تعمیر نو کی اس کے لئے بہت سی جائیدادیں وقف کر دیں۔

قاہرہ کا شہر بھی جوہرا لکاتب نے ہی بسایا ہے۔ یہ مسجد جامع الازہر کافی عرصے پہلے کی ہے اس وقت ایک معمول تھا کہ مسجد میں درس کے حلقوں کا انتظام کیا جاتا تھا اور آہستہ آہستہ اور وقت گزرنے کے ساتھ

اس نے ایک درسگاہ کی صورت اختیار کرلی جس میں بڑے بڑے عالموں نے تعلیم حاصل کی اور اسلامی تاریخ کے معروف اور مشہور عالموں نے اس میں درس دیئے۔

نتیجتاً یہ مدرسہ یا درسگاہ کی شہرت آہستہ آہستہ اسلامی دنیا میں چاروں اطراف میں پھیل گئی اور مسجد کے اطراف بڑی اور اونچی عمارتیں تعمیر ہونے لگیں پچھلی صدی میں اُسنے ایک مکمل یونیورسٹی کی صورت اختیار کرلی، اب تعلیم ''جامع الازہر'' مسجد میں نہیں بلکہ ''جامعتہ الازہر یونیورسٹی میں دی جاتی ہے اوراب جامع الازہرایک تاریخی مسجد کے نام سے باقی رہ گئی ہے۔

جامع ازہرین ماضی کے جلیل القدر عالم پیدا ہوئے ہیں اور پچھلی صدی (بیسوی صدی) کی شروعات تک ''بیدینی'' کے سیلاب کو روکنے کے لئے ''بند تعمیر'' کرنے میں جامعہ ازہر کی شاندار کاروائیاں شامل ہے۔

مگراب ایسے لوگ اس پر چھا گئے ہیں کہ جو مغربی تمدن وثقافت اور خیالوں سے مرعوب تھے اور مزیدان کو حکومتی سر پرستی حاصل تھی ایسے منتظمین کی وجہ سے درسگاہ کا مذہبی رنگ کافی کم ہوگیا۔اب یہاں اتباع ''سنت'' کا وہ اہتمام (بندوبست) نہیں ہے جیسا کہ کسی دینی درسگاہ کی خوبیاں ہوتی ہیں طالبعلموں اور استادوں (پروفیسروں) کی چال چلن اور دوسرے معاملاتوں میں دینی اور مذہبی رجحان کا عمل دخل پہلے کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے۔اس کے علاوہ لباس تبدیل ہوگیا ہے۔چہروں پر سے داڑھی کم ہوتے ہوتے اب بغیر نشان کے ہوگئی ہے سر سے عمامہ اور جسم پر سے لمبے کرُتے رخصت ہو چکے ہیں۔یعنی کہ ازہر یونیورسٹی نے دینی اور مذہبی معاملات میں اپنا پہلے جیسا مقام اور ماضی کی شہرت گنوادی ہیں۔

جامع حُسینؓ شہید کربلا امام حُسینؓ کے سرمبارک کا مدفن:۔

قدیم شہر قاہرہ پرانی سڑک پرایک مسجد ہے جس کا نام جامعہ الحسین ہے یہ مسجد شہید کربلا سید الشہد امام عالی مقام سے منسوب ہے اور یہاں آپ کا سرمبارک ہونے کا مشہور ہے مسجد کے اندر ایک مزار بھی ہے جہاں لوگوں کی ہمیشہ بھیڑ رہتی ہے اور یہ مسجد عالیشان ہے۔

قاہرہ کی ایک اور مسجد جامع عمر بن عاص:۔

قاہرہ کے درمیان شہر میں ''جامع عمر بن عاص'' موجود ہے یہ صرف مصر میں نہیں بلکہ پورے افریقہ میں قدیم اور پہلی مسجد ہے۔حضرت عمر فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں جب مشہور صحابی حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کو فتح کیا تو سب سے پہلے ایک وسیع مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔

اُس وقت یہاں پرانگور کے باغیچے تھے'' حضرت عمر بن عاص کے حکم سے زمین کو سپاٹ بنادی گئی اور

مسجد کے لئے قبلہ تعین کرنے میں 80 صحابہ کرام شامل تھے جس میں حضرت زبیر بن عوام حضرت عبادہ بن سمیت حضرت ابودردہ اور حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجمعین کے ناموں کا خاص طور سے ذکر آیا ہے۔

مسجد کے سب سے پہلے امام حضرت عمر بن عاص تھے اور موذن دوسرے اصحابی حضرت ابومسلم آفاقی تھے۔

مصر کی خوش قسمتی یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کا مزار مبارک مصر میں ہے۔

مصر کا دارالخلافہ شہر قاہرہ کے ایک محلّہ کا نام ہارۃ شافعی ہے اسی جگہ پر امام شافعی کا مزار ہے۔ جسکے اوپر شاندار مقبرہ کی عمارت ہے اور اسکے برابر میں ایک مسجد بھی ہے۔

حضرت امام شافعی کا ہجری سن 184 میں خلیفہ کے حکم سے گرفتار کئے گئے اور اُن کو بغداد پہنچا دیا گیا اس وقت حضرت امام اعظم کے شاگرد حضرت امام محمد حسن شیبانیسی کا خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں اچھی شہرت اور اثر رسوخ تھا۔ امام شافعی جب ہارون کے پاس پہنچے تو انہوں نے امام محمد کا حوالہ دیا تو خلیفہ ہارون رشید نے امام سے معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا:

امام شافعی مصر کے لوگوں کے اصرار پر مکہ مکرمہ سے قاہرہ تشریف لے گئے اسلامی علم کا یہ عظیم سورج ہجری سن 204 میں غروب ہو گیا۔

امام شافعی کا سفر ان کے ہی لفظوں میں ان کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان کے روبرو سنایا گیا اور ہونہار قابل شاگرد نے اسے قلمبند کرلیا ہم نے ''الفلاح'' میں اسے شائع کیا تھا۔ جو آج ساڑھے چار دھائی کے بعد الفلاح کی خوشگوار اور دلچسپ آموز یادوں کے ساتھ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کی مبارک زندگی سے ملنے والی رہنمائی اور اطاعت کی خاطر یہ شائع کررہا ہوں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں مکہ سے روانہ ہوا تھا اس وقت میری عمر 24 سال کی تھی صرف دو یمنی چادریں جسم پر تھیں راستہ میں ایک سرائے نظر آئی میں نے سلام کیا تو ایک بزرگ میرے پاس آئے اور اپنے ہاتھ سے کھانا تناول کرنے کی دعوت دی۔ کھانا کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا اور میں بزرگ میزبان کا شکریہ ادا کر کے آرام سے بیٹھا تو بات چیت اور تبادلہ خیال ہونے لگا تو انہوں نے سوال کیا آپ کیا مکی ہو؟ میں نے جواب دیا ہاں! انہوں نے پھر پوچھا کیا قریشی ہو؟ میں نے جواب دیا جی ہاں میں قریشی ہوں۔ پھر میں نے پوچھا آپ نے کیسے پہچانا کہ میں مکی اور قریشی ہوں؟ انہوں نے جواب دیا۔ ''آپ شہری ہو یہ آپ کے لباس سے معلوم ہوا اور آپ قریشی ہو یہ آپ کے کھانا تناول کرنے سے'' جو انسان بغیر ہچکچاہٹ کے کھانا تناول کرے یہ صفات قریش کی ہیں۔

میں نے پوچھا آپ کہاں کے رہائشی ہو؟ انہوں نے کہا: حضور ﷺ کا شہر مدینہ میرا وطن عزیز ہے

میں نے پوچھا: ''مدینہ میں کتاب اور سنتوں کا سب سے اعلیٰ و مشہور عالم و مفتی کون ہے؟''
انہوں نے جواب دیا: ''نبی اصحابہ کے سردار ملک بن انس'' (امام مالک)

میں نے کہا اللہ جانتا ہے کہ میں امام مالک سے ملاقات کرنے کا بیچینی اور شوق سے انتظار کر رہا ہوں بزرگ نے فرمایا خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے تمہاری یہ امید پوری کر دی بھورے رنگ کے اونٹ کو دیکھو یہ ہمارا سب سے اچھا اونٹ ہے اس پر آپ سواری کر لو اب قافلہ کی روانگی ہونے والی ہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے اونٹوں کی قطاریں لگ گئی مجھے بھی اس اونٹ پر بٹھا دیا گیا اور قافلہ نے کوچ شروع کر دی میں نے قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی مکہ سے مدینہ تک کے سفر کا خاتمہ ہو گیا۔ آٹھویں دن عصر کے وقت ہم لوگ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے مسجد نبوی شریف میں نماز ادا کی مزار اقدس پر حاضری دی اور الصلوۃ و سلام پڑھی تو وہاں امام مالک نظر آ گئے انہوں نے ایک چادر کا تہہ بند تھا دوسری چادر سر پر اوڑھی تھی اور بلند آواز میں حدیث بیان کر رہے تھے۔

ابن عمر کے واسطے روایت کی ہیں۔ یہ کہتے ہوئے زور سے ہاتھ اپنے پھیلا دئے اور مزار کی جانب اشارہ کیا۔

یہ منظر دیکھ کر امام مالک کا رتبہ اور عزت میرے اوپر چھا گئے مجھے جہاں جگہ ملی وہی بیٹھ گیا امام مالک حدیث پاک روایت کرنے لگے میں نے جلدی سے تنکا زمین سے اٹھایا اور امام مالک کوئی حدیث سناتے تو میں تنکے کو تھوک سے گیلا کر کے ہتھیلی پر لکھ لیتا تھا۔

امام مالک میری اس حرکت کو دیکھ رہے تھے مگر مجھے اس کی خبر نہیں تھی آخر کار مجلس پوری ہوئی امام مالک دیکھنے لگے کہ سب لوگوں کی طرح میں بھی کھڑے ہو کر جاتو نہیں رہا! مگر میں تو بیٹھا ہی رہا۔ یہ دیکھ کر امام مالک نے مجھے اشارہ سے اپنے پاس بلایا میں نزدیک گیا تو انہوں نے چند ساعت مجھے غور سے دیکھتے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا:۔

''آپ حرم کے رہنے والے ہیں؟'' میں نے ہاں میں جواب دیا۔ فرمایا: تمام نشانیاں برابر ہیں پھر تمہارے میں ایک بے ادبی بھی ہے۔'' میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک کلام سنا رہا تھا تو اس وقت آپ تنکے کے ذریعہ ہتھیلی کے ساتھ کھیل رہے تھے۔''

میں نے کہا میرے پاس کاغذ قلم نہیں تھا اس لئے میں نے آپ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سنتا اور اسے ہتھیلی پر اس طریقہ سے لکھتا جاتا تھا۔''

یہ سن کر امام مالک نے میرے ہاتھ کو کھینچ کر دیکھا مگر وہاں الفاظ کی لکھائی نہ تھی۔ پھر انہوں نے فرمایا یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے میں نے کہا البتہ ہاتھ پر تھوک قائم نہیں رہتا مگر میں نے جو حدیثیں سنی ہیں وہ تمام از بریاد ہو گئی ہیں۔ امام مالک یہ سن کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے تمام تو نہیں صرف ایک ہی حدیث سناؤ میں

نے فوراً ہی کہا:

میرے جیسے شخص نے ابن عمر کے واسطے سے یہ قبر میں موجود ہے روایت کری ہیں۔اور امام مالک ہی کے انداز میں مزار مبارک کی طرف زور سے ہاتھ پھیلا کر اشارہ کیا پھر امام مالک کی آغاز مجلس سے لے کر مجلس کے اختتام تک کی سنی ہوئی تمام حدیثوں کو حرف بہ حرف سنادی۔

اب آفتاب غروب ہو چکا تھا امام مالک نے نماز ادا کی میری جانب اشارہ کیا اور اپنے خادم سے فرمایا اپنے آقا کا ہاتھ تھام" اور مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ یہ خادم کے ساتھ میرے گھر جاؤ" میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے بغیر کھڑے ہو کر امام مالک کے گھر پہنچ گیا کچھ دیر بعد امام صاحب خادم کے ہمراہ تشریف لائے ساتھ میں ایک تھال بھی لائے تھے تھال کو زمین پر رکھ کر امام مالک نے مجھے سلام کیا خادم سے کہا "ہاتھ دھلاؤ" خادم نے برتن لے کر میرے پاس آنے لگا مگر امام مالک نے اُسے روکا اور فرمایا: تم کو اگر معلوم نہیں ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے میزبان کو ہاتھ دھونے چاہئے اور کھانے کے بعد مہمان کو مجھے یہ بات بہت اچھی لگی میں نے اس کی وجہ معلوم کی انہوں نے فرمایا میزبان مہمان کو دعوت دیتے ہیں اس لئے پہلے میزبان کو ہی ہاتھ دھونے چاہئے اور یہ کھانے کے بعد آخر میں اس لئے ہاتھ دھوتے ہیں کہ شاید ہی کوئی اور مہمان آجائے تو اس کھانے میں ساتھ دینے کے لئے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد امام مالک مکہ والوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے ایسے میں رات ہوگئی وہ کھڑے ہوئے اور کہا تم آرام کرو میں تو ویسے ہی تھکا ماندہ تو تھا سوتے ہی گہری نیند آگئی۔پچھلے پہر دروازہ پیٹا جارہا تھا تو میری آنکھ کھل گئی آواز آئی اللہ کی رحمت ہو آپ پر (نماز کا وقت ہو گیا ہے)۔

میں نے دیکھا تو امام مالک ہاتھ میں لوٹا لے کر کھڑے ہیں مجھے بہت شرم محسوس ہوئی مگر وہ کہنے لگے "ابوعبداللہ! گھبراؤ نہیں! مہمان کی خدمت کرنا میزبان کا فرض ہے" دوسرے دن امام مالک کے ہمراہ مسجد نبوی میں فرض نماز ادا کیں۔اندھیرہ کافی تھا دھوپ نکلتے ہی امام مالک کل جہاں بیٹھے تھے آج بھی اسی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے اور اپنی کتاب "موطہ" میرے ہاتھ میں دے دی میں نے کتاب سنانی شروع کردی اور لوگ لکھنے لگے۔

میں نے امام مالک کے یہاں آٹھ ماہ تک سکونت کری پھر موطہ مجھے از بر حفظ ہوگئی میرے اور امام مالک کے درمیان اتنی گہری محبت ہوگئی تھی اگر کسی انجان شخص کو یہ پہچان کرنے میں مشکل تھا کہ میزبان کون ہے اور مہمان کون ہے کی پہچان کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

حج کے بعد مدینہ کی زیارت کرنے اور موطہ سننے کے لئے مصر کے لوگ مدینہ آئے اور امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے مصریوں کو مکمل موطہ زبانی سنائی۔اس کے بعد عراقی لوگ آئے۔مزار مبارک اور منبر کے درمیان مجھے ایک نوجوان نظر آیا اس نے صاف شفاف کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھا

اس نے نماز ٹھیک طرح سے پڑھی تھی میں نے اس کا نام پوچھا اس نے بتایا اور وطن کا پوچھا تو جواب دیا کوفہ کا ہے۔میں نے پوچھا کوفہ کی کتاب اور سنتوں کا عظیم عالم اور مفتی کون ہے؟اس نے جواب دیا امام ابو یوسف اور محمد بن حسن جو کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔

میں نے اس کے بعد امام مالک کے پاس جا کر اپنا ارادہ ظاہر کیا انہوں نے علم کی طلب اور علم حاصل کرنے کی جستجو اور لگن کو دیکھتے ہوئے میرے لئے راستہ میں کھانے پینے کا بندوبست کر دیا صبح سویرے مجھے وہ بقیع تک الوداع کرنے کے لئے آئے پھر مخاطب ہو کے بولے کوفہ پہنچنے کے لئے کون اپنا اونٹ کرائے پر دیتا ہے؟ یہ سن کر میں تو گھبرا گیا میں نے کہا آپ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اونٹ کرایہ پر لینے کے اتنی رقم میرے پاس نہیں ہے اور پھر آپ کی بھی ایسی ہی حالت ہے۔امام مالک ہنسنے لگے پھر کہنے لگے:۔

عشاء کی نماز کے بعد تمہاری اجازت لے کر گیا تو دروازے پر کوئی پیٹ رہا تھا باہر نکل کر دیکھا تو عبدالرحمٰن بن قاسم دروازے پہ کھڑے تھے۔وہ تحفہ لائے تھے۔عاجزی کرنے لگے کہ میں یہ سکے لے لوں اور میرے ہاتھ میں تھیلی پکڑا دی اس میں سو دینار تھے اس میں سے پچاس میں نے اپنے بال بچوں (اہل وعیال) کے لئے رکھ لئے ہیں اور پچاس میں تمہارے لئے لایا ہوں۔

پھر امام مالک نے چار دینار میں اونٹ کا کرایہ مقرر کرا دیا اور بقیہ رقم مجھے دے دی اور مجھے الوداع کر دیا حاجیوں کے یہ قافلہ کے ساتھ میں روانہ ہوا چوبیسویں دن ہم کوفہ پہنچے میں عصر کے بعد مسجد میں داخل ہوا نماز پڑھی اور بیٹھ گیا اتنے میں ایک لڑکا نظر آیا جو نماز پڑھتا تھا مگر اس کی نماز صحیح نہیں تھی مجھ سے رہا نہیں گیا اس لئے اس کو نصیحت کرنے کے لئے کھڑا ہوا میں نے کہا میاں صاحبزادہ! نماز ٹھیک طریقہ سے پڑھو تا کہ آخرت کی پکڑ سے محفوظ اور حفاظت حاصل ہو"۔

لڑکا میرے اوپر غصہ ہوا اور اپنی چادر زور سے جھٹک کر طیش میں آتے ہوئے باہر جانے لگا۔اچانک اسی وقت مسجد کے دروازے پر لڑکے کو محمد بن حسن اور ابو یوسف مل گئے لڑکے نے ساری بات ان کو کہہ دی تو انہوں نے کہا کہ "تم اس صاحب کے پاس جاؤ اور یہ پوچھو کہ میں نماز میں کس طرح داخل ہوتا ہوں" لڑکا واپس آیا اور اس نے مجھ سے سوال کیا اور میں نے جواب دیا "دو فرض اور ایک سنت کے ذریعہ نماز میں داخل ہوتا ہوں۔

لڑکے نے یہ سن کر حضرتوں کو میرا جواب پہنچا دیا اس پر سے وہ سمجھ گئے کہ یہ جواب ایسے شخص کا ہے جس کی علم میں کافی معلومات اور فوقیت حاصل ہے پھر انہوں نے لڑکے سے کہا کہ "تم واپس ان کے پاس جاؤ اور پھر سے پوچھو کہ یہ دو فرض کیا ہے اور یہ سنت کیا ہے۔"

لڑکے نے آ کر مجھ سے دو سوال کئے میں نے جواب دیا۔ "پہلا فرض نیت ہے دوسرا فرض تکبیر تحریمہ ہے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھانا۔ پھر امام یوسف اور محمد بن حسن میرے پاس آئے اور ملاقات کی اور میری

معلومات کا امتحان لینے کے لئے فقہ کے دوایک حصوں کے ٹھیک ٹھاک مشکل سوال لکھ کر میرے برابر کی خالی جگہ پر یہ سوال نامہ کے کاغذ میرے سامنے دکھاتے ہوئے کہا۔

''یہ مسئلوں کا جواب ''موطہ'' سے لکھ کر دو میں نے تمام مسئلوں کے جواب لکھ دئے اور کاغذ محمد بن حسن کے سامنے رکھ دئے انہوں نے میرے دئے ہوئے جواب کو غور سے پڑھا پھر اپنے خادموں کو حکم دیا کہ تمہارے آقا کو گھر لے جاؤ''۔

میں نے پہلے گفتگو کے دوران میری امام مالک کے ساتھ ملاقات اور ان سے فیض حاصل کیا اور ''موطہ'' کو حفظ ہونے کا مکمل احوال اور سرگزشتہ سننے کے بعد ہی انہوں نے میرا امتحان لینے کے لئے یہ لوگ بیچین ہوتے تھے۔

خادم کو حکم ملنے کے بعد میں بے دھڑک اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کھڑا ہو گیا مسجد کے دروازہ تک پہنچا تو خادم نے کہا آقا کا حکم ہے کہ آپ سواری پر بیٹھ کر ان کے گھر جاؤ گے۔''

''میں نے جواب دیا سواری حاضر کرو'' خادم نے ایک سنگھار کیا ہوا خچر میرے سامنے پیش کیا جب میں اس کے اوپر سوار ہوا تو جسم پر پرانے اور خستہ حال لباس میری نظریں کھٹکنے لگیں میری حالت پر افسوس ہونے لگا خادم کوفہ کی گلیوں اور اور کوچوں میں گزارتا ہوا مجھے محمد بن حسن کے گھر پر پہنچا دیا۔:

تھوڑی دیر کے بعد محمد بن حسن آ گئے اور انہوں نے ایک ہزار درہم کا قیمتی لباس مجھے زیب تن کرایا اور اپنے کتب خانہ (لائبریری) سے امام ابوحنیفہ کا ایک نسخہ (کتاب) ''کتاب الواسطہ'' نکال کر لے آئے میں اس کے ورق گردانی کرنے لگا۔ میں نے رات سے ہی اس کو (یاد) حفظ کرنا شروع کر دیا صبح ہونے سے پہلے ہی تمام کتاب حفظ کر لی مگر اس بات کی محمد بن حسن کو تھوڑی سی بھی مطلق خبر نہیں ہونے دی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کا ایک دلچسپ واقعہ:۔

محمد بن حسن کوفہ کے سب سے بڑے مفتی تھے ایک دن میں ان کے برابر بیٹھا تھا ایک مسئلہ پر فیصلہ معلوم کرنے پر انہوں نے کہا کہ ابوحنیفہ نے اس طرح سے کہا ہے میں بول اٹھا کہ! آپ سے بھول ہو گئی ہے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا قول یہ نہیں ہے۔ مگر اس کا حل اس طرح کا ہے اور امام ابوحنیفہ نے اپنی کتاب میں اس مسئلے کے متعلق فلاح میں مسئلہ کے نیچے اور فلاں میں مسئلے کے اوپر درج کیا ہے۔

محمد بن حسن نے فوراً کتاب منگوا کر پڑھی تو میری بات سچ ثابت ہوئی تو انہوں نے فوراً اپنے فیصلے کے جواب میں تحریروں کو درست کر دیا۔

کئی دنوں کے بعد محمد بن حسن سے سفر کی اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا۔ ''میں اپنے کسی مہمان کو رخصت کی اجازت نہیں دیتا ہوں۔ میرے پاس جو مال و دولت موجود ہے اس میں سے جتنا چاہو آپ

لے لو۔" میں نے جواب دیا۔" یہ بات مقصد اور ارادوں کے خلاف ہے۔میری خواہش صرف سفر کرنے میں ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے اپنے صندوق میں موجود تمام نقد رقم منگوائی اس میں سے تین ہزار درہم نکالے۔میں اس کے بعد عراق اور ایران کے سفر کے لئے چل پڑا اور لوگوں سے ملتا ملاتا اور ملاقاتیں کرتا ہوا اسی طور پر عمر 31 سال کی ہوگئی۔

خلیفہ ہارون الرشید سے ملاقات اور بغداد کا سفر:۔

اس کے بعد ہارون الرشید کے خلافت کے دور میں بغداد آیا۔بغداد شہر کے دروازہ کی سرزمین پر ابھی پاؤں رکھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھے روکا اور نرمی سے معلوم کیا۔" میں نے جواب دیا!" محمد" پھر اس نے والد کا نام پوچھا: میں نے کہا ادریس شافعی تو وہ کہنے لگا آپ شافعی ہو؟" میں نے ہاں کہہ دی اس کے بعد اس نے جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور میرے دئے ہوئے جوابات کو لکھ کر مجھے جانے دیا گیا۔

میں ایک مسجد پہنچا اور سوچنے لگا کہ یہ شخص نے جو کچھ لکھا ہے دیکھنا یہ کہ اب اس کا نتیجہ کیا سامنے آتا ہے۔آدھی رات کے بعد پولیس نے مسجد پہ چھاپہ مارا اور تمام شخصیتوں کو روشنی میں دیکھنا شروع کردیا آخر کار میرا نمبر بھی آ گیا تو پولیس نے چیخ کر دوسرے لوگوں سے کہا کہ" آپ تمام لوگوں کو ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔جس شخص کی ہمیں تلاش تھی وہ مل گیا۔"

اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا کہ" امیر المومنین کے جانب چلو" میں نے کوئی حجت نہیں کی۔فوراً جانے کے لئے تیار ہو گیا انہوں نے مجھے شاہی محل میں پہنچا دیا میری نظریں امیر المومنین پر پڑتے ہی میں نے صاف اور ٹھوس آواز میں ان کو سلام پیش کیا۔امیر المومنین کو میرے اس طرح کا انداز سلام بہت پسند آیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

پھر امیر المومنین نے میرا حسب ونسب اور خاندان عزیز واقارب کے متعلق امور کی معلومات کی تو میں نے اپنا حسب ونسب سلسلہ حضرت آدمؑ تک پہنچا دیا۔

اس پر امیر المومنین کہنے لگے" بے شک یہ صفات اور بلوغت اولاد مطلب کا ہی حصہ ہیں بولو کیا تم پسند کرو گے کہ آپ کو مسلمانوں کا قاضی بنا کر سلطنت میں شامل کر دوں" تم کتاب اور سنت کے مطابق اپنا اور میرا حکم جاری کرتے ہو"۔

میں نے جواب دیا سلطنت میں قاضی مقرر ہونا مجھے منظور نہیں یہ سن کر امیر المومنین خاموش ہو گئے کتاب النمر عرافت سہو کے مسئلوں کی کتاب پھر واپس میں مسجد میں آ گیا جہاں پر میں پہلے ٹھہرا تھا ایک نوجوان نے نماز کی امامت کی اس کی قرآت تو اچھی تھی مگر علم کم تھا نماز میں غلطی ہو گئی مگر اب اس کو کیا کرنا چاہئے یہ اسکو سمجھ میں

نہیں آرہا تھا میں نے کہا! بھائی تم نے ہماری اور تمہاری سب کی نماز خراب کر دی۔" نوجوان نے پھر سے نماز پڑھائی۔اس کے بعد میں نے اس سے کہا۔کاغذ قلم اور سیاہی لے آؤ میں تمہارے لئے "آسان اور سہل"، (غلطی سے مبرا) کے متعلق ایک قسط لکھ کر دے دوں گا"

وہ فوراً ہی واپس آیا اللہ تعالی نے بھی میرے ذہن کے دریچے کھول دئے اور میں نے کتاب سنت اور اجمائے امت کے مطابق ایک صیغم کتاب لکھ دی۔کتاب کا نام اس کے نام پر کتاب الزعفرانی رکھ دیا۔اب مجھے تین سال مقام کئے ہوئے ہو گئے تھے اور اس دوران حجاج سے حاجیوں کی واپسی ہو رہی تھی میں ان حاجیوں سے امام مالک اور اپنے وطن عزیز کے حالات کی معلومات کرنے ان کے پاس پہنچ گیا۔حاجیوں میں ایک نوجوان نظر آیا تو میں نے اس سے امام مالک اور حجاج کے متعلق معلوم کیا تو وہ کہنے لگا "سب ٹھیک ہے"۔

میں نے امام مالک کے متعلق دوسری دفعہ سوال کیا تو کہنے لگا مختصر جواب دوں یا تفصیل سے بتاؤں؟" میں نے کہا مختصراً ہی میں عقلمندی کا تقاضہ ہے۔وہ کہنے لگا تو اب آپ سنئے امام مالک تندرست ہیں اور کافی دولتمند بن گئے ہیں۔یہ سن کر مجھے دل میں خیال آیا کہ امام مالک کو میں نے غربت کے وقت میں تو دیکھ چکا ہوں اب امیرانہ وقت کی حالت میں بھی ان کو دیکھنا چاہئے۔اس کے بعد میں سفر کا بندوبست کیا اور ربیعہ کے علاقے کی جانب سفر اختیار کیا۔" رملا شہر پہنچا میں نے کرایہ پر سواری کی اور حجاز کے لئے روانہ ہو گیا۔

آخر کار ۲۷ ویں روز مدینۃ الرسول پہنچ گیا مسجد نبوی میں نماز ادا کی اب کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آہنی کرسی مسجد میں موجود ہے کرسی پر مصری مخوٗب کا تکیہ لگا ہوا ہے اور تکیہ پر لکھا ہوا ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں ابھی اسے تک ہی رہا تھا کہ امام مالک بن انس آتے نظر آئے پوری مسجد عطر کی خوشبوؤں سے مہک اٹھی امام مالک کے ساتھ چارسو کے قریب یا اس سے کچھ زیادہ لوگوں کا مجمع تھا امام مالک اپنی مجلس میں پہنچے تو بیٹھے ہوئے تمام لوگ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔امام مالک کرسی پر بیٹھ گئے اور جراح عنر ایک مسئلہ پیش کیا مجھ سے رہا نہ گیا میں نے برابر میں بیٹھے ہوئے شخص کے کان میں کہا اس مسئلہ کا یہ جواب ہے اس شخص نے میرے بتائے جواب کو زوردار آواز میں سنا دیا مگر امام مالک نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور شاگردوں سے جواب طلب کیا شاگردوں کے جواب غلط تھے امام مالک نے کہا کہ تم سب غلطی پر ہو صرف اسی شخص کا دیا ہوا جواب درست ہے۔

یہ سن کر وہ جاہل اور گنوار شخص جس کے کان میں جواب میں نے کہا تھا وہ شخص بہت خوش ہوا امام مالک نے دوسرا مسئلہ پیش کیا تو وہ جاہل شخص میری طرف دیکھنے لگا تو میں نے پھر جواب اس کو سنا دیا اس وقت امام صاحب کے شاگرد جواب نہیں دے سکے اور وہ جاہل کی زبانی میرا جواب ہی ٹھیک نکلا پھر تیسرے مسئلہ کے

وقت بھی یہی کچھ ہوا تب امام نے اس جاہل شخص کو مخاطب کر کے کہا ''یہاں آؤ! وہ جگہ تمہارے لئے نہیں ہے''۔

وہ شخص امام مالک کے پاس پہنچا تو امام مالک نے اس سے پوچھا کیا تم نے ''موطہ'' پڑھی ہے؟۔

اس جاہل نے جواب دیا ''نہیں'' امام مالک نے پوچھا۔ ''ابن جریج کے علم پر آپ کی معلومات ہیں '' اس شخص نے پھر کہا نہیں امام مالک کو تعجب ہوا اور پوچھنے لگے پھر یہ علم آپ کو کہاں سے حاصل ہوا۔؟

اس جاہل شخص نے جواب دیا میرے برابر میں ایک نوجوان بیٹھا تھا اور وہی مجھے تمام مسئلوں کا جواب بتلا رہا تھا'' اب امام مالک نے میری طرف گردن اٹھائی تو تمام حاضرین مجلس کے لوگوں نے بھی گردن میری طرف کر لی۔ امام مالک نے اس شخص سے کہا جاؤ اور اس نوجوان کو میرے پاس بھیج دو۔

میں امام مالک کے پاس پہنچ گیا اور پہلے جس نشست پر جاہل بیٹھا تھا اسی نشست پر بیٹھ گیا۔

امام مالک مجھے غور سے دیکھتے رہے پھر فرمایا: شافعی ہو؟ میں نے عرض کی ''جی ہاں'' امام مالک نے مجھے کھینچ کر سینے سے لگالیا پھر کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا ''علم کا جو باب ہم نے شروع کر دیا ہے اس کو آپ پورا کرو۔'' میں نے ان کی بات پر عمل کیا اور جراح عمر کے چار سو مسئلہ پیش کئے مگر کوئی بھی شخص صحیح جواب نہ دے سکا۔

امام مالک کی زندہ دلی اور سمجھداری

اب سورج غروب ہو چکا تھا ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور امام مالک نے میری پیٹھ ٹھوکی اور شاباشی دی اور اپنے ساتھ گھر لے گئے اب وہاں قدیم عمارت کی جگہ عالیشان عمارت موجود تھی میں کافی مغموم ہو کر رونے لگا آنسو بہانے لگا تو یہ دیکھ کر امام مالک نے سوال کیا:۔

''ابوعبداللہ تم کس لئے رو رہے ہو؟ شاید سمجھ رہے ہو کہ میں دنیا کے لئے آخرت کو بھول گیا ہوں؟ میں نے جواب دیا۔ جی ہاں! یہی اندیشہ اور شکوک وشبہات میرے دل میں جنم لے رہے تھے'' امام مالک کہنے لگے تمہارے دل کو مطمئن رکھو اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھو یہ جو کچھ دیکھ رہے ہو یہ ہدیہ ہیں خراسان سے مصر سے دنیا کے دور دراز علاقوں میں صدیوں سے بارش ہو رہی ہے۔ نبی ﷺ یہ قبول کر لیتے تھے اور صدقہ قبول نہیں کرتے تھے میرے پاس خراسان اور مصر کے اعلیٰ قیمتی کپڑوں کی تین سو خصلتیں بھی موجود ہیں اب یہ تمام میری طرف سے تمہارے لئے ہدیہ ہیں صندوقوں میں پانچ ہزار دینار رکھے ہیں اس رقم کی زکوٰۃ دے دی گئی ہیں اس میں سے آدھی رقم تمہاری ہے۔ دوسری صبح ہم نے فجر کی نماز ادا کی اور مسجد سے ایسی حالت میں واپس ہوا کہ میرا ہاتھ امام مالک کے ہاتھ میں تھا اور امام مالک کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا گھر کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خراسانی گھوڑے اور مصری خچروں کا جھتہ کھڑا ہے میرے منہ سے یہ نکل گیا کہ اتنے خوبصورت گھوڑے تو میں نے آج تک کہیں نہیں دیکھے امام مالک نے جواب دیا یہ تمام سواریاں بھی

تمہارے لئے ہی ہیں میں نے عرض کی کم سے کم ایک جانور اپنی سواری کے لئے تو رہنے دیں امام مالک نے جواب دیا مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو میری سواری اپنے پاؤں کیکھریوں سے روندیں جس کے نیچے نبی ﷺ آرام فرمارہے ہیں۔'' یہ سن کر مجھے تسلی ہوگئی کہ یہ امیری اور دولتمندی کی حالت میں بھی امام مالک کا تقویٰ پہلے ہی کی طرح قائم دائم اور باقی ہے۔

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کی وطن واپسی امام مالک کے گھر میں تین دن قیام ہوا پھر مکہ روانہ ہوگئے مگر ایسی حالت میں کہ اللہ بخشئے تمام مال سامان سے لدے جانور میرے آگے چل رہے تھے میں نے ایک شخص کو اپنی واپسی کی اطلاع دینے کے لئے پہلے سے ہی مکہ روانہ کر دیا تھا۔

جب حرم شریف کی حدود میں داخل ہوا تو والدہ محترمہ کئی ایک عورتوں کے ساتھ نظر آئی انہوں نے مجھے گلے سے لگالیا۔ پھر میں آگے بڑھنے لگا تو والدہ محترمہ کہنے لگی کہا گھر چلو تو انہوں نے کہا ہائے ہائے کل تو مکہ سے فقیرانہ حالت میں گئے تھے اور آج امیر کبیر بن کر واپس آئے ہوتا کہ تم اپنے سوتیلے بھائیوں پر رعب اور رعونیت جتلاسکو!'' میں نے کہا تو پھر آپ ہی فیصلہ کرو کہ میں کیا کروں؟'' والدہ محترمہ نے کہا کہ اعلان کر دو کہ بھوکے آئیں اور پیٹ بھر کے کھانا کھائیں پیدل آئیں اور سواری لے جائیں ننگے آئیں اور کپڑے پہن کر جائیں اس طریقہ کار سے دنیا میں بھی تیری عزت ہوگی اور آخرت کا بدلہ بھی اپنی جگہ محفوظ رہے گا۔''

میں نے والدہ محترمہ کے حکم پر لبیک کہا اور عمل کیا اس واقعہ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی امام مالک نے بھی سنا اور میری ہمت افزائی کی انہوں نیکہلوادیا:۔'' جتنا دے چکے ہو اتنا ہر سال تم کو بھیجتا رہوں گا '' انہوں نے ان کے اس وعدوں کو پورے طور پر نبھایا ہر سال وہ مدینہ میں جتنا دیتا تھا اتنا ہی مال اسباب ہمیشہ بھیجتے رہے مسلسل گیارہ سال تک ان کی وفات تک یہ سلسلہ جاری تھا امام شافعی یہ سفر نامہ دہرانے کے لئے میرے ایڈیٹنگ کے ذریعہ شائع ہونے والا الفلاح سے ماخوذ کیا گیا ہے۔

بس اسلام کے روشن ماضی کے حالات کے خیالوں میں مگن تھا اسلامی امہ کی تاریخ میں شکست بھری ہار اور ذلت اٹھانے والی موجوں مصری حکومت اور حکمرانوں عزت اور ''سیلف ریسپکٹ'' آپ خود عزت حاصل کرنے کے لئے اسرائیل کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے والے یہ موجودہ حکمران ہی ہیں۔

مصر کے تاریخی دور میں جھانکے تو صرف فرعون کی تہذیب وتمدن نظر نہیں آتی بلکہ حضرت یوسفؑ کی شخصیت روشن اور اہم نوعیت کی شمولیت ہے جن کے چہرے کو دیکھنے کے لئے انسان کی ہمت اور قوت کا حوصلہ نہیں تھا۔ حسن یوسف مشہور ہے جب کہ حضرت یوسف کے قصہ کو قرآن پاک نے احسن القصص (اعلیٰ قصہ) کے طور پر درج کیا ہے۔

اسلامی تاریخ کے ایک اور حکمران یعنی اموی خلیفہ حضرت عمر بن عزیز کا نام بھی مصر کی تاریخ میں شامل ہے ان کو عدل وانصاف میں ''فاروق ثانی'' کے طور پر تاریخ سازوں نے اور پہلی صدی ہجری کے مجدد اور

اُمت کے پہلے مجدد کے نام سے عالموں نے عقیدت واحترام کا مکمل درجہ دیا ہے۔آج کے دور میں مسلم امہ کی بگڑتی ہوئی حالت اور پستی کی وجہ صرف موجودہ حکمران ہیں اور مزید یہ کہ اسلامی ملک دنیا کے کسی بھی علاقے میں ہو وجہ تسمیہ موجودہ حکمران ہی ہوتے ہیں۔آج کل مصر میں انتخابات کا ڈھونگ رچانے کی تیاریاں عروج پر ہو رہی ہیں مغرب کے نقش قدم پر چلنے والے یہ عوامی حکمران حسنی مبارک دوبارہ حکومت کرنے کے لئے پھر سے انتخاب میں جیت کر عہدہ حاصل کرنے کے لئے اپنے آقاؤں کے اشارے اور ہدایت پر اسلامی تقدس اور نظریہ اور انصاف اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر مذہبی تعلیم کو جھٹلا کر نئے نئے ہتھکنڈے آزمائے جا رہے ہیں۔

خلفائے راشدین کے اسباق کو بھول کر اللہ کی مخلوق کو دھوکہ دینا اور گندی سیاست کی گندی جھوٹی چالوں اور جھوٹے وعدوں اور دھوکہ کی سیاست پورے عالم اسلام میں ایسی سیاست کا دخل ہو گیا ہے قومی پارلیمنٹ یا اسمبلی کے تین سو ممبران کے دستخط شدہ حمایت کرنے والا امیدواروں کا فارم پیش کرنے والا ہی مصر کے صدر کے لئے انتخابی مہم میں حصہ لیسکے اور یہ فرعونی قانون نافذ کرنے کا مقصد صرف اسلامی امور کے ماہر اور اسلامی نظریات کے حامیوں کو حکومت میں دخل اندازی سے دور رکھنے کا طریقہ ہے اور یہ اپنے مسلمان سیاست دان اور حکمرانوں کی عہدہ اور کرسی کی طاقت حاصل کرنے کی لالچ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔جیسا کہ قاری عبدالباسط مرحوم کے تذکرہ کئے بغیر قرأت کے علم کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی ہے اسی طرح سے حضرت یوسفؑ اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی زندگی کے بیان اور خوبیوں کے بغیر مصر کے بادشاہوں خلفاؤں اور حکام کی تاریخ نامکمل ہی رہیگی برکت کی خاطر اور قارئین کو تھوڑی بہت معلومات حاصل ہونے کی خاطر پہلے میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عقیدت واحترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے حالات زندگی کے مختصر خلاصہ کو لکھنے کی کوشش کی ہے۔

ایک شب کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رات کے وقت ان کے معمول کے مطابق لوگوں کے حال واحوال معلوم کرنے کے لئے مدینہ منورہ کی گلی کوچے میں سے گزر رہے تھے کہ اچانک تھک کر ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے امیر المومنین کو مکان کے اندر سے ایک عورت کی آواز سنائی دی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی بیٹی جلدی سے اٹھ کر دودھ میں پانی ملا دے بیٹی نے جواب دیا ماں! تم نے امیر المومنین کا حکم نہیں سنا ہے کہ کوئی شخص دودھ میں پانی کی ملاوٹ نہ کرے ماں نے کہا ’’عمر اور اس کا اعلان کب اور کہاں سچا ہے؟ تو بغیر کسی وجہ سے ڈرتی ہے اٹھ اور جلدی سے دودھ میں پانی ملا دے۔‘‘ بیٹی نے کہا اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا ہم لوگ امیر المومنین کے سامنے تو ان کے حکموں کا پالن اور اقرار کی حامی بھرتے ہیں اور ان کی غیر حاضری میں ان کی نافرمانی کریں امیر المومنین نہیں دیکھ رہے ہیں تو کوئی بات نہیں اللہ تو دیکھ رہا ہے۔

حضرت فاروق اعظم نے تمام گفتگو سن کر اس عورت کی ایمانداری اور خوف خدا سے کافی محظوظ ہوئے

صبح ہوتے ہی تفتیش کرائی کہ اس مکان کا مالک کون ہے اور رات کو باتیں کرنے والی عورتیں کون ہیں۔

تفتیش سے یہ معلوم ہوا کہ مذکورہ مکان میں ایک بیوہ اپنی کنواری بیٹی کے ہمراہ رہ رہی ہے حضرت عمر فاروق کے بیٹے حضرت عاصم جو اس وقت غیر شادی شدہ تھے اپنے جلیل القدر والد کی مرضی سے ایک نیک صفت عورت سے نکاح کرلیا اور اسی عورت کے بطن سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ امہ عاصم کی ولادت ہوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ کا نام امہ عاصم تھا۔

اس مسئلہ کی دو الگ روایتیں ہیں کہ خلفائے راشدین کے بعد جو بھی مسلمان فرمانروں کا نام اسلامی تاریخ میں بہت اہم اور عزت کے ساتھ لکھا گیا ہے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا نام ہے وہ بنو امیہ کے آٹھویں خلیفہ تھے آپ کی ولادت ہجری 61ھ یا 63ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

ہجری 65ھ مروان بن حاکم نے مصر پر قبضہ کیا تو عبدالعزیز کو مصر کے گورنر نامزد کیئے انہوں نے اپنی زوجہ امہ عاصم کو بیٹے کے ساتھ مصر بلوایا مگران کے چچا حضرت عبداللہ بن عمر کے سمجھانے سے اپنے بیٹے عمر کو چچا کے پاس چھوڑ دیا۔

مدینہ منورہ میں ہی حضرت عمر بن عزیز نے تعلیم حاصل کی نامی گرامی صحابیوں اور تابعی بزرگوں سے فیض حاصل کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک بہت بڑے عالم بن گئے تعلیم سے فراغت حاصل کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز والد محترم کے ساتھ مصر چلے گئے جوانی کے عالم میں عمدہ لباس پہنتے تھے عمدہ خوشبو کا استعمال کرتے تھے۔

ہجری 86ھ میں والد مآب کا انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر مبارک صرف 24 سال تھی اسی سال ان کے چچا عبدالمالک نے اپنی بیٹی فاطمہ کی شادی ان کے ساتھ کردی اور ان کو اخاسرہ مصر کے ایک علاقہ کا گورنر بنا کر دیا۔

اس کے بعد ولید بن عبدالمالک نے آپ کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کر دیا حضرت عمر بن عبدالعزیز ہجری 87ھ تک مدینہ منورہ کے گورنر کے منصب پر فائز رہے اس دوران انہوں نے مسجد نبوی نئے خطوط اور نئے زاویے سے تعمیرات شروع کردی خلیفہ سلیمان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ نامزد ہوئے۔

خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی ان کی زندگی میں ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہوا۔ وہ عمر ثانی بن گئے آپ نے لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا:

لوگو! میرے ذمہ خلافت کا بوجھ میری مرضی کے بغیر ذمہ داری سونپی گئی ہیں میری بیعت کو میں واپس لے لیتا ہوں آپ لوگ جس کو چاہو اسے خلیفہ مقرر کرلو مگر لوگوں نے راضی خوشی سے آپ کو خلیفہ تسلیم کرلیا ایک بھی مخالفت میں آواز نہیں آئی حضرت عمر بن عبدا عزیز نے خلافت کی مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہی بیت المال کے

حساب کتاب میں غلط اندراج اور بیت المال کا مصرف بالکل بند کر دیا اور صحیح استعمال کرنے کا انتظام کیا بیت المال کا بندوبست خلافت راشدہ کا برکت اور سخاوت کا عہد تھا ایسا نظام رائج کیا انہوں نے شاہی خاندان کے خاصی وظیفہ دینا بند کر دیا اپنا تمام ذاتی استعمال کا سامان لونڈی ۔ غلاموں فرش غالیچوں ۔ قیمتی پوشاکیں قیمتی خوشبوؤں عطریات ۔ وغیرہ کا سامان فروخت کر کے اس کی حاصل شدہ تمام رقم بیت المال میں جمع کرا دی جائیں میرے لئے میرا ہی خچر سواری کے لئے کافی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلطنت کی سرحدیں لمبی کرنے کے بجائے اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے کام کو بہت زیادہ اہمیت دیں۔ آپ نے ''ماوراؤن نہر'' موجودہ افغانستان اور سمرقند بخارہ تاشقند وغیرہ علاقوں کے راجہ ۔ حاکموں کو اسلام کی دعوت دینیکے لئے خطوط لکھے۔

سندھ کے راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ بھی انہی لوگوں میں شامل تھا وہ لوگوں میں جنہوں نے سندھ کے حکمرانوں اور رئیسوں کو لکھے ہوئے تبلیغی دعوت کے خطوط اور کوششوں کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔ ان سب کی زمینیں اور جائیداد وغیرہ ان ہی کے قبضے میں رہنے دی۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے ان لوگوں کو مسلمانوں کے ہی طرح کے اختیارات دیئے گئے ۔ اس عرصے میں خراساں میں والی کے ہاتھ پر ایک ہی دن میں چار ہزار ذمیوں نے اسلام قبول کیا۔

اسلام کی تبلیغ کے لئے آپ نے ایک وفد علاقہ چین روانہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے حدیثیں پاک کو لکھ کر سنبھال کر رکھنے کا بندوبست کیا آپ نے دیکھا کہ قدرت کے قوانین کے مطابق اہل علم تابعی بزرگ یہ فانی دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں تو ان کو علم اور معلومات کا خاتمہ ہو جانے کا خطرہ محسوس ہونے لگا ۔ آپ نے مدینہ منورہ کے گورنر قاضی ابوبکر بن حضیم کو خط لکھا کہ: حضور پاک ﷺ کی حدیثوں کو تلاش کر کے لکھو کیونکہ مجھے علم کا خاتمہ ہو جانے اور عالموں کو فنا ہو جانے کا خوف ہو رہا ہے اور صرف رسول ﷺ کی حدیثوں کو ڈھونڈ کر جمع کر لی جائیں۔

ایسے ہی فرمان تمام علاقوں کے گورنروں کے نام خط لکھے اور اس کے حکم کے مطابق حدیث پاک ﷺ کا مجموعہ کو جمع کر کے اس کی تصنیف و اشاعت کر کے تمام اسلامی سلطنت کو بھیج دیئے گئے خلیفہ عمر عبداعزیز ایک طرف تمام فضول خرچی کے دروازے بند کر دئے تو دوسری جانب عالموں اور طالب علموں کی سرپرستی کے لئے خزانہ کے منہ کھول دیئے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بنائے گئے اصلاحی اور سماجی کام جاری تھے کہ رجب ماہ 101 میں مرض الموت کی ابتداء ہوگئی اور اس حقائیتوں کے متعلق دو متضاد روائتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ معمولی بیماری تھی دوسری روایت یہ کہ ان کو زہر دیکر ہلاک کیا گیا تھا اس کی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ ''آل مروان'' کو یہ بظاہر نظر آرہا تھا کہ اگر یہ زیادہ عرصہ تک حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلاف قائم رہی تو ان کو کبھی بھی حکمرانی کرنے

کا موقع نہیں ملے گا نتیجتاً انہوں نے ایک غدّار اور لالچی غلام کو ایک ہزار دینار دے کر اس کے ذریعے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو زہر دیا گیا۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنی بیماری کے دوران اس بات کی اطلاع ہو گئی تھی پھر بھی اپنے غلام سے کوئی انتقام نہیں لیا صرف اتنا کیا کہ غلام سے وہ دینار برآمد کر کے بیت المال میں جمع کرا دیئے اور غلام سے کہا کہ میں آج سے تجھ کو آزاد کرتا ہوں اور تم ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں کوئی تمہیں دیکھ کر پہچان نہ لے۔
رحلت سے کچھ وقت پہلے ان کے برادر نسبتی (سالے) مسلم عبدالملک نے عرض کری "امیر المومنین! آپنے اپنی اولاد کو مال و دولت سے ہمیشہ محروم رکھا اور ان کو بالکل تنگدست چھوڑ کر جا رہے ہو ان کے معاملات کے لئے ہمیں یا خاندان کے کسی فرد کو کسی قسم کی وصیت کرتے جائیں۔
یہ سن کر انہوں نے فرمایا:
"قسم اللہ کی میں نے ان کا کوئی حق نہیں چھینا البتہ جس مال میں ان کو حق نہیں تھا وہ ان کو نہیں دیا"۔
بیس دن کی بیماری کے بعد 20 یا 25 رجب ہجری 101 ھ میں ان پر "نزع" کی کیفیت طاری ہو گئی تمام لوگوں سے فرمایا:۔ "مجھے اکیلا چھوڑ دیں" تمام لوگ ان کے کمرے سے نکل کر باہر نکل گئے تو ان کی زوجہ فاطمہ اور ان کے برادر نسبتی مسلم بن عبدالعزیز ملک باہر کے دروازے کے نزدیک ادب سے کھڑے تھے انہوں نے سنا کہ وہ فرمارہے تھے۔ "کیا مبارک چہرہ ہے جو نہ تو انسانوں کا ہے نہ جناتوں کا"۔
پھر بار بار "سورہ قیعص" کی آیات پڑھنے لگے جسکے معنی ہیں "یہ آخرت کے گھر کو ہم نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے جو زمین پر غرور اور فساد کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور انجام تو (نیک) پرہیز گاروں کا ہی ہے"۔
اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے بھائی نے اپنی بہن کو کہا کہ آگے بڑھ کر دیکھو وہ انتقال کر گئے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر 39 یا 40 سال کی تھی انہوں نے دو سال پانچ مہینہ اور چودہ دن تک خلافت میں رہ کر اپنے فرض کی ادائیگی کی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تیرہ فرزند تھے انہوں نے اولاد کے لیئے چھوڑے ہوئے ترکہ میں کل وراثت 17 دینار تھے۔
حضرت عمر بن عبدلعزیز کی وفات کی خبر عام ہوئی تو تمام لوگون کو صدمہ ہوا ایک قاصد آپ کے انتقال کی خبر لے کر بصرہ پہنچ گیا تو بصرہ کے رہائشی لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی آنکھ اشکبار نہ ہوئی ہو۔
حضرت خواجہ حسن بصری (رحمتہ اللہ) نے یہ خبر سن کر انا اللہ پڑھ کر پھر فرمایا:: "اے تمام نیکیوں کے مالک"۔
محمد بن معید کا بیان تاریخ کے صفحات پر آج بھی رقم ہے میں روم کے شہنشاہ کے دربار میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کافی غمگین اور اداس صورت لئے زمین پر بیٹھا ہوا تھا تو میں نے پوچھا: وہ کون تھے"؟
شہنشاہ نے کہا: مسلمانون کے امیر عمر بن عبدالعزیز" تھوڑی دیر بعد خاموش رہنے کے بعد بولے!
"اگر عیسیٰ کے بعد کوئی مردوں کو زندہ کر سکتا تھا تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہی تھے اور اب وہ دنیا کو خیر باد کر

جانے والے ''راہب'' کے لئے کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ بندگی میں مشغول ہو گئے ہیں اور دنیا کو چھوڑ دیا ہے۔'' مگر میں تو حیران ہوں اس شخص کے حالات سن کر قدموں کے نیچے دنیا تھی مگر اس کو ٹھکرا کر درویشی زندگی اپنالی تھی۔

شیخ مجاہد فرماتے ہیں کہ:۔

میں سفری کیحالت میں تھا اس وقت ایک نسبتی مصر کا رہنے والا تھا مجھ سے ملاقات کی اور پوچھا؟'' کیا تم عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے وقت وہاں موجود تھے؟'' میں نے کہا:'' ہاں یہ سن کر وہ رونے لگا اور ان کے لئے رحمت کی دعا مانگنے لگا میں نے پوچھا: تم ان کے لئے رحمت کی دعا کیوں مانگتے ہو وہ تو مسلمان تھے اور تم غیر مسلم!''،'' میں عمر بن عبدالعزیز کے لئے روتا نہیں ہوں میں تو اس نور پر رو رہا ہوں جو زمین پر موجود تھا اور اب وہ نور بجھ گیا ہے''۔

علم اور فضیلت کے اعتبار سے حضرت عمر بن عبدالعزیز'' امام وقت تھے قرآن۔ حدیث۔ فقہ کے ساتھ ساتھ تمام دینی علوم پر مکمل اور برابر ایک سا عبور حاصل تھا۔ حضرت امام احمد بن خلیل اور دوسرے جلیل القدر اور عظیم امت اسلام کے عالموں کی رائے کے اظہار کے بموجب عمر بن عبدالعزیز پہلی صدی ہجری کے مُجدّ ید تھے۔

امام مالک اور ابنِ العینیان کا بیان ہے کہ عمر بن عبدلعزیز'' امام عصر تھے''۔

حضرت عمر بن عبدلعزیز بچپن سے ہی نماز روزے کے پکے پابند تھے مگر خلیفہ بن جانے کے بعد اتنی بہت عبادت کرتے تھے کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جاتے تھے پانچوں نمازیں مسجد میں با جماعت ادا کرتے تھے۔ اذان کی آواز سنتے ہی مسجد میں پہنچ جاتے اور تکبیر اولیٰ نہیں جانے دیتے حضرت اُنس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی کو رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہمیشہ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے آپ کے عمدہ اخلاق کے سلسلے میں کتابوں میں بے شمار واقعے اور قصے اور تعریفیں رقم کیئے ہوئے ہیں۔ یہ تمام واقعات کو یہاں پیش کرنا بالکل مناسب نہیں ہے۔ صرف برکت اور اایمان کی تازگی کے لئے تھوڑے سے حالات پیش کیئے ہیں۔

ایک کافی وقت پہلے مصر کی ایک خاتون اپنی یتیم بچیوں کے لئے وظیفہ مقرر کرانے کے لئے'' دمشق شام (سریا) میں پہنچی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دروازے پر پہنچ کر لوگوں سے پوچھا'' کیا امیر المومنین کے یہاں دربان ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہاں کوئی دربان وغیرہ نہیں ہے۔ جب چاہو اندر جا سکتے ہو خاتون گھر میں داخل ہوگئی اندر گئی تو دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زوجہ فاطمہ روٹیاں پکا رہی ہیں خاتون نے سلام کیا انہوں نے خاتون کو اپنے پاس بٹھایا مصر سے آئی ہوئی عورت حیرت زدہ ہوگئی اور غور سے

مکان کو دیکھنے لگی پھر اس نے کہا:۔
''میں تو یہاں اس لیئے آئی تھی کہ اس گھر سے فیض حاصل کر کے اپنے گھر کی ویرانی سے چھٹکارہ حاصل کرونگی مگر یہاں تو یہ خود ایک ویرانی نظر آ رہی ہے۔''

اتنے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز باہر سے آئے اور کنویں میں سے پانی نکال کر مکان کے سامنے صحن میں پڑی مٹی کے ڈھیر پر پانی ڈالنے لگے اس درمیان دو تین مرتبہ انہوں نے اپنی بیوی کی طرف تجسس سے دیکھا تو مصری عورت یہ دیکھ کر کہنے لگی۔''بی بی آپ پردہ کر لو یہ مزدور آپ کو بار بار دیکھ رہا ہے''۔فاطمہ بی بی نے فرمایا''یہ مزدور نہیں ہے یہ ہی امیر المومنین ہیں''۔

بعد میں خلیفہ بن عبدالعزیز نے مذکورہ مصری عورت کے یتیم بچیوں کی پرورش کا بندوبست اور مکمل انتظام کر دینے کے لیئے مصر کے گورنر کو خط لکھ کر دے دیا۔

رسول اکرم ﷺ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی محبت عشق کے درجے پہنچ گئی تھی ہر کام میں اسوائے رسول کو مدنظر رکھتے تھے۔آخرت کا ذکر کرتے وقت کئی دفعہ یہ فرماتے کہ رسول ﷺ کو کیونکر منہ دکھاؤنگا۔

بستر مرگ کی حالت میں لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ مدینہ منورہ میں آخرت کا سفر اختیار کریں تو حضور پاک ﷺ حضرت عمر فاروق حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ آپ کی آخری آرام گاہ ہو جاتی روضہ اطہر میں ایک قبر کی جگہ موجود ہے۔فرمایا''اللہ کی قسم!اللہ تعالیٰ مجھے آگ کے علاوہ تمام قسم کا عذاب دے تو میں بخوبی برداشت کر لونگا۔مگر میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں حضور پاک ﷺ کے مبارک پہلوں میں میرے خاکی جسم کو وہاں دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔''

انہوں نے حضور ﷺ پرنور کے کئی ایک تبرکات بابرکت یادگاریں (پلنگ،گدیوں،چادر،پیالہ،تیر کشی،عصا،اور چکی)وغیرہ ایک ہجرہ میں محفوظ کر دیئے تھے۔روزانہ ان تبرکات کی زیارت کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہتے تھے۔کبھی کبھی فرماتے یہ تبرکات مبارک وہ ذات گرامی کی یادگار ہیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو عزت کے لائق بنایا۔

یہ تبرکات مبارک ﷺ کے علاوہ حضور ﷺ رسول کریم کی کوئی بھی یادگار سے مل جاتی تو اسے چوم کر اپنے سر اور آنکھوں میں لگا لیتے ایک دفعہ صحابی کیصاجبزادے نے حضور پاک کا ایکمبارک فرمان آپ کو دکھایا جس میں آپ رسول کریم ﷺ نے یہ صاحب کو جاگیر عطا فرمائی تھی۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ فرمان مبارک اعلیٰ شان کو بوسے دے کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔ انہوں نے انتقال سے پہلے وصیت فرمائی کی ان کے کفن میں حضور رسول پاک ﷺ کے دندان مبارک اور ناخن رکھدیئے جائیں۔

حضور ﷺ سرور عالم ﷺ سے بے پناہ محبت کی وجہ سے وہ حضور ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کو بہت

اہمیت دیتے تھے۔ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہ کے آزاد کئے ہوئے ایک غلام زرک نامی ان کی خدمت میں حاضر ہوااور کہا کہ بیت المال کے رجسٹر میں میرے نام کا اندراج نہیں ہے ایسی شکایت سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور فرمایا: ''میں خود حضرت علی کا ادنا غلام ہوں''۔

مدینتہ النبی سے اتنی زیادہ محبت تھی اور یہ فرماتے رہتے تھے کہ:

''میں تو یہ برداشت کرلونگا کہ کوئی شخص ایسے گنہگار کو میرے سامنے حاضر کیا جائے جو شراب لے کر جاتا ہو مگر میں یہ برداشت نہیں کرونگا کہ کوئی ایسا مجرم میرے سامنے لایا جائے جس نے حریم مدینہ سے کوئی شے کاٹی ہو (جاڑ، جھکڑ گھانس وغیرہ) قیامت کا ذکر سن کر آپ کا رونا آنسو بہانا بے اختیار جاری ہو جاتے ہیں ابن حسیب کا بیان ہے کہ۔''میں نے عمر بن عبدالعزیز اور خواجہ حسن بصری سے زیادہ کسی شخص کو قیامت سے ڈرنے والا نہیں دیکھا ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوزخ صرف یہ دونوں کے لئے ہی بنائی گئی ہے جب کوئی شخص اتنا شدید رونے کی وجہ معلوم کرتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ: تم مجھے رونے کی وجہ سے ملامت نہ کرو کیونکہ دریائے فرات کے کنارے اگر بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک ہو گیا ہو تو اس کے بدلے میں حضرت عمر بن عبداعزیز کی پکڑ اور جواب دہی ہوگی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی یہ ہی خوبیاں اوصاف کو مدنظر رکھ کر گذشتہ زمانے کے عالموں اور تاریخ دانوں نے ان کو عمر (فاروق) ثانی (یعنی دوسرے عمر) پانچویں خلیفہ راشد پہلی صدی ہجری کے مجدّید کا خطاب دیا گیا ہے شیخ ابوسلیمان درانی کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز زہد میں خیر التابعین حضرت اویس قرنی سے بھی بہت اعلیٰ ہیں کیونکہ ان کے پاس دنیا کی تمام اعلیٰ آسائش اور رعونت حاکمیت ان کو حاصل ہوئی مگر انہوں نے ان سب چیزوں کو ٹھوکر رسید کر دی اور حضرت اویس کو دنیا کے سامنے سابقہ واسطہ پڑا ہی نہیں!''

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ مالک زاہد ہے۔

مالک زاہد کیا'' زاہد تو عمر بن عبدالعزیز ہے کیونکہ دنیا کی عیش وعشرت منہ کھول کر ان کے سامنے آئی مگر انہوں نے ان سے منہ پھیر لیا۔

ڈھائی سال کے عرصے میں کافی اعلیٰ کارنامہ انجام دینے والے یہ عالی شان حشیت کے مالک کا نام قائم رہتی دنیا میں زندہ جاوید بن کر رہیگا۔

احسن قبصص کا قرآن پاک میں ثبوت پانے والے حضرت یوسف اوراحوال مصر:۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیا اور رسولوں کا ذکر فرمایا ہے جس میں کچھ نبیوں کا ذکر کئی ایک واقعات میں فرمایا ہے مگر حضرت یوسف کا واقعہ کی ایسی اہمیت اور خصوصیت ہے کہ ''سورہ یوسف'' آپ کے نام سے منسوب کر دی گئی ہے جس میں آپ کی مبارک سوانح حیات کے تمام تاریخی اور سبق آموز

واقعات کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے اور یہ مبارک سورۃ میں آپ کا نام 24 مرتبہ لیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں حضرت یوسف کے قصہ کو "احسن القصص" کے نام سے فرمایا گیا ہے۔ انسان جب حضرت یوسف کے حالات اور زندگی کے واقعات کو پڑھتا ہے تو نہ صرف حضرت یوسف کی مبارک زندگی کے اچھے برے وقتوں سے یہ کیسے گزرے اور کھٹن مرحلوں کا نقشہ نظروں کے سامنے تیرتے نظر آتے ہیں بلکہ مصر کے لوگوں کی تاریخ بھی سامنے آجاتی ہے قرآن پاک کی نہایت صاف لفظوں میں فرمان کے مطابق "البتہ یوسف کے اس قصہ میں وہ ان کے بھائیوں کے قصہ میں نشانیاں موجود ہیں سوال کرنے کے لیئے"۔

حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ کافی نصیحت آموز ہے:۔

حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے اس قصہ میں سمجھنے والے لوگوں کے لئے جو جلن جیلس اور حسد سے قتل کئے گئے۔ مختلف طریقوں سے زخمی کرنے میں کوئی کمی نہ رکھی آخر ایک روز ایسا بھی آیا کہ یہ حضرت یوسف کے سامنے شرمندہ اور پر ملال اور محتاج بن کر مصر آ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو دین اور دنیا کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا تھا۔ مصر کے حکمران ہوتے ہوئے بھی اپنے بھائیوں کے مظالموں اور گناہوں کو فیاضی سے معاف کر دیا۔ بالکل ایسے طریقے سے جیسا کہ حضور ﷺ کے برادری والوں نے آپ کی مخالفت کی تد بیریں اور منصوبے بنائے یہاں تک معاذ اللہ قتل کر دینے تک کے انتظام اور تدبیریں بنائی قسم قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں حملے کیئے وطن چھوڑنے اور ہجرت پر مجبور کیا مگر وہ دن بہت جلد آ گیا جو تاریخ میں رقم ہے فتح مکہ کے نام سے یہ دن مشہور ہے تمام برادری کے لوگ اہل قریش ہاتھ باندھے مودبانہ کھڑے ہوئے تھے شرمندگی اور لاچاری ان کے چہروں سے صاف عیاں تھی جنگ میں ہار بھی بہت خوب طریقے سے ہوئی تھی ان کی۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب رحمت العلمین نے حضرت یوسفؑ کے الفاظ "لاتثرِ باعلیکم اوما" فرما کر معافی عطا کر دی۔

مصر اور قیرو کے تاریخی مقامات اور دلچسپ معلومات کی ہم نے اچھی طرح سے متعلقہ (لفظوں کی) سیر کی۔ اور وہاں کے نبی اور بزرگوں کے روح پرور زندگی کے تھوڑے بہت واقعات پر روشنی ڈالی اور ہمیں ایمان کی تازگی ملی میں اپنے طے شدہ پروگرام کے تحت لندن روانہ ہوا میں نے لندن کے بارے میں تھوڑا بہت لکھا تھا لیکن اچانک 19 جون 2005 کو لندن کے دو ہفتے کے دورے پر جانا پڑا جو میں نے پہلے لکھا تھا اُس کو ایک طرف رکھ دیا اور نیا لکھنا شروع کر دیا۔

کیونکہ اس دفعہ میں نے انگریزوں کے ملک کو دیکھا، سمجھا اور تجربات حاصل کئے ساتھ میں وہاں کی یادگار تصویریں بھی لیں جو کہ میں آگے لکھونگا جس میں لندن کی متعلقہ سیر کا لطف اور دلچسپ معلومات

قارئین کو ملیں گی۔اب پھر واپس شام چلتے ہیں ایک بات نوٹ کرنے کی ہے کہ یہاں پر شام کو سوریا بولتے ہیں ہوائی جہاز میں بھی عربی زبان میں سوریا لکھا ہوتا ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ کا مبارک دن اور برکتوں والی رات ہم نے مدینہ منورہ میں گزارنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا ہم کو گروپ بنانے میں کوئی تکلیف پیش نہ آئی، میں، میری زوجہ، میرا چھوٹا بیٹا خالد اور اُس کی زوجہ یعنی میری بہو اور میری دو بیٹیاں جو میرے ساتھ پہلے نہ آسکی تھیں آٹھ افراد کے گروپ میں ایک کی کمی محسوس ہو رہی تھی جو میرے دوسرے نمبر کی بیٹی جو پچھلے سال ہمارے ساتھ تھی لیکن مکہ مکرمہ میں اُس کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے ارکان پورے نہ کر سکی اور شام کے بارے میں بھی اُسے کچھ یاد نہ تھا اُس کو بھی شامل کر لیا اُس کی بیماری اور وہاں پیش آنے والی تکلیفوں کے بارے میں آگے لکھونگا۔

اس دفعہ سعودی عرب نے پہلی صفر کو ہی ویزا دینا شروع کر دیا تھا۔پاسپورٹ تیار تھے میں نے آٹھ پاسپورٹ کی فوٹو کاپیاں جدّہ ٹریول ایجنٹ کو بھیج دی تھیں۔جو ایک ہفتہ میں اپروول لگ کر آگئے اب ویزا کے لئے پاسپورٹ جمع کرانے کے ساتھ ٹکٹ جمع کرانے بھی ضروری تھے۔سیریا ائیر لائن کا کرایہ طے نہیں ہوا تھا اس لئے ہمیں ایک ہفتہ انتظار کرنے کو کہا۔

ایجنٹ نے کہا پندرہ دن کے اندر پاسپورٹ جمع کرانے لازمی ہیں۔مجھے فکر ہوگئی لیکن ایک ہفتہ میں سریا ائیر لائن کا کرایہ طے ہو گیا۔جو سعودی ائیر لائن سے 2500 روپے زیادہ تھا اُسی دن ٹکٹ بنائی اور پاسپورٹ ویزا کے لئے جمع ہو گئے۔رش نہ ہونے کی وجہ سے صبح پاسپورٹ جمع ہوئے اور شام کو پاسپورٹ میں ویزا لگ کر آگئے۔

شام کے ویزے کے لئے بڑی تعداد میں قافلے ویزا کے لئے درخواستیں بھیجتے ہیں اُس کا رابطہ کر کے پاسپورٹ کی فوٹو کاپی بھیج دی اس دفعہ انھوں نے 25 ڈالر لئے جو پچھلی دفعہ سے زیادہ تھے۔پاسپورٹس شام کے ویزے کے لئے لگ کر آگئے۔

9 اپریل 2005 کو جانے کا پروگرام بنایا ایک ہفتہ تک پاسپورٹ اور ویزا میرے بریف کیس میں پڑے رہے ہر بار آخری دن میں ہی ساری کاروائی مکمل ہوتی ہے۔

ہفتہ کو صبح ساڑے چار بجے کی فلائٹ تھی سرین ائیر لائن کے مینجر فاروق بھائی تھے۔جس کو میرے پچھلے شام کے سفر کے متعلق علم تھا میں نے اُن کو آگے کی سیٹ دینے کے لئے کہا انھوں نے کہا آپ فکر نہ کریں بس صبح جلدی آجانا۔

ہم تقریباً ایک بجے ائیر پورٹ پہنچ گئے تین گھنٹے پہلے کاؤنٹر کھلتا ہے اور بورڈنگ کی کاروائی شروع ہوتی ہے۔تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد فاروق بھائی کاؤنٹر پر آپہنچے اُن کے آتے ہی کاؤنٹر پر چہل پہل شروع ہو گئی سامان لے کر ہم کاؤنٹر پر پہنچے سامان کم تھا اس لئے زیادہ تکلیف نہیں ہوئی لیکن فاروق بھائی نے

افسوسناک خبر سنائی کہ فلائٹ دو گھنٹے لیٹ ہے جدہ کی فلائٹ ڈیڑھ گھنٹے بعد کی تھی میں نے کہا اللہ بہتر کرے گا یہاں سے پیغام دے دو کہ ''فیملی گروپ ہے اور جان پہچان والے بھی ہیں۔''

فلائٹ تقریباً ساڑے چھ بجے روانہ ہوئی جو دمام سے ہو کر ایک گھنٹہ کا اسٹاپ تھا ساڑھے دس بجے یعنی کہ پاکستانی وقت کے مطابق ساڑے بارہ بجے پہنچی جو ڈھائی گھنٹے لیٹ تھی لیکن اللہ کی مہربانی کہ ہوائی جہاز کا دروازہ کھلتے ہی دو آفیسر داخل ہوئے اور کہا کہ جدہ جانے والے پسینجر جلدی آ جائیں۔

ہم جلدی جلدی نیچے اترے اور ایک خاص بس میں بیٹھ گئے وہ آفیسر بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گیا بورڈنگ گیٹ پر لے جا کر بورڈنگ پاس دے گئے اور پانچ منٹ میں ہم ہوائی جہاز میں بیٹھ چکے تھے ہم نے کہا کہ ہمیں وضو کرنا ہے اور احرام پہننا ہے انہوں نے کہا کہ ہوائی جہاز میں سب کچھ کر لینا ابھی ہمارے پاس بالکل بھی وقت نہیں ہے خیر میں ہوائی جہاز میں بیٹھ گیا اور واش روم میں جا کر وضو کیا اور باہر نکل کر احرام باندھا ہر بار کی طرح اس بار مدینہ جانا نہ ہوا کیونکہ عید میلاد النبی ﷺ کو ابھی گیارہ دن باقی تھے اس لئے پہلے مکہ جا کر عمرہ کر کے چھ سات دن وہاں ٹھہر کر مدینہ جانے کا طے کیا خیر ہم وقت کے مطابق جدہ پہنچ گئے جدہ میں عمرہ کے زائرین تو ہم آٹھ افراد ہی تھے الگ کاؤنٹر ہونے کی وجہ سے ایمیگریشن دس منٹ میں ہو گیا ایجنٹ کا نمائندہ گاڑی لے کر کھڑا تھا جو ہمیں مکہ لے گیا اور ایجنٹ کے صلاح مشورہ سے ہوٹل بک کرائی جو تمام سہولیات سے آراستہ تھی وہاں سے حرم شریف کا راستہ پانچ منٹ کا تھا آگے کی بلڈنگ ٹوٹی ہوئی ہونے کی وجہ سے ہماری ہوٹل سب سے پہلی تھی ظہر کی اذان کے وقت ہم مکہ پہنچ گئے ہوٹل میں ہی ظہر کی نماز ادا کی اور عصر کی نماز کے بعد عمرہ ادا کرنے کا طے کیا دوپہر کا کھانا ہوائی جہاز میں ہی مل گیا تھا اس لئے رات کو ہی کھانے کا فیصلہ کیا طواف میں رش بالکل نہیں تھا حجر اسود کو دیکھ کر دل بے قابو ہو گیا اور سب نے جتنا ہو سکا اتنے بوسہ لئے اور پھر صفا و مروہ کی سعی کی مغرب سے پہلے فارغ ہو گئے پھر تو طواف میں روزانہ حجر اسود کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل ہوتی رہی جلدی جانے کا ایک یہ فائدہ تو ہوا ہم ہفتے کو ہی پہنچ گئے بدھ تک رش کم تھا جمعرات کو اطراف کے لوگ آ گئے وہاں پر رواج قائم ہے کہ لوگ جمعرات کو آ جاتے ہیں اور نماز جمعہ پڑھ کر جاتے ہیں اس لئے کافی رش ہو جاتا ہے۔

خیر چار دن میں آرام سے طواف ہو گیا اور حجر اسود کو بوسہ دینے کا روحانی لطف اور سعادت نصیب ہو گئی مغرب کے بعد تھوڑا وقت کعبہ شریف کے سامنے بیٹھنے کا موقع بھی ملتا تھا کہتے ہیں کہ کعبہ شریف کو دیکھنے میں بھی ستر نیکیوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے ہم کو اکثر کوئی نہ کوئی پاکستانی مل ہی جاتا تھا اس دفعہ سرحد کے ایک پٹھان بھائی سے ملاقات ہو گئی اس نے کہا کہ میں بڑھئی ترخان (کارپینٹر) ہوں اور بن لادن جو اسامہ بن لادن کے بھائیوں کی بڑی کمپنی ہے میں اس میں کام کرتا ہوں اس کے 52 باون ادارے تو صرف سعودیہ میں ہی ہیں جس میں حرم شریف کی صفائی اور تعمیراتی کام شامل ہیں حرم شریف کے سامنے باب العزیز

(گیٹ) کے سامنے ایک عالیشان عمارت تعمیر ہو رہی ہے جو تقریباً 71 سے 100 منزلہ بنے گی تین سال سے لگاتار مزدور رات دن کام کر رہے ہیں اور ابھی بھی پانچ سال اور لگیں گے سننے میں آیا ہے کہ خرچہ بن لادن کا، پلاٹ حکومت کا اور تیس سالہ لیز بن لادن کی پھر حرم کی ملکیت۔

ایک اندازہ کے مطابق ایک فلیٹ (ڈیڑھیا) تیس لاکھ ریال میں، تیس سال کی لیز کی قیمت نکلے گی لیکن مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

وہ پٹھان اس کمپنی میں سات سو پچاس ریال کی تنخواہ میں کام کرتا تھا وہ بہت خوش تھا اور 250 ریال الگ سے ملتے تھے اسلئے ہمیں کہتا تھا کہ آپ ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے یہاں عمرہ ادا کرنے آتے ہو جبکہ میں صرف چھ ریال میں عمرہ ادا کر لیتا ہوں دو ریال میں مسجد عائشہ جو مکہ شریف کی میقات کہی جاتی ہے وہاں جا کر میں اپنا احرام پہن لیتا ہوں اور واپسی کی بس کے دو ریال دے کر عمرہ ادا کر لیتا ہوں اور عمرہ ادا کر کے سر مونڈوانے کے دو ریال بس چھ ریال میں عمرہ ادا ہو گیا اس سے زیادہ مجھے اور کیا چاہئے۔

ایک لوہار ملا تھا اس نے کہا کہ میں بھی اسی کمپنی میں دو سال سے کام کر رہا ہوں لیکن پتہ ہی نہیں چلتا کیونکہ میں اکثر مغرب اور عشاء حرم میں ادا کرتا ہوں اور طواف کرتا ہوں اس سے پہلے بھی میں جب حج پر گیا تھا تو وہاں پر بھی ایک پاکستانی ترخان یا بڑھئی (کارپینٹر) ملا تھا اس نے بھی کہا تھا کہ گیارہ مہینے دبئی میں کام کر کے حج کا ایک مہینہ یہاں گزارتا ہوں۔

میں نے کہا

بھائی تیرے پاس ہنر ہے تم کہیں بھی جا سکتے ہو تمیں دبئی جانے کی کیا ضرورت ہے۔تم یہاں ہی کام کرو اور عبادت بھی کرتے رہو اُس نے کہا:

"نہیں! میں اگر یہاں پورا سال رہونگا تو مجھے یہ عربی لوگوں کی طرح خانہ کعبہ اور حضور ﷺ پر نور کے روضہ کی قدر اور حرمت نہیں رہیگی ایک مہینہ یہاں مقام کرنے میں جو خوشی ہوتی ہے اور انتظار کے بعد یہاں کہ مقدس اور مبارک جگہوں کی زیارت کرنے میں کچھ مختلف ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

ایسے ہی مختلف اور الگ الگ خیالات اور سوچ رکھنے والے لوگ ملتے رہتے ہیں مگر عقیدت میں پختگی تو صرف پاکستانیوں ہی کی سب سے زیادہ ہے۔ایسا میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے جمعہ کی نماز کے بعد مدینہ منورہ جانے کا قصد کیا۔دو دن پہلے راستہ میں ایک ٹویاٹا گاڑی والے سے پوچھا تو اُس نے فوراً جانے کے لئے حامی بھر لی 450 ریال میں اور یہ کرایہ مناسب بھی تھا معاملہ طے پا جانے کے بعد وہ اللہ وکیل بولا اُس نے اللہ کو گواہ بنالیا تا کہ بعد میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

اس نے اپنے موبائل فون کا نمبر دیا اور ہمارے موبائل فون کا نمبر لیا اس کا نام عبدالرحیم تھا اور وہ تقریباً

ساٹھ سال کی عمر کا تھا۔ نماز کے بعد اُس کا فون آیا اور اس نے کہا کہ نمازیوں کی کافی بھیڑ ہے تقریباً ایک گھنٹہ لگ جائیگا آنے میں ہم نے کہا کہ کوئی پروہ نہیں۔ ڈرائیور گھنٹہ سے پہلے ہی پہنچ گیا۔ سامان وغیرہ گاڑی میں ٹھیک سے جمع کر ہم لوگ بسمہ اللہ کہہ کر دیارِ حبیب کی طرف روانہ ہوگئے۔

مکّہ سے مدینہ منورہ جانے کا تھا اس لئے ہم نے نعتوں کی پانچ کیسٹس ساتھ میں لے لی تھی جس کو گاڑی میں سنتے سنتے مدینہ منورہ کب پہنچ گئے اس کا احساس ہی نہ ہوا راستہ میں تھوڑی آگے جاکے ڈرائیور نے ہم کو ایک دیوار دکھائی، چھوٹی سی دیواری تھی اُس نے کہا کہ یہ دائی حلیمہ کا مزار ہے مگر یہاں اُس میں جانے کی اجازت نہیں دیتے

سب سے پہلے جس خوش نصیب خاتون نے حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل ہوئی وہ ابولہب کی کنیز صوبیہ تھی جس مبارک رات کو حضور ﷺ کی ولادت مبارک شریف ہوئی صوبیہ نے ابولہب کو خوشی سنائی کے تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر میں فرزند کی ولادت بابرکت ہوئی ہے۔

ابولہب نے یہ خوشخبری سن کر اُسکو آزاد کردیا اور کہا کہ جاؤ دودھ پلاؤ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور پیارے حبیب ﷺ کی ولادت پر ابولہب نے جو خوشی اور مسرت کا اظہار کیا تو اس کی وجہ سے ابولہب کے عذاب میں کمی کردی اور پیر کے دن حضور کی ولادت کے دن اس کے اوپر سے عذاب دور کردیا جاتا ہے۔

میلاد شریف پڑھنے والوں کے لئے یہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی رات خوشی اور مسرت کا اظہار کریں۔ یعنی کہ مطلب یہ ہوا کہ ابولہب کافر تھے اس کی مذمت قرآن پاک میں نازل ہوچکی ہے جب اُس نے میلاد مبارک کی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور اس نے اپنی کنیز کو دودھ پلانے کے لئے آزاد کردیا۔ تو حضور پاک ﷺ کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اسکے اس فعل کا بدلہ عطا فرمایا۔ اور ولادت کے مبارک دن یعنی پیر کے روز اس کو عذاب سے راحت ملی ولادت میلاد شریف کی خوشی، مسرت اور خوشیوں کا اظہار کرنے والے مومن کی سعادت اور اس کے اجر اور ثواب کا کیا پوچھنا اور اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

صوبیہ کے لئے حضور پرنور مدینہ منورہ سے کپڑے اور تحائف بھیجتے رہتے تھے (مدنی زمانے میں) صوبیہ کی وفات غزوہ خیبر کے بعد ہجری 8ء میں ہوئی اسی صوبیہ نے سید الشہدہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا تھا اس وجہ سے حضور اکرم ﷺ اور حضرت حمزہ کے مابین رضائی بھائی کی نسبت بھی ثابت ہوئی ہے۔

حضور پاک ﷺ نے سات دن سیدہ آمنہ کا دودھ نوش فرمایا اور تھوڑے دن صوبیہ کا اس کے بعد حلیمہ سعدیہ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل ہوئی یہی عظمت والی خاتون کے مزار کی چاردیواری دکھا کر ڈرائیور نے کہا تھا کہ یہاں اندر جانے نہیں دیتے۔

اس کا نام اور نسبت ہی ''حلیم'' اور وقار'' اور سعادت کے فیضکی حامل ہیں ان کا تعلق بنی سعد بن بکر قبیلہ سے تھا جن کی پیاری زبان لہجہ کی مٹھاس، متعدل آب وہوا اس کے علاوہ فصاحت ۔ اور بلاغت (انداز گفتگو، زبان پر عبور) مشہور تھی میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لئے کہ میں قریشی ہوں اور میں نے بنی سعد بن بکر قبیلہ کا دودھ پیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پلانے کے متعلق حضور ﷺ کی جو فضیلت اور کرامتوں اور معجزوں کی روایتوں میں ہے ان میں سب شاملکرنا اور اس کا شمار کر لینا اپنی دسترس سے بہت دور ہے اور فیض حاصل کرنے کے لئے کم وبیش مخصوص پیرائے میں درج اور بیان کرر ہا ہوں۔

محترمہ حلیمہ سعدیہ کا قول ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں بنی سعد بن بکر قبیلہ کے ساتھ دودھ پلانے کے لئے کسی بچے کو لینے مکہ مکرمہ میں آئیں وہ زمانہ کافی قحط سالی کا تھا آسمان سے زمین پر پانی کی ایک بوند بھی نہیں برسی تھی ہمارے پاس صرف ایک گدھی تھی جو کافی کمزور اور لاغر تھی جس کی وجہ سے وہ چل بھی نہیں سکتی تھی ایک اونٹنی اور وہ بھی ایک قطرہ دودھ کا نہیں دیتی تھی میرے ساتھ میرے بچے اور شوہر تھا ہماری تنگدستی کی ایسی حالت تھی کہ نہ رات چین سے گزرتی اور نہ دن کو آرام وسکون تھا ہمارے قبیلہ کی عورتیں جب مکہ مکرمہ پہنچی تو انہوں نے دودھ پلانے کے لئے تمام بچوں کو لے لیا۔ حضور ﷺ کے علاوہ کیونکہ جب وہ سنتی کہ یتیم ہے تو وہ ان کے یہاں نہیں جاتی تھی کوئیعورت ایسی باقی نہ رہی جسنے بچہ نہ لیا ہو فقط میں ہی باقی رہی تھی اور حضور پاک ﷺ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا: ''اللہ کی قسم! بغیر بچہ لئے مکہ مکرمہ سے واپسی جانا مجھے اچھا نہیں لگتا ہے میں جاتی ہوں اور وہی یتیم بچہ کو لے لیتی ہوں اور اُسی کو ہی (میں) دودھ پلاؤنگی'' اُس کے بعد میں گئی میں نے دیکھا کہ حضور پاک ﷺ دودھ سے زیادہ سفید اونی کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے اور آپ کے جسم میں مشک اور عنبر کی خوشبوئیں معطر کر رہی تھیں آپ کے نیچے سبز ''حریر'' (عمدہ کپڑہ) بچھا ہوا تھا۔ اور ''کفا'' گدی پر سو رہے تھے حلیمہ سعدیہ فرماتیں ہیں کہ: میں نے سوچا کہ آپ کو نیند سے بیدار کر دوں مگر آپ کا حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی پھر میں آہستہ سے نزدیک جا کر اپنے ہاتھوں میں اُٹھا لئے میرا ہاتھ ان کے دست مبارک سینہ پر رکھا تو آپ نے تبسم فرما کر آنکھیں کھولدی اور میری جانب نظر کرم اُٹھائیں تو مبارک آنکھوں سے ایک نور خارج ہوا جو آسمان تک پرواز کر گیا۔

میں نے آپ کی دونوں مبارک آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور میری گود میں بیٹھا دیئے تا کہ میں ان کو دودھ پلاؤں میں نے داہنی پستان آپ کے مبارک دہن میں دی تو آپ نے دودھ نوش فرمایا پھر میں نے سوچا کہ بائیں پستان دہن مبارک میں دوں تو آپ نے لیا نہیں اور دودھ بھی نہیں پیا۔

آپ جانتے تھے کہ حلیمہ کا ایک لڑکا بھی ہے اور یہ دودھ اس کے حصہ کا ہے حلیمہ سعدیہ فرماتیں ہیں کہ اس کے بعد یہی بدستور عمل رہا حضور پاک ﷺ اپنے بھائی کے لئے ایک پستان کا دودھ چھوڑ دیتے تھے۔

پھر میں آپ کو لے کر اپنی جگہ پر آئی اور اپنے شوہر کو ان کا دیدار کرایا وہ بھی آپ کے جمال وحسن

مبارک پر عاشق ہوگئے اور شکر کا سجدہ ادا کیا۔ وہ اپنی اُونٹنی کے پاس گئے تو دیکھا کہ اُس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں جب کہ پہلے ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ ہم نے دودھ نکالا اور بھوک اور پیاس کی پریشانی کی وجہ سے نیند نہیں آتی تھی میرے شوہر نے کہا۔ ''اے حلیمہ! بشارت اور خوشی ہو کہ آپ نے یہ مبارک ذات کو حاصل کر لی ہے آپ کو نظر نہیں آتا کہ ہم لوگوں کو کتنی خیر اور برکت حاصل ہوئی ہیں اور یہ سب اس ذات مبارک کے طفیل ہیں۔

میرے شوہر نے کہا'' حلیمہ خاموش رہو! اور اپنے گھر کے حالات اور واقعہ کو چھپالو اور پوشیدہ رکھو کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس دن سے یہ فرزند کی ولادت ہوئی ہے یہودیوں کے عالموں اور پیشواؤں نے کھانا پینا موقوف کر دیا ہے اور اُن کو چین وسکون نہیں ہے''

حلیمہ سعد یہ فرماتیں ہیں کہ اُس کے بعد لوگوں نے ایک دوسروں کو رخصت کیے اور مجھے بھی سیدہ آمنہ نے رخصت کی اجازت دی میں نے اپنی گدھی پر حضور پاک ﷺ کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوگئی میری گدھی ایک دم چست اور ہشیار ہوگئی اور اپنی گردن اُوپر تان کر رعب سے چلنے لگیں ہم جس وقت کعبہ کے نزدیک پہنچے تو ہماری گدھی نے تین سجدے کیئے اور اپنا سر آسمان کی اوپر کر کے چیخ ماری پھر قبیلہ کے سواروں کے جانوروں سے آگے دوڑنے لگی اس کی یہ تیز رفتاری دیکھ کر حیران ہوگئے قبیلہ کی دوسری خواتین جو مکہ میں سے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے لینے آئیں تھی انہوں نے کہا۔ ''اے بنت زوعیب! کیا وہی جانور (گدھی) ہے جس پر آپ سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئیں تھیں؟ وہ تو پہلے تمہارا وزن بھی نہیں اُٹھا سکتی تھی اور ٹھیک طرح چل بھی نہیں سکتی تھی۔ میں نے جواب دیا۔ ''اللہ کی قسم! یہ وہی (گدھی) ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اس کو طاقتور بنا دیا ہے۔'' یہ سن کر ہمارے قبیلہ کی خواتین کہنے لگیں اللہ کی قسم یہ فرزند کی بڑی شان ہے''

حلیمہ سعد یہ فرماتیں ہیں کہ میں نے میری گدھی کو جواب دیتے ہوئے سنا ہے کہ یہاں۔ خدا کی قسم! میری بڑی شان ہے میں لاغر اور کمزور تھی مجھے زندگی عطا فرمائی کمزور اور لاغر تھی مجھے قوت اور طاقت توانائی بخشیں اے نبی سعد کی خواتین! تمہارے پر تعجب ہے اور آپ لوگ غفلت میں ہو تم یہ نہیں جانسکی کہ میری پیٹھ پر کون ہے؟ میری پیٹھ پر سوار سید المسلمین خیر الاولین وآخرین اور حبیب رب العالمین ہے۔''

حلیمہ سعد یہ فرماتیں ہیں کہ راستہ میں دائیں اور بائیں طرف سنتی (غیبی آواز کو) کہ ''اے حلیمہ! آپ تو امیر ترین ہوگئی ہو اور بنی سعد کی عورتوں میں بزرگ ترین ہوگئی اے حلیمہ تم کیا جانتی ہو کہ تمہارا دودھ پینے والے کون ہے؟ یہ محمد ﷺ آسمان اور زمین کے رب کے رسول اور تمام آدم سے افضل ہیں'' ہم لوگ بنی سعد کی آبادی میں پہنچ گئے تو حالت یہ تھی کہ کسی دوسرے علاقے کے مقابلہ میں یہاں شدید قحط زدہ علاقہ ہو گیا تھا میری بکریاں چراگاہ میں جاتی اور شام کو خوب پیٹ کے شکم پور کر کے چست اور چوبند ہو کر تھن دودھ سے

بھرے ہوئے واپس آئیں پھر ہم ان کا دودھ نکالتے اور خوب شکم سیر ہو کر پیتے اور دوسروں کو بھی پلاتے۔

ہماری قوم کے دوسرے لوگ اپنے چرواہے کو کہتے ہیں کہ تم ہماری بکریوں کو اس جگہ کیوں نہیں لے جاتے جہاں بنتِ ابی زوہیب (حلیمہ سعدیہ) کی بکریاں گھانس پھونس چرتی ہے۔ جب کہ ہم یہ بات جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں یہ خیر و برکت کہاں سے آتی ہیں اور یہ برکتیں اور خوشی غیبی چراگاہوں کی وجہ سے تھی اس کے بعد ہماری قوم کے چرواہوں نے بھی ہماری بکریوں کو کھلانے والے چرواہوں کے ساتھ اپنی بکریوں کو بھی چروانے لگتے اسی وجہ سے وہاں تک اللہ تعالیٰ نے اُن کے مال اور ان کی بکریوں میں بھی خیر و برکت فرمادی اور حضور پاک ﷺ کے طفیل اور صدقہ میں تمام قبیلہ میں خیر و برکت کا فیض عام ہو گیا میں جانتی تھی کہ یہ سب حضور کی بزرگی کے وجود کی برکت ہے۔

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں حضور پاک ﷺ کو جھولے میں چاند سے گفتگو کرتے اور اشارے کرتے ہوئے دیکھتی رہتی تھی اور جس طرف حضور پاک ﷺ چاند کو اشارہ فرماتے چاند اس طرف جھک جاتا اور فرشتے آپ کو جھولا ڈالتے رہتے تھے۔ روزانہ ایک نور (سورج) کی طرح کا آپ پر اُترتا تھا اور آپ کو اپنے نور سے ڈھک لیتا تھا اور پھر آپ نظر آتے آپ جب بھی کسی شے کو ہاتھ لگاتے تو بسمہ اللہ پڑھتے میں کبھی بھی حضور ﷺ کو اپنے سے دور نہیں جانے دیتی مگر ایک دن میری لاپروائی اور غفلت ہوگئی آپ اپنی رضائی (دودھ شریک بہن) سیمہ کے ساتھ جو اکثر اور خاص طور پر آپکے ساتھ رہتی تھی وہ چلے گئے اور یہ گرمیوں کے دن تھے تو میں آپ حضور ﷺ کہ تلاش میں نکلی اور میں نے سیما کے ساتھ اُن کو دیکھا تو میں نے سیما کو کہا کہ تم گرمی اور لو میں ان کو لے کر کہاں گئی تھی سیما نے کہا کہ ہم نے گرمی کی شدت محسوس ہی نہیں کی کیونکہ میں نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا (بدلی) آپ پر سایہ کر رہا ہے جہاں بھی آپ تشریف لے جاتے بدلی بھی ساتھ ساتھ چلتی رہتی یہاں تک ہم لوگ گھر پر پہنچ گئے۔

سینہ مبارک کو چاک کرنے اور قلبِ اطہر کو غسل دینے کا معجزہ:۔

حلیمہ سعدیہ کو ایک دن حضور پاک ﷺ نے فرمایا "اے اماں! بھائیوں کے ساتھ آپ جب بکریاں چروانے کے لئے جاتیں ہیں تو مجھے کیوں نہیں جانے دیتی۔ تاکہ میں سیر کروں اور تمہاری بکریاں بھی چرواہوں تب حلیمہ سعدیہ نے حضور پاک ﷺ کے گیسوؤں (بالوں) میں کنگھی کر کے آنکھوں میں سرمہ لگادیا کپڑے تبدیل کر دیئے اور نظر بد سے حفاظت کے لئے آپ کی گردن میں یمنی تختی ڈالدی۔ حضور پاک ﷺ نے اُسے کھینچ کر توڑ دی اور پھینکدی اور فرمایا! "میرا رب میرا محافظ ہے" اُس کے بعد حضور ﷺ اپنے رضائی بھائیوں کے ساتھ باہر کی جانب تشریف لے گئے اور بکریوں کو چروانے میں مشغول ہوگئے۔

جب آدھا دن گزر گیا تو ضمیر! حلیمہ سعدیہ کا بیٹا ابا جان، اماں جان چیختا پکارتا بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا" "محمد ﷺ ہمارے ساتھ کھڑے تھے کہ اچانک ایک شخص ظاہر ہوا اور اُن کے نزدیک آکر اُن کو درمیان سے اُٹھا کر پہاڑ کے اوپر لے گیا اور سلا کر اُن کا شکم (پیٹ) مبارک چاک کر دیا اور اس کے بعد کیا ہوا یہ ہم نہیں جانتے کہ ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی یہ سنتے ہی حلیمہ سعدیہ اور اس کا شوہر دوڑتے ہوئے گئے جب وہاں حضور پاک ﷺ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ پہاڑ پر بیٹھے ہوئے آسمان کا نظارہ کر رہے ہیں اور جب ان کی طرف دیکھا تو مسکرانے لگے۔

حضور پاک ﷺ کے "بسدر" سینہ مبارک کو چیر کر دل کو فرشتوں نے غسل دینے کے واقعہ کو مختلف الفاظوں میں مختلف روایتوں کے حوالے سے کتابوں سے حاصل ہوتی ہیں۔

ایک دن حضور پاک ﷺ بنی لیس بن بکر میں اپنے رضائی بھائیوں کے ساتھ وادی میں تھے درمیان سونے کا تھال تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں نلکی والا لوٹا تھا انہوں نے حضور ﷺ کو ساتھی بچوں کے درمیان سے اُٹھالیئے تمام ساتھی بچے گھروں کی طرف بھاگ نکلے اس کے بعد وہ تین شخصوں میں سے ایک نے آپ کو بڑے آرام سے زمین پر لٹا دیا اور ایک نے سینہ مبارک کے پہلوں سے ناف مبارک تک چیر دیا حضور پاک ﷺ کو ایک سوئی کے برابر بھی تکلیف کا احساس نہیں ہوا شکم کے اندر کی رگوں کو نکال کر برف اور "اولے" کے پانی سے خوب اچھی طرح سے غسل دے کر واپس اپنی جگہ پر لگا دی۔

دوسرے فرشتے نے اپنے پہلے ساتھی سے کہا کہ اب تم دور ہٹو اور اُس فرشتے اپنے ہاتھ کو شکم چاک کیئے ہوئے میں سے آپ ﷺ کے مبارک قلب کو نکال لیا اور اس میں سے ایک کالا سیاہ نکتہ کو نکال کر پھینک دیا اور یہ فرشتہ بولا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے پھر مبارک دل کو اُس شے سے پور کر دیا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔

پھر فرشتے نے اپنی بائیں طرف کسی کو اشارہ کیا جیسے کہ کوئی شے (پراسرار غیبی مخلوق کے پاس ہے) مانگ رہا ہے اس پراسرار مخلوق نے ایک انگشتری نور کی دی جس کی نورانیت سے آنکھیں چوندھیاں جاتی تھیں۔اس کے بعد حضور ﷺ کے مبارک دل پر مہر ثبت کر دی گئی۔

حضور محبوب رب العالمین ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا دل نور سے لبریز ہو گیا اور وہ نور نبوت اور ہمت کا تھا پھر قلب مبارک ﷺ کو اس کی جگہ پر لگا دیا میں وہ مہر کی ٹھنڈک اور خوشی کو کافی عرصے تک محسوس کرتا رہا ایک روایت کی رو سے حضور ﷺ نے فرمایا اُس کی ٹھنڈک اور خوشی میں اب بھی میرے جوڑوں میں اور رگوں میں محسوس کر رہا ہوں۔معلوم یہ ہوا کہ یہ نورانی ٹھنڈک تمام عمر مبارک شریف تک جاری رہی پھر سے فرشتوں نے سینہ مبارک کے جوڑ سے ناف تک ہاتھ پھیرا اور جلد مبارک پہلے جیسی ہوگئی اس کے بعد فرشتوں نے آپ ﷺ کو آہستہ آہستہ سے اُٹھایا اور سینہ سے لگا کر آپ کی دونوں مبارک آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگے۔

''اے اللہ کے حبیب! کچھ نہ پوچھنا؟ آپ تو سب کچھ جانتے ہو کہ آپ کہ لیئے کیا کیا خیر اور خوبیاں ہیں اس کے بعد فرشتوں کا وہ مجمع آسمان کی جانب پرواز کر گیا۔

مشہور صحابی حضرت انسؓ فرماتے تھے کہ ہم نے حضور پاک ﷺ محبوب رب العالمین کے مبارک سینہ اور شکم پر وہ جوڑ کے نشان کو بالکل سیدھی لکیر کی طرح سے تھا ہم اُسے دیکھتے رہتے تھے۔حلیمہ سعدیہ فرماتیں ہیں کہ جب یہ مبارک واقعہ رونما ہوا تو میرا شوہر اور دوسرے لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ بہتر یہی ہے کہ حضور پرنور ﷺ کو ان کی والدہ ماجدہ اور جدامجد (دادا عبدالمطلب) کے سپرد کر دینے چاہیئے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتیں ہیں کہ اُس کے بعد ہم لوگ آپ کو لے کر مکّہ کی جانب روانہ ہوئے مکہ معظّمہ کے نزدیک پہنچے تو حضور ﷺ کو ایک جگہ پر بیٹھا کر میں اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کے لئے گئیں جب میں واپس آئیں تو حضور ﷺ کو ان کی جگہ پر نہ دیکھا وہ نظر نہیں آئے کافی تلاش کی گئی مگر کوئی نشان نہیں ملا کہ وہ کہاں چلے گئے ہیں اتنے میں ایک بزرگ شخص عصا بردار اپنی عصاء لیئے ہوئے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا:۔ اے سعدیہ! رو نہیں! اور غم نہ کرو میں تم کو ایک جگہ پر لے جاتا ہوں'' میرے انکار کرنے کے باوجود مجھے کعبہ شریف میں کوئی بڑا بت ہیول کے سامنے لے گیا۔ہیول بت سر کے بل ہمارے سامنے گر گیا۔اور تمام حقیقت کہہ سنائی ۔حضرت عبدالمطلب نے کعبہ شریف کا طواف کیا۔بارگاہ الٰہی میں التجا کی غیب سے آواز آئی کہ سرکار دو عالم نہامانی وادی میں ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما رہے ہیں آپ تمام لوگ جا کر حضور پاک ﷺ کو سواری پر بیٹھا کر خوش خوش مکہ لے آئے۔حضور پاک ﷺ کی سواری مکہ شریف میں پہنچتے ہی خوشی سے تمام عالم کی فضا جھوم اُٹھی۔حضرت عبدالمطلب نے بہت سارا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دے دیئے۔بہت ساری دولت ان کے اوپر سے نچھاور کر دی، حلیمہ سعدیہ کو مختلف اقسام کے انعام واکرام سے مالا مال کر دی۔حلیمہ

سعدیہ سیدہ آمنہ کی خدمت میں حضور پاک ﷺ کو سپرد اور حوالے کرنے کے لیئے پہنچ گئیں۔

حلیمہ سعدیہ کو حضور پاک ﷺ کی جدائی اور اور بچھڑنے کے خیال سے اُس کا دل لرز اُٹھا کسی طور بھی وہ اپنے آپ خود پر قابو نہیں رکھ سکیں کہ حضور پاک ﷺ ان کی نظروں سے دور ہوں۔ دل میں بڑی گہری تمنا جاگ اُٹھی تھی کہ کسی طریقہ سے لاڈلے محمد ﷺ سے بچھڑ نہ پڑیں اتنے میں سیدہ آمنہ نے فرمایا۔

مکہ میں وبائی امراض کی وبا پھیلی ہوئی ہے جس کی وجہ سے بھلے آپ محمد ﷺ کو تمہارے قبیلہ میں لے جاؤ خوشی سے وہ جھوم اُٹھی۔ یہ خوش نصیب دائی حلیمہ حضور ﷺ کو واپس اُونٹی پر سوار کرا کے اپنے قبیلہ کی جانب روانہ ہو گئیں کیسی خوش قسمت کیسی خوش بختی جو کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔ یہی حلیمہ سعدیہ کے مزار سے تھوڑے فاصلے پر گاڑی روک کر ڈرائیور کہہ رہا تھا کہ یہاں حلیمہ سعدیہ کا مزار ہے۔

لاکھوں کروڑوں سلام اس خوش نصیب خاتون پر! جس نے تمام جہانوں کے پروردگار کے محبوب'' کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

خیر سے گاڑی آگے بڑھی تو راستے میں دارالشیفاء ہسپتال کے بورڈ پر نظر پڑی۔ مجھے پچھلے سال کا واقعہ مکمل طور پر یاد آ گیا۔ اپنی بیٹی سے میں نے پوچھا'' کیا ہسپتال یاد ہے۔'' تو اُس نے کہا کہ یاد نہیں'' اور بات اصل یہ ہوئی تھی کہ پچھلے سال مدینہ منورہ میں 9 دن تو ٹھیک ٹھاک طریقہ سے گزر گئے آخری دن روانہ ہوتے وقت مکہ جانے کے لئے گاڑی آ پہنچی تو میری بیٹی کو پیدل چلنے میں تکلیف ہوئی ایک دایاں پاؤں اور ہاتھ کمزور ہو گیا تھا۔ بات چیت کرنے میں بھی کچھ فرق ہو گیا ہم لوگ فکر اور پریشان ہو گئے ہم نے مکہ پہنچ کر دو وہیل چیئر منگوائی۔ اس وہیل چیئر پر اس کو طواف اور صفا مروا کی سعی کروائی بعد میں ہسپتال لے گئے دوا وغیرہ دیکر کراچی جا کر ٹیسٹ وغیرہ کرانے کا کہا۔ جدہ میں ایک پاکستانی ڈاکٹر جان پہچان کا تھا اس کو فون کر کے معلوم کیا تو اُس نے کہا کہ مکہ میں ایک پاکستانی ہسپتال ہے۔ جہاں تمام ضروری سازوں سامان موجود ہے آپ وہاں جاؤ۔ ہم تو بسم اللہ پڑھ کر وموکورہ ہسپتال لے گئے ٹیسٹ شروع کیئے اور دوائی ،انجکشن کی شروعات ہوگئی جس کا 800 ریال کا بل ہوا جو رقم میں جمع کرادی مگر اب بھی ٹیسٹ جاری تھے اب اسکین ٹیسٹ کرانا ہوگا۔ میری بیٹی کراچی میں اسکوٹر پر اپنے شوہر کے ساتھ برقعہ میں کسی کام سے جارہی تھیں اتنے میں برقعہ اسکوٹر کے وہیل میں پھنس گیا اور وہ نیچے گر پڑی سر میں کافی گہری چوٹ لگی تھی۔

ہسپتال لے گئے تھے جہاں علاج کرتے وقت انجکشن وغیرہ لگائے تھے اور اسکین ٹیسٹ کا کہا تو اُس نے منع کر دیا تھا اور کہا تھا اب ٹھیک ہوں اور آرام آ گیا ہے اب ضرورت بھی نہیں ہے اس لئے ٹیسٹ نہیں کرائے تھے خیر اب کوئی سر کی چوٹ کا سکین ٹیسٹ کرنا ایم آئی آر کرا لینا چاہیے اب اسکین ٹیسٹ کے 900 ریال بتایا گیا اور دوسرے ٹیسٹوں کے بل بنا دیئے گئے تھے اور بل میں نیچے درج تھا 30 فیصد ڈسکاؤنٹ کر دینے کی سہولت تھی مطلب یہ کہ دام ایسے تھے کہ 30 فیصد زیادہ ہی لکھے تھے بعد میں 30 فیصد کم

کردیئے تھے ہم نے معلومات کی تو سرحد کے علاقے کا شیر علی نام کا ڈاکٹر تھا وہ ایم بی بی ایس تھا اُس کا آفس اور تشخیص کے لئے روم کافی اچھا فرنشڈ تھا ہم وہاں گئے اور مشورہ کیا تو اُس نے صاف کہا کہ ٹیسٹ کرالو وہ ضروری ہے کہیں بھی جاؤ گے یہ ٹیسٹ کرانا بہت ضروری ہے اور پیسے کی فکر نہ کرو آپ جیسا کہو گے کر لینگے۔ ہم کو دلاسہ دے کر اچھی بات کہی ہم نے ڈاکٹر سے کہا کہ ہم کو حرم شریف میں نمازیں پڑھنی ضروری ہیں۔ کتنی دیر لگے گی؟ اُس نے کہا! ظہر کی نماز کے بعد رپورٹ بھی آجائیگی'' اور مریض کو لے جانا ہم کو گرین سگنل دے دیا تو اسکین ٹیسٹ کر کے مریض کو لے گئے ضروری ٹیسٹ وغیرہ ہو گئے۔ ڈاکٹر شیر علی نے ہسپتال میں مسجد تعمیر کرائی ہوئی تھیں۔ نماز کے بعد ڈاکٹر بھی چلا گیا اور رپورٹ دینے والے نے کہا کہ عصر کے بعد آئینگے تب تمہارا بل بنے گا اور رپورٹ بھی بعد میں ملے گی۔ اب ہم پھنس گئے بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔

ہسپتال سے باہر نکلے سامنے ہی ایک عربی یا لبنانی ریسٹورینٹ تھا اُس میں جا کر لنچ کیا اب مجھے یہ اچھا بھلا آدمی نظر آیا درس دے کر کھڑا ہو گیا ہم نے ان سے ہاتھ ملائے اور مجھے رپورٹ اور بل جلدی بنا دینے کا کہا اس نے جواب دیا: ''میں آفس میں جا کر بل اور رپوٹ منگاتا ہوں آپ 10 سے 15 منٹ میں آجائیں ہم لوگ اوپر آفس میں گئے تو اسکین ٹیسٹ کا 1800 ریال اور دوسرے بل 1200 ریال کہ ایسے تمام بل کا 3000 ریال کا بل دیکھ کر ہم چونک گئے کہ بھائی تم نے تو 900 ریال کہا تھا اور یہ 1800 ریال کیسے ہو گئے ہم نے ڈاکٹر شیر علی سے بات کی تو اُن کا مزاج تبدیل ہو گیا تھا ہم نے کہا کہ 1800 ریال اسکین ٹیسٹ کے لگائے ہیں جس کا 900 تو تمہارے آدمی نے کہا تھا تو اُس نے کہا کہ اچھا کچھ رعایت کر دیتا ہوں آپ کا بل 3000 ریال کا ہے جو تمہارے لیئے خاص رعایت کر کے 1800 ریال کر دیتا ہوں اب 900 ریال تو پہلے ہی زیادہ تھے پہلے بل 2100 ریال کا تھا جس میں سے 30 فیصد کم کریں تو زیادہ سے زیادہ 1500 ریال بنتے ہیں تو بھائی ڈاکٹر نے دھاڑ مار کے کر تول مول کر کے 1800 ریال میں فیصلہ کر کے جیسے کوئی بڑا احسان کیا ہو ایسی باتیں کرنے لگا ہمارے دلوں میں جو اُس کی عزت اور احترام کی مہر لگی ہوئی تھی وہ بھلا دی گئی اور اعتماد اور بھروسہ اُٹھ گیا ہو ایسا لگا۔''

مجھے بھی غصہ آ گیا اور میں ٹینشن میں بھی تھا تو میں فوری طور پر زینہ سے نیچے اُتر گیا کیونکہ رپورٹ اچھی نہیں آئی تھی خون کی کلیٹی منجمد ہو گئی تھی یہ ڈاکٹر اس کو برین ٹیومر کہتے تھے خیر ڈاکٹر نے تو اپنا بل ہی دیا ترچھی پلّی کے ناپ بنا کر۔

ترچھی آڑی پلّی کے ناپ تو ایک طرف مگر قصہ تو اپنی کم علمی کا تو مشہور ہے تقسیم ہند سے پہلے کے اپنے ملک کے لوگ ان سے واقف ہیں۔ نئی نسل کو بھی علم ہو اور معلومات میں اضافہ ہو اسی کی خاطر اس واقعہ کو مختصر کر کے یہاں تحریر کر رہا ہوں۔ اجناس کے ایک تاجر بے گاؤں کے زمیندار (اُس وقتوں میں زمیندار گاؤں کے مالک اور انکی اپنی حکومت ہوتی تھی وہی منصب اور وہی پولیس والا اور قانون بھی اس کا اپنا ہوتا

تھا) سے مل کر نئی فصل کا سودا کیا کہ فصل تیار ہو جائے تو سارا مال مجھ (تاجر) کو دینا ہوگا۔

سودا اس بنیاد پر طے پا گیا۔ پلّی جو ایک وزن ناپ کرنے کا برتن تھا جو پرانے وقتوں میں رائج تھا یہ پلّی ایک سیر وزن کے برابر کے ناپ کی تھی فصل پک گئی اب فصل کی کٹائی ہوگئی تو بیوپاری مال کی ڈیلیوری (وصولی) لینے گیا تو زمیندار نے خوش آمدید کہہ کر اپنے نوکر سے کہا کہ اناج ناپ تول کر کے دے دو اور پیسے لے لو نوکر کو تو پہلے ہی سمجھا دیا تھا اسی طرح سے اُلٹی پلّی سے ناپ تول کرنے لگا جس کی وجہ سے رقم کا حساب کافی بڑھ گیا زمیندار کی نیت تو پہلے ہی کھوئی اور نیت تو پہلے ہی خراب تھیں۔ بیوپاری نے کہا ''بھائی یہ تو کس طریقہ سے ناپ تول کر رہا ہے؟'' زمیندار نے جواب دیا: اپنی پلّی کے حساب سے سودا ہوا تھا اُلٹی یا سیدھی پلّی کی بات نہیں ہوئی تھی خیر بحث مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ راجہ سے فیصلہ کرایا جائے۔ <u>راجہ باجہ اور بندر تینوں</u> بیوقوب شخص تھا اس کے پاس انصاف کرانے کے لیئے دونوں شخص گئے بیوپاری اور زمیندار کی باتیں سنیں اور پھر دونوں فریقوں کے دلائل کو سنا اور پلّی کی بات طے ہوئی تھی زمیندار نے کہا کہ پلّی اُلٹی یا سیدھی کی بات نہیں ہوئی تھی جب کہ بیوپاری کا اصرار تھا کہ برابر پلّی کے تول ناپ کے حساب سے کیا جائے۔ اب چالاکی مین اور ہوشیاری میں صفر ایسے راجہ نے درمیانی راہ کا فیصلہ سنا دیا۔ جاؤ! سیدھی یا اُلٹی دونوں نہیں بلکہ درمیانی راہ یہ ہے کہ ترچھی پلّی سے ناپ کر مال دے دو اس دوسرے طریقے سے بھرائی جانے والی پلّی میں کچھ مال تو آ گیا مگر ترچھی آڑی پلّی کے ناپ میں تو زیادہ نقصان ہوگا۔ اس کے بعد یہ کہاوت مشہور ہوگئی کہ'' آڑی ترچھی پلّی کا ناپ'' ہمارے ساتھ بھی اپنے پاکستانی ڈاکٹروں نے آڑی ترچھی پلّی کا انصاف کیا ایک دن میں تقریباً پچاس ہزار روپے پاکستانی آڑی ترچھی پلّی کے حساب سے ہمارے پاس سے لوٹ لیئے۔ خیر اللہ کا شکر یہ کے بیماری کی سنجیدگی اور حقیقت ہماری سمجھ میں آ گئی۔ اسی لئے میں نے کراچی میں اپنے دوست حاجی حنیف طیب کو فون کر کے تفصیل سمجھائی دوسرے روز ہفتہ کے دن کراچی پہنچ گئے ڈاکٹر بھٹی نے تشخیص اور مکمل چیک اپ کر لیا اور آپریشن کرانے کا کہا دوسرے دن ایم آئی آر کی رپورٹ مل گئی پیر کے روز آپریشن کے لئے بلایا تھا پیر کو آپریشن کر کے خون کی گلٹی نکال دی منگل کے روز صبح ڈاکٹر بھٹی اسپیشل روم میں وزٹ (ملاقات) کے لئے آئے اور میری بیٹی کو کھڑے ہو جانے کے لئے کہا تو وہ پلنگ پر سے اُتر کر کھڑی ہوگئی اُسے اکڑ کر کھڑے ہونے پر کوئی تکلیف نہیں ہوئی تو ڈاکٹر نے چلنے کے لئے کہا تو میری بیٹی روم کی دیوار تک گئی اور واپس چل کر آئی ''تو کوئی تکلیف محسوس ہوئی ہے؟'' ڈاکٹر بھٹی نے پوچھا کسی قسم کی تکلیف ہی نہ تھی تو ڈاکٹر بھٹی نے کہا ''تو پھر میرے ہسپتال میں آپ کا کیا کام ہے جاؤ اپنے

گھر جاؤ!'' پھر ڈاکٹر بھٹی ہم سے مخاطب ہوئے اور کہا: بارہ بجے کے بعد جاؤ گے تو روم کا کرایہ 1200 بمعہ ایر کنڈیشن کے کل =/35000 روپے میں آپریشن علاج معالجہ وغیرہ کے ساتھ ہوگیا۔ میری بیٹی مکمل تندرست ہوگئی یہ اللہ کے فضل و کرم اور عمرہ کی برکت ہی تھی ویسے تو مجھے اس مرض کے علاج معالجہ کے

طریقے کار کا لاکھوں روپے میں خرچ کا اندازہ تھا ڈاکٹر بھٹی جو کہ ایک قابل اور اسپیشلیسٹ دماغ کے ڈاکٹر (معالج) ہے میرے دل میں اُن کی کافی عزت واحترام پیدا ہوا اور یہ سوچنے لگا کہ کہاں مکہ میں لوٹ مار کرنے والا ڈاکٹر شیر علی اور کہاں اپنے پاکستان میں بستے ہوئے ڈاکٹر بھٹی صاحب گورا قبرستان کے موڑ پر کچھ آگے فاصلہ پر ڈیفنس میں ایک اچھی سہولت سے آراستہ نیشنل میڈیکل سینٹر کے نام سے ہسپتال قائم ہیں ۔اس کے بعد ایک غریب مریض کے لئے بھٹی صاحب سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ بھیجد ینا میں دیکھنے کے چارج نہیں لونگا اور کوئی دوسرا معاملہ ہوگا تو بھی کر لینگے مجھے دوسرا تجربہ جب ہوا کہ میری بیوی بیمار تھی اُس کا (بی پی) بلڈ پریشر معمول پر نہیں تھا۔جس کی وجہ اُسے سی پی برابر کے علاقے میں ایک ہسپتال میں داخل کیا تھا یہ ہسپتال ایک سخی وجود شخص نے متوسط طبقہ کے لئے مناسب اور سستا علاج معالجہ کے لئے غریبوں کے لئے ذکوٰۃ کی رقم سے علاج کئے جانے کا مشہور کئے ہوئے تھا مگر میری بیوی کو اسی ہسپتال میں سات دنوں تک داخل کرائی گئی تھی جس کا بل =/35000 روپے کا بنایا تھا روم کا کرایہ =/1500 روپے اور آئی سی یو میں پلنگ بستر کا کرایہ =/2200 روپے درج تھے۔میں نے شکایت کی متمول اور بڑے علاقے کی ہسپتال میں روم کا کرایہ =/1200 روپے ہوتے ہیں اور یہاں =/1500 روپے کس وجہ سے میری شکایت کے جواب میں کہا گیا کہ غریبوں کو ہم زکوۃ میں کم کر دیتے ہیں نا کمال! ذکوٰۃ میں سے تو ہر جگہ مفت ہو جاتا ہے درمیانی راہ سے یہ متوسط اور غریب طبقہ کہاں جائیں؟ خیر تھوڑے عرصے کے بعد میری بیوی کا انتقال 21 جون 2004ء میں ہو گیا۔لکھنے کا موضوع یہ کہ تینوں ہسپتالوں کا مقابلہ کیا جائے تو یہ نظر آئیگا کہ انسان کے ضمیر کی اپنی سمجھ ہے ساہوکار ہو یا متوسط طبقہ ہو پیسے کی لالچ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ ہوتی ہے۔

اسی ذاتی طبقوں کی ہسپتالوں میں خون کی بوتل مہنگے داموں فروخت کی جاتی ہیں ڈاکٹر سے شکایت کی تو جواب میں یہ کہا گیا ہمارا خرچہ بہت زیادہ ہوتا ہے یہ تو یہ پہیہ اور چکر چلتا رہتا ہے خیر ہماری کار مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب آگے سفر کر رہی تھی کچھ مزید فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک وسیع میدان میں فاصلہ در فاصلہ سے درخت لگے ہوئے نظر آئے۔ڈرائیور نے کہا کہ یہ وادی فاطمہ ہے یہ گزرے وقتوں میں کبھی یہ خوبصورت باغیچہ ہوگا میں جب حج اور عمرہ کے لئے جاتا ہوں تو چائے کے لئے دودھ کے ڈبے وادی فاطمہ ہی برانڈ کے لیتا ہوں آگے چل کر ایک کنواں آیا جو دور سے دکھا کر ڈرائیور نے کہا کہ یہ کنواں کا پانی پہلے نمکین تھا سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے مبارک ''لعاب دہن'' کنویں میں ڈالا تو اس کا پانی میٹھا ہو گیا مدینہ منورہ میں اسی طرح کا ایک کنواں دیکھنے کا اتفاق ہو گیا تھا۔

خیر اس مرتبہ ہمارے پاس نعت شریف کی چار پانچ کیسٹیں تھیں سرکار دو عالم کی شان میں ایک کے بعد ایک نعت شریف سنتے رہے عربستان کا ریگستان تھا مکہ سے مدینہ شریف کا سفر مدینہ منورہ کی حاضری کے احساس سے دل اور دماغ پر چھائی ہوئی ایک نعت شریف کے الفاظ کان کے ذریعہ سیدھا دل میں اُتر کر

روح تک کو عقیدت سے تحریر کرتے تھے ہم مدینہ کب پہنچ گئے اس کی خبر اور احساس تک نہ ہوا اور وقت کا کوئی پتہ نہ چلا مدینہ منورہ پہنچ کر ڈرائیور کو ہوٹل ڈھونڈ ھنے میں کچھ وقت لگا۔ عشاء کی نماز مسجد شریف میں ادا ہوگئی ساڑھے نو بجے ہوٹل پہنچے گے مناسب کرایہ 110 ریال چار بستر موجود ویسے تو یہ 3 اسٹار ہوٹل تھی 100 کمروں کی اور 10 منزلہ عمارت تھی۔ مرکزی ایئر کنڈیشن تھی کمرہ اور غسل خانہ وسیع تھا مبارک سلام نام تھا بابل سلام کے حرم شریف کے سامنے کی پہلی ہی ہوٹل کہلاتی ہے مگر چلتا اتنا کہ حرم کے کھلے حصہ میں وسیع اور لمبے راستے پانچ منٹ مشکل سے لگے ہونگے حرم شریف میں پہنچنے کے لئے ہوٹل کا انتظام اور سہولتیں مناسب اور کچن (باورچی خانہ) بھی ٹھیک تھا کمرہ میں اُجالا اور روشنی بستروں کی چادریں اور تولیہ روزانہ تبدیل کرتے ہیں صفائی ستھرائی بھی روزانہ ہوتی تھی۔ جھاڑو پونچے روزانہ کمروں کے ہوتے تھے سر دھونے کے لئے شیمپو بھی روزانہ دیتے تھے۔ پاکستانی ریسٹورینٹ کچھ دور ہوجاتے ہیں۔ مگر ہوٹل والوں نے سہولتیں رکھیں تھی۔ ہوٹل کا کارڈ دے کر کہا گیا جب بھی کھانا منگوانا ہو تو آپریٹر کو فون کرو گے تو وہ نمبر ملا دے گا اور وہ آرڈر کے مطابق کھانا ہوٹل پر پہنچا دیگا اس کے بعد ان کے کہنے کے مطابق ہم آرڈر دے کر کھانا منگوا لیتے تھے۔

مسجد نبوی شریف میں بھی زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ پیر اور جمعرات کو بہت سے لوگ روزہ سے ہوتے ہیں اس لئے مردوں میں اور عورتوں میں افطاری کے دستر خوان بچھا دیئے جاتے ہیں ہم لوگ بھی پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے ہیں خیر محمد نامی ایک ٹھٹھہ کا رہائشی سندھی ہے جو بتیس (32) سال سے مدینہ میں رہائش پذیر ہے سبز گنبد کے سامنے چھتری والی جگہ ہے وہاں روزانہ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھتا ہے پیر جمعرات کو دستر خوان بچھا کر اپنی مدد کے لئے ایک پوتے اور نواسے کو ساتھ لے کر آتا ہے 50 سے 60 آدمی اس کے دستر خوان پر بیٹھتے ہیں پاکستان کے تمام سندھی یہاں آتے ہیں میں بھی اُس کے دستر خوان پر افطار کرتا ہوں تمام لوگ آپس میں محبت سے ملتے ہیں سندھی بھی آپس میں محبت سے ملتے ہیں اور ساتھ ہی افطاری دینے والا بھی خوشی محسوس کرتا ہے۔

مسجد نبوی شریف میں افطاری کرنے کی روحانی خوشی کا احساس کچھ اور ہی چیز ہے۔ افطاری میں 10 سے 15 کھجوریں کھالو۔ آپ کو پتہ نہیں چلے گا اپنے ماضی کے وزیر اعظم جناب نواز شریف بھی حال میں مدینہ میں مسجد نبوی میں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھتے ہیں وہ روزہ بھی رکھتے ہیں اور افطاری کا دستر خوان بھی لگاتے ہیں۔ اس دفعہ مکہ مدینہ منورہ کا موسم کافی خوشگوار تھا۔ بارش برستی اور بادل چھائے رہتے تھے۔ رحمت کا چھڑکاؤ اور بارش دونوں غیبی روحانی ماحول کو قائم کرتے تھے ربیع الاول کا ربیع النور۔ میلاد مبارک ﷺ کا مہینہ تھا۔ بارہویں تاریخ کی شب سے بھیڑ کافی بڑھ گئی تھی ایسے وقتوں میں کافی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے جو جمعہ کو مغرب کی نماز تک جاری رہتی ہے۔

اس طرح ہر سال میں عید میلا دالنبی میں کافی لوگوں کا اضافہ ہوجاتا ہے عاشقان رسول مغرب کی نماز کے بعد کوئی تلاوت کرتا ہے تو کوئی درود شریف کا ورد کرتا ہے کچھ آدمی ہلکی آواز میں نعت شریف پڑھتے رہتے ہیں اور ایک آدمی گھومتے پھرتے کہتے رہتے ہیں کہ درود ابراہیم کا ورد کرو باقی کوئی نعت شریف اور سلام یہاں نہیں پڑھو خیر سے مدینہ شریف میں حاضری اور زیارت کے متعلق کافی کچھ لکھا جاچکا ہے اسلئے اس مرتبہ ان کے متعلق نہیں کہوں گا۔ البتہ ایک بات یاد ہے کچھ سالوں پہلے میں عمرہ کیلئے گیا تھا تو اس وقت میری بیٹی نے کہا تھا کہ مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہیں مسجد قبا کے نزدیک اُنکا بنگلہ ہے وہ صبح دو گھنٹہ تقریر اور بیان اور واعظ فرماتے ہیں حاجتمندوں کو پانی کی بوتل پڑھکر دم کر کے دیتے ہیں۔ میں اس وقت گیا تو حضرت ایک وسیع اور عالیشان ہال میں بیٹھے تھے بیان کرر ہے تھے۔ عربی میں بیان تھا خاص کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا مگر یہ اندازہ ضرور ہوگیا کہ ان کے قبضہ میں جنات ہیں۔ بیان اور تقریر کے بعد لائی گئی تمام بوتلوں پر ایک ہی دفعہ میں تمام بوتلوں پر دم کر دیا اور بوتلیں عقیدت مند لے گئے۔ میرے پاس پانی کے لئے خالی بوتلیں نہیں تھی باہر کی جانب ایک اسٹور پر پیر صاحب کے آدمی بوتلیں فروخت کرتے تھے میں نے معلومات کی کہ یہ پیر صاحب تو کھلے عام سب کا علاج کرتے ہیں اور پانی کا دم کیا ہوا کہ پیسے بھی لیتے ہیں اور ان کو کوئی روکتا نہیں اور کوئی پابندی بھی نہیں ان کی یہ کیا حقیقت ہے؟ تو معلوم یہ ہوا کہ سعودی شہزادہ کو اس سے فائدہ پہنچا تو اُس شہزادے نے اپنے اثر رسوخ استعمال کر کے اس کو یہ جگہ دی گئی اور واعظ اور بیان کی اور یہ دوسرے کاموں کی اجازت دلوادی ویسے بھی سعودیہ میں پرنس (شہزادہ) لوگوں کا رعب اور اختیارات کافی ہے۔

کوئی عمارت تعمیر ہو یا کوئی وسیع کاروبار یا انڈسٹری ہو پرنس کی حصہ داری یا کوئی مفاد ہو تو یہ سارے کاروبار میں ان کی شرکت لازمی ہے خیر ایسا تو اب دنیا کے تمام ملکوں میں ہوتا جارہا ہے۔ ابھی حال ہی میں امریکہ کے دباؤ کے تحت بلدیہ کا الیکشن منعقد کرایا جائیگا۔ اور یہ سعودیہ کی تاریخ میں پہلا انتخابی عمل ہوگا۔ مکہ سے مدینہ منورہ نکل آیا اور پمپ پر پیٹرول اور ڈیزل کے دام معلوم کیئے پمپ پر لکھے ہوئے تھے پیٹرول 90 میں ایک لیٹر تقریباً 15 روپے پاکستانی ایک ریال میں تین لیٹر ڈیزل ایک زمانہ میں جب حج کے لئے میں جاتا تھا اس وقت آدھے ریال میں ایک گیلن جو تقریباً چار لیٹر سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اُس وقتوں میں اپنے پاکستانی 100 روپے میں سعودیہ کے 90 ریال کی قیمت سے ملتے تھے یہ 1970ء کی بات ہے۔

ایجنٹ بھارتی تھا قدوائی نام تھا بہت اچھا شخص تھا اس کو کار کے لئے کہہ دیا اُس نے ایک پاکستانی کار والے کو بھیج دیا اُس نے آ کر کہا ''حاجی صاحب میں بھی آپ کا بھائی ہوں گاڑی میری اپنی ہے مگر چلا سکتا نہیں ہوں کیونکہ یہاں کے قانون کے تحت سعودی ڈرائیور کو گاڑی چلانے کی اجازت ہے۔ یا پھر سعودی مالک یا نوکر ہو تو وہ اپنے نوکر کو گاڑی چلانے کی اجازت ہے آج کل تمام دکانوں میں بھی سعودی مقامی

کوملازمت میں رکھنا ضروری ہے دن بدن یہاں قانونی سختیاں بڑھتی جارہی ہیں۔
ایجنٹ جدہ ائیرپورٹ پر ٹکٹیں لے لیتے ہیں میں نے قدوائی کوملنیکا اور یوسف کوٹکٹیں منگوا لینے کے لئے کہدیا۔انسان سے دیر ہوجائے تو ائیرپورٹ پر پریشانی نہ ہو۔ٹی سی ایس کے ذریعہ ٹکٹیں آگئیں تو مجھے ذہنی سکون ملا اتوار کے روز فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم لوگ مدینہ منورہ سے جدہ روانہ ہوگئے۔ان دنوں کراچی حصص بازار کے بڑے بڑے راجہ کہلائے جانے والے شخص آئے ہوئے تھے ایرو ایشیا والے یعقوب تابانی عقیل ڈھیڈھی۔اور ایسے دوسرے بڑے بڑے مشہور شخصیتیں عید میلا دالنبی کے موقع پر مدینہ منورہ میں آئے ہوئے تھے اللہ یہ مبارک لمحوں میں مدینہ میں گزارنے کے لیئے تمام مسلمانوں کے دلوں میں شوق اور امنگ پیدا کرے آمین! ہوائی جہاز ٹھیک وقت پر جانا تھا سامان بورڈنگ کرالیا تھا آخر کی روکی سیٹیں ملی دمام میں پسینجر اُتر جانے کے بعد اگلی روکی سیٹیں خالی ہوگئیں تو ہم بیٹھ گئے دمام سے ہوائی جہاز روانہ ہوا دو گھنٹہ بعد دمشق ایرپورٹ آگیا۔
دمام میں بارش ہورہی تھی جس کی وجہ سے ہوائی جہاز میں جھٹکے لگ رہے تھے ہمیں کہا گیا کہ سیٹ بیلٹ باندھ لو کئی آدمی پلین ادھر اُدھر ڈولتا تو میلہ کے جھولے کی چکری کی طرح اُوپر نیچے ہورہے تھے اور تلاوت اور درود شریف کا ورد جاری رکھا میں نے اپنے خاندان کے افراد سے۔''یا حافظ'' کا ورد کرنے کو کہا۔سعودی حدود ختم ہوتے ہی ہوائی مستطیل سیدھا ہوگیا تمام مسافروں کی جان میں جان آئی ہم لوگ آسمان میں اوپر ہوں تو ذہنی طور پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کون جانے ایک سیکنڈ میں کیا سے کیا ہوجائے؟ چھوٹے دل کے لوگ اور عورتیں رونے لگی تھیں، ویسے اگر دیکھا جائے تو ہائی وے پر بہت سے حادثات ہوتے رہتے ہیں اور مرنے والوں کی تعداد بھی کافی ہوتی ہے مدینہ مکہ، جدہ روڈ پر کافی حادثات ہوتے رہتے ہیں مگر بسیں کاریں اور ویگن میں ایسا خوف نہیں لگتا ہے یہاں کرنسی تبدیل کرانے میں سہولت اور قانونی ایک ڈالر کے 53 پاؤنڈ ملتے ہیں۔
کاؤنٹر پر ایک بوہرہ خاتون اور مرد دونوں کھڑے تھے اور بینک کے کیشئیر کا کہنا تھا کہ انہوں نے 20 ڈالر کی نوٹ دی تھی بوھری بھائی نے ایک نوٹ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ نوٹ میری ہے وہ نوٹ گننے میں لگا ہوا تھا بوھری خاتون ایمیگریشن کے ایک آفیسر کے پاس جا پہنچی تمام حقیقت اسے کہہ سنائی اور اس کو اپنے ساتھ لے کر آگئی اور کہا کہ میں نے سو ڈالر کی نوٹ دی ہے اور یہ کیشئر بیس ڈالر کی نوٹ دی ہے ایسا یہ کہہ رہے ہیں۔
کیشئر نے اُن کا نام اور پاسپورٹ نمبر نوٹ کرکے 100 ڈالر واپس دے دیئے کیشئر کی نیت خراب نہیں تھیں وہ بھول گیا تھا اب وہ مجھے تسلی بخش جواب نہیں دیگا ٹینشن میں آگیا تھا۔تھوڑی دیر میں اُس نے اپنا حساب مکمل کرلیا پھر میں اُس کے پاس گیا اور سیرین پاؤنڈ حاصل کرلئے۔
ویسے تو ڈالر دمشق شہر میں تبدیل کراسکتے ہیں اور دام بھی تقریباً برابر ہی ہوتے ہیں مگر پہلے ہی سے

یہاں سے کیش کرالینے میں سہولت ہوجاتی ہے سامان لے جانے کے لئے ٹرالی لینے گیا تو وہی ایک ڈالر کی ایک ٹرالی اور ٹرالی کا کرایہ چار ڈالر ادا کر کے چار ٹرالی لے لی ۔ بازار میں قانونی طریقہ سے کرنسی بیچنے پر پابندی ہے مگر غیر قانونی طریقہ سے لین دین رہتا ہے۔

سامان ٹرالیوں پر لاد کر باہر نکلیز ہیر کا ملازم باہر موجود تھا ہائی ایس گاڑی لے کر آیا تھا ہائی ایس گاڑی کے ڈرائیور کو دیکھ کر میں ششدر ہو گیا۔ یہ ہمارے پچھلے سال کا ڈرائیور اور راہنما نبیل تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر گلے لگ گیا اور بہت ہی خوش ہوا اور نو پارکنگ ایریا میں ہی سامان کو گاڑی کی چھت پر کیریئر پر چڑھانے لگا۔ اتنے میں ایک پولیس مین آن پہنچا اور یہاں کی طرح لائینس لے کر چل پڑا تھوڑی دور آفیسر بیٹھا تھا اس کی کتابیں چالان کرنے کی تھی فوراً چالان بنانے لگ گیا۔ گاڑی کے پاس نبیل اور ایجنٹ کے ملازم نے اسے کافی سمجھایا مگر وہ مان جائے تو پھر روائتی پولیس والا کس بات کا! اب میرا نمبر تھا میں سیدھا پولیس آفیسر کے پاس جا پہنچا اور کافی بحث ومباحثہ اور تکرار کے بعد اُس کو سمجھایا اور میری یہ بات اُس کے دماغ میں اُتر گئی اور پولیس کانسٹبل سے نبیل کا لائنس لے کر مجھے واپس دے دیا۔

پہلے کانسٹیبل کو تو اپنی دہیاڑی بنانی تھیں خیر پھر میرے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بشرالاسد اپنے والد کے مقابلہ میں بہت زیادہ شہرت اور مشہور ہونا چاہتا ہے۔ اور اُس کے لئے وہ کوشیش کر رہا ہے اُسنے سرکاری نوکروں کو اور پولیس والوں کو تمام کی تنخواہیں دوگنی کر دی ہیں تین سو ڈالرز تنخواہ کر دی۔ نئی بھرتی والوں کی تنخواہ دو سو ڈالرز کی کر دی ہے اتنی مہنگائی بھی نہیں ہے مصر، سریا یا دمشق میں چیزوں کے دام مہنگے نہیں ہیں بہت سی چیزیں سستی ملتی ہیں البتہ بہت سی کئی ایک چیزیں پاکستانی قیمت کے برابر جیسی ہیں۔

خیر ہم لوگ ہاشمی اپارٹمنٹ پہنچ گئے زہیر موجود نہیں تھا اُس کا چھوٹا بھائی حمیر اور اُس کے نوکر تھے جو ہمیں اچھی طرح پہچانتے تھے میں نے اُن سے کہا ''میں پچھلے سال رہا تھا وہی فلیٹ مجھے چاہیئے انھوں نے فوراً گراؤنڈ کا فلیٹ جس میں ہم پچھلے سال ٹھہرے تھے وہ ہی فلیٹ دکھایا۔ جس میں کچن ،فرج وغیرہ کی سہولت میسر تھی اس لئے میں نے تین کمروں کے اس فلیٹ میں سامان قرینہ سے رکھ دیا۔ تھوڑی دیر آرام کرنیکے لئے پلنگ پر سو گئے۔

میں نے نبیل کو ٹھہر جانے کے لئے کہہ دیا تھا کیونکہ مجھے پروگرام طے کرنا تھا تا کہ کم وقت میں دمشق اور سریا کے مختلف علاقوں میں آئی ہوئی زیارت گاہوں کی زیارتین کی جا سکیں تھوڑی دیر کے بعد زہیر آ گیا۔ اُس کو میں نے جدہ سے موبائل فون پر اطلاع کر دی تھی جو اس کو (میسج) اطلاع مل گئی تھی وہ کہنے لگا'' حاجی صاحب''! آپ ہماری بلڈنگ کی دوسری منزل پر آ جاؤ وہاں صفائی میٹنس کا انتظام بہت مناسب اور اچھا ہے''۔ میں نے کہا نہیں! ہمیں یہی ٹھیک لگتا ہے اور والدہ بھی ساتھ میں ہیں۔ وہ کہنے لگا:۔
''لفٹ ہے'' اتنا کہہ کر وہ ہم کو اوپر منزل پر لے گیا جہاں اچھی اور کافی سہولت تھی اُس میں شفٹ

ہو جانے کے لئے سمجھانے لگا مجھے اور میرے بیٹے کو فلیٹ دکھانے کے لئے اپنے ساتھ لے گیا فلیٹ تو کافی اچھا تھا اور اتنا ہی بڑا تھا مگر صفائی ستھرائی زیادہ تھی۔ واپسی آکر خاندان کے افراد سے (فیملی) سے صلح مشورہ کیا تو انہوں نے متفقہ رائے دی ہم لوگ یہیں ٹھیک ہیں پھر میں آفیس میں جا کر پروگرام کے متعلق مشورہ کیا زوہیر نے پوچھا: ''کتنے دنوں کے لئے ٹھہرنا ہے؟ میں نے کہا '' چھ دن ٹھہرینگے جس میں آج کا دن شامل نہیں ہے۔ مجھے پانچ دنوں کا پروگرام بتاؤ۔ میں نے کہا: '' مجھے مکمل زیارتیں کرنی ہیں چاہے زیارت گاہوں کا فاصلہ دور ہو یا نزدیک ہو'' نبیل ڈرائیور کے ساتھ مختلف جگہوں اور علاقوں کے متعلق بات چیت اور مشورہ کر کے زوہیر نے کہا۔ '' کل آپ لوگ دمشق کی زیارت کرلو اور پرسوں کے دن صبح سویرے ساڑھے چھ بجے نکل جاؤ اور دور کے علاقوں میں جا کر رات کے نو یا دس بجے تک واپسی ہو جائیگی دور دراز کے علاقے کا فاصلہ آنے اور جانے کے متعلق مختصراً مشورہ اور معلومات کرنے کے بعد وہ دن میں دور کے فاصلے کی زیارت گاہوں کی زیارت کرنے کا طے کرلیا۔

انہوں نے کہا کہ کل 600 کلومیٹر کے فاصلے پر جانا ہے اگر ایک دن میں 400 کلومیٹر کے علاقے سے آئی ہوئی زیارت گاہوں کی زیارت کرلو گے تو دوسرے دن کو 600 کلومیٹر کا علاقہ دیکھ لوگے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ ایک دن میں تمام زیارت گاہوں کی زیارت کرلی جائے یہ طے ہو گیا کرایہ اور اجرت طے کرنا مشکل تھا وہ لوگ کہنے لگے آپ تمام کام ہم پر رکھ چھوڑیں زوہیر نے بھی ایسا ہی کیا میں نے کہا کہ کل سے پانچ دنوں تک نبیل آئیگا اور آخری روز جمعہ کو ایئر پورٹ پر پہنچانے کے لیئے آئیگا۔ بات طے ہوگئی پروگرام طے ہو گیا کرایہ اور اجرت کی رقم کے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

خیر مجھے بھی ان لوگوں پر بھروسہ اور اطمینان تھا کہ یہ لوگ زیادہ رقم نہیں مانگیں گے بی بی زینب کا روضہ ہمارے روم سے نزدیک تھا میرے خاندان کی خواتین وہاں جا کر فاتحہ اور نماز وغیرہ پڑھ کر آ گئیں۔

تھوڑی دیر بعد میں اور میرا بیٹا خالد بھی باہر نکلے اور زینبیہ کا دورہ کر کے واپس آ گئے بی بی زینب کے مزار پر فاتحہ بھی پڑھی اب کھانے پینے کے بندوبست کرنے کی فکر لاحق ہوگئی اس دفعہ پچھلے سال کے تجربے کی وجہ سے اس مرتبہ سریا کے لیئے ہی خاص قورمہ باورچی سے پکوا کر ٹین پیک کرا لئے تھے تا کہ دوپہر کے سفر میں شوربہ کھاتے تھے صبح کمرہ میں ہی ناشتہ بنالیا جائیگا کچن تو تھا ہی روٹیوں کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ڈبل روٹی جو تھی ڈبل روٹی وہاں نرم نہیں ملتی ہے نان روٹی ٹھنڈی ہو جائیں تو مزہ نہیں آئیگا ہم نے ایک نئی تحقیق اور ترکیب نکالی جس کو شمعون کہتے ہیں ہتھیلی جتنی روٹی یا ڈبل روٹی کا بھی نام دو چلے گا تندور میں تازی بنوا کر لی یہ سریا والوں کی خاص روٹی ہوتی ہے۔

بڑی روٹی پانچ پاؤنڈ میں دو مگر چھوٹی روٹی بھی پانچ پاؤنڈ میں دو بہت نرم اور ذائقہ دار اس لئے ہم نے اشیاء کی خریدی کر کے فلیٹ میں واپس آ گئے اس دوران ہماری خواتین بی بی کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر

واپس آ گئی تھیں ۔قورمہ کے ٹین کھول کر گرم کرتے ہی کھانا کھانے دسترخوان پر بیٹھ گئے گزارہ ہو گیا۔ ہوٹلوں میں کھانا پھیکا ملتا ہے کیونکہ عرب ملکوں میں اور یورپ کے ملکوں میں اورامریکہ میں تمام جگہوں میں مرچوں کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔ بلکہ معمولی سے معمولی بھی مرچ کھاتے نہیں ہیں اپنے لوگوں کو مزہ نہیں آئے۔اس لئے ٹین لے لیئے۔

سیریا میں ہوٹلیں بے شمار ہیں وہاں بھی اپنے کھانے جیسی اشیاء کی آئٹمیں مل جاتی ہیں 35 روپے میں کولڈ ڈرنک کی دو لیٹر کی پانی کے بدل لے لو صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تھے کہ دروازے پر ٹکور ہوئی نبیل آ گیا تھا اور اُس کا تکیہ کلام یہ تھا کہ ''بابا نبیل موجود'' 10 بجے نبیل آ گیا ہم لوگ ابھی تیار نہیں ہوئے تھے گاڑی میں سوار ہوتے ہوتے 11 بجے کا وقت ہو گیا مجھے وہی پچھلے سال کی یاد پھر سے تازہ کرتی سڑکوں پر ہماری گاڑی دوڑ رہی تھی۔

اب آج تو دمشق کی زیارت گاہوں کی زیارت کرنی تھی ہم نے اپنا تمام پروگرام نبیل پر مختصر کر دیا تھا۔ جہاں سے بھی شروع کریں گاڑی اپنے سفر پر آگے ہی آگے بڑھتی جارہی تھی تھوڑی دیر کے بعد ایک فیشن ایبل علاقہ جیسے کہ اپنا طارق روڈ جیسا نظر آیا۔اور وہاں سے گاڑی گزرنے لگی۔ میں نے پوچھا بھائی یہ کونسا علاقہ ہے؟ پہلے کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ کہنے لگا۔

''یہ باب تُما غیر مسلم عیسائیوں کا علاقہ ہے۔ یہ لوگ شہر کے اطراف کالونیوں اور دیہاتوں میں رہتے ہیں یہ اُن لوگوں کی دکانیں اور بازار ہیں''

علاقہ کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ جینس کی پینٹ اور مختصر سے شرٹ میں کچھ عورتیں راہ چلتی نظر آئیں جو کہ زیادہ تر غیر مسلم تھیں تھوڑا آگے چل کر جاتے ہوئے جیسے کہ اپنے یہاں ہیروئینچیوں کی ٹولی بیٹھی ہوئی ہوتی ہے اسی طرح شراب کے نشے میں ٹن شرابی لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔

ڈرائیور نبیل نے گاڑی روک دی تو ایک شرابی گاڑی کے پاس آ کر نبیل سے پیسے مانگنے لگا۔نبیل نے تھوڑی مزاق کر کے اُسے کچھ رقم دے دی میں نے نبیل پر غصہ کیا اور کہا کہ تم نے شرابی کو بلا کر کیوں پیسے دیئے بعد میں زوہیر سے معلوم کیا تو اُس نے کہا سیریا میں 20 فیصد عیسائی اور 2 فیصد یہودی آباد ہیں۔ان لوگوں کے لباس کو دیکھکر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سیریا میں لڑکیاں پینٹ شرٹ پہنتی ہیں جب کہ مسلمان عورتیں برقعہ اور نقاب میں آتی جاتی نظر آتی ہیں۔

خیر سب سے پہلے نبیل ہم کو اصحاب کہف کے پہاڑ پر لے گیا۔آڑی ترچھی گلیاں پار کر کے ایک بڑا دروازہ کھولا ایک خاتون آئی اور ہم کو خوش آمدید کہا اور دروازہ سے اندر لے گئی۔

آگے جا کر ایک دوسرا چھوٹا گیٹ نظر آیا جس کو کھولنے کے بعد اصحاب کہف کا غار اور بند ہو جانے والا سوراخ تھا وہ نظر آیا اُس عورت نے ہم کو اصحاب کہف کی روئیداد سنائی جس کے متعلق ہمیں تو معلوم تھا اور ان

کے متعلق تمام حقیقتیں میں پہلے آپ کو لکھ کر دے چکا ہوں اُس نے کہا کہ اندر دفن ہیں واللہ و عالم اب بخشش نذرانہ کا نمبر عورت نے کہا تم "بخشش دو" باہر کی جانب ایک عورت کھڑی تھی وہ بھی خادم تھیں ہم نے اُس کو بھی بخشش دی تو نیچے سے دوسری عورتیں آ کر ہم سے بخشش کے لیئے عاجزی اور انکساری سے مانگنے لگیں۔ تو اُن کو بھی کچھ نہ کچھ دے ہی دیا۔ پچھلے سال جب والدہ کے ساتھ میری بیٹی بھی وہیل چیئر پر تھیں جس کی وجہ سے ہم اوپر غار تک نہیں آئے تھے اس مرتبہ سریا کی دوسری سفر کا خاص اور اہم وجہ یہی تھی کہ جو زیارت گاہیں دیکھنے سے رہ گئی ہیں وہ دیکھ لینی چاہیئے اور ہم خود اپنی نظروں سے دیکھیں اور خود سے سمجھیں اور معلومات اکھٹا کر کے قارئین کے لئے پیش کریں۔

وہیل چیئر کو اوپر چڑھانے میں کچھ مشکلات پیش آئیں کیونکہ وہیل چیئر خراب تھی زینبیہ میں صرف ایک ہی تھی میرے بیٹے اور بیٹی نے کوشش کی مگر وہیل چیئر اِدھر اُدھر ہو جاتی تھی تو اس وقت ایک بارہ سالہ لڑکا وہاں سے گزر رہا تھا اُس نے ہمارے پاس کی وہیل چیئر میں نیچے کے جانب کچھ روکاوٹ ہو رہی تھی اُسے ٹھیک کر دی مجھے حیرت ہوئی کہ ہم اتنے سارے لوگ ٹھیک نہیں کر سکے اور اس لڑکے نے ایک منٹ میں اس کی خرابی سمجھ گیا تو ہم نے اُسے شاباشی دی اور کچھ رقم دینا چاہا تو اُس نے انکار کر دیا اس کو کہتے ہیں چھٹی حس۔ دوسرے دن وہیل چیئر تبدیل کر لی۔

میں نے دکان کے پاس جا کر غور سے دیکھا یہ سیریا کی پھل دینے والی زمین میں اگنے والی اور فروٹ والی سبزیوں کو بڑے غور سے دیکھا اور سمجھا۔ سلاد کے پتے ہتھیلی سے بھی بڑے سائز کے مٹر پھلی کے آٹھ انچ لمبائی اور موٹائی میں اپنے سے ڈبل۔ دوسری اشیاء بھی اتنی ہی دلچسپ اتنی اچھی عمدہ تازی سبزیاں دیکھتے رہنے کا دل چاہتا رہے۔ میری بیوی نے سبزیاں خریدنا شروع کر دی پیاز اور بڑی لہسن کی گانٹھیں میں نے پوچھا کہ "یہ سب لے کر کیا کرو گی؟"

جواب ملا کہ پلاؤ بناؤں گی اور ٹین کے ڈبہ بھی ہے بھر والونگی پچاس روپیہ دیئے اور سبزی فروش کو اشارہ سے کہا کہ یہ چار چیزیں دے دو اور ہم واپسی پر لے جائینگے۔ آگے چل کر اسٹبر ابری کے بکس 30 پاؤنڈ میں ہم نے چار بکس خرید لیئے اچار کی بھی دکانیں تھیں۔ میری بیوی کہنے لگی کہ اچار بھی لے لو۔ زیتون کا تازہ اچار 100 پاؤنڈ میں کلو میں بڑی مشکل سے سمجھایا کہ یہ اپنے ذائقہ کا نہیں ہے بڑی مشکلوں سے وہ مان گئیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مکہ میں 20 ریال کلو میں ملتا ہے جس کے 320 روپے ہوتے ہیں۔ خیر بازار دیکھتے دیکھتے مالٹا، موسمبی کی خوشبو آئی دام 20-15 روپے کلو کے۔ دو کلو کی خریداری کی آگے چل کر ہمیں ایک مزار پر لے جایا گیا مزار شریف تھا حضرت معین الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کا پر رونق مزار تھا عقیدت مند اندر فاتحہ پڑھتے تھے اور دعا مانگتے تھے۔

کچھ مختصر اعلیٰ شہرت والے ولی اللہ حضرت معین الدین ابن عربی کے متعلق:۔

حضرت پورے عربستان میں شیخ ابن عربی کے نام مشہور اور نیک نام ہیں صوفیہ کرام میں آپکو جو مرتبہ اور درجات حاصل ہیں وہ کسی قارئین یا صحابی حلقوں کے اشخاص سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

آپ کی ولادت اندلیس کے شہر مرسیا میں ہجری 560ء میں ہوئی تھی پھر آپ وہاں سے اشبی لیہ کے مقام پر تشریف لے گئے جہاں پر ابتداء میں کسی بادشاہ کے یہاں کام کرتے تھے بعد میں انہوں نے تمام دنیاوی مشاغل چھوڑ کر اور اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔

بادشاہ نے ان کو ایک مکان تحفہ میں دیا تھا جس کی قیمت اس وقت بھی ایک لاکھ درہم تھی ایک دفعہ کوئی سوالی (سائل) آپہنچا اس وقت دینے کے لئے کوئی رقم نہیں تھی تو انہوں نے یہ گھر اُسے صدقے میں بخش دیا۔

وہاں سے آپ مصر، عراق و سریا کے سفر پر روانہ ہو گئے مصر میں بھی کافی وقت قیام کیا اور بہت سی کتابیں لکھی مصر کے لوگوں نے آپ کو قید کر دیا۔ ایک عقیدت مند شخص نے بڑا سفارشی شخص تھا اس نے انہیں آزادی دلائی۔ اور آخر سریا۔ دمشق کو ہمیشہ کے لئے مقام بنالیا۔ آپ کے لکھے ہوئے اور تالیف کئے ہوئے محدیشوں میں کافی مختلف آرائیں ہیں مگر علامہ جلال الدین سیدتی رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ ہستی نے ان کے حق میں ایک الگ کتاب تنبیل غبی۔ تنبر لتل ابن عربی'' کے نام سے لکھی ہیں علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ کے لئے فیصلے کن بیان پاک بھارت کے صوفی، عالموں کا یہی کہنا ہے کہ ان کے لئے ولی اللہ ہونے کا اعتقاد رکھا جائے اور اُن کی کتابیں پڑھنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ انہوں نے خود یہی فرمایا ہے کہ ایسے لوگ ہیں کہ ہماری کتابیں پڑھنے (انجان، ناواقف لوگوں کے لئے) جائز نہیں۔

بھی حضرت امام غزالی نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اصل حقیقت بات یہ ہے کہ صوفیہ کرام پر جو حالتیں اور کیفیتیں طاری ہوتی ہیں اس کو کوئی دوسرا شخص جو ایسے احوال اور حالات'' سے نہیں گزرا ہوتا ہے وہ اس کو سمجھ سکتا نہیں ہے۔ آپ کی ایک کتاب ''کسوسُل حکم'' کے نام کی کافی شہرت پائی ہے جو کہ عام آدمی کی سمجھ اور مقصد حاصل نہیں کر سکتا ہے عالموں سے بات چیت اور معلومات کرنے سے یہ جاننے میں آیا کہ صوفیہ کرام کی مشہور ہما اُست'' کی تھیوری کو پیش کرنے والے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ ہی تھے اس کے باوجود آپکے بڑے ولی ہونے کے رتبہ میں کوئی مختلف رائے نہیں ہے۔

ہم نے بھی ان کے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھا عجیب اور کافی روحانی سکون حاصل ہوا۔ کیونکہ ان کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حضور پاک ﷺ کی بارگاہ کے پہلے بارگاہ نبوی کے ''حضوری

(حاضر باش) تھے۔
ہم نے اللہ کے یہ اعلیٰ ولی کی مزار مبارک کی زیارت کر کے واپسی ہوئے تو خواتین کہیں راستہ میں رُک جاتی تھیں جلدی جلدی چلنے کا اُن کو کہتے رہتے اور آخر کار بار نکلے۔
وہاں سے ہماری کار پہاڑی علاقے میں داخل ہوگئی مجھے اندازہ ہوگیا کہ نبیل ہمیں ہابیل کے مزار پر لے جا رہا ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چاروں اطراف ہریالی سبزہ وہاں کے ایک دو فوٹو لئے گئے خوشگوار اور دل کو اچھا لگے ایسے نظارے اور دل میں یہی خواہش ہو کہ یہیں مستقل قیام کرلیں۔ ہابیل کے مزار کے زینہ پار کر کے اُوپر پہنچ گئے ہم پچھلے سال جب آئے تھے تو مزار کا تعمیر ہو رہا تھا مزار کے اطراف خوبصورت ڈیزائینوں کی ٹائیلز لگا دی گئی تھیں جس کے لئے بنائے ہوئے فوٹو (تصویریں) قارئین کے لئے طباعت کروں گا۔
فاتحہ پڑھ کر دعائے خیر کر کے نیچے اُتر کر گاڑی میں بیٹھے واپسی کے دوران بھی پھر وہی خوشگوار ماحول تھا
جاتے وقت اور واپسی آتے وقت ملٹری (فوجیوں) والوں کی چیک پوسٹ آئے نبیل سے مانگ کر فوجیوں نے دو سیگریٹیں پی واپسی کے وقت نبیل کے ساتھ دعا سلام ہوئی اور ہم پھر سے بڑی سڑک پر آ گئے نیچے آ جانے کے بعد بھی دمشق کا موسم ٹھنڈہ ہی ہوتا ہے معمولی سی بھی گرمی کا احساس نہیں ہوا۔
آگے چل کر بی بی سکینہ کے مزار پر پہنچ گئے پچھلے سال کی طرح مزار پر تعمیراتی کام جاری تھا۔ فاتحہ پڑھکر باہر آ گئے ایک سال پہلے دیکھا ہوا تعمیراتی کاموں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تھا میرے خیالمیں تعمیرات کے کام میں مزید دو تین سال لگ جائینگے ایرانی امداد سے تعمراتی کام ہو رہا ہے۔ اعلیٰ اور بے نظیر تعمیرات ہوگی اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔
نبیل سے میں نے کہا: ''بھوک لگی ہے میدان چوک میں لے چلو''
میدان میں شوریما کا لنچ کرینگے۔ گھنے درختوں کے سائے میں رکھی ہوئی کرسیوں پر ہمیں بیٹھنے کے لیئے کہا گیا شوریما کی دوکان کورنر کی تھی اور اس کی فٹ پاتھ بھی کافی وسیع تھی۔
نبیل نے کہا: ''یہاں پر بیٹھتے ہیں تاکہ یہاں سے دوسری دوکانوں کی آئیٹموں پر نظر رہے گی۔''
جگہ مناسب ہونے پر ہم بمعہ فیملی کے تنگ جگہ ہونے کہ وجہ سے ہم لوگ درختوں کے سایہ میں بیٹھ گئے معصوم چہرہ والا ایک بارہ تیرہ سالہ خوبصورت لڑکا مسکراتا ہوا آیا اور کرسیاں اور ٹیبل لگا دیئے شوریما کی دوکان میں میرا فرزند خالد گیا ہوا تھا۔ ابوعلی کے نام بورڈ دوکان پر لگا ہوا تھا۔ یہ چورائے پر شوریما کی آٹھ دس دوکانیں تھیں سب سے بڑا شوریما رول ابوعلی کی دوکان میں تھا۔
میں نے ان سے معلوم کیا تو کہا یہ عشاء تک میں یہ تمام ختم ہو جائینگے'' وہاں میرے بیٹے نے کھڑے

رہ کر پندرہ شوریما کے رول بنوائے۔

ایک نئی بناوٹ اس میں یہ تھی کہ روٹی کے رول پر سموسے کے مانند لگا کر تیل میں گرم کر کے کڑک کر دیئے تھے جس کی وجہ سے اس کا ذائقہ اور لذت میں اضافہ ہو گیا۔ ایک عدد 30 پونڈ میں فروخت ہو رہا تھا ہمیں ہول سیل قیمت کے حساب سے پچیس پاؤنڈ میں بنا کر دیئے اور ہمیں روزانہ یہاں کھانا کھانے کے لیئے تشریف لانے کی گزارش کی گئی اور کولڈ ڈرنک (ٹھنڈے مشروبات) کی 2 لیٹر کی بوتل 35 پونڈ میں ان کے پاس سے ہی خرید لی تقریباً 400 روپے میں 8 آدمیوں کا کھانا ہو جاتا تھا۔ پیٹ بھر کے کھاتے آخر تک اس کی دوکان پر ہی کھاتے رہے وہ بھی ہم سے خوش اور ہم بھی ان سے کھا پی کر خوش تھے۔

شوریما کھا کر نبیل ہمیں قبرستان صغیر پر لے گیا جہاں کئی ایک مشہور صحابیوں اور اہل بیت کی مبارک آخری آرام گاہیں اس کے علاوہ تابعی اور تابعین اور اس کے علاوہ کئی اولیا اللہ کے مزارات ہیں پچھلے سال میں تقریباً تمام مزاروں کی زیارت کر چکا تھا۔ جس کا احوال میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں برکتوں کو حاصل کرنے کی خاطر پھر سے مختصراً بیان لکھ رہا ہوں۔

حضرت بلالؓ کے مزار پرنور پر خاص عقیدے سے فاتحہ پڑھا اور دعا مانگی حضرت اُمہ سلمٰی اور حضرت اُمہ حبیبہ۔ اُمت مسلمہ کی دونوں اعلیٰ مرتبہ والی ہستیوں کے مزار کے برابر میں ہونے کی وجہ سے باہر سے دروازہ لگا کر الگ کر دی گئی ہیں تاکہ پورے قبرستان کا طواف کرنا نہ پڑے۔ اُمہ حبیبہ کی خدمت میں اس سے پہلے بھی دُعا اور فاتحہ خوانی عقیدت سے کر چکا ہوں ام المومنین حضرت اُمہ سلمٰیؓ اور مشہور صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری کا احوال برکت اور ایمان کی تازگی اور ان کے پاکیزہ زندگی کے ادوار میں سے نصیحت آمیز حقیقتوں کا شام کے سفر کے چاہنے والے شائقین قارئینکے لیئے یہاں مختصراً احوال درج کرنے کی کوشش کی ہے۔

ام المومنین حضرت اُمہ سلمیٰ:۔

حضور پاک ﷺ کی تمام ازواج مطہرات یعنی کہ ام المومنین کے برابر اور پاک زندگی کے مذہبی حکایتوں اور تاریخی حوالہ سے ہی نہیں بلکہ کئی ایک رہنمائی سچائی اور نصیحتوں سے تاریخی کتابیں بھری پڑی ہیں آج کے جدید سائنسی دور میں جہاں رات دن عورتوں کے حقوق اور خواتین کی آزادی کے لیئے پوری دنیا مین چیخ و پکار مچائی جارہی ہے ایسے وقتوں میں امت کی ماؤں کی زندگی کے نقش قدم پر چل کرہی اُن کی زندگی کے طور طریقہ اپنا کر اور اُن کے حالات زندگی کے احوال مسلمان اُمت کو صحیح رہنمائی اور مکمل تعلیم حیات گزارنے کی ہدایت دی گئی ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر ایک ام المومنین کی مبارک حیات کی کھلی کتاب کی طرح ہمیں اور خواتین کے حقوق نسواں کی مکمل تفصیل اور معلومات دی گئی ہیں۔

ام المومنین حضرت امہ سلمیٰؓ جن کا نام ہندہ ہے۔اور آپ کی کنیت ''امہ سلمیٰ ہے اور اسلامی تاریخ میں اسی نام سے مشہور ہوئیں۔ان کے والد کا نام ابوامیہ بن مغیرہ تھا اور والدہ کا نام عتیقہ بنت عامر ہے کئی ایک نے حضرت ام سلمیٰ کا نام ترملہ ہونے کی بھی تصدیق کا اظہار کیا ہے۔

ان کے والد ماجد ''زادالررکاب'' کے لقب سے ساری عرب دنیا میں مشہور ومعروف تھے سخاوت اور فیاضی کے معاملاتمیں ان کا بہت اعلیٰ مقام اور شہرت تھی وہ جب بھی کسی سفر کے لیئے نکلتے تو تمام قافلہ کے زادِراہ'' (کھانے پینے کا) مکمل انتظام وہ خود اپنے طور سے کرتے تھے۔

پہلے حضرت اُمہ سلمیٰ کا نکاح ان کے چچازاد بھائی ابوسلمیٰ بن عبدالصمد کے ساتھ ہوا تھا جو اُن کے سگے چچا کے بیٹے تھے۔یہ دونوں میاں بیوی کو ''قدیم السلام'' اسلام کے شروع کے دور کے ابتدائی دور کے اسلام قبول کرنے والے کہہ سکتیں ہیں۔جب کے لوگ فیصلہ کرنے میں ہچکچاہٹ میں مشغول تھے نبوت کے ابتدائی دنوں میں حق اور اسلام قبول کرنے کی فضیلت اور خوش بختی حاصل کرنے والوں میں یہ بھی شامل ہیں اسلام قبول کرنے میں جس طرح یہ میاں بیوی ساتھ تھے اسی طرح سے ہجرت کرتے وقت بھی یہ دونوں میاں بیوی ساتھ ساتھ رہے تھے۔پہلے وہ حبشہ گئے اور پھر دونوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کری۔مدینہ منورہ کی ہجرت میں امہِ سلمیٰؓ کو تکلیف آمیز اور دردناک واقعہ کا سامنا کرنا پڑا وہ کتابوں میں ان کے از خود لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ام سلمیٰ فرماتی ہیں کہ:۔

جب مدینہ جانے کا ارادہ کرلیا تو اُس وقت ان کے پاس صرف ایک اونٹ تھا یعنی کہ (حضرت ابوسلمیٰ

کے پاس) اس اُونٹ پر مجھے اور میرے بیٹے کو سوار کر کے آپ خود اُونٹ کی نکیل ہاتھ میں لے کر ابوُ سلمیٰ چل پڑے۔ بنوں مغیرہ جو میرے ماں باپ کے قبیلہ کے لوگ تھے انہوں نے ہمیں جاتے ہوئے دیکھ لیا اور ابو سلمیٰ سے جھگڑنے لگے کہ ہم اپنی لڑکی کو ایسی تشویشناک حالت میں نہیں جانے دینگے۔

ابو سلمیٰ کے ہاتھوں سے اُونٹ کی نکیل چھین لی اور اونٹ کو اپنے ساتھ لے کر چلنے لگے۔ اتنے میں بنوں عبد الصمد (میرے سسرالی) قبیلہ کے لوگ آ پہنچے اور میرے بیٹے سلمیٰ پر قابض ہو گئے اور بنوں مغیرا سے کہا کہ اگر تم لوگ تمہاری بیٹی کو اس کے شوہر کے ساتھ جانے نہیں دو گے تو پھر ہم ہمارے بچے کو تمہاری لڑکی کے پاس ہرگز ملنے نہیں دینگے اب یہ میرے شوہر اور میرے بیٹے ہم تینوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ صدمہ کی وجہ سے میری حالت کافی خراب تھی۔ جیسے کہ ہجرت کا حکم ہو گیا تھا۔ اس لئے ابو سلمیٰ تو مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ میں روزانہ صبح سویرے گھر سے نکل کر ایک ٹیلہ پر (ریگستان کا ٹیلہ) پر بیٹھ کر شام تک روتی رہتی تھی اسی حالت زار میں تقریباً ایک سال گزر گیا ایک دن مغرا قبیلہ کے لوگوں کو جمع کر کے اُن سے کہا:

"آپ لوگ مسکین کو کیوں چھوڑ نہیں دیتے جسے تم نے اس کے بیٹے اور شوہر سے الگ کر دی ہے۔" اس نے ایسی رقت آمیز اثر انگیز لہجہ میں بیان کیا کہ میرے ماں باپ (والدین) کے قبیلہ کے لوگوں کو مجھ پر رحم آ گیا اور انہوں نے اجازت دے دی کہ تم اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہو یہ اعلان سن کر بنوں عبد الصمد نے بھی میرے بچے کو میرے پاس پہنچا دیا اب میں نے فوراً اُونٹ پر قبضہ کیا اور بچے سلمیٰ کو گود میں لے کر اُونٹ پر سوار ہو گئی میں مکمل اکیلی تھی۔ اور اسی حالت میں "نیگم" نامی جگہ پر پہنچ گئی۔ وہاں عثمان بن طلحہ ابن علی طلحہ ملے انہوں نے میرا ارادہ سفر معلوم کر کے مجھ سے پوچھا۔

کیا تمہارے ساتھ کوئی ہمسفر ہے میں نے جواب دیا۔ "نہیں میں ہوں اور یہ میرا بیٹا۔" انہوں نے میرے اونٹ کی نکیل تھام لی اور اپنے ہاتھوں سے نکیل کھینچتے ہوئے آگے آگے پیدل چلنے لگے۔ اللہ جانتا ہے کہ مجھے طلحہؓ سے زیادہ شریف آدمی دوسرا عرب میں نہیں ملا ہے۔ جب منزل آئی تو اُس مقام پر ٹھہرنا پڑتا تو وہ کوئی درخت کے تنے کی اوٹ میں ہو جاتے اور جب سفر کے آغاز کا وقت ہو جاتا تو اُونٹ کو تیار کر کیلے آتے اور جب میں آرام سے سوار ہو جاتی تو وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے پا پیدل پیادہ چلنے لگتے پورے سفر کے دوران یہی مناسبت رہی مدینہ پہنچ کر بنی عمر عوف کے آبادی والے (رقبہ علاقہ) سے گزر رہا تو عثمان ابنِ طلحہؓ نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تمہارے شوہر اس گاؤں میں ہیں۔ ابو سلمیٰ یہاں مقام کیئے ہوئے تھے میں نے اللہ پر بھروسہ کر کے اس محلّہ میں داخل ہوئی اور اللہ اللہ کر کے ان سے ملاقات ہو گئی عثمان بن ابنِ طلحہؓ مجھے ابو سلمیٰ کا پتہ دے کر وہ واپس چلے گئے۔

اس مصیبت کے وقت میں جب کہ مسلمان چاروں طرف تکلیف زدہ تھے۔ حضرت امہِ سلمیٰ کی یہ بھی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ مکمل ایک پردہ نشین خاتون تھی جسے مکہّ سے مدینہ تک ہجرت کرنے کی خوش

نصیبی اور فضیلت حاصل تھیں ۔ ابھی تو ہجرت کی تکلیفیں تازی تھیں کہ حضرت ابو سلمیٰ کو غزوہ احد میں شریک ہونا پڑا جنگ کے میدان میں ان کے ہی ہم نامی ابو سلمیٰ ہاشمی کے تیر سے ان کا ہاتھ اور بازوں زخمی ہو گئے تھے مسلسل ایک مہینہ تک علاج کے بعد افاقہ ہوا اس کے بعد دو سال گیارہ ماہ بعد حضور پاک ﷺ کے حکم سے ''کتن'' گئے جہاں انہوں نے 29 رات دن گزارے ہجری سن 4 میں صفر کی آٹھ تاریخ کو مدینہ منورہ واپسی آ گئے اب ہاتھ کا زخم پھر سے کھل گیا اور اسی سال جمادی الآخر کی نویں تاریخ کو عزت مآب صحابی کی وفات ہو گئی حضور اکرم ﷺ نے جنازہ کی نماز بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھائی اور اس میں آپ نے نو تکبیر یں پڑھیں لوگوں نے پوچھا۔

''یا رسول اللہ ﷺ آپ کا سہو تو نہیں ہوا تھا؟''

آپ نے فرمایا! یہ ہزار تکبیروں کا حقدار تھا۔''

حضور پاک ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کی آنکھیں بند کی ۔ اور مغفرت کی دعا مانگی 4ء ہجری کے شوال مہینہ کی آخری تاریخوں میں آپ کا نکاح اللہ کے پیارے رسول فخر دو جہاں کے ساتھ ہوا۔

ان کی حیا تپاک میں تو ایک انتہائی انوکھا واقعہ بھی تاریخ میں رقم طراز ہے۔ ایک دفعہ امہ سلمیٰ نے اپنے شوہر ابو سلمیٰ سے کہا کہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو کسی عورت کا شوہر جنت نصیب ہو جائے اور عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُس عورت کو بھی شوہر کے ساتھ جنت میں جگہ دینگے ۔ اور ایسا ہی مرد حضرات کے لئے بھی ہے تو آؤ ہم دونوں عہد کریں کہ نہ تم میرے رحلت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح کرو گے اور نہ میں تمہارے بعد نکاح کرونگی۔'' حضرت ابو سلمیٰ نے جواب دیا۔ ''کیا تم میری اطاعت کرو گی۔

امہ سلمیٰ نے کہا۔ ''آپ کی عنایت کے سوا مجھے دوسری کس شے میں خوشی ہو سکتی ہے۔'' ابو سلمیٰ نے کہا: ''اگر میں جب بھی مر جاؤں تو میرے بعد نکاح کر لینا۔'' بعد میں ابو سلمیٰ نے دعا مانگی۔

''یا اللہ! میرے بعد امہ سلمیٰ کو میرے سے بہتر جانشین عطا فرمانا۔'' حضرت امہ سلمیٰ فرماتیں ہیں کہ جب ابو سلمیٰ کا انتقال ہو گیا تو میں اپنے دل میں یہ کہتی تھی کہ ابو سلمیٰ سے بہتر کون ہو گا اس کے تھوڑے دنوں کے بعد حضور پاک ﷺ کے ساتھ میرا نکاح ہو گیا۔'' مندرجہ بالا تذکرہ سے میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں اسلام کی سچی تعلیم کا کتنا گہرا اثر تھا اور یہ ایسے دور کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

حسد رشک جلس ان سب کے درمیان ایک عجیب فرق نمایاں ہے۔ ''رشک'' فطرت کا ایک تقاضا ہے۔ اور یہ کوئی برائی والی بات نہیں ہے اگر حسد جلس تک کی نہیں ہے تو حضور پاک ﷺ کے نکاح میں حضرت اُمہ سلمیٰ آئیں تو اُن کے حسن اور خوبصورتی کا حال سُن کر اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو رشک ہوا اور اُنہیں دیکھنے کے لئے آئیں امہ سلمیٰ کو دیکھ کر سوچا کہ جتنا کہا جاتا رہا اور سنا گیا اس سے کہیں زیادہ حضرت امہِ سلمیٰ حُسنُ جمال کا پیکر ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حضور پاک ﷺ نے حضرت اُمہِ سلمیٰ کو پہلے سے یہی پیشنگوئی فرمادی تھی جس وقت حضرت امام حسین شامی فوجوں کے نرغے میں جوانمردی اور اپنی ہوشیاری سے اپنی زندگی کے آخری لمحات اور آخری سانسوں تک مقابلہ کرتے رہے تھے ٹھیک اُسی وقت حضرت اُمہ سلمیٰ نے خواب میں دیکھا کہ:

رسول پاک ﷺ تشریف لائے ہیں اور وہ کافی پریشان تھے سر اور داڑھی کے بال مبارک گرد و دھول آلودہ تھے آپ امہ سلمیٰ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا حال ہے! فرمایا ''حسین کے مقتل سے واپس آرہا ہوں۔'' آنکھ کھلی تو حضرت امہ سلمیٰ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اسی حالت میں منہ سے الفاظ نکل گئے ''عراقیو حسین کو قتل کرنے والوں کو۔ خدا قتل کریں حسین کو تنگ کرنے والے لوگوں پر خدا لعنت کرے۔''

ام المومنین حضرت امہ سلمیٰ کی مکمل زندگی ''زوھد'' کی تھی دنیاوی مال دولت کی طرف بہت کم رغبت رکھتیں۔ ہر مہینہ پیر جمعرات اور جمعہ کے دنوں میں یہ تین دن روزہ رکھتیں تھیں حضرت امہ سلمیٰ بہت سخی اور رحمدل تھیں اور دوسروں کو بھی سخاوت کرنے کی ترغیب اور نصیحت دیتی رہتیں تھی ایک مرتبہ کئی ایک فقیر ان کے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے اور سوال کرنے لگے گھر میں کسی نے اُنہیں منع کر دیا۔

''کچھ دیکر ان کو رخصت کردو اگر کچھ نہ ہو تو ایک چھوہارہ (خشک کھجور) ان کے ہاتھ پر رکھ دو'' ام المومنین میں قناعت اور قصاص کے حوالے سے امِ المومنین حضرت عائشہ کے بعد ان کا مرتبہ تھا حدیث پاک ﷺ کی کتابوں میں حضرت امہ سلمیٰ سے روایات کی ہوئی حدیثوں کی تعداد 378ء ہے آپ کی رحلت شریف کے سالوں میں مختلف آرا شوال 59ء میں آپ نے یہ جہاں فانی سے پردہ فرما گئیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے آپ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔ ایسا بھی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ام سلمیٰ کی وفات حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد 61ء ہجری میں ہوئی تھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ 63ء ہجری میں آپ کی وفات ہوئی جس سال'' حرا کا واقعہ ہوا تھا یعنی کہ حضرت ابن زبیر کے معاہدہ کے لئیے شامی فوجیوں نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کردی تھی وفات کے وقت اُم سلمیٰ کی عمر مبارک شریف 84ء سال کی تھی ام المومنین حضرت امہ سلمیٰؓ دوسرے کو راحت اور آرام دینے کا بھی کافی خیال رکھتیں تھیں محبت کے تقاضے سے حضور پاک ﷺ کے ''موئے مبارک'' تبرک اور عقیدت کے طور پر اپنے پاس محفوظ اور حفاظت سے رکھتیں تھیں بخاری شریف میں لکھا ہوا ہے کہ ان کے پاس چاندی کا ایک ''جل جلہ'' تھا جس میں موئے مبارک ﷺ شریف رکھے ہوئے تھے اصحاب کرام میں سے کسی کو کوئی

تکلیف یا بیماری غم وغیرہ ہوجاتا تو ایک پیالہ میں پانی بھر کر ام المومنین کے پاس لے کر آتے آپ موئے مبارک ﷺ نکال کر پانی میں پھیر دیتیں اور اس کی برکت سے اصحاب کی تکلیف ختم ہوجاتی تھی۔

بارگاہ رسالت میں عقیدت اور محبت کے ساتھ سلام کا نذرانہ پیش کیئے گئے ایک دن حضور پاک ﷺ صحابہ کرام کے درمیان رونق افروز تھے۔قد آدم جسامت والا ایک شخص رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت عقیدت سے سلام کیا۔سرور دو عالم ﷺ کے مبارک چہرہ پر خوشی چھا گئی اور پاک ﷺ کیذ ہن سے یوں جملے رواں ہوگئے۔

"آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایا نہیں کیا اور زمین نے کسی ایسے شخص کو کندھے پر نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچائی والی زبان رکھتا ہو"

یہ ساری کائنات کے تمام زرات نے گواہی دی کہ بیشک سید المسلمین نے صحیح فرمایا تھا حضرت ابوزر غفاریؓ نے وہ وقت پر اسلام کی صداقت کی گواہی دی جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علی مرتضیٰؑ اور زید بن حارث کے علاوہ کسی نے بھی کلمہ پاک ﷺ پڑھا نہیں تھا۔اور پھر تمام عمر ابوزر کی زبان سے کسی نے بھی حق کے علاوہ کوئی اور بات نہیں سنی یہاں تک کہ ان کی "حق گوئی" نے زمین اور آسمان پر ہلچل مچادی۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کا نام مختلف روایتوں کے مطابق "بریر" یا جُندب" تھا آپ کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنو غفار کے ساتھ تھا یہ قبیلہ کنانہ بن خذیما" کی نسل سے تھا اور وہ پندرویں پشت سے حضور پاک ﷺ کے "جداعلیٰ تھے غفار بن میبل حضرت ابوذر کی ساتویں پشت میں ایک اعلیٰ مرتبہ اور مشہور شخص تھے جس کی وجہ سے یکنانی نسل کے عربوں کا یہ قبیلہ غفاری کہلایا۔

بنوغفار کا اصل رہائشی علاقہ مدینہ منورہ سے 80 میل کی دوری پر "بدر" کے نزدیک اطراف میں تھا اس کے نزدیک ہی وہ شاہراہ تھی جس کی معرفت عربوں کے قافلے مکہ مکرمہ سے گزر کر شام جاتے تھے۔بنو غفاری کے قبیلہ کے بہت سے لوگ مسلمان تھے بعد میں کچھ ایسا خراب وقت اُن پر آیا اور بدحال قحط ذدہ لوگوں کو گمراہ کردیا اور وہ گمراہ لوگ صرف مکہ بلکہ سریا (شام) کے درمیان آنے والے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے بلکہ مزید برآن آس پڑوس کے قبیلوں کو بھی لوٹ مار کا شکار بنالیتے تھے۔ایسے حالات میں حضرت ابوذر غفاری نے ہوش سنبھالا اور آنکھیں کھولیں قبیلے کے لوگوں کی نئی نئی لوٹ مار اور وارداتیں کرتے اور مال میں شریک ہوگئے۔مگر قدرت کو تو ان سے کچھ اور ہی کام لینے کا منظور تھا۔معلوم نہیں کیا ہوا کہ اچانک ان کی زندگی میں ایک عجیب انقلاب آگیا اور ان کی طبیعت لوٹ مار اور رہزنی سے اکتا گئی اور ساتھ ہی ان قبیلہ کے دیوتاؤں اور مورتیوں سے بھی بیزار ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو توحید اور حق کی راہ کی سمجھ بوجھ عطا کردی۔اور وہ شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی میں مشغول رہنے لگے اللہ تعالیٰ جس طرف جھکادیتے اسی طرف منہ کر کے عبادت کر لیتے تھے۔

ویسے حضرت ابوذر نے فرمایا ہے کہ:"میں نماز شب کے لئے کھڑا ہو جاتا اور کھڑا ہی رہتا جب تک "صبح صادِق" ہو جاتی پھر اُسوقت میں اپنے آپ کو زمین پر گرالیتا اس طرح سے جیسے کہ زمین پر کوئی کپڑا ہوتا ہے جب میرے اوپر دھوپ آنے لگتی تو اُس وقت میں اُٹھ بیٹھتا تھا۔"

غفار قبیلہ کے لوگ ان کے دہن اور زبان سے نکلتے الفاظ "لا الہ اللہ ہو" کا ورد سنتے تو وہ لوگ حیران ہو جاتے تھے کہ یہ کونسے "جنون" پاگل پن کا شکار ہو گئے ہیں۔ اُس وقت مکہ مکرمہ میں نبوت کا سورج طلوع ہو گیا تھا اور توحید حق کی دعوت کی ابتداء شروع ہو گئی تھی"

ایک دن غفاری قبیلہ کا ایک شخص مکہ مکرمہ گیا تھا وہاں اُس کے کان میں دعوت حق کی گونج سنائی دی ۔واپس قبیلہ میں آکر وہ شخص حضرت ابوذر سے ملاقات کی اور کہا:

"ابوذر! مکہ مکرمہ میں بھی ایک شخص "لا اللہ الہ اللہ" کہتا ہے اور لوگوں کو مورتی کی پوجا کرنے کو منع فرمایا ہے" حضرت ابوذر نے اپنے بھائی اُنیس سے کہا:۔

دیکھو مکہ مکرمہ میں جا کر معلومات کروان سے بات چیت کرو اور مکمل تفشیش اور معلومات لے کر آؤ۔"

حضرت ابوذر کے بھائی اُنیس ایک مشہور شاعر تھے ابوذر کا حکم ، ملتے ہی وہ فوراً مکہ جانے کے لیئے روانہ ہو گئے مکہ مکرمہ میں پہنچ کر انہوں نے اللہ کے سچے رسول کے ارشادات سنے اور کافی محظوظ ہوئے واپس آکر انہوں نے نے ابوذر کو معلوماتی احوال دیتے ہوئے کہا۔

"وہ بہت اچھے شخص ہیں اور نیکی اور بھلائی کی نصیحت دیتے ہیں برائیوں سے لوگوں کو روکتے ہیں اور ایسے ارشادات مثالیں۔نصیحتیں سناتے ہیں جو شاعری سے مناسبت نہیں رکھتی ہیں۔

لوگ ان کو شاعر کاہن۔اور جادوگر کہتے ہیں مگر وہ تو صرف بھلائی کی طرف بلاتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں حضرت ابوذر نے فرمایا:

"آپ نامکمل معلومات لائے ہو مجھے اطمینان نہیں ہوا ہے اب میں خود ذاتی طور پر معلومات کرونگا"

اتنا کہہ کر زادِراہ کا کچھ سامان تیار کیا اور ایک خستہ سی مشک اُٹھائی اور مکہ کی راہ پر چل پڑے مکہ مکرمہ پہنچ کر انہوں نے کعبہ شریف حرم جا کر حضور پاک ﷺ کی تلاش کرنے لگے مگر مشکل بات یہ تھی وہ رسول پاک ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے۔اور اپنے آپ کو مکہ کا راز کھل نہ جائے ایسے خوف کی وجہ سے وہ کسی سے معلومات کرنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے تھے رات کا اندھیرا چھا گیا تو آپ حرم شریف میں لمبی تان کر سو گئے اسی طرح کئی شب و روز گزر گئے دن کو وہ تلاش کرتے اور شب کو وہ حرم شریف میں سو جاتے۔ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پاس گئے اور یوں گویا ہوئے:

"کوئی مسافر معلوم ہوتے ہو" "جی ہاں مسافر ہوں! حضرت ابوذر نے جواب دیا۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا: ''بھائی! میں آپ کو کئی دنوں سے یہاں دیکھ رہا ہوں اور جیسے کہ آپ کو کسی چیز کی تلاش ہو۔''

حضرت ابوذر نے جواب دیا۔

''اگر آپ وعدہ کرو کہ آپ مجھے میری منزل مقصود تک پہنچا دو گے اور ایسا منہ بند رکھو گے۔ کسی سے نہیں کہو گے تو میں آپ کو کہہ دونگا۔ حضرت علی نے یہ بات خفیہ رکھنے کا وعدہ کرنے کے بعد حضرت ابوذر کہنے لگے۔

''میں نے سنا ہے کہ مکہ شہر میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا مگر وہ مکمل معلومات نہیں لاسکا جس کی وجہ سے میں خود ہی یہاں آ گیا ہوں۔''

اچھا ہوا تم آ گئے اور مجھ سے ہی ملے تم نے سنی وہ بات بالکل صحیح ہے اور وہ بیشک اللہ کے سچے رسول ہیں۔''

یہ جواب سن کر حضرت ابوذر کا دل بھر آیا برسوں کی امیدیں اور مرادیں پوری ہوتی نظر آئیں آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے رندھی ہوئی آواز میں حضرت علی سے گزارش کی۔ ''اللہ کے واسطے! مجھے وہ ذات اقدس تک پہنچا دو۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی پہلے دن کچھ پوچھے بغیر حضرت ابوذر غفاری کو اپنے گھر لے گئے۔ رات گزارنے کے بعد حضرت ابوذر غفاری واپس کعبہ میں پہنچ گئے دوسرے دن حضرت علیؓ اُن کو مہمان کے طور پر اپنے گھر لے گئے صبح پھر وہ کعبہ میں پہنچ گئے۔ اب حضرت علیؓ نے ان کو کعبہ میں ٹھہرنے کا مقصد اور وجہ معلومات کی تو حضرت ابوذر نے خفیہ اور راز داری کا وعدہ لے کر حضرت علی کو اپنے یہاں آنے کا مقصد اور حقیقت بیان کی اور کہا میں حق گوئی کی تلاش میں یہاں حرم شریف میں ٹھہرا ہوا ہوں''

حضرت علی نے فرمایا:

''صبح جب میں کعبہ شریف میں سے نکلوں تو تم میرے پیچھے چلتے رہنا راستہ میں تمہارے متعلق کسی قسم کا خطرہ ہوگا تو میں ٹھہر جاؤں گا اور تم بھی ادھر اُدھر ہو جانا اور اگر ایسا کوئی خطرہ نہیں ہوگا تو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے میں اپنا سفر جاری رکھونگا تمہیں بھی میرے پیچھے چلتے رہنا ہوگا اور پھر میں جس گھر میں داخل ہو جاؤں تو تم بھی کسی رکاوٹ کے بغیر گھر میں داخل ہو جانا۔'' صبح ابوذر نے اسی طرح سے ہدایت کے مطابق کیا حضرت علیؓ کی پیروی کرتے ہوئے چل پڑے۔ حضرت علیؓ ان کو لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے حضور پاک ﷺ کا نبوت کے جلال اور نور سے منور چہرہ دیکھ کر حضرت ابوذر کے دل نے گواہی دے دی کہ حقیقی یہ اللہ کے سچے رسول ہیں انہوں نے بیتابی اور اضطرابی کیفیت میں حضور ﷺ سے عرض کری۔

''یا رسول اللہ! مجھے دعوت اسلامی کی تفصیل سے آگاہی دو!''

حضور پاک ﷺ نے اپنے بلیغ انداز سے حضرت ابوذر کے سامنے اسلام کی حقانیت پیش کریں کہ ان کا دل ایمان کے جوش سے چھلک گیا خود حضرت ابوذر کا اپنا بیان ہے کہ رسول اللہ کے "کلمات طیبات" میرے دلکی گہرائیوں میں اتر گئے اور دین حق کی طرف ایسی خوشنمائی اور رغبت پیدا ہوئی کہ میں نے اُسی وقت کلمہ حق پڑھ لیا۔

اب حضور پاک ﷺ نے دریافت فرمایا۔

"غفاری بھائی! اتنے دنوں سے تمہارے کھانے پینے کا کیا بندوبست (انتظام) ہوا؟"

حضرت ابوذر غفاری نے عرض کری: "یارسول اللہ! کھانے کے لیئے تو کچھ نہیں زم زم کے کنویں کا پانی پی کر پیٹ بھر لیتا تھا۔" اُس وقت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق بھی بارگاہ نبوی میں حاضر تھے انہوں نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں حضرت ابوذر کو کچھ کھلاؤں؟"

حضور پاک ﷺ نے فرمایا: ضرور" حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت ابوذر غفاری کو اپنے ساتھ لے گئے اور طائف کے خشک انگور حضرت ابوذر کے آگے پیش کیئے یہ پہلی ٹھوس خوراک تھی جو مکہ میں پہنچنے کے بعد اتنے دنوں میں یہ حضرت ابوذر کو نصیب ہوئی۔ حضرت ابوذر کے قبول اسلام کے بعد حضور پاک ﷺ نے ان سے فرمایا:

"ابوذر! اب تم اپنے قبیلہ میں واپس جاؤ اور اپنے لوگوں کو توحید کی دعوت دو جب حق کی دعوت مکمل طور پر عام ہو جانے کی اطلاع ملے تو پھر واپس آ جانا۔ موجودہ حال میں تو آپ بھی مکّہ میں اسلام کو خفیہ رکھو۔"

حضرت ابوذر غفاری کا دل توحید کے جوش اور ولولہ سے لبالب چھلک رہا تھا تو انہوں نے عرض کری: یارسولاللہ مجھے آپ اجازت دو کہ میں مکّہ میں میرے اسلام قبول کرنے کی خبر کو عام شہرت کر کے جاؤں۔" حضور پاک ﷺ ان کا جذبہ اور ولولہ دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ حضرت ابوذر جوش اور جذبہ سے کہا۔ "قریش کے ٹولہ میں جا کر کلمہ شہادت کی پکار دونگا وہاں تک میں مکہ سے جانے والا نہیں" حضرت ابوذر غفاری حرم میں پہنچ گئے وہاں کے لوگ بیٹھے تھے اُن کے سامنے پہنچ کر بلند آواز سے پکار کر۔ "اشھدُ ان لا اللہ الہ ھو واشھدُ ان محمد" رسول اللہ"۔ یہ سنتے ہی قریش قبیلے کے لوگوں کو طیش آ گیا۔ اور چیخ اُٹھے: "خبر دار! بھاگنے نہ پائے۔ مارو یہ بے دین کو!"

لوگ چاروں اطراف سے ان کے اوپر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر زمین پر پٹک دیئے۔ اتنے میں حضور پاک ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ وہاں آن پہنچے اور آپ کے اوپر لیٹ گئے اور چیخ کر بولے۔

"کمبختوں! تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ غفاری قبیلہ کا شخص ہے! (شام) سریا جانے والے تمہارے قافلے ان ہی کی بستی میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر اس کے قبیلہ کے لوگوں کو معلوم ہو گیا تو تمہاری اینٹ سے

اینٹ بجادینگے سریا کے سفر پر جانے والا تمہارا ایک بھی قافلہ سلامت نہیں رہیگا۔"

حضرت عباس نے ان کو بچالیا دوسرے دن بھی حضرت ابوذر نے کعبہ میں پہنچ کر بلند آواز میں مشہور اعلان کیا: "صرف ایک اللہ کے سوا کوئی پرستش اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور محمد ﷺ اللہ کے حقیقی اور سچے رسول ہیں" اور یہ الفاظ نکلتے ہی مشرک چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کے لہولہان کر دیا۔ اتفاق سے حضرت عباس پھر یہاں پر آموجود ہوئے اور مشرکوں کے حملے اور ظلم کے پنجے سے اُن کو آزاد کرایا۔

حضرت عباسؓ کی بات مشرکوں کی سمجھ میں آگئی کہ اگر غفاری قبیلہ کے اس شخص کو زخمی کیا گیا یا یہ مر گیا تو سریا کے سفر پر جانے والے یا آنے والے قافلے سلامت نہیں رہینگے خیر سے حضرت ابوذر غفاری اپنے قبیلے میں ٹھیک ٹھاک پہنچ گئے اور حضور پاک ﷺ کے ارشاد کے مطابق اپنے قبیلہ کو اسلام اور دین حق کی دعوت دی۔ نصف قبیلہ کے لوگ اُسی وقت مسلمان ہو گئے حضرت ابوذرؓ کی والدہ رَملہ بنتِ ربعیہ اور اُنیس بھی مسلمان ہو گئے اور جب حضور پاک ﷺ مدینہ شریف لائے تو بقیہ قبیلے کے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ہو گئے۔

حضور پاک ﷺ حضرت ابوذر غفاریؓ پر اتنی شفقت فرماتے تھے کہ مرضالموت میں بھی ان کو بلالیا تھا حضرت ابوذر کاشانہ نبوی میں پہنچے تو عقیدت کے پیش نظر حضور پاک ﷺ پر جھکے حضور ﷺ نے ان کے ہاتھ کو اپنے مبارک جسم سے چمٹالیا حضرت ابوذر پر بیخودی چھا گئی" جب سرکار دو عالم نے فانی دنیا سے پردہ فرمایا تو حضرت ابوذر کا دل دنیا سے اُجڑ گیا مدینہ منورہ سے کوچ کر گئے اور سریا کی سرزمین پر ہمیشہ کے لیئے سکونت اختیار کر لی۔ ان کی زندگی صرف، زوہد اور تقویٰ کا عجب انمول نمونہ اور مثال تھی جو کچھ ملتا وہ اللہ کی راہ میں لُٹا دیتے صرف ایک چادر جسم پر اوڑھتے تھے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ اعظم کے خلافت کے دور کے بعد جب سادگی والے لباس کے مقابلہ پر پر تکلف لباس اختیار کر لیا گیا مال غنیمت کے ڈھیر اور انبار اور خزانوں کی بنیاد رکھی گئی معمولی مکانوں کی جگہ محلات کی تعمیرات ہونے لگی تو یہ دیکھ کر ابوذر پریشان ہو جاتے تھے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے تھے۔ "جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تھے اس سے بہت سے لوگوں کو اختلاف تھا۔ وہ فرماتے تھے بھولو نہیں! آدمی کو موت آجانے کے بعد صرف تین چیزیں کام آئینگی (1) نیک اولاد جوان کے لیئے مغفرت کی دعا مانگے (2) صدقہ جاریہ اور (3) علم جس سے لوگوں کو فائدہ اور فیض حاصل ہو۔"

ایک روز حضرت امیر معاویہؓ اپنے محل کی تعمیر کرا رہے تھے اچانک حضرت ابوذر اس طرف سے گزرے (یہ بات دمشق سریا کی ہے۔) محل کے ٹھاٹ باٹ اور عالیشان عمارت کو دیکھ کر امیر معاویہؓ سے فرمایا۔ "اگر یہ محل کی تعمیرات اللہ کے مال میں سے ہو رہی ہے تو یہ "خیانت" ہے۔ اور اگر اس تعمیرات پر

تمہاری اپنا ذاتی دولت خرچ کر رہے ہو تو یہ اسراف ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قبرص پر فوج کشی اور چڑھائی کرنے کے لیئے لشکر روانہ کیا تو اسلامی مجاہدوں کے اس لشکر میں حضرت ابوذر بھی شامل تھے سریا واپسی آنے کے بعد تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کافی رقم ابوذرؓ کی خدمت میں بھیجی تو انہوں نے کچھ ہی گنتی کے گھنٹوں میں تمام رقم حاجت مندوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی دوسرے دن امیر معاویہؓ نے ان کا امتحان لینے کے لئے ایک قاصد کو ان کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ کل جو رقم بھول سے آپ کو بھیجی گئی تھی کہ آپ تو ایک رات کے لئے بھی دولت جمع رکھنے کو حرام سمجھتے ہو تو پھر یہ رقم اپنے پاس کیوں رکھتے ہیں۔

قاصد جب حضرت ابوذر کی خدمت میں حاضر ہوا اور رقم واپس دینے کا تقاضا کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ''وہ رقم تو میں نے صبح طلوع ہونے سے پہلے ہی یعنی کہ رات گزرنے سے پہلے ہی ضرورت اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دی تھی۔'' قاصد جب امیر معاویہؓ کے پاس پہنچا اور اُس نے حضرت ابوذرؓ کا جواب گوش گزار کر دیا تو خود بخود ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل آئے: ''حضرت ابوذر بہت سچے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔'' حضرت ابوذر دنیا کے ہنگاموں میں سے دور الگ تھلگ دمشق کے دیہی علاقہ میں صبر اور شکر و سکون سے زندگی کے دن گزارتے رہے ہجری 31ھ یا 32ھ میں حج کرنے کے لئے ''ربضا'' (دیہی علاقہ کا نام) گاؤں کے تمام لوگ حج کی ادائیگی کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ مرض الموت میں گرفتار ہو گئے اُس وقت ان کے پاس ان کی بیوی اور ایک بیٹی موجود تھیں۔ دونوں رونے لگیں حضرت ابوذر غفاری نے پوچھا: کس لئے روتی ہو۔'' (زوجہ) بیوی نے جواب دیا'' آپ ایک ویران اور بیابان جگہ میں آخری سانس لے رہیں ہو میرے ہاتھوں میں اتنی قوت نہیں ہے کہ میں آپ کی آخری آرام گاہ قبر تیار کر سکوں اس کے علاوہ کفن کے لئے کپڑا ابھی نہیں ہے۔'' حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: ''سنو! ایک روز ہم اور دوسرے کئیلوگ حضور پاک اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے میں سے ایک شخص ریگستان میں موت کو گلے لگائے گا۔ اس کے جنازہ میں مسلمانوں کی ایک پوری جماعت باہر سے آکر شریک ہوگی۔ اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ تمام شہری آبادیوں میں انتقال فرما چکے ہیں اب صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں ہی رسول پاک ﷺ کی پیشنگوئی کا حقدار بنوں گا۔ تم باہر جا کر دیکھو حضور ﷺ کا ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آ رہی ہوگی۔''

نزدیک ہی ایک ٹیلہ تھا حضرت ابوذرؓ کی زوجہ اس ٹیلہ پر چڑھ کر انتظار کرنے لگیں تھوڑی دیر کے بعد دور ہی سے مٹی کے مرغولہ اُڑتے ہوئے نظر آئے پھر اس میں سے کئی ایک سوار نکلے جب وہ نزدیک آئے تو

حضرت ابوذر کی زوجہ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

''بھائیو! نزدیک میں ہی ایک مسلمان آخرت کے سفر کی تیاری کر رہے ہیں تو اُن کے کفن دفن اور دفنانے میں میری مدد کرو؟'' قافلے والوں نے پوچھا:۔ ''شخص کون ہے؟'' جواب دیا! ''حضرت ابوذر غفاریؓ'' ''حضور پاک ﷺ سے صحابی رسول کا خطاب پانے والے مشہور صحابی کا اعلیٰ نام سن کر قافلے والے بیچین ہو گئے اور کہا'' ہمارے ماں باپ ان کے اوپر قربان ہوں'' یہ الفاظ پکارتے ہوئے ان کی طرف دوڑ پڑے۔ دوسری جانب حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا:۔ ''جان پدر! ایک بکری ذبح کر اور گوشت کی ہانڈی چولھے پر چڑھا دیں کئی ایک مہمان آنے والے ہیں۔ جو میری تدفین اور تکفین کرینگے جب وہ مجھے سپرد خاک کر چکیں تو ان سے کہنا کہ ابوذر غفاری نے تم کو اللہ کی قسم دی ہے کہ جب تک تم یہ گوشت نہ کھالو یہاں سے رخصت نہیں ہونا''

قافلہ والے جب حضرت ابوذر غفاری کے ڈیرے میں داخل ہوئے تو ان کے آخری سانس تھے اُکھڑتی ہوئی سانسوں کے درمیان دھیمی آواز میں فرمایا۔ ''آپ لوگوں کو مبارک قبول ہو کیونکہ تمہارے یہاں پہنچنے کی خبر سالوں پہلے ''ہادیِ برحق'' حضور پاک ﷺ نے دے دی تھی میں وصیت کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا شخص کفن نہ پہنائے جو سرکاری عہدیدار ہو یا کبھی سرکاری عہدہ پر رہ چکا ہو۔ قافلہ میں ایک انصاری نوجوان تھا اُس نے آگے بڑھ کر عرض کری! ''اے رسول اللہ کے محبوب! میرے پاس دو کپڑے ہیں جو میری ماں نے اپنے ہاتھوں سے بنے ہیں اگر اجازت ہو تو میں آپ کو کفن پہناؤں''۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے اجازت دینے کے لئے حامی بھرتے ہوئے سر کو ہلا کر اشارہ دیا اور بسم اللہ وللہ الا میت رسول اللہ'' کہہ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

قافلہ میں اتفاقاً! مشہور صحابی اور فقیہہ اُمت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی شامل تھے انہوں نے جنازے کی نماز پڑھائی اور پھر سب نے مل کر ''رضیت'' کے اُس آفتاب کو سپرد خاک کر دیا جب جانے لگے تو حضرت ابوذر غفاری کے اہل وعیال کو ساتھ لے لئے اور مکہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ کے حوالے کر دیئے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خلیفہ رسول اللہ حضرت عثمان غنیؓ حج سے واپس آتے وقت اُن کو ''ربضا'' سے مدینہ منورہ لے گئے حضور رحمت عالم ﷺ حضرت ابوذر غفاریؓ کے اوپر بیحد شفقت فرماتے تھے اور مجلس نبوی ﷺ میں وہ موجود ہوتے تو حضور پاک ﷺ سب سے پہلے ان کو ہی مخاطب فرماتے اور اگر موجود نہ ہوتے تو اُن کی تلاش ہوتی اور اُن کو مجلس میں لے آتے اور حضور پاک ﷺ ان کے ساتھ مصافحہ فرماتے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ فرمان نبوی ﷺ کا فائدہ حاصل کرتے رہے مگر انہوں نے روایت کی ہوئی حدیثوں کی تعداد صرف 281 کی ہے جس میں زیادہ تر توحید اور اخلاق پر بیان کی گئی ہیں۔ ان حدیثوں کو برکت اور ثواب کی خاطر یہاں پیشکی گئی ہیں رسول ﷺ نے فرمایا کہ! اے ابوذر! کسی بھی نیک کام کو چھوٹا اور معمولی سمجھ کر چھوڑنا نہیں

مثال کے طور پر یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ ''کشادہ پیشانی'' سے ملیں یعنی کہ خوش مزاجی سے ملیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! جب تم سالن پکاؤ تو شوربہ زیادہ پکاؤ اور جو پڑوسی تمہاری مدد کے لائق ہو اُس کے یہاں مناسب مقدار میں بھیجتے رہو'' مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ یشعری عراق کے گورنر تھے وہ حضرت ابوذر غفاری سے ملاقات کرنے گئے تو وہ ان کو اُخی (بھائی بھائی) کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور حضرت ابوذر غفاری فرماتے تھے کہ یہ عہدہ پانے کے بعد تم میرے بھائی نہیں رہے ہو۔ حضرت موسیٰ نے کہا کس لئے؟'' حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا، مجھے معلوم نہیں ہے کہ تم گورنر بننے کے بعد کیا کیا کام کیئے؟''' پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے کوئی بڑی علیشان عمارت تعمیر کروائی ہے۔

جانوروں کے خول تو جمع نہیں کیئے ہیں ان کے لئے اناج اور خوراک کا ذخیرہ اندوزی نہیں کی؟ حضرت ابوموسیٰ یشعری نے جب ان کے تمام سوالوں کے جواب انکاری میں دیئے تو فرمایا ''یہاں اب تم میرے بھائی (اخی) ہو۔'' سچ مچ حضرت ابوذر غفاریؓ ''بہشتی راہ'' کی طرح سے ہیں اللہ تعالیٰ یہ اعلیٰ مشہور صحابی کے مزار کی زیارت کرنے کی اور فاتحہ پڑھنے کا نصیب ہوا خیر سے بے شمار صحابہ تابعی بزرگوں اور تابعین مشہور معروف اولیاء کے مزار پر حاضری دے کر فاتحہ درود پڑھکر ایصال ثواب کیئے اور امت کے لیئے دعائیں مانگیں اور باہر آ گئے سریا میں اور خاص کر کے دمشق سمیت تمام شہروں میں ایک خاص بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں کی رسمی کرنسی سکہ (نظام زر رائج الوقت) ہے اس لئے کہ تقریباً زیارت گاہوں کی تمام جگہوں پر اپنے یہاں کھلی سوزوکیاں ہوتی ہیں ایسی سوزوکیوں میں کپڑے کے تھان ہی تھان لدے ہوئے ہوتے ہیں اور کھلے کپڑے کا انبار ڈھیر لگا ہوتا ہے ''سوزوکیوں میں کپڑے بینچ اور اسٹول نکال کر اس پر رنگ برنگی اور قسم قسم کے کپڑے لوگوں کو نظارہ کرانے کے لیئے بڑے سلیقہ اور ہوشیاری سے پھیلائے ہوتے ہیں اور زائیرین اور باہر سے آنے والے لوگ خرید کرتے ہیں شام ہوتے ہی تمام مال سمیٹ کر سوزوکی میں لاد کر فروخت کنندہ اپنے گھر سدھار جاتے ہیں یعنی کہ چلتی پھرتی اور مصروف دوکان، ہم باہر نکلے تو عصر کا وقت ہو گیا تھا اور کافی تھک گئے تھے نبیل ڈرائیور سے کہا فلیٹ پر لے چلو فلیٹ پر پہنچ کر آرام کیا۔ مغرب کی نماز پڑھی میری بیوی نے ٹماٹر اور آلو مرچ وغیرہ مختلف اقسام کی سبزیاں خریدیں تھیں مٹر لینا بھول گئے تھے چکن مصالحہ کے ٹین دو کھول کر پلاؤ بنانے کا پروگرام کیا تھا گرم مصالحہ نہیں تھا یہ اچانک اُن کو خیال آ گیا اور میں پان گھر میں ہی بناتا ہوں اس لئے پان اور مصالحہ جات کراچی سے ساتھ میں ہی لے گئے تھے وہ صرف مکہ تک کے سفر میں کام آ گیا۔ مکہ میں پان خریدے وہ مدینہ میں ختم ہوئے مدینہ سے آخری رخصت کے دن خرید کیئے وہ دمشق میں کام آئے ساتھ ہی لونگ اور الائچی بھی تھی پلاؤ میں ڈالنے کے لیئے خریدے اور پکانے کی تیاری شروع کر دی کئی دنوں سے نان روٹی کھا کھا کر بیزار ہو گئے۔ چاول اپنا معمول

(روزانہ) کا خوراک ہے پلاؤ ملا تو سب خوش ہو گئے میری چچازاد بہن قافلہ کے ساتھ آئی ہوئیں تھیں وہ پتہ معلوم کرتی ہوئیں ہمارے فلیٹ پر پہنچ گئی اور وہ بھی کھانے میں شریک ہو گئیں۔ٹھنڈے مشروبات کی ایک بوتل 2 لیٹر کی 35 روپے میں خرید کی تھی کھانے میں بہت مزہ آیا اور تمام لوگ خوش ہو گئے پہلے سے ہی ہمارے پاس دو کلو چاول جس میں سے ایک کلو پکائے تھے اور ایک کلو چاول بقایا رکھے ہیں۔دوسرے دن صبح چھ بجے جانے کا پروگرام (اہتمام) کیا تھا اس لئے جلد ہی سو جانے کا طے کیا اور سب لوگ سو گئے۔

صبح سویرے اُٹھ کر فجر کی نماز پڑھی اور ناشتہ بھی فوراً جلد از جلد تیار ہو گیا ناشتہ کر کے ابھی تو ہم لوگ تیار بھی نہیں ہوئے تھے کہ دروازہ پر نبیل ڈرائیور آ موجود ہوا ہم لوگوں نے تقریباً آدھا گھنٹہ دیر کر دی ہم لوگ گاڑی میں سوار ہو گئے اور گاڑی شہر سے باہر مضافات کی سڑک پر آ گئی اور پھر ایک پیٹرول پمپ اور چھوٹی سی فٹ پاتھ پر پمپ بہت چھوٹی معمولی سی جگہوں میں پمپ کا کاروبار شروع ہو جائے ایک چھوٹی سی کیبن میں بیٹھا ہوا شخص قیمت وغیرہ لیتا ہے۔میں گاڑی سے باہر آ کر پیٹرول اور ڈیزل کی قیمت (دام) دیکھ کے شام کے 25 روپے میں ایک لیٹر پیٹرول اور ڈیزل سات روپے فی لیٹر نبیل ڈرائیور نے ڈیزل سے ٹنکی فل کرالی اور ہم لوگ آگے بڑھ گئے ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد کوئی (گاؤں) آیا وہاں دوکانیں تو بہت سی تھی مگر بند تھی کیونکہ الصبح تھی اس لئے دوکانیں بند تھی اس لئے کسی قسم کی چہل پہل اور رونق نظر نہیں آئی ہمیں تو یہاں مقام نہیں کرنا تھا اور کوئی خاص یہاں کام بھی نہیں تھا کوئی چیز خریدنی نہیں تھی اس لئے گاڑی آگے ہی آگے چلتی رہی ہماری مسافرت یوں ہی جاری رہی ہماری گاڑی سریا کی مبارک سرزمین پر آگے بڑھ رہی تھی اور مین خوشنما ماحول پر فضا آب و ہوا کے نظارے اور مبارک ﷺ کی سرزمین پر حاضری اور قسم قسم کے خیالوں میں مگن تھا اور یہ راہ تھی۔تقریباً دس بجے ہم لوگ حمس نامی شہر میں پہنچ گئے حمس نزدیک آتے ہی عجیب بے چینی بے اختیار یہ خواہش ہونے لگی کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں اسلام کے عظیم سپہ سالار اور تاریخ میں فاتحہ اور فتح اور کامیابی حاصل کرنے والے کی آخری آرام گاہ یہاں موجود ہے اور یہ ہی عظیم مجاہد اور بہادر صحابی رسول ﷺ جن کے ولولے اور بہادری شجاعت کے کارناموں اور راہ حق میں اپنی جان قربان کر دینے کی خواہش اور حقیقتیں پڑھکر یا سنکر ہر کوئی مسلمان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں اور خون کھول اُٹھتا ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ:

میرا دل بھی ان کے مبارک مزار پر حاضری دینے کے لئے زیارت کرنے کے لئے بیچین ہو رہا تھا حضرت خالد بن ولیدؓ یہی تو وہ زندہ دل ہیں جن کے لئے اللہ کے محبوب حضور پاک ﷺ نے دعا فرمائیتھی کہ۔ ''اللہ تعالیٰ ان کو اسلام قبول کرنے کا شرف عطا فرمائے'' حضرت خالد بن ولید وہی تو ہیں کہ جب انہوں نے حضرت عمر بن عوف اور حضرت عثمان بن طلحہؓ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اسلام قبول کیا اور حضور پاک ﷺ کیبیعت کا شرف حاصل کیا تو اللہ کے پیارے محبوب حضور پاک ﷺ نے بے حد خوشی کے اندازے میں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف پھینک دیئے ہیں۔ خالد تو وہی بہادر جگر والے صحابی ہیں جن کے متعلق سید المرسلین نے فرمایا:

خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو انہوں نے کافروں کے سامنے میدان میں نکالی ہے۔ کافی بڑی کھلی جگہ اُس میں مزار مبارک اور وہیں پر اسکول، مدرسہ اور مسجد بھی ہم لوگ اندر داخل ہوئے اور حضرت خالد بن ولید کی تُربت پر حاضری دی وہاں دو مزار تھے۔ ایک مزار حضرت خالد بن ولیدؓ کا اور دوسرا مزار ان کے صاحبزادہ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کا ہے حضرت عبدالرحمٰن کو بہادری، شجاعت شہسواری اور مساوات اپنے عظیم والد سے ورثہ میں ملی تھی۔ حضرت عثمان ذُن نورین کے خلافت کے دور میں آپ سریا میں ''خمس'' کے امیر تھے (گورنر)۔

حضرت عبدالرحمٰن جو مشہور لشکر میں ایک افسر کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے جنہوں نے کچھ وقت پہلے قسطُنطنُیہ پر حملہ کیا تھا اور جس لشکر فوج کے متعلق حضور رسول پاک ﷺ نے ''مغفور'' ہونے کی بشارت دی تھی۔ ہم لوگ حضرت خالد بن ولید کی درگاہ میں حاضر ہوئے تو وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ دو تلواریں بھی تھیں جی ہاں! ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) اعزاز والے عظیم صحابی کی تلواریں تھیں۔ فاتحہ پڑھکر عقیدت سے ایصال ثواب کر کے ہم مزار سے باہر آ گئے اُس وقت مدرسہ اسکول کے ''طلبہ'' کی آدھی چھٹی ہو گئی تھی (ریسیں) تھوڑے بہت طالب علم اِدھر اُدھر چہل قدمی کر رہے تھے اور بقیہ اپنے اپنے طور پچھٹی کا وقت گزار رہے تھے ہم بھی حمام وغیرہ کی طرف گئے وضو کیا حمام وغیرہ میں کافی صفائی بہت ستھرے حمام ہیں وضو کر کے فریش ہو کر پرنسپل کے دفتر میں گئے۔

پرنسپل صدر مدارس تو باہر گئے ہوئے تھے دوسرا کوئی شخص وہاں موجود تھا اُس نے ہمیں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خوش آمدید کیا ہمیں عزت سے بیٹھنے کو کہا اور ہم لوگ بیٹھ گئے اور لال رنگ کی چائے پیش کری اور ہم نے چائے پی لی شکریہ کے ساتھ تھوڑی دیر کے بعد ہی صدر مدارس آ گئے ہم نے اپنی پہچان کرائی اور

دعا سلام کے بعد ہم نے ان سے معلوم کیا یہاں کے متعلق اور انہوں نے بڑے شائستگی کے لہجے میں ہمیں تفصیل سے یوں آگاہ کیا اور کہنے لگے۔

''یہاں دینی اور دنیاوی دونوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ 260 طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں 15 سے 16 اُستادان کو تعلیم دیتے ہیں۔

انہوں نے ہم کو ان کے سلیبس (کورس) اور تفصیلی معلومات کا ایک رنگین اشتہار (پمفلیٹ) بھی دیا جس میں حضرت خالد بن ولید کے مزار شریف کے برابر میں موجود مدرسہ کی تمام تفصیل درج تھی خیر سے تعلیم و تدریس کا سلسلہ وار تعلیم دینے والی اسکول دیکھ کر ہماری طبیعت خوش ہوگئی۔

تھوڑی سی برکت حاصل کرنے کی خاطر حضرت خالد بن ولید کے مبارک حیات زندگی پر ایک عقیدت مندانہ نظر سے دیکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید ''سیف اللہ'' اسلامی تاریخ کے عظیم (سپوت) شخصیت ہیں جنکی عظیم بہادری اور حیران کن جنگی مہارت اور قابلیت، صلاحیتوں کو دنیا بھر کے تمام تاریخ دانوں نے کھلے دل سے اقرار کیا ہے۔ ان کی شہسواری، مہارت، قیادت اور حوصلہ مندی کی اور ہمت افزا صفبندی اور صف آرائی لشکری صفبندی کے احوال پڑھکر یہ ضرور سوچنا پڑتا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی بڑے سے بڑا جنرل بھی ان کی ہمشیری کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا تعلق قریش کے بنو مخدوم خاندان سے تھا اور یہ خاندان کافی عزت دار اور اعلیٰ اہمیت کا حامل تھا لشکر کے تمام عیدے بھی ان کے خاندان کے پاس ہی تھے ان کے والد کا نام ولید تھا والدہ ماجدہ کا نام لباتس صغرا تھا ام المومنین حضرت میمونہ دوسرا حارث اور ام الفضل لبابتول کُبرا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی دونوں بہنیں تھیں اس رشتہ سے حضور پاک ﷺ حضرت خالد کے خالو تھے۔

حضرت خالد بن ولید سچ مچ منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے تھے باپ ''رئیس الروٗسا تھے مال دولت، غلاموں، اُونٹوں، کشتیوں، مکانات، باغ باغیچہ وغیرہ تمام اشیاء اور ضرورت زندگی کی ہر شے وافر مقدار میں موجود تھی اس کے باوجود وہ کبھی دنیاوی عیش و عشرت و آرام میں نہیں پڑے انہوں نے بہادری، ہمت، دلیری اور محنت کا راستہ اپنایا ان کے خاص شوق یہ تھے کشتی لڑنا گھوڑوں کی پرورش۔ اور اُس کو سدھارنا گھوڑ دوڑ کے مقابلوں میں حصہ لینا جنگی مہارت حاصل کرنی تلوار بازی، نیزہ بازی، تیر اندازی وغیرہ کے کاموں کا شوق تھا اور مہارت حاصل کرنے کا تھا۔ طبیعت اور مزاج کے لحاظ سے کافی ہوشیار (چالاک) اور پھر تیلے بہادر اور نڈر تھے ایسا لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مزاج اور طبیعت میں جیسے جنگی مہارت کوٹ کوٹکر بھر دی تھی۔

حضور پاک ﷺ نے حق کی دعوت کی ابتداء کی تو حضرت خالد بن ولید کے ایک بھائی جس کا نام ولید بن ولید تھا۔ وہ غزوہ بدر کے بعد اسلام قبول کر لیا مگر حضرت خالد بن ولید اپنے بھائی کے نقش قدم پر نہیں

چلے اور اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کے دوسرے مشرکوں کے ساتھ مل کر انہوں نے اسلام کے سامنے کمر کس لی۔ اس کے باوجود انہوں نے کوئی گری حرکت کبھی بھی نہیں کی تھی اسلام کے خلاف والد کے انتقال کے بعد انہوں نے سات سال تک مشرکوں کا ساتھ دیتے رہے غزوہ بدر ہجری 2 ھ میں مکہ کی گھڑ سواروں کے ایک دستہ کی رہنمائی کرر ہے تھے اُحد کی پہاڑیوں پر دُرعنین پر حضور پاک ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کو اس مقصد کے لئے مُتعین کئے ہوئے تھے تا کہ یہ لوگ کافروں کو شکست دیں اور گھاٹ پر متعین تیر اندازوں کے دستہ کے کئی لوگوں نے حضور کی ہدایت کے برخلاف اپنی جگہ چھوڑ گئے تو خالد بن ولید کی تیز اور تجربہ کار نگاہوں نے مسلمانوں کی اس کمزوری کو دیکھ لیا اور سمجھ گئے انہوں نے اپنے دستے کے ساتھ یہ درہ (گھاٹ) کے راستہ مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اس اچانک حملے سے مسلمانوں کو کافی سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔

غزوہ احزاب ہجری 5 ھ میں خالد بن ولید مکہ کے ور دو گھڑ سواروں کے دستہ میں شامل تھے جو سارا سارا دن خندق کے کنارے پھرتے رہتے تھے تا کہ اگر مسلمان غفلت میں ہوں تو خندق پار کر کے اچانک حملہ کر سکے مگر مسلمانوں کی مکمل نا کہ بندی اور چوکیداری کی وجہ سے ان کو کوئی ایسا موقع ملا نہیں۔ ہجری 6ء میں جب حضور پاک ﷺ 1400 صحابہ کرام کے ساتھ کعبہ شریف کی زیارت کرنے کے لیئے مکہ روانہ ہوئے تو مکہ کے مشرکوں نے خالد بن ولید کی نگرانی اور ماتحتی میں 200 سواروں کو مسلمانوں کو روکنے اور طواف نہ کرنے دینے کے لئے مکہ سے روانہ کیئے۔

صلح حدیبیہ کے دوسرے سال ہجری 7 ھ میں جب حضور ﷺ عمرہ کی ادائیگی کے لیئے مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت خالد بن ولید مکہ کے بہت سے لوگوں کو ساتھ لے کر مکہ شہر کے باہر نکل گئے کیونکہ وہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کے نظارے کو دیکھنے کی شکت نہیں رکھتے تھے مکہ مکرمہ میں ہی حضرت خالد بن ولید کے بھائی صحابی حضرت ولید بن ولید سے فرمایا۔ افسوس! خالد ہمارے پاس نہیں آیا اگر وہ آجائے تو ہم اُن کو پر جوش طریقہ سے خوش آمدید کرتے اور بہتر طریقہ سے اُن کا استقبال کرتے خالد بن ولید جیسے بہادر شخص کو اسلام سے دور نہیں رہنا چاہیئے۔'' اس موقع پر حضرت رسول پاک ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کے اسلام قبول کرنے کے لیئے دُعا بھی فرمائی ایک روایت میں درج ہے۔

حضرت ولید بن ولید نے مدینہ منورہ واپس جا کر اپنے بھائی خالد بن ولید کو ایک دل سوز تحریر سے پر خط لکھا جو آج بھی تاریخ کے صفحات پر تحریر موجود ہے انہوں نے لکھا تھا کہ تمہارے جیسا ہوشیار اور قابل شخص اسلام کی حقانیت سے بے خبر ہو سکتا نہیں ہے تم حق کو پہچانوں اور اسلام کا دامن تھام لو خط پڑھکر کافی محظوظ ہوئے اور تھوڑے دنوں کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور مدینہ منورہ میں ہی سکونت اختیار کر لی۔ اس طریقہ سے ان کو ہجرت کرنے کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔ حضور پاک ﷺ نے ان کو رہائش کے لئے ایک خالی مکان بھی عنایت فرما دیا۔ حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوی میں

عرض کری۔ ''یارسول اللہ! میرے سے آپ کے خلاف لڑنے (جنگ) کرنے کا گناہ کئی مرتبہ سرزد ہو چکا ہے تو اللہ کی بارگاہ میں آپ میری مغفرت کے لئیے دُعا کریں:۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا:۔''اسلام اپنے پہلے کے تمام گناہوں کورد باطل ٹھہراتا ہے''

حضرت خالد بن ولید نے حیرت سے کہا'' سچ مچ یارسول اللہ'' آپ نے فرمایا:''ہاں''اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی کہ''الہیٰ! خالد بن ولید کے ماضی کے دور میں تیرے دین حق کے اختلاف کرنے کی غلطی کی ہے اُسے معاف فرما۔

ہجری 8ھ رمضان المبارک میں حضرت خالد بن ولید کو تیس گھڑ سواروں کا دستہ دے کر''وادی نخلہ'' میں آباد قریش ایک بڑے بت کی حد سے زیادہ تعظیم اورعبادت کرتے تھے۔''اوزا'' کا معبد (مندر) مکہ سے دس میل دور بستان عامر نام کے باغیچے میں تعمیر تھا حضرت خالد بن ولید نے پچیس رمضان المبارک ہجری 8ھ میں وہاں پہنچکر''اُزرا'' اور اُسکے مندر کو زمین پر سے اس کے آثار تک مٹا دیئے۔اس کے بعد ہجری 9ھ میں حضور ﷺ جب رومیوں کے حملہ کے خدشہ کی نظر اُن سے مقابلہ کرنے کے لئیے''طبوق'' تشریف لے گئے تو حضرت خالد بن ولید بھی آپ کے ساتھ تھے۔ہجری 10ھ میں چار سو گھڑ سواروں کے دستہ کے ساتھ اسلام کی دعوت کے لئے بارگاہ نبوی سے حضرت خالد بن ولید نظران آ گئے اور وہاں سے ''یمن'' گئے وہاں پر چھ ماہ سکونت اختیار کی اسلام کی تبلیغ کری اسی سال حجتہ الوداع میں حضرت خالد بن ولید بھی حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہم رکاب تھےاور حج کی سعادت حاصل کی۔

حضور پاک ﷺ نے یہ فانی دنیا سے پردہ فرمایا۔اور حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ رسول نامزد کر دیئے گئے تو انہوں نے فتنوں کی سرکوبی میں بہتر اور خوش اسلوبی سے کاروائی کری۔

نبوّت کے جُھوٹے دعویدار مسلیمہ کذاب کا انجام:۔

حضرت خالد بن ولید کو دربار خلافت سے حکم صادر ہوا کہ اب مسلیمہ کذاب کو ختم کر دینے کی کاروائی بھی آپ کے ذمہ ہے مسلیمہ کذاب کا تعلق ''یمامہ'' (نجد) کے قبیلے ابو حنیفہ سے تھا ایک وفد کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اور حضور پاک ﷺ سے کہنے لگا۔'اگر آپ مجھے اپنا جانشین مقرر کر دو تو میں ابھی آپ کے ہاتھوں پر بعیت کر لیتا ہوں''

حضور پاک ﷺ کے دست مبارک میں ایک عصا تھی آپ نے عصا اُٹھا کر فرمایا۔'' جانشین تو بہت بڑی شے ہے میں تو تجھے یہ لکڑی (عصا) دینے کا بھی پسند نہیں کرتا ہوں'' اللہ نے تیرے مقدر میں جو کچھ لکھدیا ہے وہ ہو کر رہیگا۔''

وہ واپس اپنے قبیلہ میں گیا اور کہنے لگا کہ میں بھی نبی ہوں اور محمد ﷺ نے مجھے بھی اپنی نبوت میں حصہ دار (نعوذ باللہ) بنالیا ہے۔ یہ جھوٹ کی ہی وجہ سے ''یہ کذاب'' (جھوٹا) کہلاتا ہے یمامہ سے اُس نے حضور پاک ﷺ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ ''موسیل میں رسول خدا کی طرف سے محمد رسول ﷺ خدا کی طرف اسلام و علیکم مجھے تمہارے کاموں میں حصہ دار بنالو آدھا ملک میرا اور آدھا علاقہ قریش کا حضور پاک ﷺ نے جواب بھیجا:

محمد رسول اللہ کا خط موسیلمہ کذاب کے نام تجھے معلوم ہو کے ملک اللہ کا ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اُسے وارث بنا دیتے ہیں اور آخرت کی بھلائی پرہیز گاروں کے لیئے ہے۔

یہ خط بھیجنے کے بعد بہت جلد ہی حضور پاک نے دنیائے فانی سے پردہ کر لیا اور مسلیمہ کذاب کا خوفناک فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مشہور صحابہ کرام نے یہ فتنہ کو ہمیشہ کے لیئے ختم کر دینے کے لیئے میدان میں آگئے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں مسلیمہ کذاب حضرت وحشی (حضرت امیر حمزہ کا قاتل) کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔ یہ خوفناک لڑائی ''جنگ سلامہ۔'' کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ میں اس کا ذکر کافی تفصیل سے اور طویل لکھا ہوا موجود ہے میں نے بہت محدود پیرائے میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس جنگ میں مُرتدوں کے 21000 اکیس ہزار لوگ مارے گئے تھے۔ اور مسلمان شہید مجاہدوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ جس میں چار سو شہید مجاہدین انصار تھے اور سات سو شہید مجاہدین کعبہ تعالیٰ کے حافظِ قرآن تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے ایک قاصد کو فتح کی خوشخبری دینے کے لیئے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید ہشا عامہ کی ایک وادی الوبر میں ٹھہر گئے تھے وہیں 12 ویں محرم ہجری 12ھ میں اِن کو خلیفہ رسول اللہ حضرت ابو بکر صدیق کا حکم ملا کے وہ حضرت مُوسنہ بن جارفہ (رضی اللہ

عنہ) کی مدد کرنے کے لئے عراق روانہ ہو جائیں ۔ حضرت خالد بن ولید صرف ایک سال دو مہینہ کے عرصے تک عراق میں ٹھہرے اور اس عرصے کے درمیان اُنہوں نے 15 پندرہ جنگیں لڑیں اور تمام جنگوں میں فتح حاصل کی ۔ جنگِ مرذوک کی خونی لڑائی کے بعد اسلامی فوجیں دمشق کی طرف آگے کوچ کر گئیں اور اُس کا گھیراؤ کر لیا گیا۔

شام کی فتح۔اسلامی لشکر کی انوکھی کارکردگی:۔

حضرت ابوُعبیدہ نے باب جلالیہ کے سامنے پڑاوڈال دیا۔ جبکہ حضرت عمر بن عاص نے باب طُوما ر کے سامنے پڑاوڈال دیا۔ سرجیل بن حمنہ نے باب الفردوس کے سامنے مورچے سنبھال لیا۔ حضرت یزد بن ابی سفیان نے باب حیشان کے سامنے مورچہ بند ہو گئے ۔ حضرت خالد بن ولید نے شہر کے قلعہ کے مشرق کی طرف کے دروازہ سے ایک میل دور ایک خالی پڑی ہوئی خانقاہ میں ڈیرہ جما لیا آج بھی وہ جگہ ڈیرہ۔'' خالد '' کے نام سے مشہور ہے۔ کڑکتی ٹھنڈی کا موسم تھا۔ یہ عربی مجاہدوں کے لئے کافی تکلیف دہ تھی دمشق کا گھیراؤ بندی دس دن یا ایک روایت کے مطابق تین ماہ تک جاری رہا۔ اس دوران دمشق کے لوگوں اور باسیوں کی قلعہ سے باہر نکل کر لڑنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی ۔ وہ قلعہ کی فصیل پر سے مسلمانوں پر تیروں کی بارش برساتے رہتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رات بھر جاگتے رہتے اور فوجی کاروائیوں اور طریقوں کے ساتھ دشمنوں کی ہیرا پھیری پر بھی نظر رکھے ہوئے تھے ۔ ایک رات اُن کو شہر کے اندرونی حصہ میں کچھ ہنگامہ کا شور شرابا کی آوازیں سننے میں آئی تو انہوں نے اپنے جاسوسوں کو بھیج کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کری تو معلوم ہوا کہ دمشق کے تبریک کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس کی خوشی میں آج شہر کے تمام لوگوں کو دعوت عام دی گئی ہے تو انہوں نے کافی بے حد شراب پی لی ہے اور اس کے نشے سے بیہوش پڑے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید اپنے خاص اہم فوجی دستہ کے ساتھ دمشق کیقلعہ کی طرف آگے بڑھے اور پانی بھری ہوئی خندق پار کر کے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں پہنچ گئے ۔ وہاں کئی مجاہدوں کے ساتھ کمنڈ ڈال کر اس کے ذریعہقلعہ کے اندر داخل ہو گئے پہریداروں کو قتل کر کے شہر کا خاص دروازہ کھول دیا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ شہر کے فوجی اس اچانک حملہ سے بدحواس ہو گئے اور خود ہی انہوں نے شہر کے دوسرے دروازے کھول دیئے اور حضرت ابوعبیدہ سے صُلح کی درخواست کر دی اور انہوں نے یہ درخواست منظور کر لی ۔ اب حالات ایسے ہو گئے تھے حضرت ابوعبیدہ صُلح منظور کر کے شہر کے اندرون آگے بڑھ رہے تھے اور دوسری جانب حضرت خالد بن ولید فتح کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے آرہے تھے بیچ شہر کے دونوں

کا آمنا سامنا ہوگیا اور ملاقات ہوگئی۔ اور صُلح منظور کرنے کی بات سنکر حضرت خالد بن ولید نے اپنی تلوار میان میں رکھدی۔ اب اسلامی لشکر حمس کی طرف کوچ کرنے کے لئے بڑھ گیا اس وقت سیریا کا یہ ایک اہم نوعیت کا شہر تھا۔ روم کیہر قل بادشاہ کو اطلاع ملی تو اُس نے ایک بہت بڑی فوج دمشق کی طرف روانہ کردی ۔تا کہ وہ مسلمانوں کو نکال باہر کریں اور اس پر اپنا قبضہ کرلیں۔ اس فوج کے سپہ سالار کا نام توذر تھا۔ توذر نے دمشق کے مغربی علاقہ میں ''مرجل روم'' نامی جگہ پر اپنا (پڑاوَ) ڈیرہ ڈالدیا۔ توذر کے پیچھے بادشاہ ہرقل نے ایک اور فوجی کمک اس کی مدد کرنے کے لئے روانہ کردی جس کا سپہ سالار جنرل شینس تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید کو توذر سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیئے اور آپ حضرت ابوعبیدہ خود شینس کی فوج سے مقابلہ کرنے کے لیئے روانہ ہوئے۔ توذر اپنی فوج کے ساتھ دمشق میں موجود تھا اُنہوں نے توذر کی آگے کوچ روکنے کے لئے اپنے لشکر کو لے کر فصیل سے باہر آ گئے۔ دونوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کے دوران حضرت خالد بن ولید نے بھی پیچھے سے آ کر توذر کی فوج پر حملہ کردیا اس طریقہ کار سے اور فوجی نکتہ نگاہ سے دونوں طرف سے حملہ کر کے اسلامی لشکر نے رومیوں پر حملہ کر کے دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور اسلامی لشکر نے جنگ جیت لی۔ گنتی کے رومی فوجیوں کے علاوہ تمام فوجی میدان جنگ میں کام آ گئے اور سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ رومی سپہ سالار توذر بھی اس میں شامل تھا۔ دوسری جانب حضرت ابوعبیدہ نے مرجل روم کے نزدیک شینس کی فوج کو روک لیا گھمسان کی لڑائی ہوئی اور رومیوں کو بڑی زحمت اُٹھانی پڑی شینس جرنل کئی ایک رومی فوجیوں کے ساتھ مارا گیا۔ اور جو رومی سپاہی بچ گئے انہوں نے بھاگ کر حمس میں پناہ لے لی۔

اسلامی لشکر نے اب حمس کی طرف کوچ کری۔ حضرت خالد بن ولید سب سے آگے آگے تھے۔ حضرت خالد بن ولید حمس شہر کے کچھ ہی دور تھے کہ رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج حمس شہر سے باہر نکلی اور اسلامی لشکر کا مقابلہ شروع کردیا۔ حضرت خالد بن ولید کے پہلے ہی حملہ میں رومیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور انہوں نے بھاگ کر پھر سے حمس شہر میں پناہ لے لی۔ حضرت خالد بن ولید حمس شہر کے نزدیک پہنچ گئے۔ اور اپنا (پڑاوَ) ڈیرہ ڈالدیا حضرت (میثراح بن مسروقؓ اور حضرت ابوعبیدہ بھی حمس کے باہر آن پہنچے تھے۔ اور حمس کے بڑے عظیم دروازے ''رُقتین'' کے سامنے اپنا ڈیرہ ڈالدیا۔ اور اسلامی لشکر کے سپاہوں کو حمس کے چاروں اطراف پھیلا دئے۔ ہرقل بادشاہ پہلے سے ہی حمس میں رہتا تھا توذر کی جنگ ہار جانے کے بغدادرہا ''نامی'' مقام پر چلا گیا تھا۔ جس وقت اسلامی لشکر نے حمس کا گھیراوَ کیا ہوا تھا ان دنوں کافی زوروں کی سردی تھی۔ اور خطرناک ٹھنڈ پڑ رہی تھی۔ حمس کے لوگوں کا خیال تھا کہ عرب لوگ اتنی خطرناک سردی برداشت نہیں کرسکیں گے اور کھلے آسمان تلے میدان میں پڑے رہنا ان کے لئے مشکل ہے۔ مگر اُن کی یہ خام خیالی جھوٹی ثابت ہوئی اور مسلمانوں کے لشکر نے سختی سے اور ہوشیاری سے حمس کا گھیراوَ جاری

رکھا۔ اورانہی دنوں میں مسلمانوں نے حمس کیقلعہ کو توڑنے میں کامیاب ہوگئے اور رومیوں نے خوف سے اور گھبراہٹ میں ہتھیار ڈال دیئے اور حمس شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔ حمس کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید ایک ہزار سواروں کے ساتھ دمشق روانہ ہوگئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے فتح کیا ہوا یہی حمس شہر ہے جہاں ابھی ہم لوگ تھے میں نے اسلام کے یہ عظیم فاتح اور تاریخ کے رقم طراز صحابی رسول ﷺ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے کے بعد ہم ایک مخصوص نوعیت کے روحانی سکون کا احساس محسوس کر رہے تھے۔ اس کے بعد تاریخ کے اوراق میں دوسری ایک خوفناک جنگ کا قصہ بھی موجود ہے۔ جس میں حضرت خالد بن ولید کے حیران کن کارناموں کے قصہ منظر عام پر آئے۔ اس جنگ کو مرزوک کی جنگ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق نے حضرت خالد بن ولید سے فرمایا کہ:۔

''اے خالد آپ میرے نزدیک محترم اور بزرگ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ مجھے پیارے اور دُلارے بھی لگتے ہو۔''

اُس وقت حضرت عمر فاروقؓ کی رعونت اور خوف اسلام کے خلیفہ کے مستند ہونے سے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔

حضرت خالد بن ولید ہجری 21ھ مطابق عیسوی 640ء میں بیمار ہوگئے اور وفات سے کچھ دنوں پہلے حسرت و یاس سے فرمایا:۔ ''میں نے اپنی زندگی میں تقریباً تین سو جنگیں لڑی ہیں۔ میرے جسم کے تمام حصوں پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخم لگے ہوئے ہیں۔ مگر مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی۔ اور آج بستر مرگ پر اونٹ کی طرح جان دے رہا ہوں۔ خدا بزدلوں کو کبھی چین نصیب نہ کریں

عیسوی 640ء میں اسلام کے یہ بہادر سپہ سالار نے اس دنیائے فانی سے ساٹھ (60) کی عمر میں پردہ فرمالیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کا مبارک مزار آج بھی بڑی اہمیت والی زیارت گاہ ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ بے پناہ محبت اور چاہت تھی۔ اور آپ حضور پاک ﷺ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں کافی سونا آیا۔ اس وقت کئی لوگ بارگاہ نبوی شریف میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے یہ تمام سونا ان لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ مگر ایک شخص کو اپنے حصہ سے تسکین نہ ہوئی اور اُس نے کہا۔ ''محمد ﷺ اللہ سے ڈرو''

رحمت العالمین نے کافی پرسکون اور نرم لہجے میں فرمایا۔

''اگر میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہوں تو دوسرا کون اس کی اطاعت کرتا ہے۔''

حضرت خالد بن ولید بھی اس موقعہ پر دربارِ رسالت میں حاضر تھے۔انہوں نے وہ نجوی کی گستاخی پر تلملا کر جلال میں آ گئے تلوار میان میں سے کھینچ کر نکال لی اور حضور پاک ﷺ سے اُس کی گردن اُڑا دینے کی اجازت طلب کی۔

مگر آپ تو سراپا ''عفو'' اور درگزر اور رحم و کرم کرنے والے تھے:۔آپ ﷺ نے فرمایا:۔

''خالد جانے دو۔''

حضور پاک ﷺ کے ساتھ ان کی عقیدت اور محبت کی ایسی کیفیت تھی کہ آپ ﷺ کے کئی ایک موئے مبارک ﷺ (بال مبارک ﷺ) اپنی ٹوپی میں سلائی کر کے رکھے ہوئے تھے۔اور اس ٹوپی کو پہن کر میدان جنگ میں جاتے تھے مردذوک کی جنگ میں ایک موقعہ پر یہ ٹوپی کہیں گر گئی تو آپ کافی پریشان ہو گئے کافی دوڑ دھوپ کری تو تلاش کرنے میں جب وہ مل گئی تب سکون ہوا!۔

ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا:۔

آپ لوگ خالد بن ولیدؓ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ یہ ایک تلوار ہیں۔جس کو اللہ تعالیٰ نے کافروں پر کھینچ دی ہے۔

سیدنا حضرت خالد بن ولیدؓ کی سیرت اور کردار اس کے علاوہ ان کے عظیم کارناموں کو وسیع مفصل طور پر بیان کرنے کے لیئے سینکڑوں ہزاروں صفحات نہیں بلکہ بڑی ضخیم کتابیں درکار ہوں گی۔(اور سیاہی کی بھی ضرورت ہوگی) یہاں تک کہ برکت اور فیض حاصل کرنے کی خاطر میں نے مختصراً سا ان کا تذکرہ کیا ہے مجھے میری اپنی خوش نصیبی پر ناز ہے کہ جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے مزار مبارک پر حاضری دینے کی اور شام کے سفر کے دوران موقعہ ملا:۔

اللہ ھما لکل محمد ولہ شکر

شام کے سفر کا خوبصورت اور مکمل سیر اور سعادت حاصل کر رہے تھے یہاں تھوڑا سا وقفہ کر کے وعدہ کے مطابق لندن کے سفر کا تھوڑا بہت مزہ اور دلچسپی حاصل کریں ایک بات قارئین کی معلومات کے لئے گوش گزار کر دوں کہ اگر آپ میں سے کسی شخص کو لندن کے سفر پر جانا ہو اور شام کی ملاقات میں وہاں کی اہم زیارت گاہوں اور اسلامی تاریخ کی رقم شدہ جگہوں کی ملاقات اور زیارت کرنی ہو تو سیرین ائیر لائن کی پرواز دمشق سے ہو کر لندن جائیگی اس پرواز سے آپ دمشق میں ٹھہرو گے اور زیارت گاہوں کی زیارت کر سکو گے اور مزید یہ فائدہ ہوگا کہ اس پرواز کا کرایہ بھی پانچ ہزار کم ہے اس طرح یہ مثال قائم ہو جاتی ہے کہ ایک کنکر سے دو پرندوں کا شکار کرنے کی مثال ہے اب ہم لندن کے ذکر کی جانب مخاطب ہوتے ہیں۔

شام کے سفر کا 45واں قسط وار باب جاری تھا اس کے دوران میرا سب سے بڑا فرزند محمد عارف اس

کے بچوں کی اسکولوں میں سالانہ چھٹیاں (ویکیشن) ہونے سے اپنی فیملی کو لے کر لندن گیا ہوا تھا اسنے لندن آنے کے لئے مجھے کافی اصرار کر کے مجھے دو ہفتوں کے لئے ہی لندن کی ملاقات کرنے کے لئے راضی کر لیا اور مجھے بھی ایسا چاہیئے تھا اور خواہش تھی اور نسخہ حکیم نے بتلا دیا والی مثال تھی اور اب اس وقت ایک کنکر سے دو پرندوں کے شکار والی کوئی تجویز زیر غور نہیں تھی کیونکہ میں اور میری زوجہ صرف ہم دو شخص تھے اس لئے آرام دہی اور مناسب سہولتوں والی ایئر لائن کی تلاش شروع کر دی تو پی آئی اے کی پرواز سیدھی لندن جا رہی تھی اس لئے میں نے 19 جون کو جانے کی اور 4 جولائی کو واپسی آنے کی اس طرح سے دو سیٹ ریز رو (بک) کروالی تھی۔

پی آئی اے کی پرواز سے بہت آرام اور سہولت سے آراستہ سفر تھا۔ کسی قسم کی کوئی کمی یا پریشانی نہیں تھی پھر بھی لوگ پی آئی اے ایئر لائن کی پرواز کی مخالفت کرتے رہتے ہیں اور پی آئی اے کی پرواز سے آنے جانے کے ٹائم شیڈول میں مکمل پابندی قائم رہتی ہیں ویسے تو میں لندن شہر چار پانچ دفعہ ہو کر آیا ہوں مجھے ایک مرتبہ تو کاروباری اور تجارتی مفادات کی وجہ سے اٹلی، جرمنی، فرانس اور سوئٹزرلینڈ گیا ہوا تھا دو مرتبہ لندن رکنے کا اہتمام ہوا حالانکہ لندن میں کوئی خاص کام نہ ہونے کے باوجود بھی لندن جانے کی سیٹ بک کرا لینی چاہیئے کیونکہ دیکھنے کا مزہ ہی کچھ انوکھا ہے۔

یورپ، مغربی علاقہ سمندر پار جانے کا اتفاق ہو جائے اور لندن نہ جانا ایسا ہے جیسے دعوت میں دس اقسام کے کھانے کی ڈشیں ہوں اور اس میں میٹھے کی ڈش نہ ہو جیسے کوئی مصر جائے اور وہاں کے پیرامیڈ نہ دیکھے پیرس جائیں اور ایفل ٹاور اور آرٹ گیلریاں نہ دیکھے، سوئٹزرلینڈ جائے اور ہرے بھرے درختوں کے جھنڈ والی فضا اور ماحول کی خوشنمائی نہ دیکھے اور برف سے ڈھکی ہوئی چٹانیں اور پہاڑی علاقوں کے مناظر سے لطف اندوز نہ ہو اور نہ دیکھے۔

یورپ کے کسی بھی شہر میں جاؤ مگر لندن میں چھپی دلچسپیاں اور سرور کچھ الگ سے ہی ہیں لندن جا کر آنے والا شخص یہی کہتا پھرتا رہتا ہے کہ میں لندن گیا تھا لندن ریٹرن ہونے کا نوجوان غرور کرتا رہتا ہے بڑے بڑے سیاستدان بمعہ قائداعظم کے تقریباً تمام حکمران اور سیاسی لیڈروں نے بھی لندن کی ملاقات کی ہے دنیا میں سب سے زیادہ صاف ستھرا اور ماحول کی آلودگی سے پاک پر فضا اور صحت افزاں مقام کوسمو پولیٹن شہر لندن ہے

عظیم برٹش سلطنت میں کبھی غروب نہ ہونے والا سورج تو اب غروب ہو گیا ہے۔ اور تمام دوسرے ملکوں کو جو اُسکے پایہ تخت سے منسلک تھے اُسے آزاد کر دینا پڑا۔ مگر لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کا فن انگریزوں نے مستقل اختیار کئے ہوئے ہیں۔

لندن میں ٹھکرائے ہوئے۔ بھگوڑے سیاستدان ملک بدر کئے ہوئے لیڈران اور اپنی ماں جیسی

پیدائشی زمین اور اپنے وطن ملک کو لوٹنے والے بیوروکریٹس اور ملکی قرضہ حاصل کرنے والے ڈیفالٹرز شخصیت تمام کیلئے دولت چھپانے اور محفوظ کرنے کیلئے لندن کی تجوریاں کھلی رکھی ہوئی ہیں مفت خوروں کیلئے تنخواہ اور گزارہ الاؤنس بھی دیا جاتا ہے۔ بغیر کسی محنت مزدوری کے 75 پونڈ سے بھی کچھ زیادہ۔ اس کی وجہ سے ہمارے یہاں کے بے نام اور بغیر کسی حیثیت کے چھوٹے چھوٹے لیڈر سیاستدان بھی بے روزگاری الاؤنس یہاں حاصل کرتے رہتے ہیں۔

یہاں لندن میں پگڑی پہن کر سکھوں اور سردار جیوں نے بھی یہاں اپنا دبدبہ قائم کرلیا ہے تولہ رام اور بولا رام کافی اچھے ملنسار طبیعت کے ہیں۔

لندن میں کافی دلچسپی کی جگہیں موجود ہیں اور ایسی خوبی ہے کہ اسکے مقابلے پر کوئی دوسرا شہر نہیں آسکتا ہے۔

خیر ہم صبح 9:15 سوا نو بجے روانہ ہوئے اور دوپہر 1:30 ڈیڑھ بجے ہیتھرو ایئرپورٹ پر پہنچ گئے تمام سرکاری کاروائی ایمگریشن صرف ایک منٹ میں مکمل ہوگیا گرین چینل سے باہر آگئے تو میرا فرزند محمد عارف توکل اور میرا پوتا محمد اسماعیل توکل کارلے کر آئے ہوئے تھے جو ہمیں آدھے گھنٹے کے سفر سے کنگز بیری میں پہنچادئے اس دن ہم نے آرام کیا میرے بیٹے اور بچوں نے اصرار کیا مگر میں نے انکار کردیا تو وہ لوگ سیر کرنے کے لئے چلے گئے۔

لندن میں چھ بجے شام کو ہی تمام دکانیں بند ہوجاتی ہیں۔ وہاں کے موسم اور دنوں میں کمی بیشی کی مناسبت سے تمام کام وقت کے مطابق ہوتا ہے۔ جون کا مہینہ تھا ساڑھے نو بجے مغرب ہوئی تھی۔ مگر پھر بھی دوکانیں چھ بجے بند ہوجاتی ہیں مگر اسکے بعد لندن کی نائیٹ لائف شروع ہوجاتی ہے دوسرے روز صبح چار بڑے اور تین چھوٹے بچوں کی ٹرین اور بس دونوں اور میں استعمال میں لی جاتی ہے بڑے کی ٹکٹ 3.80 پاؤنڈ اور سولہ سال تک کے بچوں کے 0.80 پینی ہے جب کے لندن میں سلسلہ ایسا بھی ہے کہ جمعہ کی شام سے لے کر ہفتہ اور اتوار کو بچوں کی ٹکٹ مفت ہے۔ یہ کیسی سہولت اور خوبی کی یہ سرکاری پالیسی ہے کہ چھٹی کے دنوں میں چھوٹے بڑے تمام لوگ سیر کرنے کے لئے جاسکتے ہیں۔

خیر سے ہم پہلے ہی دن لیسٹر اسکوائیر دیکھنے جانے کا پروگرام ترتیب دیا۔ زمین دوز ٹرین کی 15 لائنیں بچھائی ہوئی ہیں اور تقریباً تین سو اسٹیشن پر مشتمل ہے ان کی ٹکٹیں بس اور ٹرین دونوں میں کارآمد ہیں اور اگر صرف بس کی ٹکٹ خرید کرلیں تو نصف قیمت میں دستیاب ہوتی ہیں بس کی ٹکٹ کے لئے زیادہ مانگ اور ہجوم اور بھیڑ بھاڑ ہونے کی وجہ سے ٹرین میں عموماً زیادہ لوگ سفر کرتے ہیں ہم لوگ پہلے دن لیسٹر اسکوائر جانے کے لئے ٹرین میں سوار ہوگئے اور تقریباً ایک گھنٹہ کی مسافری کرکے وہاں پہنچ گئے۔

بچے 'ٹووکوڈیرو' نام کی عالیشان عمارت میں کھیل کود، جھولے وغیرہ اور ٹی وی کمپیوٹر گیم دونوں

موجود ہیں وہاں چلے گئے اور ہم لوگ لیسٹر اسکوائر روڈ میں داخل ہو گئے تو میرے لڑکے نے کہا کہ یہاں ٹریفک کی پابندی ہے کسی بھی قسم کی گاڑی یہاں تک کے سائیکل بھی یہاں لانا منع ہے یہاں تو میلہ جیسا ماحول تھا رنگ برنگی اور مختلف قسم کے لباس کی عورتیں گھوم پھر رہی تھی اور سیاحوں کے غول اور ہجوم ٹولیوں کی شکل میں سیر کر رہے تھے عورتوں کے ہاتھوں میں مختلف اور انوکھی ڈیزائنوں کی رنگ برنگی چھتریاں ایک حسین اور خوبصورت نظارہ پیش کرتی تھی لندن میں موسم کا کوئی بھروسہ نہیں کب بارش برسنے لگے کچھ کہہ نہیں سکتے ہیں اور چھتریاں ایک فیشن کے طور پر نظر آتی ہیں۔

خیر یہ تمام رونق اور گہما گہمی دیکھ کر یہ سچ ہی لگتا ہے کہ دنیا بھر کے سیاح لندن ضرور آتے ہیں پہلے پہل اور اس کے بعد ہی کسی دوسرے مقام پر جانے کا پسند کرتے ہیں ہمارے سامنے آنے والا چارلی گارڈن میں ہم لوگ داخل ہوئے یہ باغیچہ کچھ زیادہ وسیع وعریض نہیں تھا مگر ٹریفک بند ہونے کی وجہ سے اندر بہت سے مرد عورتیں بیٹھے ہوئے تھے ایک چارلی چیپلن کا پتلا آویزہ تھا اور دوسرا ایک اور پتلا استادہ تھا جس کا نام میں نے نہیں پڑھا تھا دونوں کی (فوٹو) تصویریں بنالی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہاں تقریباً روزانہ کسی نہ کسی انگریزی فلم اور انڈین فلموں کی شوٹنگ ہوتی رہتی ہیں۔

یہ گارڈن اپنی جگہ ہے ہی مگر لندن میں ڈھیروں اور لاتعداد بڑے بڑے وسیع باغیچوں سے بھرا پڑا ہے مگر باغیچوں میں لوگوں کی بہت محدود تعداد ہوتی ہے مگر اس علاقہ میں تو جیسے نظارہ ہی کچھ اور ہے اور دیکھنے کے لائق ہے ٹریفک بند ہونے پر یہاں سے پیچھے سائیکل، رکشہ چار پانچ کھڑے ہوتے ہیں جو سیاحوں کو بٹھا کر گھوما پھرا کر پانچ دس پونڈ لے لیتے ہیں اس سائیکل رکشہ میں لوگ شوق سے بیٹھتے ہیں ٹریفک کے داخلہ بند والے علاقہ میں داخل نہیں ہوتے ہیں اب ہم لوگ دوسری مرتبہ پھر سے چارلی گارڈن گئے تو وہاں خیمہ (ٹینٹ) وغیرہ لگائے جارہے تھے کسی نے کہا کہ یہاں ورائٹی میوزک (موسیقی) کا پروگرام ہے جس کی آج یہ تیاریاں ہو رہی ہیں کل آجانا پروگرام دیکھنے ٹکٹ فری (مفت) ہے مگر ہم لوگ نہیں گئے ادھر ادھر گھوم پھر کر واپس آگئے۔

اس علاقہ سے بہت مطمئن ہو گیا۔ یہاں شور شرابا قطعی نہیں تھا مکمل امن تھا نہ ماحول میں کہیں فضائی آلودگی نہیں تھی۔ پیٹرول یہاں تقریباً 80 پینی۔ ڈیزل کا بھی یہی دام۔

کراچی سے روانگی سے دو دن پہلے جناب الحاج محمد صدیق پولانی صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی وہ 65 سال سے فلاحی اور سماجی شعبہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور یہ اہم اور خاص خدمت اس کے علاوہ مذہبی خدمات کے شعبہ میں ان کا ایک اہم شخصیت کے طور پر اعلیٰ مقام اور نام ہے تقریباً بائیس حج کی ادائیگی کر چکے ہیں تقریباً ہر سال حج کیلئے جاتے تھے تین چار مرتبہ حج کی ادائیگی کے موقع پر میں خود بھی ان کے ساتھ تھا۔

مناعرفات کے لئے قافلہ ترتیب دے کر مکمل ذمہ داری بھی خود سنبھالیں اور انتظام بھی خود کریں بس میں تمام قافلہ کے افراد کو آرام سے نشستوں پر بٹھا کر خود بس کے پائیدان پر بیٹھ کر تمام کو اللہ ہُما لبیک کی تسبیح پڑھاتے جاتے اس کو کہتے ہیں حاجیوں کی خدمت کرنا۔

تو انہوں نے یعنی کہ الحاج محمد صدیق پولانی صاحب نے مجھے ایک لفافہ دیا جو دیپک باڈولیکر کو دینے کے لئے تھا۔ اب دیپک مانچسٹر میں تھا تو میں نے فون کیا تو وہ کہنے لگا کہ بھائی آپ آؤ تو اپنے ساتھ لیتے آنا اس بہانہ ملاقات بھی ہو جائیگی کیونکہ میری عمر بھی کافی ہوگئی ہے اب میرا لندن آنا جانا کافی موقوف ہو گیا ہے ویسے اس کے لئے میں کوئی بندوبست کرتا ہوں انہوں نے ویپول کلیانی کو فون کیا کہ میرے پاس سے وہ لفافہ (پیغام امانت) وصول کرلیں ویپول بھائی نے فون کر کے مجھ سے باہم ملاقات کرنے آ گئے میں دیپک کا لفافہ اور اس کے علاوہ میرے برما کے بارہ دن کا سفرنامے کی دو کتابیں اور دیپک کے لئے بھی دو تین کتابیں دے دیں ویپول بھائی نے مجھے ''اوپینین'' کے نام کی گجراتی ماہنامہ کی ایک کاپی عنایت کی۔ یہ 26 جون 2005ء میں اشاعت اور طباعت ہوتی تھیں۔

''اوپینین'' کے مدیر اور ناشر اشاعت کنندہ ویپول کلیانی خود تھے مجھے جو دیا گیا رسالہ 23 واں شمارہ تھا ''اوپینین'' ماہنامہ رسالہ کا چندہ خرید 25 اور 40 پاؤنڈ اسکے ٹائیٹل صفحہ پر چھپا ہوا ہے۔

''اوپینین'' ماہنامہ کے پہلے صفحہ پر حیدر علی جیوانی کا مراسلہ ''دنیا کے آفات الٰہی کا ملاپ'' نام کا معلوماتی مضمون تھا۔ ''اوپینین'' رسالہ بغیر کسی اشتہار کے ماہانہ رسالہ تھا میں نے ان سے معلوم کیا کہ بھائی بغیر اشتہار کے تمہارا یہ رسالہ کیسے شائع ہوتا ہے؟''

تو وہ کہنے لگے۔

''اپنے اکیلے ہاتھوں سے تمام کام کی انجام دہی کرتا ہوں کوئی کارکنوں کا اسٹاف نہیں رکھا ہے اس لئے کوئی اضافی خرچہ نہیں ہے صرف کاغذ اور چھپائی کا خرچہ ہے۔''

انہوں نے برطانیہ میں گجراتی زبان اور گجراتی لوگوں کی معلومات دی کہ یوکہ (UK) میں پانچ لاکھ گجراتی آباد ہیں گجراتی زبان سب کو آتی ہے مگر لکھتے پڑھتے نہیں ہیں انہوں نے اپنے وہاں بھی دو تین ماہ پہلے گجراتی زبان کو زندہ رکھنے کے لئے اس سلسلے میں کنوینشن منعقد کیا تھا جس میں بھارت انڈیا اور پاکستان سے بھی گجراتی بولنے والے لوگوں نے اس میں شمولیت کی تھی گجراتی کو زندہ رکھنے کے لئے ہر جگہ ایک جیسے ہی جھمیلے اور مسائل ہیں۔

ویسے تو بسوں میں کنگز بری سے سوار ہوں تو گجراتی عورتیں بھی ہوں اور وہ گجراتی زبان میں باتیں کرتی ہوتی ہیں بڑی عمر رسیدہ عورتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں اور چھوٹی بچیاں اسکول آنے جانے کے لئے بسوں میں ہی سفر کرتی ہیں وہ بھی بالکل صاف زبان میں گجراتی میں باتیں کرتی ہیں ایک مرتبہ 10 کے

قریب بچیاں جس میں میرا سفر تھا اسی بس میں چڑھ گئی ڈبل ڈیکر بس تھی نیچے جگہ نہ ہونے کی صورت میں وہ سب اوپر چڑھ گئی ہم لوگ بھی اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ گجراتی میں بات چیت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

چار پانچ سیٹیں خالی تھی مگر وہ ایک دوسری سے آپس میں بات چیت کرتی رہی مگر خالی نشست پر کوئی بیٹھی نہیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ بچیاں کیوں نشستوں پر بیٹھتی نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مزید دوسری نشستیں خالی ہو گئیں دس کی دس بچیاں ایک ساتھ نشستوں پر بیٹھ گئی اور مجھے یہ دیکھ کر بہت اچھا لگا کہ ایک دوسری کا احترام اور لحاظ کے کچھ بچیاں بیٹھ جائیں اور بقیہ کھڑی ہو کر سفر کریں اور یہ غیر مناسب ہوتا اسلئے بیٹھے تو سب کی سب ورنہ کھڑے کھڑے ہی سفر کریں گی۔

ہم لوگ صبح ناشتہ میں گھر میں ڈبل روٹی اور انڈے بنا کر ناشتہ کر لیتے اور دوپہر کا کھانا روزانہ باہر سیر کیلئے جس جگہ گئے ہوئے ہیں وہاں ''حلال'' ریسٹورنٹوں میں حلال نمایاں لکھا ہوا ہوتا ہے اس کے علاوہ اللہ اور رسول مقبول ﷺ کے نام اور کلمہ اور آیتوں اور ایسی بہت سی اسلامی باتیں لکھی ہوتی ہیں اور اتنا کچھ ہونے کی وجہ سے اسلامی ماحول جیسا منظر محسوس ہوتا ہے۔ شراب یہاں پیش نہیں کی جاتی ہیں۔ اسلئے یہ مکمل حلال ریسٹورنٹ کہلاتے ہیں۔ اب تو ہر جگہ گوشت اور مرغابیاں اور بڑے بڑے عالیشان اسٹوروں پر ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ اور وہاں حلال لکھا ہوتا ہے اور اسلامی آیتیں اور طغرویں والی فریمیں آویزاں ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ہمیں سو فیصدی یہ تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ حلال ہے اور یہاں کھانے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہیں۔

رات کا کھانا ہم لوگ گھر پر ہی پکوا لیتے تھے چکن اور گوشت تقریباً دو تین پونڈ کے حساب میں کلو آ جاتا تھا۔ روٹیوں کے پیکٹ 12 سے 15 عدد میں فی پیکٹ ایک پونڈ میں دستیاب ہو جاتا تھا۔ ریسٹورنٹ میں کھانے کیلئے اگر جائیں تو ایک پونڈ میں صرف ایک نان ملتی ہے 40 پونڈ کا چھ آدمیوں کا بل بنتا ہے۔ کولڈ ڈرنک (مشروبات) 70 سے 75 پینی کے دام ہے۔ اس طرح سے گھر میں کھانا بہت سستا اور باہر بہت مہنگا ہو جاتا ہے۔

میں پیسے نکالنا اور گنتی کرتا اور اسکے بعد پونڈ کی نوٹیں نکالنا اور دینا موقوف کر کے ہر جگہ کریڈٹ کارڈ قبول کئے جاتے تھے تو میں اپنا کریڈٹ کارڈ دیدیتا اور دستخط کر دیتا اور بل جب آئیگا تو دیکھا جائیگا۔

اس سے پہلے اس مسئلہ میں کافی تجربہ اور نقصان بھگت چکا ہوں اسلئے احتیاطی طور پر یہاں درج کر دیتا ہوں۔ لندن میں ایک ہوٹل کا نام حلال ہوٹل تھا ہم لوگ ہوٹل میں کھانا کھانے داخل ہوئے مگر یہاں اسلامی طرز اور ماحول جیسا کچھ بھی نظر آیا تو بیرے (ویٹر) کو بلا کر آہستہ سے پوچھا کہ کیا یہ مسلمانی ہوٹل ہے۔ اس نے بھی بہت دھیمے لہجہ میں کہا آپ خود احتیاط سے چیزیں منگوالیں یہاں حلال شئے نہیں ہے۔ بیرا بنگالی مسلمان تھا۔ ہم نے بیرے کے کہنے پر مشورہ کر کے بیرے کو سبزی اور جھینگیں منگوا کر کھائے۔

دوسری دفعہ میرے سمدھی یوسف مکاتی ہم لوگوں کو ایک عالیشان ریسٹورنٹ میں لے گئے ہم اندر داخل ہوئے تو فوراً مینجر نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ میں نے فوراً پوچھا۔ ''یہاں حلال ہے''۔

تو حاضر جواب مینجر نے کہا۔ ''یہاں مسجد کا پیش امام بھی کھانا کھانے کیلئے آتے ہیں''۔

مجھے اس کا صاف جھوٹ نظر میں آ گیا کیونکہ مجھے شراب کی بوتلیں بھی یہاں نظر آتیں اور شراب پیش کرنے والے بھی نظر آ گئے جو یہاں موجود تھے۔ میں نے بہت احتیاط سے سی فوڈ سمندری اشیاء اور سبزی کھائی۔

پیرس میں ایک شخص کافی وقتوں سے آیا ہوا تھا اس نے کہا کہ میں آپ کو پاکستانی ہوٹل میں لے جاؤں۔ اور وہ ہوٹل واقعی مکمل پاکستانی تھی۔ ڈشیں بھی پاکستانی مگر ایک کونے میں شراب کی بوتلیں سجائی ہوئی تھی میں سمجھ گیا تھا۔ ہوٹل کے مالک کو بلوا کر میں نے پوچھا تو کہنے لگا حاجی صاحب!

''تمام گناہ میرے اوپر آپ بے فکر ہو کر جو چاہے منگاؤ'' اس کے جواب اور بولنے کے انداز سے یہ سمجھ آ گئی کہ گناہوں کا کام تو وہ شراب فروخت کر کے ہی کر رہا تھا تو اسے اور دوسرے کاموں سے کیا فرق پڑیگا؟

خیر میں نے بیگن کے بھرتے جیسے سالن کی ڈشیں منگوائی تھی گوشت اور مرغی نہیں کھائی اب پیرس میں گوشت اور مرغی کھانے کا بہت دل چاہ رہا تھا۔ ہمارا ایک مسلم ڈرائیور کلیم نام کا تھا جو ہم لوگوں کو سیر کرانے کیلئے لے جاتا تھا اس سے میں نے کہا کہ ہم کو حلال ریسٹورنٹ میں لے جائے۔ اس نے سنجیدگی اور مسرت بھرے لہجہ میں کہاں ''ضرور آپ لوگوں کو حلال ریسٹورنٹ میں لے جاتا ہوں۔''

وہ ہم لوگوں کو ایک ایرانی ریسٹورنٹ میں لیگیا ہوٹل میں داخل ہوتے ہی اندر کی طرف کاؤنٹر پر لکھا ہوا تھا۔

''یہاں شراب فروخت نہیں ہوتی ہے'' اس کے علاوہ دوسرے اسلامی آیتیں دیکھ کر ہمیں بھروسہ ہو گیا کہ سچ اور اعتماد کے قابل حلال ریسٹورنٹ ہے پھر تو ہمیں کافی دنوں کے بعد گوشت کی بوٹی کھانا نصیب ہوئی۔

سفر میں اکثر و بیشتر تجربے ہوتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ ہمیں اٹلی کے شہر میلان میں لے گئے تھے/ ائیر پورٹ سے ایک ہوٹل کا فاصلہ معلوم کر کے ٹیکسی ڈرائیور کو ''مارک زونی'' لیجانے کا کہا۔ مارک زونی ایک دیہی علاقہ کا نام تھا۔ ٹیکسی والے نے شہر میں ایک دکان کے سامنے گاڑی کھڑی کر دی اور کہنے لگا اُتریں مارک زونی آ گیا۔ ہم نے پوچھا کہاں ہے تو اس نے دکھایا جو ایک دکان پر مارک زونی کے نام کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ ہم نے کہا کہ ہمیں تو اوپر دیہی علاقہ میں جانا ہے۔ بڑی بحث و تکرار اور چار راہگیر کی درمیان گیری کے

بعد کرایہ زیادہ ملنے کی لالچ میں وہ ہمیں آگے لے چلا۔ ہمیں دوستوں نے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ اٹلی میں ہوشیار رہنا/ائیر پورٹ پر اگر آپ بریف کیس نیچے رکھو گے تو فوراً غائب ہو جائیگا۔

خیر ٹیکسی والا ہم کو مارک زونی کے علاقہ میں ہماری طے شدہ ہوٹل پر لے آیا اس کو کرایہ دیکر ہم لوگ اپنے اپنے روم میں جا کر کچھ دیر کیلئے آرام کیا۔ شام کا وقت تھا ابھی اندھیرہ نہیں پھیلا تھا تھوڑی سی دیر کیلئے چہل قدمی کرنے کیلئے باہر نکلے جولو میں (کپڑہ بننے کی مشین) ہمیں دیکھنے کیلئے جانا تھا وہ ''ویئر ہاؤس'' ہوٹل کے مقابل ہی تھا ہم پیدل ہی کچھ دور چلے تھے کہ وہ ویئر ہاؤس نظر آ گیا ہم نے جگہ دیکھ کر اب ہم کل صبح یہاں آنے کا طے کر کے اپنی ہوٹل واپس آ گئے۔

صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم اس ویئر ہاؤس کی جانب چل پڑے وہاں چوکیداری نظام نہیں تھا تمام کاروائیاں ریموٹ کنٹرول سے کئے جاتے ہیں۔ دروازیں بھی ریمورٹ کنٹرول سے کھول بند ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی پش بٹن دبا کر اپنی شناخت کرائی کے ہم کون لوگ ہیں تو فوراً ویئر ہاؤس کا گیٹ کھل گیا۔ آفس میں داخل ہوئے تو تمام جگہوں پر عورتیں نظر آ رہی تھی مکمل عملہ رعورتوں پر مشتمل تھا ہر کرسی پر عورت فائز تھی اور ہر جگہ رنگین اسٹیکر لگا ہوا تھا کہ ''عورتیں، مردوں کے مقابلے میں زیادہ کام کرتی ہیں''۔ ہم لوگ بوس (مالک) سے ملنے اوپر گئے تو وہ بھی عورت ہی ملی۔ ہمیں خوش آمدید کہا اور کڑکتی سردی میں چھوٹی سی پیالی میں دو گھونٹ کافی کے گرم پانی میں دو چیچ کافی ڈالی ہوگی، خیر یہاں کی رسم ہوگی۔ ہم نے بھی دوائی کی طرح ایک جھٹکے میں دو گھونٹ کافی کے پی لئے ایسی گاڑھی اور تیز کافی پینے سے ٹھنڈی تو جیسے غائب ہی ہوگئی۔ پوچھنے پر معلوم یہ ہوا کہ اٹلی میں مافیا گیم بہت ہے یہاں اور یہ بھی مافیا کی ملکیت ہے۔ خیر سے تذکرہ تو لندن کا تھا۔ لندن میں بھی خواتین ڈرائیونگ کرتی ہیں، بس چلاتی ہیں، ہوٹلوں میں ویٹرز کے طور پر بھی کام کرتیں ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک ٹیلی ویژن سیٹوں سے بھری ہوئیبوری کا سامان دو عورتوں نے کندھوں پر لاد کر گودام میں رکھ دیا۔

ائیر پورٹ پر پیسنجروں (سواریوں) کیلئے گاڑی بھی عورتیں ہی چلاتی ہیں۔ خیر یہاں تک کے ملک کی باگ دوڑ بھی عورت کے ہاتھوں میں ہو سکتی ہے۔ عورتیں ملک کے امور بھی چلائیں۔ جسکو دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ عورتوں کی حکومت کہی جا سکتی ہے۔

یہاں ایک لطیفہ نہیں بلکہ عبرت کی خاطر ایک مناسب لطیفہ درج کرنے کی خواہش کو روک نہیں سکتا ہوں سب جانتے ہیں کہ برطانیہ میں مارگریٹ تھیچر وزیر اعظم تھی۔ وہ بھی ایک عورت تھی۔ برطانیہ کی عظیم ملکہ جو پوری دنیا میں مشہور تھی وہ بھی عورت ہی ہے تو مارگریٹ تھیچر کی دور حکومت میں ایک قانون کو پارلیمنٹ (اسمبلی) میں منظوری دیدی گئی اور یہ قانون کی دفعہ تھی مرضی سے اغلام بازی (غیر قانونی زنا خوری ہم جنسپرستی) یعنی کہ قوم لوط کا گناہ تو اطیت کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہم جنس ایک دوسرے سے شادی

رچا سکتے ہیں جیسے کہ مرد سے مرد اور عورت سے عورت شادی کر سکتی ہے۔ایسا قانون منظور کیا گیا اور اس قانونی دفعہ کے مسودہ پر وزیر اعظم مارگریٹ تھیچر یعنی کہ ایک عورت نے دستخط کر دیئے اور برطانیہ کی عظیم ملکہ نے جو ایک عورت ہے جو کہ ایک آئینی سربراہ مملکت اور آئینی صدر کے طور پر منظور کر کے دستخط اور مہر ثبت کر دی۔خیر دنیا کی مشہور عالمی شہرت کی حامل خواتین نے ''تواطت'' کو قانون کا درجہ اور فوقیت دیدی۔اس مسودہ قانون پر مرضی اور حامی کہ مہر ثبت کر دی اور یہ عبرت کا مقام ہے اللہ اپنی پناہ میں رکھے دوسرے روز مجھے ساؤتھ آل جانے کا تھا تو میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آج ہم لوگ ساؤتھ آل جائینگے۔اس نے وہاں کیلئے ٹکٹیں منگوالی اور کہا کہ وہاں صرف بسیں ہی جاتی ہیں ٹرین نہیں جاتی ہے۔

دو تین بسیں تبدیل کر کے ہم ساؤتھ آل پہنچ گئے۔بس سے اترتے ہی ایسا لگا کہ ہم انڈیا میں پہنچ گئے ہیں۔تمام کے تمام ایشین ہی تھے اور کافی تعداد میں تھے دکانیں بھی ایشین لوگوں کی انڈین اور پاکستانیوں کی اور ہر جگہ بات چیت اردو میں ہوتی تھی۔گورے لوگ بہت کم نظر آتے تھے کہیں کوئی گورا نظر پڑتا تھا۔

یہاں لندن کے مقابلہ میں چیزیں کافی سستی دستیاب تھی تھوڑی بہت چیزیں ہم نے بھی خرید کر لی آم (کیری) لے کر سارے پاکستانی زمین پر خوانچہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے چار سندھری آم دو پونڈ کا ہے۔پانچ پونڈ والا کالنگ کارڈ تین پونڈ میں ملے۔پاکستان میں 70 منٹ تک بات چیت ہو سکے اور امریکہ میں 150 منٹ بات کر سکتیں ہیں اور کسی کسی جگہ پر کوئی تو دس پونڈ میں 4 کارڈ دے دیتے تھے۔ہر ملک کیلئے کارڈ ملتے ہیں۔ہم پاکستانی کارڈ کے خریدار تھے۔اس میں لائن جلدی مل جاتی تھی رابطہ ہو جاتا تھا اور اتنی ہی منٹ بات چیت ہوتی تھی۔

گھومتے پھرتے ہوئے ہم چوہدری ریسٹورنٹ کے پاس آن پہنچیں۔تو باہر ایک موٹر رکشہ مینا کاری کیئے ہوئے کھڑا تھا معلوم ہوا یہ ہوٹل کے لوگوں کی ایک بس اور ایک آٹو رکشہ مینا کاری والی پاکستان سے منگوا کر ہوٹل کے باہر کھڑی کی تھی بسیں تو تقریباً آرڈر پر اکثر گئی ہوتی ہیں رکشہ خالی کھڑے ہوتے ہیں۔

خیر ہم لوگ ریسٹورنٹ کے اندر داخل ہوئے تو بہت محظوظ ہوئے۔ویل ڈریس والے ویٹرز سجاوٹ بھی عمدہ اور چاروں طرف کی دیواروں پر فوٹو فریم آویزاں تھے فوٹو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ دلیپ کمار، شاہ رخ خان، عمران خان پاکستانی کریکٹرز ٹیم کے اور جنرل پرویز مشرف بھی یہاں کھانا کھانے آچکے ہیں۔

یہ تو بہت مشہور ریسٹورنٹ تھا۔پوچھ پاچھ کرنے سے ایک اُپلیٹا کا باسی میمن لڑکا یہاں کام کرتا تھا۔اس سے بات چیت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا میرے خاندان کے رشتہ میں سے تھا اور یہاں تقریباً ایک ہی دام تھے اسلئے کوئی مہنگا زیادہ لگا نہیں۔راستے میں روڈ پر گرما گرم تازی جلیبیاں بھی مل جائیں اس کے بعد انڈیا پاکستان کی بنائی ہوئی تمام مصنوعات بھی دستیاب ہو جاتی تھی۔بہت مزہ آیا اور مظوظ ہوئے جیسے کہ بمبئی میں آگئے ہیں ایسا محسوس ہوتا تھا۔ایمٹیشن (نقلی) جیولری کے بھی ایک پونڈ دام والی دکان جہاں ہر

چیز ایک پونڈ دام میں ملتی ہے ہم نے وہاں سے اور کچھ دوسری دکانوں سے تھوڑی بہت خریداری کی۔
ہم سب لوگوں کو اتنا اچھا لگا اور مزہ آیا کہ واپسی آنے سے پہلے ایک روز پھر یہاں آ گئے اور چوہدری ریسٹورنٹ میں کھایا پیا اور گھومنے پھرنے سیر سپاٹے کرنے اور شوپنگ کرنے میں بھی خوب مزہ آیا۔لندن کے خوب اعلیٰ شان اور جگ مگاتے اور چمکتے اور رنگ برنگی لباس والے سیاحوں کے اس ماحول کے باوجود اپنے ماحول میں انڈیا پاکستان کے لوگ ہی نظر آتے تھے۔اس علاقے میں ایک انوکھا ہی منظر اور دلچسپی والے ماحول مین ہیمخطوظ اور مزہ اور دلچسپی سے پر ماحول تھا۔
دوسرے دن ''اُپٹن پارک'' گئے گرین اسٹریٹ میں جمعرات کو بازار لگتا ہے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یہاں صرف خوراک اور غذائی اشیاء (کھانے پینے کی) یہ بازار تھی۔گوشت مچھلی سبزی اور پھل فروٹ وغیرہ تھے۔لندن میں کہیں بھی دیکھو گوشت اسٹور ہی میں ملیں گے کیونکہ گوشت اور مرغی مسلمان زیادہ کھاتے ہیں۔اب تو بڑی عالیشان سُپر مارکیٹوں میں ہی'' جھٹکے کا گوشت اور سُور کا گوشت ملتا ہے اور اس مارکیٹ میں بھی جھٹکے کا گوشت اور سور کا گوشت ملتا ہے اس مارکیٹ میں ہمارے لئے کوئی دلچسپی کا سامان نہیں تھا ہم لوگ مارکیٹ سے باہر نکل گئے اور شاپنگ کیلئے دوسری دکانوں کی طرف بڑھ گئے۔
بڑی بڑی وسیع دکانوں کی قطاریں تھی جس میں دو چار دکانیں ایسی تھی جس میں صرف اسلامی اور مذہبی چیزیں دستیاب تھی جیسے کہ برقعہ، ٹوپی، مصلے تسبیح اور قرآن شریف اور اسی طرح کی دوسری بہت سی اشیاء یہاں موجود تھیں۔میری بیوی نے ایک کپڑے کی ٹوپی ڈیزائن والی 6 پونڈ میں خرید لی۔میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ کراچی میں ایسی ٹوپی 350 روپے میں مل جاتی ہے وہ کہنے لگی کہ بھلے مجھے پسند آئی تو میں نے خرید لی۔خیر دام تو ہر جگہ زیادہ ہی ہوتے ہیں۔اس کے بعد پاکستانی جیسی ایک کباب ہوٹل میں کھانا کھانے کے لئے گئے تو وہاں کھانے میں چکن کا سالن وغیرہ تو تھا ہی مگر ہوٹل کا نام کباب سن کر سیخ کباب کھانے کا دل ہوا چار پلیٹ کباب کے منگوائے یہاں ایک پلیٹ میں دو کباب ہوتے ہیں اور ڈیڑھ سے دو پونڈ فی پلیٹ کے دام تھے اسکے بعد گھومتے پھرتے سیر کرتے ہوئے کافی آگے آ گئے تو وہاں ایسی ہی ہوٹل ایک اور آ گئی نام بھی ویسا ہی آگے لکھا تھا لاہوری کباب باہر کی جانب بورڈ نصب تھا کہ یہاں کمرے (روم) کرایہ پر دستیاب ہیں تو میں نے اندر جا کر معلوم کیا تو جواب یہ ملا کہ ہمارے پاس اسٹوڈیو روم ہے۔اس میں چھوٹا سا کمرہ اور باتھ روم اور باورچی خانہ ہوتا ہے جس کو یہ لوگ اسٹوڈیو روم کہتے ہیں (روم) کرایہ دو ہفتے 150 پونڈ۔ایک ہفتہ ٹھہرنا ہو تو 100 پونڈ کرایہ مجھے روم دیکھنے کے لئے آفر کری تو میں نے اس سے کہا کہ اپنا کارڈ دے دیں اگر کسی کو یہاں مقام کرنا ہوگا اور روم کی ضرورت ہوگی تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دونگا۔اس نے مجھے اپنا کارڈ دیا اور ہم وہاں سے واپسی ہوئے۔
ٹیوب اسٹیشن گئے وہاں زمین دوز ٹرین کے تمام اسٹیشنوں پر مسافروں کے لئے تمام بنیادی سہولتیں

موجود ہوتی ہیں اگر چھوٹا اسٹیشن ہو تو وہاں پلیٹ فارم پر بینچیں لگی ہوئی ہوتی ہیں اور اگر بڑا اسٹیشن ہو تو وہاں ویٹنگ روم موجود ہوتا ہے۔ ریل گاڑی جب ''کنگ بری'' پہنچی تو ہم کنگ بری میں اتر گئے کچھ دور پیدل چلنا ہوتا ہے تو آگے چل کر بس میں سوار ہو جائیں ٹکٹ تو ہے ہی اور یہ بس ہمارے گھر کے نزدیک سامنے ہی اتار دیتی ہے اگلے دن ویسٹ منسٹر اسٹیشن پر اتر کر ''کروز لانچ'' میں بیٹھنے کا مزہ لیا۔ 35 پونڈ میں چار بڑے اور تین چھوٹی ٹکٹ جو کل پچاس منٹ تک ''ٹھمیس نہر'' میں سیر کراتے تھے نہر میں سے ہمیں بڑی بڑی عالیشان عمارتیں نظر آئی جو کہ ایک دائرہ کی طرح سے ہے اور آدھے گھنٹے میں ایک چکر لگا کر مکمل کریں جس سے مکمل لندن کو اونچائی سے اس کا نظارہ ہم لوگ کر سکتے ہیں جو کہ بہت خوبصورت نظارہ پیش کرتا ہے۔ بہت سی عمارتیں آتی ہیں اور کامینٹری معلومات پیش کی جاتی ہیں لانچ میں دوران سفر میں وہاں ایک حبشی نوجوان نے آ کر ہماری (فوٹو) تصویریں بنالیں ہمیں کچھ سمجھ نہیں آیا کہ اس نے تصویریں کیوں لی ہیں ہمارے ہر آنے والے فوٹو میں درمیان میں ہماری تصویر اور ادھر ادھر خوبصورت مناظر نظر آتے تھے ہم سے کہا کہ 10 پونڈ میں تصویریں اور یہ اسٹیکر میں تمہارا فوٹو جو کہ آپ اپنے فریم میں لگا سکتے ہیں اس کے حساب سے اس نے کہا تو 10 پونڈ ہوئے تو میں نے ہمت کر کے پانچ پونڈ آفر کر دی مگر وہ اپنے مخصوص دام خراب نہیں کرتے اس لئے تصویریں نہیں خریدی۔

سامنے ''مچھلی گھر'' جہاں لیڈی ڈائینا کی شادی تھی وہ چرچ۔ لندن برج اور دوسری عمارتیں بگ بین ٹاور۔ پارلیمنٹ (اسمبلی) کی عمارتیں وغیرہ ہر ایک گھنٹہ پر کروز جاتے ہیں یعنی کہ پچیس منٹ میں اپنا سفر کرنے کے لئے چہل قدمی کر کے نظارہ کیا۔

لاہوری کباب، لاہوری طباق اور ایک ہی نام کی ریسٹورنٹ کی قطاریں لگی ہوئی ہو تو لاہوری کباب ہر جگہ دستیاب ہو جاتیں مگر کسی جگہ بھی کراچی کا نام نظر نہیں آتا کچھ ہوٹلیں یا تو صرف آرڈر لینے کے لئے آئی پیک کا استعمال کرتے ہیں آرڈر سن کر بٹن دباتے ہیں سمجھو کام ہو گیا۔

معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آئی پیک کا کمال یہ ہے کہ تم لندن میں کار میں جہاں جانا ہو اور راستہ میں ٹریفک اور راستہ کے پتہ میں پریشانی ہو تو آئی پیک لے لو اور روڈ اور عمبر اور علاقہ لکھ دو تو کار میں موجود آئی پیک تمہیں کومینٹری کرتا رہیگا۔ لیفٹ (بائیں) رائیٹ (دائیں) اور غلطی ہو جائیں تو کہے گا یوٹرن کرو۔ تمہیں آسانی سے آپ کو جہاں جانا ہو وہاں ٹھیک جگہ پر پہنچا دیگا۔

آجکل کے دور میں موبائل اور آئی پیک ایک ساتھ ہی ملتے ہیں اور یہ تین سو سے چار سو پونڈ میں دستیاب ہے لندن سٹی کا نقشہ کمپیوٹر میں حکومت نے فیڈ کر دیا ہے لندن شہر چھ زون میں تقسیم کر دیا گیا ہے لندن شہر کا ہیتھرو ایئر پورٹ کا نمبر چھٹے زون میں متعین کیا گیا ہے کنگز بری چوتھے زون میں متعین کیا گیا ہے سینٹرل لندن زون نمبر 1 میں متعین ہے۔

اس لئے تمام گلیاں اور روڈ پر جانے کے لئے آپ کو مددگار اور معاونت کریں کہیں غلطی کا امکان نہیں ہے روز بروز جدید تحقیق ہوتی جا رہی ہیں اور آسانیاں پیدا ہو رہی ہیں ہم لوگ ہائیڈ پارک گئے جہاں بہت سے لوگ تقریریں کرتے ہوتے ہیں اور اصلاحی اور خیر کی باتیں کہتے ہیں یہاں ہر کسی کو تقریر اور بیان کرنے کی اجازت ہے جیسی تقریر کرنی ہو وہ کرو کسی کی بھی مخالفت میں کہنا ہو وہ کہے دل کا غبار نکالنے کا یہ اچھا طریقہ رائج ہے۔

ہائیڈ پارک کے ایک گوشہ میں سپرن ٹائین نامی جھیل ہے جہاں چھوٹی چھوٹی لانچیں چلتی رہتی ہیں جس میں آرام دہ کرسی کپڑہ کی سیٹ والی آرام کرسی جس میں بیٹھنے کا کرایہ ایک پونڈ ایک گھنٹہ کے لئے تھا بکنگھم پیلس کچھ وقت کے لئے کھولا جاتا ہے اور اس کی بھی ٹکٹ رکھی گئی ہے سیاحوں کی جیب خالی کرنے کا فن انگریزوں کے پاس بہت خوب ہے۔

مصر کا مسلمان ڈوڈی جو لیڈی ڈائینا کے ساتھ محبت کے سرور سے سرشار ہوتے ہوئے موت نے نگل لیا اس کے والد کا لندن میں مشہور ہیرالڈ شوپنگ سینٹر میں سیل لگائی ہوتی ہے کافی اشتہار اور کمپوٹر پر ویب سائٹ پر بھی اشتہارات کی بھر مار اس کے تولیہ کا دو پونڈ کا اشتہار آئے اور اسٹور میں سیر کریں اور دیکھیں کوئی بھی اشیاء کے دام آپ کی سمجھ اور بوجھ اور قوت خرید سے زیادہ نہیں تولیہ والے شعبہ (ڈپارٹمنٹ) میں گئے تو نیپ کن سائیز ''16x16'' انچ کا تولیہ 2 پونڈ کا جو اپنے یہاں دو روپیہ میں ملتا ہے اب اگر اس سے تھوڑا بہت لمبائی میں ہو تو پھر چہرہ صاف کرنے میں کام آسکتا ہے دام میں تو ایک صفر کا اضافہ ہو گیا۔ 20 پونڈ کا جس سے بڑی مشکل سے وضو کر کے ہاتھ منہ پونچھ سکتے ہیں میں نے اپنے لڑکے سے کہا کہ بیکار میں وقت ضائع کرنے اور چکراتے پھرنے سے کیا فائدہ کسی دوسرے اچھے سستے اور مناسب دام والے اسٹور میں چلتے ہیں تا کہ ہم کچھ سامان خرید سکیں۔ میرا بیٹا ہمیں پریما نام کے اسٹور میں لے کر گیا۔ پریما کی کاروباری اسٹور کی چین ہے لندن اور یوکے میں اس کے کئی اسٹور ہیں ٹیکسٹائل کی اشیاء اور گارمنٹس دستیاب تھے اس اسٹور میں میں نے تو دو تین پونڈ میں ہاتھ منہ صاف کرنے کے تولئے خریدے بڑے تولیہ بھی لئے اور بچوں کے لئے شرٹ لئے پانچ پونڈ میں وہاں دام مناسب تھے تو دو پونڈ میں میرے موزے کی جوڑی تھی میں نے پانچ جوڑی موزے کی خرید لی۔ پیسے ادا کرنے کے لئے میں کھڑا ہو گیا رقم وصول کرنے کے لئے چھ سات حسینائیں مشین لے کر بیٹھی ہوتی تھی۔ ایک کے پاس سات شخص کھڑے ہوتے تھے اور 15 منٹ بعد میرا نمبر آیا کریڈٹ کارڈ سے ادائیگی کر کے باہر نکلے۔ معمول کی عادت کے مطابق کباب میں لنچ کیا ایک پونڈ میں 2 لیٹر کوکولا اور چین والے کچھ اسٹور کی اپنی ذاتی بناوٹ والی 20 سے 25 پینی میں دو لیٹر کی دیتے تھے جس میں کولا لکھا ہوا ہوتا ہے او رینج لیمن بھی دستیاب اور ذائقہ بھی اچھا اور ویسا ہی انڈے ایک پونڈ میں 15 سے 20 عدد اسٹور کی اپنی پروڈیکٹ اور دوسری نامی گرامی مشہور کمپنیوں کی پروڈکٹ اگر لو تو پونڈ میں پانچ اور ساؤتھ آل میں خریدے تو

ڈیڑھ پونڈ میں تیس کا پورا کریٹ۔

مارکیٹ والے تاجر جو زیادہ منافع بخش کاروبار کرنے کے لئے ڈائیریکٹ اسٹور میں فروخت کرتے ہیں اس لئے درمیان میں کوئی نفع نہیں لیتے اس لئے کئی اشیاء صرف سستی اور ارزاں داموں میں مل جاتی ہیں۔

ہمارے گھر کے پاس ایک اسٹور میں بہت ہی سستی چیزیں ملتی تھی اس کے پورے لندن شہر میں کئی ایک اسٹور ہیں گھر میں کھانا پکانا کافی سستا اور کم خرچ میں پکتا ہے ہمیں باہر کھانا بہت مہنگا پڑتا ہے گوشت اور مرغی بھی ایک سے دو پونڈ میں دو تین پونڈ میں ایک کلو بکرے کا اور گائے کا گوشت بھی مل جاتا ہے انڈیا کے اسٹور میں جائیں تو گرم مصالحہ اچار وغیرہ تمام انڈیا کی بناوٹ کی اشیاء دستیاب ہو جاتی ہیں لندن یعنی کہ مختلف زبانوں کے بولنے والوں کا ایک شہر ایک اخبار روزانہ کے مطابق 121 زبانیں لندن شہر میں بولیں جاتی ہیں اور 13 مذہب والے یہاں رہائش رکھتے ہیں۔ لندن میں اولمپک کی پُر شور بڑے زور وشور سے تشہیری مہم جاری تھی ہر ٹرینوں کیسیٹ کور پر اولمپک کے لوگو کے رنگ اور لگا دیئے گئے تھے ٹرینوں کے ڈیزائن بھی اولمپک کی مشہوری کے لئے رنگ کر دی گئی تھی اور ہر ایک کو وہاں امید تھی کہ 2012 میں اولمپک لندن میں منعقد ہوسنگا پور میں اس کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا تھا اور انتخاب ہونا تھا۔

ایسے میں فرانس کے صدر اور برطانیہ کے وزیر اعظم۔ امریکہ کے کلینٹن اور دوسرے مندوبین اور عظیم باکسر محمد علی وغیرہ موجود تھے آخر میں امریکہ، روس اور اسپین لندن کی حمایت میں سبکدوش ہو گئے تھے اس لئے ان کے ووٹ بھی برطانیہ کو مل گئے پیرس کو 50 اور لندن کو بھی 50 ووٹ مل گئے فرانس کے صدر نے کنوینسنگ کرتے ہوئے کمیٹی کے اجلاس میں بہت سخت روّیہ اپنایا اور اپنی تقریر میں یہ تک کہہ گئے کہ لندن میں اولمپک منعقد ہوگی تو اُن کو میڈ کاؤ (پاگل گائے) کھلائینگے اور میزبانی کی رسم اور روایت بھی نہیں آتی ہے۔

فرانس تمہاری بہت اعلیٰ ظرفی میزبانی اور عمدہ سہولتوں کا انتظام کرینگے اس لئے ہم ووٹ کے معاملہ میں انگلی مسلتے لندن کی حمایت میں ہی گئے۔ انگریز گوری جلد والے خوشی کے جوش میں نعرہ لگاتے ہوئے راستوں میں نکل آئے اور ناچنے لگے اور گانے گانے کی ابتداء کردی۔

دوسرے دن صبح سے بم دھماکے ہوئے خوشیاں غم میں تبدیل ہو گئیں اور ایسا سُننے میں آیا کہ لندن کو کسی کی بدنظر لگ گئی ہے۔ آخری 1949 میں اولمپک منعقد ہوئی تھی اب 64 سالوں کے بعد یہاں منعقد ہو گی جس پر 2-3 بیلین پونڈ کا خرچ ہوگا اب تمام برانڈ کی مصنوعات پر اولمپک کی برانڈ کی مانگ بڑھ جائیگی اور آمدنی شروع ہو جائیگی۔

دوسرا دن جمعہ کا مبارک دن ہونے پر ہم لوگوں نے طے کیا کہ اگر ایسٹ میں نماز جمعہ کی ادائیگی کرینگے۔ وہاں بنگالی مسلمانوں کی کافی بڑی تعداد آباد تھی اور مسجد بھی کافی خوبصورت اور وسیع ہے ہم لوگ بارہ بجے کے قریب مسجد میں پہنچ گئے۔ مسجد تقریباً مکمل لوگوں سے بھری پڑی تھی آخری صف میں بڑی مشکل سے جگہ ملی مولوی صاحب نے بنگلہ زبان میں واعظ کیا اور عربی میں خطبہ پڑھا۔ نماز پڑھکر تمام لوگوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیئے ہم لوگوں نے بھی کچھ لوگوں سے ہاتھ ملایا اور مصافحہ کیا۔

میرے بیٹے نے کہا کہ ہم لوگ سامنے والی ناز ریسٹورنٹ ہے وہاں لنچ کرینگے، نزدیک گئے تو معلوم ہوا کہ 6 پونڈ میں لنچ لکھا ہوا ہے بوفے لنچ تھا دو قسم کے سالن اور دو قسم کے چاول تھے روٹیاں اور سویٹ ڈش اور فروٹ سلاد کھانے اور ذائقہ میں عمدہ تھا۔

میں نے ایک پلیٹ لی اور دوسری پلیٹ تبدیل کی تو منیجر نے کہا کہ ایک ہی پلیٹ لینے کی ہے۔ پھر لکھا ہوا دیکھا یہ درج تھا کہ ایک دفعہ لے لو تو 6 پونڈ اور اور زیادہ پلیٹ لوگے تو 7 پونڈ میں نے بیرے کو بلایا اور کہا کہ بچوں کے لئے کیا حساب اور دام ہے اُس نے جواب دیا کہ ایک پلیٹ میں دو بچیں کھالیں تو ایک ہی پلیٹ کے دام لگائینگے میں نے کہا کہ اب 6 پونڈ کے حساب سے لگانا۔ زیادہ نہیں لگانا اس نے ہاں میں جواب دیا۔ ہم نے لنچ تناول کیا اور سات آدمیوں کے 42 پونڈ بنتے تھے معلوم ہوا کہ دو پونڈ اضافی لگا دیئے ہیں بل تھا 44 پونڈ کا آیا وہ میں نے کریڈیٹ کارڈ سے ادائیگی کردی۔ اس علاقے میں بھی ماحول زندگی اپنی جیسی دیسی تھا کافی مسرور ہوئے۔

ایک دن ٹوٹینگ براڈوے گئے جہاں کافی تعداد میں پاکستانی آباد ہیں اور پاکستانی ماحول بھی ہے کافی عرصے پہلے میرے دوست یونس عرفا کا دوست صدیق بھائی میری دُکان پر آئے تھے۔ وہ ٹوٹینگ براڈوے میں رہائش پذیر ہیں تو دو سال پہلے میں لندن گیا تھا تو اُس وقت ان کی منت سماجت مجبور ہوکر اُن کے یہاں ٹھیرا تھا۔ اُن کے بیٹے بہت ملنسار اور اچھی طبعیت کے مالک تھے اُس وقت مجھے نیویارک جانا تھا ٹکٹ لندن سے خریدنی تھی ایک لڑکا جو سب سے پہلے گھر آیا تھا میں نے اُسے بتایا کہ ہمیں نیویارک جانا ہے رعایتی اور سستی ٹکٹیں ملیں ایسا کوئی طریقہ بتلاؤ تو اُس نے کہا۔

''حاجی صاحب! ٹکٹ خریدنے کے لئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے گھر پر بیٹھے بیٹھے ہی ٹکٹوں کا بندوبست ہوجائیگا میرا چھوٹا بھائی ابھی آنے والا ہے گھر پر وہ اس کام میں کافی مہارت رکھتا ہے۔ وہ تمہیں ٹکٹیں دلادیگا۔''

اس دوران افضل انٹرنیٹ پر کوشش کرتا رہا 215 پونڈ میں آنے جانے کی لندن سے نیویارک کی معلوم کرلی، میں نے کہا کہ انور کو آجانے دو ورنہ پھر یہی ٹکٹیں لے لینگے۔

انور بھائی آگئے بات کہدی تو وہ بھائی انٹرنیٹ پر بیٹھ گئے اور کویت ایئر لائین کی ٹکٹ 31 مئی کو

روانگی اور یہ دو تین دنوں کے بعد ٹکٹوں کے دام بڑھ جائینگے 175 پونڈ میں آنے جانے کی سہولت اور اسی ہفتہ کے دن روانگی۔ اور آئندہ ہفتہ کے دن واپسی آجانے کے لئے۔

مثال کے طور پر مجھے تو جیسا چاہیئے تھا ویسا ہی حکیم نے نسخہ بتا دیا۔ اس کے بعد کے ہفتہ کو میری ایجپٹ ایئر لائین کی فلائیٹ بک تھی۔ میں نے کہا کہ انور جلدی سے اُوکے کرالیں تو انور نے پوچھا:

''حاجی صاحب! آپ کے پاس کریڈٹ کارڈ ہے؟'' میں نے اُسے ہاں میں جواب دیا تو اُس نے کہا نمبر دو۔ میں نے کارڈ اُس کے ہاتھ میں تھما دیا تو اُس نے نمبر دیکر دو سیٹیں مخصوص کرادیں۔ اور میرے اکاؤنٹ میں سے 350 پونڈ کی دو ٹکٹیں خرید لی۔

میں نے انور سے پوچھا: ''بھائی ٹکٹیں کہاں ہیں!''

انور کہنے لگا: ''حاجی صاحب! تم جب ایئر پورٹ پر پہنچو گے تو وہاں اِسکائی کوریئر سروس کے کاؤنٹر پر سے آپ کو ٹکٹیں مل جائینگی۔ اور 20 پونڈ سروس چارج آپ سے لینگے۔''

ہم نے کہا: ٹھیک ہے۔'' مگر دل میں شکوک و شبہات تھے مگر ایئر پورٹ پہنچنے پر فوراً کوریئر سروس اسکائی کاؤنٹر نظر آ گیا۔ پاسپورٹ پیش کرنے پر انہوں نے ہمیں ٹکٹیں دے دی۔ اور 20 پونڈ کی ہم نے ادائیگی کردی۔

کویت ایئر لائین کی سروس بہت اچھی اور جہاز بھی جدید اور سہولتوں سے مزین تھا۔

نیویارک جانے کے لئے اپنے ایک سماجی جماعت کے سربراہ صرف نیویارک سے لندن جانے کی ٹکٹ تقریباً اتنی ہی رقم میں لی تھی یعنی کہ خالی ایک طرف جانے کی۔ ایک طرفی ٹکٹ کا اتنا آدھا خرچہ کے فرق مطلب کہ انسان کو کوشش کرنی چاہے تو ہر کام میں فائدہ ہوتا ہے اور مزہ بھی آتا ہے۔ خیر سے پہلے تین چار دن ٹورینتھ براڈوے میں رہے اس لئے میرا یہ دیکھا بھلا علاقہ تھا۔ وہاں گھومنے پھرنے اور سیر سپاٹے کرنے کا لطف آیا۔

انور اور اُس کے بھائیوں نے محبت بھرے لہجے میں اور ضد کر کے کہا کہ ہمارے گھر ضرور تشریف لانا۔ اب دو بھائیوں کی شادی ہوگئی ہے اور ان کی والدہ بھی وہیں مقیم ہیں۔ مگر اتفاق سے وقت کی نامناسبت سے جانا نہیں ہوا۔ ہم لوگ ٹورینتھ براڈوے سے چھ بجے نکل گئے اور وہ لوگ سات بجے آئے جس کی وجہ سے ملاقات نہ ہوسکی۔

دوسرے دن مجھے لندن میوزیم دیکھنا تھا میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ مجھے لندن میوزیم دیکھنا ہے ہم نے ضروری معلومات حاصل کی دوسرے دن ٹرین نے ہمیں ٹاورھل اسٹیشن پر ہمیں پہنچا دیا۔ سامنے ہی بلڈنگ میں کئی حصے تھے ایک وسیع جگہ میں میوزیم تھا اور وہاں لوگوں کا رش نہیں تھا میں اور میرا بیٹا اسماعیل

دونوں ٹکٹ حاصل کرنے کھڑکی پر گئے تو معلوم ہوا کہ ایک شخص کی ٹکٹ 19 پونڈ ہے۔

میں نے کہا یہ لڑکا چھوٹا ہے اور میں ایک سینئر سیٹی زن ہوں کیونکہ تھوڑے فاصلے پر ایک بورڈ آویزاں تھا جس میں لکھا ہوا تھا ساٹھ سال تک سے اوپر کے لوگوں کے لئے 11 پونڈ اور بچوں کے لئے آدھی ٹکٹ یعنی کہ 9.5 پونڈ خیر سے اس طرح سے ہمیں 20.5 پونڈ دیکر ہم لوگ اندر داخل ہوئے۔ اپنے آس پاس نظر دوڑائی تو کافی ھال تھے ہم اندازے سے ایک ھال میں داخل ہوئے تو وہاں قدیم اور تاریخی اشیاء تھیں پتھروں کے ہاتھیوں اور گھوڑوں کے پتلے۔ پتھروں پر کھدائی اور صلیبوں پر کشیدہ کاری اور کھدائی کئے ہوئے قدیم دور کے آثار کی چیزیں اسکے علاوہ اسلحہ بندوقیں توپیں۔ وغیرہ بہت ساری قدیم اور تاریخی نوادرات اور قیمتی اشیاء تھیں۔ مگر مجھے تو صرف کوہِ نور ہیرا دیکھنے میں ہی دلچسپی تھی اور اسکے علاوہ دوسرے قیمتی ہیرے دیکھنے کے لئے اس میوزیم میں آنے کی یہی خاص وجہ تھی تین چار ھال میں گھوم پھر کر باہر دالان میں آ گئے میں نے ایک خاتون سے پوچھا کہ یہ میرے بیٹے کو ڈائمنڈ دیکھنے ہیں کونسا ھال ہے خاتون نے انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا اس طرف دیکھ کر میرے بیٹے نے کہا کہ او ہو اتنی بڑی لمبی قطار! تو اُس خاتون نے اس کی طرف مسکرا کر کہا کہ قطار میں کھڑے ہو جاؤ نمبر آ ہی جائیگا ہم لوگ قطار میں کھڑے ہو گئے۔

پانچ سے چھ سو آدمیوں کی لائین تقریباً ہو گی لمبی قطار کے فوٹو کھینچنے اور اُس کے بعد بڑی مشکل سے ہمارا نمبر آیا تو ہم اندر داخل ہوئے وہاں قدیم بورڈ پڑھکر تو میری ساری حسرت اور اُمنگ پگل گئی یہاں فوٹو بنانا اور موووی اُتارنے کی سخت ممانعت ہے۔

اب میں نے اسماعیل کو کیمرہ دے دیا اور کہا کہ موقعہ دیکھ کر ہم لوگ دو نمبر میں فوٹو کھینچ لینگے ہیرے کے تاج والا شوکیس دیوار کے ساتھ نسب تھا جس میں خوبصورت ہیرے جڑے ہوئے تھے۔

شوکیس جہاں سے شروع ہوتا تھا وہاں ایکسی لیٹر لگا ہوا تھا تا کہ اس کے اوپر کھڑے ہوتے ہی چلنے لگے تا کہ کھڑے ہونے والا شخص شوکیس کے سامنے سے گزرتا چلا جائے تا کہ کوئی بھی شخص ٹھیر کر نہیں دیکھ سکے فوراً فوٹو اُتارنے کا موقعہ نہیں ملا۔

آگے ایک بڑا شوکیس تھا جس میں ایک تاج رکھا ہوا تھا جس میں شاہی ہیرے تھے اور ایک بڑا ہیرا تھا جو کوہ نور (جیسا تھا) معلوم ہو رہا تھا میرے بیٹے نے مجھ سے کہا یہاں موقعہ اچھا ہے میں نے کہا کیمرے کا بٹن دبانا ہے میں اس کے آگے کھڑا ہو گیا اور وہ عالمی شہرت کا حامل ہیرا جسے دیکھنے اور نظارہ کرنے کا مجھے بے حد شوق تھا اُس کا فوٹو لے لیا کسی نے بھی نہیں دیکھا اس کی تصویر واضع اور صاف نظر آئی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ خیر سے آنے جانے کا سفر کامیاب ہوا۔

ہمارے موبائل فون باہر رکھے ہوئے تھے فیملی کے فون آئے ہوئے تھے ہم لوگ باہر نکل آئے۔ وہاں بھی بڑی رونق تھی تھیمز نہر کے کنارے لوگ لانچوں میں سواری کرتے تھے اور نہر کے کنارے لکڑیوں کی

بینچیں لگی ہوئی تھیں ہم لوگ وہاں بیٹھ کر بقیہ میری فیملی ہمارا انتظار کر رہے تھے۔
ہم لوگ فیملی کو ساتھ لے کر لنچ کے لئے روانہ ہوئے خان ریسٹورینٹ بسیں واٹر اسٹیشن سے نزدیک ہے وہاں جا کر لنچ کیا خان ہوٹل میں پہلے بھی آچکا تھا اب کافی اضافہ کر دیا تھا اور سیٹنگ بھی ابھی کر لی تھی ھال بھی کافی وسیع کر دیا تھا اور کھانے بھی عمدہ اور ذائقہ دار ہوتے ہیں فارغ ہو کر گھر واپس آگئے۔
دوسرے دن ویمبلی سینٹر کے مقام پر اتوار کا دن ہونے سے بازار لگتا ہے وہاں پر جانے کا پروگرام بنایا۔ اتوار کے روز بازار میں کئی ایک اسٹال لگائے جاتے ہیں جسمیں موبائیل اور الیکٹرونک کے سامان اور دوسری بہت اشیاء ملتی ہیں اور فروخت کرنے والے بھی کافی ہوشیار ہوتے ہیں۔
ہمارے یہاں جس طرح نیلامی ہوتی ہے ایسے ہی الیکٹرونک آئیٹموں کا ایک اسٹال لگا کر ایک چالاک اور ہوشیار شخص چھوٹے سے لاؤڈ اسپیکر میں بولتا رہتا ہے اور ایک اشیاء دکھا کر سی ڈی پلیئر سے ایسا ہی کوئی دوسری الیکٹرونک آئیٹم لیکر دکھلایا کرے اور بولتا رہے کہ اس کا صحیح دام اسٹور میں 94.99 پونڈ ہے یہاں 75 میں نہیں اور 50 میں بھی نہیں دونگا میں تمہیں بالکل سستا اور مفت کے بھاؤ میں صرف 20 پونڈ میں دے رہا ہوں پلاسٹک کی تھیلی میں پیس ڈال کر نیچے کھڑے ہوئے آدمی کو دے دے اور اگر کسی کو چاہئے تو پہلے اسے دیتا ہے۔
فروخت کرنے والے کی باتیں اور چالاکی سے لالچ میں آکر اور چار پانچ عدد فروخت ہو جائیں پھر کوئی دوسری آئیٹم اُٹھا کر اسی طرح کرے اور لوگوں کا مجمع جمع ہوا ہوتا ہے اسکی تقریر سُننے میں اور ایکٹنگ دیکھنے میں کافی لطف آتا ہے باقی تمام کاروائی تو ٹھیک نہیں کہہ سکتے ہیں۔
دو تین پونڈ میں یہ اشیاء مہنگی نہیں ہیں کیونکہ بازار میں 150 سے 300 پونڈ 9 بجے سے 5 بجے تک کا جگہ کا کرایہ دینا پڑتا ہے ہم نے سیکنڈ ہینڈ موبائل 30 سے 40 پونڈ میں کیمرہ اور مووی والے فون لئے اور دوسری بھی تھوڑی بہت شاپنگ کر لی بازار بہت اچھا تھا۔
دوپہر کے تین بج گئے بھوک لگی تھی وہاں کباب کے تین چار اسٹال لگے ہوئے تھے عارف کو معلوم تھا کہ ایک پاکستانی حیدرآباد کا رہائشی ہے۔ اور کباب رول بہت لذیز بناتا ہے ہم لوگ وہاں گئے اور کباب رول کھائے مزہ آگیا۔ سوفٹ ڈرنگ بھی لیا چار پونڈ ایک شخص کے حساب سے خرچہ ہوا۔ آج کا دن اتوار بازار میں گزر گیا۔
دوسرے دن ٹرنالگر جہاں کھلی جگہ اور کبوتروں کی بہتات ہوتی ہے۔ وہاں کبوتروں کو دانہ ڈالنے کے لئے لوگ آتے ہیں۔ اور فلم کی شوٹنگ بھی بے حساب ہوتی ہے اسلئے وہاں دنیا بھر کے سیاحوں کی بھیڑ لگی ہوتی ہے۔ ماحول بھی خوشنماء اور پُر فضا صحت مند ہوتا ہے یہاں معلوم ہوا کہ کسی انگریز کی یادگار موجود ہے جس نے جنگ میں اسپین کا قبضہ مسلمانوں سے چھین کر پھر سے حاصل کر لیا تھا مسلمانوں نے اسپین پر کئی

سالوں تک حکومت کری تھی مگر یہاں روڈ اور علاقوں کے مسلم نام نہیں ہیں۔

واپس آتے ہوئے بہت سے اسٹوروں میں گھوم پھر کر دیکھا تو کوئی خاص چیز خریدنے کے لائق نہیں تھی۔ ایک اسٹور آلگوس میں گئے وہاں کوئی خاص سامان نظر نہیں آیا ٹیلیفون ڈائریکٹری جیسی کئی کتابیں تصویروں کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں یہاں ایسا تھا کہ آپ کتابیں دیکھ لو اور پسند آجائیں تو اس کا نمبر کاؤنٹر پر دے دو تو وہ تمہیں پیمینٹ لے کر رسید بنا دیتے ہیں اور تمہارا نمبر آجانے تک وہاں بیٹھے رہو اُن کے دیئے ہوئے نمبر آپکے ڈسپلے ہو تو آپ کاؤنٹر پر چلے جاؤ تو تمہارا پارسل آپ کو بل دیکھ کر دے دیگا یہاں یہ ایک نیا انوکھا کاروباری انداز دیکھا۔

دوسری چھوٹی کتابوں والا شیلف تقریباً عام طور پر سستا تھا ہم نے اس میں سے بھی دو تین کتابیں لے کر آگئے اور اُسے بڑھی دو چار اشیاء اور چیزوں کے فوٹو لئے اور کچھ چیزیں پسند کر کے دوسرے دن جا کر جہاں ہمیں سستا نہ لگے مگر سارا دن فارغ گھومتے پھرتے ہوں تو کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اسلیئے تھوڑی بہت خریداری اور تھوڑی بہت تفریح حاصل ہو جائیں۔

میوزیم کے دوسرے محل طوسہ کی مہنگی ٹکٹ لے کر دیکھنے جانے کا انگریزوں نے سیاحوں اور مُسافروں کی جیب خالی کرنے کے لئے اچھی ترکیب جانتے ہیں میں خرچہ کے لئے بجٹ بنا کر دیکھتا ہوں ہر جگہ پر بجٹ سے کم خرچہ ہو۔ مگر یہاں لندن میں بجٹ سے 30,000 زیادہ خرچہ ہو گیا ایسی ہی یہ فنکاری اور ترکیب ہے انگریزوں کی!

لندن کا بھی ایک ایسا جادو ہے کہ انسان خرچ کرتا ہی جاتا ہے۔ دوسرے دن ولسٹنسٹی گئے اور ٹرین میں سوار ہوئے وملبڈن سٹی سب سے آخری۔ برطانیہ میں اور دنیا میں وملبڈن شہر کا پاگل پن لگا ہوا ہے ومبلٹن کا میدان یہاں ہونے سے جس کی وجہ سے وملبڈن شہر آباد ہو گیا ہے ایک بڑی اعلیٰ شان سُپر مارکیٹ جسمیں بہت سے فیشن ایبل اور جدید دوکانیں اور بہت ہی خوبصورت ''جال مال'' بنائے گئے تھے تین منزلہ عمارت میں گھومتے پھرتے دوکانوں کا نظارہ کر سکتے ہیں مگر خریدنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اُوّل کے میدان کے قریب ٹرین چلتی ہے۔ آسٹریلیاں اور انگلینڈ کی کرکٹ میچ جاری تھی۔ مگر تیس سے پچاس پونڈ کی ٹکٹ لے کر میچ دیکھنے جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ میچ ٹی وی پر دیکھ لیتے تھے۔ دوسرے دن جمعہ کا دن تھا ہم لوگ وملی چیئر ایلپنگ روڈ پر نماز پڑھنے کا طے کر لیا وہاں نمازیوں کی تعداد کافی ہوتی ہے مسجد اتنی بڑی نہیں تھی۔ اور سڑک پر نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہونے سے اس لئے ہر ایک کو نماز باجماعت پڑھنے کا موقعہ دینے کے لئے مسجد کمیٹی تین جماعتیں کرتی ہے سوا ایک بجے دوپہر پھر ڈیڑھ بجے اور آخری نماز باجماعت پونے دو بجے ادا کی جاتی تھی اس لئے لوگ باہر نکل جائیں اور دوسرے لوگ نماز کے لئے اندر آجائیں ہمیں پونے دو بجے ہونے والی جماعت مل گئی۔ تینوں جماعتوں کے پیش امام مختلف تھے اور انہوں

نے خوبصورت لہجے اور آواز شیرین سے خطبہ پڑھا اور صحیح طور سے نماز پڑھائی مسجد مکمل نمازیوں سے بھری پڑی تھی اور باہر صحن بھی مکمل بھرا ہوا تھا۔ میں تھوڑے بہت پنج سورہ اور یٰسین شریف وغیرہ ساتھ لے گیا تھا اب نماز کے بعد نمازیوں نے ہاتھوں ہاتھ اُٹھا لیئے اور انہوں نے دعائیں دی۔ مجھے سکون حاصل ہوا کہ کافروں کے ملک میں بھی مسلمانوں کا ایمان پُختہ ہے نمازیوں نے بڑی عقیدت سے پنج سورہ اور یٰسین شریف لے لئے تھے۔ نماز پڑھکر پھر اسی ہوٹل میں گئے جہاں پہلے بھی کھانا کھا کر گئے تھے وہاں جا کر لنچ کیا۔ ''گجرات سماچار'' ایک ہفتہ روزہ اخبار نکلتا ہے اُس کا فون نمبر میرے پاس موجود تھا۔ دو تین مرتبہ پہلے بات چیت ہو چکی تھی۔ ملاقات کرنے کے لئے بہت اصرار کیا تھا مگر فیملی کے ساتھ ہونے سے وہاں نہیں پہنچ سکا تھا۔ سی بی پٹیل کے ساتھ اکثر بات چیت ہوتی رہتی تھی انہوں نے کہا کہ میں چالیس سالوں سے لندن میں رہائش پذیر ہوں اور مجھے اپنی آفس پر آنے اور ملاقات کرنے کی دعوت دی مگر میں ان کے آفس نہیں جا سکا۔ جان پہچان والے شخصوں کے ساتھ فون پر دعا سلام کر لی ایک ویپول کلیانی دیپک بارڈ ولیکر بھیجا ہوا تحفہ لینے آنے والا جسکے ساتھ گجراتی میں ان کی بات چیت لہجہ اور معلوماتی سوالوں سے ایسا معلوم ہوا کہ وہاں بھی گجراتی زبان آکسیجن پر چل رہی ہے زندہ رکھنے کی کوشش جاری ہے مگر بہت مشکل نظر آ رہا ہے۔

آخری دن ہفتہ کا ہونے سے ساؤتھ آل پر جانے کا طے کیا چودھری ہوٹل کا لنچ کھانے کا دل چاہا تو وہاں جا کر خوب کھایا پیا اور خریداری کر کے گھر واپس پہنچ گئے اور سامان پیک کر لیا۔ اور سامان کا وزن کیا۔ پی آئی اے میں 30 کلو سامان کی اجازت ہے۔ سامان زیادہ نہیں تھا میں سامان ہاتھوں میں اُٹھا کر نہیں جاتا ہوں اور جو میرے ساتھ ہو اُن کو بھی تنبیاہ کرتا ہوں کہ ہینڈ کیری نہیں کرنی ہے ویسے تقریباً جہاں بھی جاتا ہوں میرے ساتھ سامان محدود وزن میں ہوتا ہے اتوار تین جولائی کو دوپہر کے بارہ بجے ایئر پورٹ گئے تو ایئر پورٹ پہنچتے ہی جیسے انسانوں کا دلچسپ ماحول اور فضا قائم تھی سامان بورڈنگ سیٹ نمبر کراچی سے بک کئے ہوئے تھے اس لئے اس میں ردوبدل کا خدشہ نہیں تھا سامان سوٹ کیس لگیج کروا کر ہم لوگ ہاتھ ہلاتے ہوئے ایمگیریشن کاؤنٹر کی طرف چل دیئے۔ وہاں چار پانچ اندر جانے کے لئے بڑی لمبی قطاریں لگی ہوئی تھی ہم لوگ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ ہمارا نمبر آنے پر پاسپورٹ یا ایمگیریشن کارڈ کوئی بھی چیز نہیں تھی ہاتھوں میں سامان ہو اُن کو مشین میں سے گزرنا ہوتا ہے ہمیں ایمگیریشن دروازہ میں سے گزرنا تھا۔ دوسری کوئی کاروائی نہیں تھی نہ تو پاسپورٹ دیکھا نہ کارڈ پُر کرنے کا نہ ہی اسٹیمپ لگانے کی کاروائیاں ہم لوگ ایئر پورٹ کے شروع کے حصہ میں پہنچ گئے وہاں ڈیوٹی فری شاپ اور ریسٹورینٹ تھا ریسٹورنٹ کی کافی پی کر ایک بڑے شاپنگ مال میں آ گئے ہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا ہم لوگ صوفہ پر بیٹھ گئے اور پھر ڈیوٹی فری شاپ میں چکر لگاتے رہے۔ ابھی صرف دو بجے تھے۔

ہماری فلائٹ پانچ بجے کی تھی۔ اور چار بجے اسکرین پر گیٹ نمبر کی اطلاع آتی تھی پر رونق ماحول میں

دو گھنٹہ تو گزر ہی جائینگے سامنے بورڈ پر نظر ڈالی اندر گیٹ تک جانے میں کم سے کم دس منٹ اور زیادہ میں زیادہ بیس منٹ تک پیدل چلنا ہوگا مجھے معلوم تھا کہ اندورن ایئر پورٹ پر چھوٹی گاڑیاں چلائی جاتی ہیں جس میں سب سے پہلے بڑی عمر کے بزرگ لوگوں کو سوار کر لیتے ہیں۔

ہمارا نمبر اسکرین پر گیٹ نمبر آنے میں 10 نمبر مزید باقی تھے پہلے 10 نمبر آجائینگے اس کے بعد ہمارا نمبر آئیگا ہم کو پی آئی اے کے کاؤنٹر پر ہدایت کر دی تھی کہ تمہارا نمبر چار بجے آئیگا۔ لندن ہیتھرو ایئر پورٹ پر چوبیس رن وے ہیں پچاس سے زیادہ گیٹ ہیں اس کے علاوہ دو ایئر پورٹ اور بھی ہیں ہم لوگ دو سال پہلے لندن سے نیویارک جارہے تھے اس وقت ہماری ٹکٹ کمپیوٹرائز ڈ ٹکٹ تھی اس کے بعد گیٹ ویک ایئر پورٹ سے نیویارک کی فلائٹیں جاتی ہیں ہم لوگ بھی وہیں ایئر پورٹ پر گئے بقیہ ہیتھرو ایئر پورٹ کی رنگینی اور رونق کے نظاروں کی بات ہی کچھ اور ہے۔

انگریزوں کے یعنی کہ یورپ کی گوری قوم کے ملک گریٹ بریٹین اور لندن کے متعلق کئی ایک معلومات بھی یہاں درج کرنے میں کچھ عجیب اور بے مقصد نہیں ہوگا۔

☆☆ لندن میں ہوٹل 50 پاؤنڈ سے 300 پاؤنڈ تک کے کرایہ کی بھی ہوتی ہیں ہر جگہ بورڈ آویزاں ہوتے ہیں بیڈ اینڈ بریک فاسٹ 10 پاؤنڈ میں ناشتہ بھی ہو جائے کم خرچہ والی اور تنہا شخص جو بغیر فیملی کے ہو اُس کا گزارہ آسانی سے ہو جائے اور بیڈ بھی مل جائے جیسے ہمارے یہاں گیسٹ ہاؤس ہوتا ہے اس طرح سے۔

☆☆ لندن کی زمین دوز ٹرینوں کے اسٹیشنوں اور اندرونی راستوں کے کونے پر کھڑے ہوئے جدید طریقہ سے بھیک مانگنے کا نیا طریقہ اپنائے ہوئے لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور یہ گٹار اور ہارمونیم بجاتے ہیں تو کوئی بانسری پر گانوں کی دھنیں سناتے ہوئے کپڑہ بچھا کر یا ہیڈ ٹوپی اوندھی کر کے آتے جاتے راہگیروں اور مسافروں سے سلجھے ہوئے طریقہ سے بھیک وصول کرتے ہیں اور یہ اپنا فن فروخت کرنے کا ثابت کرتے ہیں جیسے کہ اپنے یہاں کے حکمرانوں کشکول (بھیک لینے والا) توڑ دینے کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں اور جھولی پھیلا کر بھیک مانگیں۔ (لون) قرضہ بھی وصول کر لیں حال ہی میں خطرناک زلزلہ میں مقبوضہ کشمیر میں بھی کافی نقصان ہوا بھارت نے اعلان کیا کہ ہمیں امداد نہیں چاہیئے ہم خود اپنے وسائل سے یہ نقصان پورا کر لینگے اور ان کی امداد کرینگے۔

☆☆ زمین دوز ٹرین میں سفر کے دوران اس میں ایک خوبی یہ دیکھنے میں آئی کہ گوری قوم اور سلجھے ہوئے انگریزوں میں یہ بات دیکھنے میں آئی کہ ایک دوسرے بغیر جان پہچان کے آپس میں ملاقات کرنے میں ان کو ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے جبکہ انجانے شخص یا غیر ملکی سے بات چیت اور تعارف کرنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ اخبار اور رسائل کو پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں اور کوئی معمہ بھرنے

اور حل کرنے میں لگے ہوتے ہیں تو کوئی شام کے اخبارات پڑھ کر اپنا وقت گزارتے رہتے ہیں اور یہ مشغولیت کی رسم اور حد صرف برطانیہ کے لوگوں ہی میں نظر آتی ہے۔ دوسری یہ بات نظروں میں آئی کہ ہندوستانی اور پاکستانیوں کے آبادی والے علاقوں میں زمین دوز ٹرین کے اسٹیشنوں کے سامنے بیکار شخص کھڑے ہوجاتے ہیں اور ٹرین سے اترنے والے مسافروں سے ٹکٹ مانگ لیتے ہیں۔ اور کئی لوگ ٹکٹیں دے دیتے ہیں یہ ٹکٹیں پورے دن کے لئے کارآمد ہوتی ہیں رات کے گیارہ بجے تک کارآمد ہیں اس طرح مانگی ہوئی ٹکٹیں ایک پاؤنڈ میں فروخت کردیتے ہیں اس طرح سے اُن کو روزانہ بیس سے پچیس پاؤنڈ حاصل ہوجاتے ہیں اسی طرح سے بے روزگار لوگوں نے کئی ایک طریقہ ایجاد کر لئے ہیں

ٹیوبوں (زمین دوز ٹرینیں) رات کے گیارہ بجے تک چلتی ہیں اور صبح کے پانچ بجے شروع ہوجاتی ہیں رات کے وقت کالے لوگ چاقو یا دوسرا اسلحہ رکھ کر کوئی اکیلا شخص نظر آجائے تو اُسے لوٹ لیتے ہیں اور یہ وارداتیں اکثر ہوتی رہتی ہیں۔

لندن کا ہیتھرو ایئرپورٹ رات ساڑھے گیارہ بجے کہ بعد بند ہوجاتا ہے اور صبح ساڑھے چار بجے کھلتا ہے۔

یو کے میں ویسے تو ماحول تو غیر مسلموں کا ہے مگر وہاں بھی دیندار مسلمانوں نے روزہ، نماز، زکوٰۃ اور حج عمرہ وغیرہ جیسے اسلامی ارکانوں کو عملی طور پر اپنائے ہوئے ہیں۔ مسجدوں میں بھی نمازیوں کی تعداد کافی ہوتی ہیں۔ حج اور عمرہ میں تو مجھے اکثر یہاں والوں سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ ایک شخص بشیر بھائی جو کہ بولٹن میں رہتے ہیں۔ وہ سال کے دوران چار قافلہ لے کر تین مرتبہ عمرہ اور ایک مرتبہ حج کیلئے تقریباً دوسو حجاج کرام کے ساتھ آتے ہیں۔ ایک قافلہ ماہ رمضان میں ایک سفر کے مہینہ میں اور ایک ربیع الاول میں اور اسی طرح ایک مرتبہ حج کی سعادت کیلئے آتے ہیں۔

دوسال پہلے حج کے موقع پر میں اُن کے قافلہ میں شامل تھا آدھے لوگ بھارت کے اور آدھے حجاج کرام یو کے کے رہائشی تھے (الخالد) ٹور میں بشیر اور بھارت کے یوسف بھائی دونوں پچاس فیصد کے حصہ دار ہیں. اچھی ہوٹلوں میں قیام اور مناسب اور اچھا کھانا پینا اور اس کے ساتھ اور بھی سہولتیں اور پیسے پورے لیتے ہیں۔

یو کے والے وقت کے پابند ہوتے ہیں چار بسیں زیارتوں کے لئے روانہ ہوتی تھیں صبح کے سات بجے کا وقت مقرر تھا۔ اپنے پاکستانی وقت کے مطابق سات بجکر پندرہ منٹ پر ہوٹل سے اترے تو معلوم ہوا کہ بسیں تیار تھیں اور چلنے لگی تھیں بس کو روک کر چڑھے ہر وقت اور ملاقات اور بات چیت کے دوران اخلاق اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے ایک ڈاکٹر بھی حج کی سعادت کے لئے آئے ہوئے تھے اُن کا کمرہ میرے فلور پر تھا ڈاکٹر صاحب ہر ایک کا مفت علاج معالجہ کرتے اور دوائیاں بھی ساتھ میں دیتے تھے۔

لندن کا موسم بہت اچھا ہے دیکھنے اور سیاحت کرنے کے لئے سیاح بے شمار یہاں آتے ہیں لندن میں دیکھنے کے قابل مادام تُوسہ کا مومی میوزیم سیاح ضرور دیکھنے کیلئے جاتے ہیں بگ بین ٹاور بلڈنگیں اور دوسرے کئی ایک مقام ہیں مگر لندن کی اصل مزہ تو لندن کے راستوں پر پیدل چلنے میں لطف میسر آتا ہے رنگ برنگی لباسوں میں گھومتے پھرتے نظر آنے والے دنیا بھر کے سیاحوں کو سڑکوں پر نقشہ لے کر گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں بادل گھرے ہوئے ہوں اور جھر مرجھر مر بارش کی پھوار برستی ہو خواتینوں نے قسم قسم کی رنگ برنگی چھتریاں لے کر سیر کرتی ہوں وہاں پیدل چلنے میں خوب لطف آتا ہے۔ رہائشی مکانوں کی بڑی سہولتیں 80 گز کا مکان لکڑی کا ہوتا ہے نیچے ڈائینگ اور ڈرائنگ روم اور باورچی خانہ اوپر بیڈروم چھوٹے تین کمرے ہوتے ہیں جسکی قیمت دو سے ڈھائی کروڑ روپے پاکستانی کرنسی میں اور اسی طرح سے ریس کورس جیسے اعلیٰ اور مہنگے علاقے میں اگر زمین ہو تو وہاں کی قیمت بیس سے پچیس کروڑ روپے ہوتی ہے۔ عمران خان کے سابقہ سسر کا مکان بھی وہیں ہے اور شارجہ میں کرکٹ میچ منعقد کرنے والے عبدالرحمٰن بخاتر کا مکان بھی وہیں ہے۔ موسم مائینس ہوتا نہیں ہے اور گرمی پڑتی نہیں ہے اس لئے لندن میں رہنے کا لطف البتہ لندن میں پیدل چل کر سفر کرنے کے لائق ہے۔ اور وہاں کا مزہ لینا چاہئے۔

جگہ جگہ بس اسٹاپ پر نقشے لگے ہوئے ہوتے ہیں مجھے ایک بینک میں جانے کا اتفاق ہوا ٹیوب ٹرین سے اتر کر معلومات کرتے ہوئے اور نقشہ دیکھ کر آگے بڑھا آگے چل کر ایک اور بینک آئی تو اندر جا کر دیکھا تو ایک آفیسر بیٹھا ہوا تھا اُن سے پتہ معلوم کیا کہ بھائی ہمیں یہ بینک میں جانا ہے بھائی تو گھبرا گیا اور پریشان ہو کر سر کھجلاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

بینک سے باہر نکل کر روڈ پر آ گیا اور ہمیں داہنے ہاتھ اور بائیں طرف سے اس طرف اس طرح سے راستہ بتلا کر آخر میں کہا کہ 10 منٹ کی واک ہے پتہ سمجھانا اُس کے لئے ایک بڑا بوجھ بن گیا تھا اور ہمیں بھی ایسا ہی احساس ہوا۔

میرے ایک دوست نے مجھے ایک واقعہ کہا تھا اور آج مجھے بھی ایسا ہی تجربہ ہوا۔

مِنیٰ عرفات میں راستہ بھول گئے تو ایک پولیس والے سے پوچھا تو پولیس والے نے کہا ''گدام'' اور آگے جا کر جس سے پوچھا تو وہ سب کہے پولیس ''گدام'' ہی کہہ کر اب یہ لوگوں کو مذاق سُوجھا ان کے ساتھ ان کا خالو آدم تھا ایک پولیس والے سے معلوم کیا کہ فنِ خالو آدم کہاں ہیں؟ پولیس والے نے کہا ''گدام'' ہمارے میں اور انگریزوں میں ایک فرق تو ہے ہی۔ خیر بات تو لندن کے موسم کی ہو رہی تھی۔ لندن کی ٹیوب بھی عجیب اور حیرت انگریز ہے دو تین منٹوں میں ٹرین آ جائے اور چلی جائے۔ اتنی ہی دیر میں کافی آدمیوں کی بھیڑ جمع ہو جائے۔ دروازہ کھولتے ہی اتنی ہی دیر میں آٹو میٹک خود سے بند ہو جائے ٹیوب میں سفر کرنا

کوئی معیوب بات نہیں ہے کام کاج پر جانے والے۔ آفس جانے والے تمام ٹیوب ٹرین میں سفر کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ٹریفک سے محفوظ ہوئے اور اس کے علاوہ سکون سے سفر کر کے اپنے اپنے مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور اگر کبھی یہ ٹیوب ٹرین بند ہو جائے تو مکمل لندن کے کام کاج اور کاروبار تھم جائیں لائینیں ان کے رنگوں سے پہچانی جاتی ہیں لال پیلا اور سبز اور ایسے ہی بہت سے رنگوں کے نقشہ ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور اسٹیشنوں پر بڑے بڑے نقشہ لگائے گئے ہیں۔ وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے وقتوں میں بمباری سے محفوظ رہنے کے لئے لندن شہر میں آر پار خندقیں اور غار کھودے گئے تھے جس کا بعد میں زمین دوز ٹیوب ٹرین کے لئے استعمال کیا گیا۔ 1987ء میں جب خود لندن گیا تھا تو ٹیوب ٹرین کی ٹکٹ کے لئے فوٹو کے ساتھ ٹکٹ کارڈ بنواؤ تو پانچ پاؤنڈ میں پورے ہفتہ کا کارڈ بنوایا تھا بس اور ٹرین میں کتنا ہی سفر کرو اجازت ہے فوٹو نہ ہو تو کارڈ کے پچیس پاؤنڈ اس وقت روزانہ کے چار پانچ پاؤنڈ میں ایک دن کا کارڈ بنتا ہے فیملی کارڈ بنواؤ تو تین پوونڈ میں کارڈ بنایا جاتا ہے۔ ساؤتھ افریقہ کے علاقوں کو آزادی دی گئی تو کافی تعداد میں میمن قوم کے کاروباری لوگ لندن چلے آئے ان کو برطانیہ کے پاسپورٹ مل گئے ہمارے جان پہچان کے ایک شخص کے یہاں شادی کا پروگرام تھا اُس نے ایک دعوت کا انتظام کیا تھا جس میں ہمیں بھی دعوت دی گئی تھی خیر ہم لوگ جہاں دعوت رکھی گئی تھی اس ہال میں دعوت کھانے گئے تو وہاں کے مکانوں کی طرح سے ہال بھی چھوٹا سا تھا کہ جس میں بمشکل 150 آدمیوں کی گنجائش تھی۔ شادی ہال میں پہنچے تو میزبان نے فولڈنگ ٹیبل اور فولڈنگ کرسیاں کھول کر لگا دیں۔ کاغذ کے دستر خوان بچھا دیئے کاغذ کی پلیٹیں اور گتہ کے گلاس سجا دیئے کوکا کولا کی ڈسپوزل بوتلیں سجا دیں۔ کھانا شروع ہوا تو کاغذی بڑی پلیٹیں درمیان میں رکھ کر اُس میں بیسن کے گاٹھیے اور لڈو پیش کر دیئے اس کے بعد مرغی کا سالن اور کوکا کولا ساتھ میں رکھے گئے تھے۔

کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جانے کے بعد میزبان کے لوگوں نے سامان (ویسٹیج اور کاغذ کی پلیٹیں گلاس وغیرہ) سمیٹ کر بڑے پلاسٹک کے کالے تھیلے میں کچرہ بھرنے والے تھیلوں میں بھر کر باندھ کر باہر رکھ دیئے اور بڑے فرش صاف کرنے والا وائپر اٹھا کر میزبان کے ایک شخص نے ہال کے فرش کو صاف کر دیا میں نے پوچھا کہ یہاں ہال کا کیا طریقہ کار ہے تو میزبان نے کہا کہ یہاں ایک فرد کا خالی کھانا (فوڈ) کے تین پاؤنڈ صرف اور ہال کا کرایہ الگ ہے۔

امریکہ روانگی:

بعد میں ہم لوگ لندن سے امریکہ جانے کے لئے ائیر پورٹ پر پہنچے تو وہاں پر اسکائی کوریئر سروس کا کاؤنٹر فوراً ہی نظر آ گیا۔ نام اور پاسپورٹ دکھانے پر ہمیں فوراً دو ٹکٹوں والا لفافہ دیا گیا جو تیار تھا بیس پاؤنڈ سروس چارجز کے ہم نے ادا کر دیئے کیونکہ ٹکٹیں انٹرنیٹ پر بنوائی تھی اور بکنگ کرائی تھی۔

اب ہم لگیج وغیرہ کی کاروائیوں میں مشغول ہو گئے اس سے پہلے لندن میں ایسی سسٹم اور طریقہ کار تھا کہ کسی بھی کاؤنٹر پر آپ لگیج بک کرا کر بورڈنگ کارڈ حاصل کر سکتے ہو۔ مگر اب طریقہ کار ہے کہ جو اپنی ایئر لائین ہے اسی کے کاؤنٹر پر جانا پڑتا ہے۔ خیر سے ہم لگیج کرا کر بورڈنگ پاس لے کر امیگریشن کی کاروائی سے فارغ ہو کر لاؤنج میں جا کر بیٹھ گئے۔

وقت اور جہاز میں چڑھنے کا اعلان ہوا تو جہاز میں جا کر اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ لندن سے میرے مرحوم دوست کا بیٹا اشرف جوایدھی ٹرسٹ میں اور نیویارک میمن جماعت میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہ چکے تھے طبعیت کے معاملہ میں بہت اخلاقی اور سوشل شخصیت کے مالک ہیں میں نے انہیں فون کر کے کوئی مناسب ہوٹل میں بندوبست کرنے کا کہا تھا۔ ائیر پورٹ پر پہنچے تو کاؤنٹر پر پاسپورٹ آئے تو آفیسر نے میرے سامنے دیکھتے ہوئے تمسخرانہ لہجہ اور طعنہ کشی والے لہجہ میں کہا۔

ہوں۔۔۔ہوں۔۔۔پاکستان۔۔۔!

میں نے بھی اُسے فوراً جواب دیا ''یس! پاکستان!''

میری عمر اور پاسپورٹ دیکھ کر مجھے صرف اتنا ہی پوچھا۔

''کتنے روز تک قیام کرنا ہے؟'' میں نے جواب دیا! ''دو ہفتہ صرف''!۔

چھ ماہ کی اسٹیمپ لگادی میرے بیٹے کو روک کر اسکروٹینگ روم میں بھیج دیا جہاں پر نوجوانوں کی قطار لگی ہوئی تھی وہاں ایک فارم پُر کروایا گیا اور پھر سے تفشیش کرنے کے لئے کاؤنٹر پر آئے انگلیوں کے نشانات لئے گئے اور تفتیش کا دورانیہ جاری تھا تو میں واپس کاؤنٹر پر آ گیا۔ اور کہا کہ ہم لوگ کاروباری لوگ ہیں اور یہ میرا بیٹا ہے اور میرا کریڈٹ کارڈ دکھایا تو کہا گیا کہ نیویارک سے کہیں اور باہر جانا ہے تو میرے بیٹے نے انکار میں جواب دیا تو اُسنے کہا کہ نیویارک ہی میں رہنا اور واپسی کے وقت انٹری کرا لینا میں نے کہا ٹھیک ہے۔ بڑی مشکلوں سے جان چھٹی ایسی عزت ہے وہاں اپنے پاکستانیوں کی اس سے بہتر تو لندن کے ایئر پورٹ پر جائیں تو مُسکراہٹ کے ساتھ خوش آمدید کہے اور صرف اتنا ہی معلوم کرے کہ آپ کو کتنا عرصہ قیام کرنا ہے ہم دو ہفتہ کہیں تو وہ چھ ماہ کی اسٹیمپ لگا دیں۔ ائیر پورٹ سے باہر نکلے وہاں اشرف بھائی

گاڑی لے کر آئے ہوئے تھے ہم نے دعا سلام کر کے گاڑی میں بیٹھے اور اشرف بھائی کی ہمارے دلوں میں بڑی عزت تھی کیونکہ اتنی دیر لگی ایمگیریشن میں اور وہ کافی دیر سے ہمارے انتظار میں کھڑے تھے میں نے کہا کہ "مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ دیر ہو جانے کی وجہ سے آپ جا چکے ہونگے۔

انہوں نے کہا۔

"آج کل کے وقتوں میں اور ایسے حالات میں کئی جوانوں کو اور داڑھی والوں کو پوچھ گچھ میں کافی وقت لگاتے ہیں مجھے یقین تھا کہ تمہاری فلائٹ آ گئی ہے اور آپ لوگ کچھ دیر بعد ہی باہر نکلو گے۔

اب میں نے ان کو ہوٹل لے جانے کا کہا تو انہوں نے مُسکرا کر کہا کہ۔

"آپ کو اچھی ہوٹل میں لے جا رہا ہوں"

آخر کار ان کا بنگلہ جو نیو یارک شہر سے 15 سے 20 کلومیٹر دور تھا وہاں پہنچے ہمیں دوسری منزل کا کمرہ دیا گیا اس میں دو بیڈ روم تھے دوسرا کمرہ انہوں نے ان کے ایک دوست آصف جبار بھائی جن کی کراچی شہر میں الیکٹرونک کی دکان ہے ان کا بیٹا تعلیم کی غرض سے امریکہ آیا ہوا تھا اُسے دیا تھا اور وہ دوسری منزل پر رہتے تھے۔

ہمیں کھانا کھلایا دوسرے دن اتوار ہونے سے یہ لوگ آدھا دن چھٹی مناتے ہیں۔ ہم نے صبح میرے دوسرے دوست احباب اور جان پہچان والوں کے پاس جانے کے لئے کہا تو ہمیں وہاں پر اُن کی دکانوں پر چھوڑ آئے جو میرے دوست کے بیٹے کی تھی۔ ڈالر شاپ والوں کی بیس اسٹور کی ایک چین تھی جس کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کیونکہ میں 1978 میں گیا تھا تو اس وقت ایک بھائی اشرف بھائی کے پاس ملازم تھا اور ان کے والد اور ایک بیٹا بے روز گار تھا۔ اشرف بھائی ہمیں لینے کے لئے آ گئے تھے کہ اتوار کا دن ہے لنچ گھر پر کرنا ہے۔ ہم ان کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اشرف بھائی بہت مہمان نواز شوشیل اور مذہب سے رغبت رکھنے والے شخص ہماری آمد اور مقام کرنے پر اُن کے چہرے پر خوشی عیاں تھی۔ ہم لوگ تھکے ہوئے تھے غسل وغیرہ کر کے فریش ہو گئے۔ نیچے ڈرائینگ روم میں اشرف بھائی ہمارا انتظار کر رہے تھے ہم لوگ نیچے گئے گپ شپ شروع کی اتنے میں اُن کے ڈرائینگ روم میں کھانا لگا دیا گیا تھا ہمیں آواز دی گئی وہ لوگوں نے مجھے بہت عزت دی۔

پہلے انڈین اور پاکستانی ہوٹلوں جس کا نام جیکسن تھا وہاں پہنچ کر ہوٹلیں دیکھ کر خوشی ہوئی میں نے ہچکچاتے ہوئے اشرف بھائی سے کہا۔

"مجھے بال داڑھی بنوانی ہے!"

"ارے ہاں یہاں یہ برابر میں ہی ہے چلو چل کر دیکھتے ہیں" اشرف بھائی نے کہا۔ ایک پاکستانی ہیر کٹنگ سیلون میں داخل ہوئے تو وہاں ایک پنجابی بھائی نے خوش آمدید کہا اور جب تک میری داڑھی تراشتا

رہا اور اس کی باتیں بھی جاری رہیں خط تراشنے کے بعد باہر نکلے تو دیکھا کہ وہاں سب انڈین اور پاکستانی دوکانیں تھی تو اشرف بھائی نے مٹھائی کا ایک بکس پیک کرایا جوانہوں نے ہمیں کھانے کے لئے دی۔ گھر جاکر کھانا وغیرہ کھا پی کر فرصت ہوئی تو کہا چلو پڑوس میں ہی مسجد ہے وہاں جاکر نماز بھی پڑھ لیں گے اور لوگوں سے ملاقات بھی ہو جائیگی۔

مسجد میں گئے تو وہاں عصر کے بعد پانچ چھ شخص جمع ہوئے تھے اور گلہ شکوہ کر رہے تھے کہ آج میٹنگ رکھی گئی ہے تو کوئی اڑوس پڑوس والے شخص بھی نہیں آتے ہیں کافی کوشش کرتے ہوئے بھی کوئی شخص باہر نکلتے ہی نہیں اور بہت مشکلات ہیں۔

اس سے پہلے بھی میں نیویارک گیا تھا تو اس وقت کرکٹ کی ورلڈ کپ میچ جاری تھا میں ایک پاکستانی ہوٹل میں کھانا کھانے گیا تو وہاں ایک شخص کھانا کھا رہا تھا میں نے اسلام وعلیکم کر کے پوچھا۔

''کیا آپ نیویارک میں ہی رہتے ہو؟'' اُس نے ہاں کہہ کر جواب دیا۔ تو میں نے پوچھا بھائی کرکٹ میچ جاری ہے وہ یہاں ٹیلی ویژن کی کونسی چینل پر اس کا پروگرام آتا ہے؟'' اور کونسے وقت پر میچ کا پروگرام دکھایا جاتا ہے؟'' اس نے میری جانب دیکھا اور کہنے لگا۔

''بھائی آپ ٹیلیویژن اور میچ کی بات کرتے ہو اور میں تو کھانا کھاتے ہوئے حساب کرتا تھا کہ ہوٹل میں کھانا کھانے کے 8 ڈالر اور آنے جانے کے وقت کے دو گھنٹہ کے 12 ڈالر اس طرح سے 20 ڈالر ز ہوتے ہیں اور بس کرایہ وغیرہ الگ سے یہ عجیب وغریب اور حیرت انگیز یہاں کی دنیا ہے صبح اُٹھ کر رفاع حاجت سے فارغ ہوکر کام پر چلے جاتے ہیں شام کو دیر سے آتے ہیں رات کو گھر پہنچ کر سو جائیں اور یہی ہمارا معمول ہے ریڈیو اخبار اور ٹیلی ویژن کے لئے ہمیں فرصت اور وقت ملتا ہی کب ہے!۔''

اب مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اشرف بھائی بیکار اور مفت میں محنت کر رہے ہیں یہاں کوئی میٹنگ میں آئینگے نہیں اور یہاں میل ملاقات بہت ہی مشکل کام ہے۔

خیر ہم نے آٹھ دن نیویارک میں بہت اچھی طرح سے گزارے۔ اشرف بھائی کی رہائش گاہ ، بنگلہ، اور میرے دوست کے بیٹے الیاس اور فاروق ان کے 20 بیس اسٹور اور بنگلوں اس کے علاوہ ہمارے رشتہ دار بھائی غفار پوچی کے بیٹے امین کا بھی ایک بڑا ہول سیل گروسیری کا کاروبار اور امپورٹ کی تجارت بھی اس لئے سب لوگوں کے پاس مہنگی کاریں مرسٹیڈیز اور پجارو کے نام کی اور تمام لوگوں نے بہت عزت احترام کیا ایمپائیر اسٹیٹ بلڈنگ دیکھی۔ بزنس سینٹرز کے بعد سب سے اونچی فلک نما بلڈنگ ہے۔ ٹریڈ سینٹرز کی ویرانی دیکھی اور وہ اپنا خوفناک نظارہ پیش کرتا تھا نیویارک کی ایمپائیر اسٹریٹ بلڈنگ جہاں اتنی بڑی بھیڑ اور پُر رونق اور خوبصورت علاقہ کافی بلڈنگیں بڑی عمارتیں اور لوگوں کی چھل پہل جس کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ مادام تُوسہ جو لندن میں ہے اُس نے یہاں بھی ایک میوزیم کھولا ہوا ہے وہ دیکھنے

کے لیۓ ہمیں لے گئے جس میں موم کے پتلے (ممی) دیکھے۔ ہاتھوں میں لکڑی۔ آدھا لنگوٹ پہن کر کھڑے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سچ مچ میں گاندھی جی سامنے کھڑے ہیں اور اُس وقت دل میں اُسے دیکھ کر یہ حیرت ہوئی کہ کاش اپنے قائداعظم کا پتلا یہاں ہوتا تو کتنا اچھا لگتا۔

42 اسٹریٹ والے روڈ پر ہی مصری مسلمان لوگ ہی حلال فوڈ ذائقہ دار بناتے ہیں وہ ہم نے کھانا کھایا الیاس وغیرہ کے دو بنگلہ نیوجرسی وہاں پہلے سے ہی اسٹیٹ (ضلع) الگ ہوجاتا ہے اور 20 کلومیٹر تقریباً فاصلہ ہوگیا۔ وہاں کی رسم رواج اور ہوٹلیں ریلوے اور ہوائی جہاز تمام زمینی ریاستوں کے طور پر قائم ہیں۔ ہم نے جو ٹکٹیں 175 پاؤنڈ میں کویت ایئرلائن کی آنے جانے کی لی تھیں ہمارے کراچی کے ایک ملنے والے نے 200 پاؤنڈ میں صرف جانے کے لیۓ خرچ کر کے خریدی تھی۔ ایسا سب کچھ بغیر تجربہ کے ناواقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مجھے پچھلی مرتبہ کا ایک صبح کا ناشتہ کرنے کا واقعہ یاد آ گیا ہوٹل میں جا کر ناشتہ کیا اور پھر میں نے بل منگوایا تو لکھا تھا چار ڈالرز دوسرے دن اسی ہوٹل میں جا کر ناشتہ منگوایا وہی چیزیں جو پہلے دن کھائی تھی اب کے بل آیا چھ ڈالرز۔

میں نے بیرے کو بلا کر پوچھا۔

''بھائی کل تو چار ڈالر تھے اور آج چھ ڈالرز کا بل کیوں؟'' تو اُسنے جواب دیا۔

''آج ویک اینڈ ڈے ہے ویک اینڈ ڈے میں پچاس فیصد دام زیادہ ہوتے ہیں۔''

ہم لوگ نیوجرسی میں ایک دو دن ٹھہرے فیری میں دو گھنٹہ کے تیس ڈالر تھے ہم نے دریا کا ایک چکر لگایا تھا جہاں ''لبرٹی آرچ کا پتلا درمیان میں آتا ہے مزید وہاں کی خوبصورتی کا بیان کروں تو اُس کے لیۓ ایک الگ سے سفرنامہ شائع کرنا پڑیگا۔

واپسی پر 42 اسٹریٹ میں رات کی رونق دیکھی یہاں کی یہ رونق کچھ نرالی ہے وہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ نیوائیر (سال نو) کی رات کو 12 بجنے کے بعد یہاں پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ملے گی ٹھیک بارہ بجے دھوم دھڑ کے اور شور شرابہ کے ساتھ ناچ گانے اور موج مزہ شروع ہوجائیگی۔

اس سے پہلے بھی میں پانچ دنوں کے لیۓ امریکہ گیا ہوا تھا تو چار دن تو آرام سے گزر گئے مگر پانچویں دن کیا کروں؟۔ تو اس کے متعلق بحث وتکرار کی تو نیویارک والوں نے مشورہ دیا کہ اٹلانٹک سٹی جا کر دیکھ آؤ وہاں بڑا لطف آئیگا میں نے پوچھا تو اُن لوگوں نے کہا کہ کیسینو اور بہت رنگین راتیں ہوتی ہیں تمام کے مشورہ اور اصرار سے ہم لوگ بس اسٹاپ پر پہنچے تو وہاں آنے جانے کی ٹکٹ 30 ڈالرز اور کیسینو/کھیل کے لیے آپ کو 20 ڈالرز کے ٹوکن وہاں مفت ملینگے۔ ہم نے تین ٹکٹیں مانگی۔ اور رات کو بارہ بجے واپسی کا کہا تو انہوں نے کہا تمہیں صبح سے پہلے واپس نہیں لے کر آئینگے پوری رات وہاں رکھ جُوا کھیلو۔۔۔ خیر ہم نے

وہاں جانے کا موقوف کر دیا۔

اس سے پہلے بھی ایک دفعہ نیویارک جانے کا اتفاق ہوا تھا ائیر پورٹ پر اُتر کر ایمیگریشن کی قطار میں کھڑے ہو گئے اُس وقت ہم لوگ امریکہ کو روس کے خلاف افغانستان میں ہر قسم کا تعاون کر رہے تھے۔

ایک کاؤنٹر پر آفیسر کے سامنے میرا پاسپورٹ رکھ کر وہاں کھڑا ہو گیا تو وہ آفیسر پاسپورٹ کے صفحات اُلٹ پلٹ کر رہا تھا کافی دیر ہو گئی تو میں نے کہا۔

''صفحہ نمبر فلاں پر ویزا لگا ہوا ہے۔'' تو صاحب کو غصہ آ گیا۔ اور چہرہ سُرخ ہو گیا۔ طیش میں آ کر مجھے رُعب سے کہا۔ ''تم میری سیٹ پر آ کر بیٹھ جاؤ میں نیچے اُتر جاتا ہوں۔ خیر میری غلطی کہو تو یہ غلطی میں میری نیت تو صاف تھی نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے ''سوری'' کہنا پڑ گیا۔

اب آفیسر صاحب نے سوالات شروع کر دیئے میں جوابات دیتا رہا۔

اُس نے پوچھا۔ ''کہاں ٹھیرو گے؟'' میں نے کہا۔ ''ہوٹل میں۔''

اُس نے معلوم کیا۔ ''کونسی ہوٹل میں؟

میں نے جواب دیا کسی بھی مناسب ہوٹل میں ٹھہر جاؤں گا تو پھر اُس نے کہا ''نہیں ہوٹل کا نام دو۔ اب اگر کوئی ناواقف شخص پہلی مرتبہ نیویارک گیا ہو تو ہوٹل کا نام کہاں سے دیگا اور اُسے ہوٹلوں کے ناموں کے بارے میں کیا معلومات ہو گی۔

میرے اچھے نصیب سے ایک دو ہوٹلوں کے کارڈ میرے پاس تھے جو میرے دوستوں نے دیئے تھے اور میں نے اُسے سنبھال کر رکھے تھے۔ کہاوت ہے کہ سنبھال کر اگر سانپ کو بھی رکھا ہوا ہو تو وہ بھی کام آ ہی جاتا ہے۔ میں نے ایک کارڈ نکال کر ایک کارڈ سے ہوٹل کا نام بتا دیا مگر اُس کا غصہ مسلسل جاری رہا اور چھ ماہ کے بجائے غصہ میں مجھے ایک مہینہ کا ویزا لگا دیا

دوسرے دن اشرف بھائی ہمیں ائیر پورٹ پر الوداع کرنے آئے تھے گھر پر کھانا کھلا دیا تھا اور پورے گھرانے نے دل سے نہ چاہتے ہوئے بھی الوداع کیا تھا۔

ائیر پورٹ کے باہر کھڑے تھے کہ خالد کی ایگزیٹ انٹری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا پھر اس کے بعد میں جاؤں گا ایگزیٹ کی اسٹیمپ لگوا کر تمام لوگوں سے ملاقات کری تمام گلے ملے اور یہ کتنی اُنسیت بھری آمیز لمحات سے بھرپور وداعی تھی۔

حالیہ وقتوں میں میرا منجھلا لڑکا رؤف اپنی بیوی کے ساتھ امریکہ گیا۔ تو ہوسٹن ائیر پورٹ پر ایمیگریشن والوں نے رؤف کا پاسپورٹ دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے پاسپورٹ میں ایران کا ویزا لگا ہوا ہے۔ کس لئے؟''

مگر بات یہ تھی کہ ہمارا ایران سے بغداد شریف کی زیارتیں کرنے کا پروگرام تھا وہاں جنگ شروع ہو گئی اور خطرناک بم دھماکہ شروع ہو گئے اور بغداد کی بربادی شروع ہو گئی اس لئے وہاں جانے کا قصد

موقوف کر دیا اب یہ آفیسر کسی طور سمجھتا ہی نہیں تھا آخر کار کافی دیر تک بیٹھائے رکھنے کے بعد اس کو پاسپورٹ پر اسٹیمپ نہیں لگا کر دی اور ایک پرمٹ دی اور کہا کہ واپسی میں انٹری کا اسٹیمپ اور ایگزیٹ کی اسٹیمپ لگائے جائینگے۔ خیر جیسے تیسے کر کے جانے کی اجازت مل گئی واپسی پر ایئر پورٹ پر بیٹھا دیئے گئے کہ اعلیٰ آفیسر آئیگا اور تمہاری تفتیش اور چیکنگ کریگا۔

''بھائی ہماری فلائٹ کا وقت بہت کم ہے ہمیں اسٹیمپ لگا دو''

مگر کوئی جواب ملا نہیں آخر کار اعلیٰ آفیسر کی آمد ہوئی اور آتے ہی اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور ہم سے کہا کہ تم بیٹھو ایک پاکستانی طالب علم بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے کہا کہ بھائی مجھے تو عادت پڑ گئی ہے۔ آپ آرام سے بیٹھو جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا فلائیٹس (پروازیں) تو مس ہوگئی ہی ہیں۔

حقیقت میں ہی کافی دیر کے بعد انھیں بلایا گیا اور کاروائیاں مکمل کر کے اسٹیمپ لگا دی ہماری فلائٹ جا چکی تھی یونائٹیڈ ایئر لائن کی پرواز لندن کے لئے جانے والی پرواز سے جانے کو کہا گیا، اور اُن کی ایئر لائن نے اوکے کر دیا اور اُن سے کہا گیا کہ آپ فکر نہ کریں لندن سے پرواز ابوظہبی کی پرواز تو جا چکی ہوگی آپ کو ہنگامی بنیادوں پر انتظام کر دیتا ہوں امارات ایئر لائین آپ کو لندن سے دو گھنٹہ بعد مل جائیگی دونوں ایئر لائینیں ایک ہی ملک کی ہونے کی صورت میں نصیبوں سے انتظام ہو گیا اور امارات ایئر لائن کے ذریعہ دبئ سے ہوتے ہوئے کراچی پہنچ گئے۔

امریکنوں کی الجھنے اور نفرتیں آمیز رویہ اور سلوک کے بارے میں لکھ رہا ہوں کہ ہم اسلام آباد ویزہ کے لئے انٹرویو دینے کے لئے گئے تھے میرے تین لڑکوں اُن کی بیویاں اور میں وہاں باری باری۔۔ انٹرویو میں ہر ایک سے الگ الگ سوالات کئے جاتے تھے میری سب سے چھوٹی بہو کو پوچھا کہ:

تم شام کیا کرنے گئے تھے؟

وہ چالاک تھی اور انگریزی میں بات چیت کر سکتی تھی۔ اُس نے جواب دیا۔

''میرے سسر کو سفر کرنے کا بہت شوق ہے اور وہ مختلف ملکوں میں جاتے ہیں اور ہمیں بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں تو اس لئے ہم بھی ان کے ساتھ جاتے رہتے ہیں۔''

اور یہ بات امریکن آفیسر کے دماغ میں ٹھیک سے بیٹھ گئی اور یہ شخص کچھ نرم طبیعت کا حامل تھا اور مسکرا کر بات کرتا تھا۔ آخر کار ہمیں پانچ پانچ سال کے ویزا دینے کی مبارکباد دے کر ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بُلا کر اُن کو ٹوکن دیتا گیا۔

اور مبارک دیتا گیا۔ اُس نے بعد میں کہا کہ:

پانچ روز کے بعد تمہارے پاسپورٹ کراچی امریکن ایکپریس سے وصول کر لینا۔''

پانچ روز کے بعد پاسپورٹ مل گئے۔

نیویارک فورٹی ٹو اسٹریٹ جو کہ پر رونق علاقہ میں خوبصورت اور بڑے عالیشان اسٹور، ہوٹلوں اور انسانوں کی ہر لمحہ بھیڑ بھاڑ اور جمگٹھا موجود رہتا ہے ہم لوگ گاڑی میں وہاں سے گزرے تو ٹریفک سگنل آیا لال بتی جلنے سے تمام ٹریفک رُک گیا لوگوں کے پیدل چلنے کے لئے زیبرا کراسنگ بنا ہوا تھا اس کے پیچھے گاڑیاں رک جاتی ہیں۔ لال بتی سگنل کی جلنے پر زیبرا کراسنگ کے آس پاس کا ''واک سگنل'' جل اُٹھے اور راہگیر پیدل سفر کرتے ہوئے سڑک پار کرنے لگتے ہیں اور ٹریفک سگنل سبز بتی پر جاری ہو جائے تو پیدل چلنے والوں کا سگنل لال بتی جل اُٹھتی ہے۔

ہماری تمام گاڑیاں زیبرا کراسنگ سے پہلے کھڑی ہوگئی اور پولس کی گاڑی جو زیبرا کراسنگ پر تھوڑی سے آگے آگئی تو ایک گاڑی والے شخص نے گاڑی سے اُتر کر پولیس کار کے ڈرائیور کو کہا کہ تم نے زیبرا کراسنگ پر گاڑی کھڑی کردی ہے اور قانونی جرم ہے پولیس ڈرائیور گھبرا گیا اور تھوڑی سی گنجائش تھی اپنی گاڑی پیچھے کرلی اور سوری کہا۔ امریکہ میں ایسے مناظر بھی اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔

شام کے سفر میں ہم نے تھوڑے وقفہ کے بعد شام کی جانب واپس جاتے ہوئے مجھے بہت دکھ ہوا میری والدہ محترمہ حاجیانی حوّاماں کا 19 دسمبر 2005 پیر کے روز انتقال پر ملال ہو گیا اور یہ میرے لئے بڑا غم انگیز المیہ تھا میرے سے ان کی محبت اور اُن کے ساتھ میری محبت اتنی شدید تھی کہ میں اسکا بیان نہیں کرسکتا ہوں

میری والدہ نے میرے ساتھ کئی سفر کیئے جس میں سات حج اور کئی عمرے اور اس کے علاوہ دو دفعہ شام کا سفر اور ترکی ،لندن اور بھارت میں سید میراں داتار اور سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی زیارت وغیرہ ہم نے ایک ساتھ کر کے آئے تھے خیر اللہ کی مرضی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (آمین) والدہ کے انتقال کے بعد تعزیت کیلئے اور مجھے صبر اور غم دور کرانے کے لئے زندگی کے ہر طبقہ اور شعبوں کے لوگوں نے ہمدردی کری اور اس بڑے سانحہ کا غم دور کرنے اور صبر کرنے کی تشفی و تسلی دی

خیر اب ہم لوگ شام کے سفر میں آگے کوچ کریں اور اللہ تعالیٰ کے نامور پیغمبروں اور برگزیدہ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی سرزمین پر آگے کوچ کریں۔

خیر حضرت عبداللہ بن عمر کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لئے گئے وہاں حاضری دے کر باہر نکلے تو نبیل ہم کو امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مزار پر لے گیا جنکے مزار کے ساتھ وسیع و عریض مسجد تھی۔ جو اس وقت کی اسلامی تہذیب اور تعمیرات کا اعلیٰ شان نمونہ تھی۔

اپنے یہاں ٹھٹھ کی جامع مسجد اور لاہور کی بادشاہی مسجد میں جو درمیان اور اطراف میں محرابوں کے ساتھ بند ہال جو بغیر لاوڈ اسپیکر کے آواز سنائی دیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یا تو ہم نے ان کی نقل کی ہے یا پھر انہوں نے ہماری نقل کی ہے۔

حمس کی زیارتیں مکمل ہو گئیں کچھ وقت ٹھہر کر حمس شہر دیکھا خوبصورت شہر تھا دیکھنے کے لائق تھا وقت نہیں تھا اسلئے ہم نے نبیل کو اشارہ کیا کہ اب رقع کی جانب چلیں جو ہماری اس کے بعد کی منزل تھی۔

گاڑی کافی رفتار سے چل رہی تھی رقع ہم تقریباً تین بجے پہنچ گئے جہاں پہلے ہم عجیب عاشق رسول سیدینا اویس قرنی کا مزار پر گئے وسیع مسجد وہاں تین مزار پہلے پہل حضرت اویس قرنی کا مزار آتا ہے ہم وہاں گئے راستے میں ایک ندی پڑتی ہے جسکے متعلق نبیل نے کہا کہ یہ فرات ندی ہے۔ راستے میں خوبصورت ہرا بھرا گاؤں بھی آیا مگر وقت محدود تھا اسلئے ٹھہرے نہیں خیر حضرت اویس کے مزار پر پہلے (شام کے پہلے سفر میں) نہیں پہنچ سکے تھے۔ اس کا غم تو تھا ہی پہلے کا اب خوشی محسوس ہوئی۔ مزار پر حاضری دی فاتحہ پڑھی اور دعائے خیر مانگی حضرت اویس قرنی کے متعلق اس سے پہلے درج ہو چکا ہے۔ اسکے بعد ہم مشہور صحابی حضرت عمار بن یاسر کے مزار پر حاضری دی حضور پاک ﷺ کے اعلیٰ صحابی کی پاکزندگی کے واقعات کا محدود فیض حاصل کرلیں اور اپنے ایمان کو تازگی اور قوت بخشیں۔

طیب المطیب حضرت عمار بن یاسر:۔

سرکار دو عالم تاجدارِ مدینہ سرور عالم ﷺ ایک دن کاشانہ اقدس میں تشریف فرما تھے حضرت علیؓ بھی بارگاہ رسالت میں حاضر تھے اتنے میں ایک قد آدم چوڑے سینہ اور نرگسی آنکھوں والے ایک خوبصورت شخص نے اندر آنے کی اجازت مانگی ان کی آواز سن کر حضور پاک ﷺ کے چہرے مبارک پر خوشی کی ایک لہر آگئی اور آپ نے فرمایا: مرحبا ! یا طیب المطیب (خوش آمدید اچھے آئے پاکیزہ اور پاک صاف انسان) حضور محبوب رب العالمین ﷺ نے جس صحابی کو طیب کے اعلیٰ لقب سے نوازہ وہ سیدنا حضرت عمار بن یاسرؓ تھے۔

حضرت عمارؓ کے والد حضرت یاسر بن عامر یمن کے شہری تھے وہ اپنے گم شدہ بھائی کی تلاش میں مکہ میں آئے اور ابو ہزیفہ مخزومی کے حلیف بنکر مکہ میں مستقل رہائش اختیار کرلی ابو ہزیفہ نے اپنی لونڈی سمیعہ کے ساتھ حضرت عمار کی شادی کرادی۔ جس کے بطن سے دو سعادت مند فرزندان عمار اور عبداللہ کی ولادت ہوئی اس نیک فطرت خاندان نے اسلام کی ابتدائی دعوت کے دور میں حضور پاک ﷺ کی دعوت اسلام پر ،لبیک یارسول اللہ ﷺ ، کہدیا۔

یہ خوش نصیب خاندان نے اسلام قبول کیا اس وقت سات یا تیں لوگوں نے اسلام کا شرف قبولیت حاصل کر چکے تھے وہ وقتوں میں 'دعوت عام' (عام تبلیغ) کی ابتداء نہیں ہوئی تھی۔ ایسے وقت میں حضور پاک ﷺ حضرت ارقم بن علی اسم کے مکان میں سکونت رکھتے تھے۔

ابو حذیفہ کے انتقال کے بعد حضرت صومیہ اور ان کے وارث ابو جہل کی غلامی میں آ گئے تھے وہ وقت حق کے جیالوں کے لئے بڑی مشکل اور کشمکش کا عرصہ تھا۔ جو شخص اسلام قبول کرتا قریش کے مشرکین کے غیض و غضب اور ظلم کا شکار ہو جاتے تھے۔

حضرت سمیعہ پر بھی مشرکوں نے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ایسے ایسے ظالمانہ طریقہ سے ظلم کئے کہ سن کر خوف سے انسان لرزنے لگے اور اسکی مثال مشکل ہی سے ملے گی وقت میں حضرت سمیعہ دونوں ضعیفی کی عمر میں تھے۔ مگر کافروں کا بیجمانہ ظلم انکے قدموں کو حق کی راہ سے منکر نہیں کر سکے۔ اور یہ ہی صورت حال انکے فرزندوں کی تھی۔

یہ مظلوموں کو فولادی زنجیریں پہنا کر مکہ کی گرما گرم تپتی ہوئی ریت پر سلا کر ان کی پیٹھ کو جلتے ہوئے انگاروں سے داغنہ۔ کافروں کا یہ روز کا معمول بن گیا تھا مگر یہ لوگ تو حیدا ور حق کے نشے میں مدہوش تھے حق کی راہ سے متنفر ہونے کا نام بھی نہیں لیتے تھے۔

ایک دن یہ چاروں اعلیٰ اور پاکیزہ اشخاص کافروں کے ہاتھوں عقوبتیں برداشت کر رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا ان کو کافی ازیت میں دیکھ کر آپ نے فرمایا:

صبر کرو اے آلِ یاسر! تمھارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔

حضرت عثمان غنی ز ونورینؓ فرماتے ہیں کہ:

حضور پاک ﷺ کے ساتھ میں ایک دن اس جگہ سے گزرا جہاں یہ خاندان کو زخم لگائے جا رہے تھے حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صبر کرو-- اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما دے اور تو نے ان کی مغفرت کر ہی دی۔

ضعیف اور ناتواں کا یہ ظلم سہتے سہتے ایک دن انتقال ہو گیا۔

پھر ایک دن اللہ اور اسکے رسول پاک ﷺ کے دشمن ابو جہب کا غصہ حد سے زیادہ تجاوز کر گیا اس نے حضرت سمیعہ کے نازک مقام پر اپنا نیزہ کھیچ کر مار دیا جسکی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہو کر شہید ہو گئیں۔ پاک اور اعلیٰ نبوی دور کی یہ پہلی شہادت تھی جو راہ حق ہوئی اور شہید ہونے والی یہ خاتون اول حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیعہ تھی۔ پتھر دل ابو جہب نے حضرت عبداللہ بن یاسر کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا۔

اب صرف حضرت عمارؓ باقی رہ گئے تھے ان کی والدہ کا دردناک اور بیکسی کی موت سے کافی صدمہ پہنچا روتے روتے حضور پاک رحمت اللعالمین ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور تمام روداد عرض کی۔

یارسول اللہ! اب تو ظلم کی انتہا ہوگئی۔
حضور پاک ﷺ نے ان کو صبر کی تلقین کری اور فرمایا:
اے پروردگار! آل یاسر کو دوزخ سے بچالے۔
ماں باپ اور بھائی کی شہادت کے بعد حضرت عمار پہلے کی طرح کافروں کے ظلم وستم کا شکار ہو کر رہ گئے

ایک دن ایک شخص نے حضرت عمار کا (کرتا) قمیض اتارتے ہوئے دیکھا تو ان کی پیٹھ داغوں سے (جلنے کی وجہ سے) نشانوں سے بھری ہوئی دیکھی تو پوچھ بیٹھا کہ یہ کیا ہے؟۔ تو انھوں نے کہا کہ:
یہ وہ اذیت اور ظلم کے نشانات ہیں جو مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر مجھے لیٹاتے تھے۔ ایک مرتبہ مشرکوں نے حضرت عمار کو شعلہ نکلتے ہوئے انگاروں پر ڈال دیئے حضور پاک ﷺ وہاں سے گزرے تو ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا:
(اے! آگ! عمار پر اسطرح سے ٹھنڈی ہو جا جس طرح سے تو حضرت ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو گئی تھی۔
حضرت عمارؓ مستقل مکہ میں رہتے ہوئے کافروں کے ظلم اور اذیتوں کو برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ ہجرت نبوی سے ایک مہینہ پہلے انہوں مکہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ جو چھ صحابہ نے پہلے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی اُن میں حضرت عمارؓ کا نام بھی شامل ہے۔

سب سے پہلے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے والے چھ اصحابہ کرام کے نام بالترتیب یہ ہیں (1) حضرت ابوسلمٰی عبداللہ بن عبدال احد مخزومی (2) حضرت عامر بن ربیعہ (3) حضرت عامر کی زوجہ حضرت لیلٰی (4) حضرت ساعد بن ابی وقاص (5) حضرت عمار بن یاسر (6) حضرت بلال بن رباہ۔
حضرت عمارؓ پہلے قبُا پہنچے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک حضور پاک ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں تشریف لائے قُبا کی مسجد کی تعمیر میں حضرت عمار نے جذبہ اور شوق سے حصہ لیا۔ مسجد قبا کے لئے انیٹیں اور پتھر حضرت عمار نے جمع کئے تھے اور زیادہ تر تعمیری کام انہوں نے ہی انجام دیئے تھے۔
مدینہ منورہ میں جب مسجد نبوی شریف کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو وہ مستقل اینٹیں لادکر لاتے رہتے تھے اور ''رجز'' جوش دلانے کے خاطر یہ اشعار پڑھتے تھے۔
''ہم مسلمان ہیں ہم مسجد تعمیر کرتے ہیں''
''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ''اصحابہ صفہ'' میں شامل رہنے کا تھوڑے بہت وقت کے لئے شرف حاصل رہا۔ اس کے بعد حضور پاک ﷺ نے زمین کا ایک بہت بڑا وسیع حصہ عطا فرمایا۔
''بدر سے تبوک تک کے تمام غزوہ میں حضرت عمار اپنے آقا اور مولا ﷺ کے ساتھ شریک رہے حضور

پاک ﷺ ان کی بہت عزت فرماتے تھے۔

حضور پاک ﷺ یہ فانی دنیا سے پردہ فرما گئے اس کے بعد مکمل عربستان ''اقتدار'' کے فتنہ کی لہروں میں آ گیا۔ مرتدوں سے مقابلہ کی تمام جنگوں میں سب سے زیادہ خونی اور ہلاکتوں کی سخت جنگ ''یماما'' کی لڑائی تھی حضرت عمار نے مسلیمہ کذاب کے مقابلہ کی اس جنگ میں حیرت انگیز بہادری دکھائی۔

حضرت عمار کا ایک کان اس جنگ میں شہید ہو گیا جو نزدیک ہی زمین پر تڑپ رہا تھا مگر وہ مسلسل حملوں پر حملے کرتے رہے ایک ایسا موقع آیا کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے تو وہ ایک اُونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور للکار کر کہا:

مسلمانوں! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو دیکھو، میں عمار بن یاسر ہوں آؤ میری طرف آؤ''

انکا تاثر آمیز آواز سن کر مسلمانوں کے قدم جم گئے اور ایسا وقت آمیز حملہ کیا کہ مرتدوں کو بھاگتے ہی بنی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی نبوت کے بڑے دعویدار مسلیمہ کذاب سے مقابلہ کی یہ خون آسام جنگ ہجری 11ھ میں ہوئی تھی اس وقت حضرت عمار کی عمر مبارک شریف 65 سال کی تھی اور وہ نوجوانوں سے بازی جیت گئے تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے ہجری 20ھ میں حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ کے والی۔ گورنر بنایا اور وہ ایک سال نو مہینہ کوفہ کے گورنر کے عہدہ پر فائز رہے بعد میں امیر المومنین نے ان کو گورنر کے عہدہ سے فارغ کر دیا۔

تاریخ میں درج ہے کہ ''سیدنا فاروق اعظم نے ایک دن ان سے پوچھا:

''تمہیں گورنر کے عہدے سے ہٹا دینے کی وجہ سے ناراض تو نہیں ہوئے ہو؟''

حضرت عمار نے جواب دیا ''تم پوچھ رہے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ میں گورنر کے منصب پر فائز ہونے پر خوش تھا اور نہ ہی اب معزول ہونے پر ناخوش ہوں''۔

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت کے بعد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ خلیفہ منتخب ہوئے تو حضرت عمار نے ان کی پرجوش وجذبہ سے حمایت کی اور شہادت کے وقت تک ان کا ساتھ اور ہر کام میں معاونت کرتے تھے۔

حضرت عمار بن یاسر کافی عرصے تک نبوت کے سرچشمہ سے فیض و برکات حاصل کرتے رہے وہ حدیث پاک ﷺ کی روایت بیان کرنے میں بے حد ہشیار رہتے اور احتیاط برتتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے صرف 62 حدیثیں روایت کی ہیں

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ۔

''بیشک جنت یہ چار شخصوں کے لئے ''مشتاق ہے''۔

جن میں عمار یاسرؓ بھی شامل ہیں

حضرت عمار پوری پوری رات نماز اور وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ قرآن پاک کی تفسیر کرنے والے اعلیٰ اور مشہور عالموں نے فرمایا ہے کہ ''سورہ صومر'' کی یہ آیات حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

''اچھا مشرک (بھلا ہے کہ) وہ جو راتوں کے اوقات میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہو اور آخرت سے خوف رکھتا ہو اور اپنے پروردگار سے رحمت کی امیدیں رکھتا ہو'' (آیت نمبر 9)

ایسی اعلیٰ فضیلت کے مالک اور جس کے لئے جنت بھی مشتاق ہو ایسے صحابی کے مزار پر حاضری دیکر فاتحہ پڑھنے اور دعا مانگنے کے بعد دل کی جو حالت ہوئی اس کا ذکر کرنے کی مجھ میں طاقت بیان نہیں الحمد اللہ۔

اس کے بعد حضرت عوبیٰ بن قیس الغنی کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ بعد میں نبیل سے کہا کہ کوئی اعلیٰ شان والوں کی مزار و زیارت گاہ ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ اب کوئی نہیں ہیں تو میں نے کہا کہ پھر اب شویرما کی دکان پر لے چلو۔ شہر وہاں کوئی خاص بڑا نہیں تھا ایک ہی بازار کسی نے کہا کہ شویرما ختم ہو گیا ہے کسی نے کہا شام کو ملیں گے۔

اتنے میں ایک سیخ کباب والے کی دکان آئی نبیل نے کہا کہ کھانا ہے مگر ہوٹل کچھ تندور خانہ جیسی نظر آئی تو میں نے منع کر دیا آگے گاڑی روکنے کا کہا اور میں گاڑی سے اُتر کر ہوٹل میں داخل ہوا۔

پیزا کی ہوٹل تھی میں نے دام معلوم کیئے تو کہا گیا کہ 100 روپے شامی میں واپس جانے لگا تو وہ کہنے لگا کہ آپ بیٹھو تو سہی آپ کو دام کم کر دینگے میں تو صرف اپنی فیملی سے مشورہ کرنے کے لئے باہر نکل رہا تھا فیملی سے مشورہ کیا تو سب کہنے لگے کہ بھوک لگی ہے اب جو بھی ملتا ہے وہ کھا لینگے۔

میں نے پیزا والے کو کہا کہ 10 عدد پیزا دو۔ 600 روپے شامی دونگا۔ وہ خوش اور آمادہ ہو گیا ہوٹل میں بیٹھنے کی جگہ کافی تھی ہم لوگ بیٹھ گئے تو اُس نے پیزا بنانے شروع کر دیئے پیزا کی روٹی تیار تھی جس کے دو چار ٹکڑے ہمیں دے گیا ہم نے کھائے تو وہ ذائقہ میں ٹھیک تھے ایک پارسل کا آرڈر مکمل کر کے ہمارے

لئے پنیرا تیار کرنے لگا۔
کولڈ ڈرنک کی بوتلیں منگوائی میں نے پنیرا والے سے کہا:
''بھائی جتنے تیار ہو جائیں دیتا جا'' تو وہ پیزا دیتا گیا مرچ مصالحہ نہ ہونے سے اپنے ٹیسٹ کے مطابق ذائقہ نہیں آتا ہے مگر بھوک نہ دیکھے باسی بھات کی مثال کے مطابق پیزا کھا کر پیٹ بھرلیا۔ چائے کے لئے آڈر دیا تو ایک گھنٹہ بعد کا کہا گیا۔ تو ہم واپس گاڑی میں بیٹھ گئے اور حلب کی جانب روانہ ہوگئے۔

شام میں میلاد النبی ﷺ اور درود پاک عظمت کا برتاو:۔

راستے میں دمشق کے بورڈ یا سنگ میل لکھے ہوئے آئے جس میں 375 کلومیٹر لکھے تھے میں خوش ہو گیا کہ حلب کے بعد 200 کلومیٹر باقی بچینگے مگر ایسا نہیں ہوا حلب سے آنے والا دوسرا راستہ تھا ہم وہاں پہنچے تو دمشق 400 کلومیٹر پر تھا۔
حلب پہنچتے ہی شہر میں جگہ جگہ اور ہر ایک ٹھکانے پر جھنڈیاں سجی ہوئی تھی اور حضور ﷺ کی شان میں نازل کی گئی آیتیں وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝ '' اسکے علاوہ دوسری آیتیں اور حضور پاک ﷺ کے مبارک ناموں سے لکھے ہوئے عربی کے بینر نظر آئے۔ ایسی ہی جھنڈیاں اور بینرز میں نے دمشق اور حکہ اور مجیس میں دیکھے تھے اس کے متعلق نبیل سے معلوم کیا تو اس نے کہا:
عید میلاد النبی ﷺ یہاں بڑی شان وشوکت سے منائی جاتی ہیں بارہ دنوں تک میلاد شریف کی محفلیں ہوتی ہیں اور بارویں ربیع الاول کے دن عام تعطیل ہوتی ہے۔
مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ سرکار دوعالم ﷺ کی آمد کا مبارک دن ہر جگہ میں منایا جاتا ہیں صرف بھارت اور پاکستان میں ہی نہیں۔
خیر سے اپُر رونق بازار کے نزدیک نبیل لا چکا تھا۔ حلب شام کا دوسرے نمبر کا بڑا شہر ہے۔ یہاں موسم بھی ایسا ہی خوشگوار ہوتا ہے ویسے تو پورے شام کا موسم خوشگوار ہوتا ہے۔
بازار میں داخل ہوتے ہی ایک عالیشان بڑی مسجد کی دیوار کے ساتھ 10 سے 12 کرسیاں بچھی ہوئی نظر آئی۔ جس پر نابینا اشخاص ہاتھوں میں تسبیح لیکر بیٹھے ہوئے تھے اور درود شریف پڑھتے تھے امیر اور سخاوتی لوگ انکی امداد کیا کرتے تھے۔
ہم لوگ مسجد میں داخل ہوئے جبکہ باہر سے رونق جیسا کچھ نظر نہیں آرہا تھا مگر ویسے اندرونی جانب مرمت اور تزئین وآرائش کام جاری تھا اور نماز کے لئے برابر میں دوسری جگہ انتظام کیا گیا تھا دروازے کافی خوبصورت کشیدہ اور مینا کاری کا کام کئے ہوئے تھے ہم لوگ جس کو کاروین کہتے ہیں اسی طرح کا بنا ہوا

تھا۔اور دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بہت خوبصورت فنکاری والے کام کے ساتھ عالیشان مسجد کو زیبائش اور سنگتراشی کا نمونہ بنادینگے۔

شام میں دو مشہور پیغمبران حضرت یحییٰ اور ذکریاؑ کے مزارات:۔

یہاں سامان بے ترتیب اور بکھرا پڑا تھا تعمیراتی سامان تھا تو ہم لوگ وہاں سے گزر کر حضرت ذکریاؑ کے مزار پر تشریف لے گئے مزار شریف کے نزدیک پہنچتے ہی میرے ذہن میں حضرت ذکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ جو کہ بنی اسرائیل کے بڑی شان والے پیغمبر تھے۔ان کی شہادت اوراس کے مقدس اور پاک احیا کے کئی ایک سبق آمیز واقعات میرے ذہن میں روشن ہوگئے۔حضرتؑ ذکریاؑ کی خدمت شریف میں عقیدت کے طور پر آپکی زندگی کے کچھ حیرت انگیز واقعات قارئین کو پیش کئے بغیر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا یہ شام کا سفرنامہ نامکمل رہ جائیگا۔

حضرت ذکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ والد اور فرزند دونوں حضرت سلیمانؑ کی اولاد میں نے سے تھے۔یہ بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔اللہ تعالیٰ نے دونوں کا ذکر قران پاک کی چار سورتوں میں آل عمران، العنام، انبیاء اور مریم میں فرمایا گیا ہے۔جس میں سورہ مریم کی پہلا مکمل رکوع میں حضرت ذکریاؑ کی مکمل زندگی کا احوال دیا گیا ہے۔

حضرت مریم کی والدہ نے منت مانی کہ اے اللہ میرے بطن میں جو بچہ ہے اس کو میں تیرے نذر کردیا۔اس منت کی رو سے ایک طرح کی اُس کے بچہ کی دعا تھی۔مگر حضرت مریم کی والدہ کو کیا علم تھا کہ لڑکی پیدا ہوگی اس کے بعد حضرت مریم کی والدہ نے منت پوری کرنا چاہی اور لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت میں دے دینا چاہا تو وہاں فائز خدام کی بھی یہی خواہش تھی کہ حضرت مریم اُن کو مل جائیں۔

اب اس کے لئے سب کے درمیان مقابلہ جیسی حالت رونما ہوگئی اور قرعہ اندازی کا فیصلہ کیا گیا کہ تمام امیدوار تورات لکھنے والی اپنی قلم کو پانی میں ڈالیں اور جو نہر کے پانی کے بہاوَ کے مخالف سمت میں پانی اوپر کو آئے وہی خادم حضرت مریم کو اپنی تربیت اور شاگردی میں لے جائیں۔

قرعہ اندازی میں حضرت ذکریاؑ کے حق میں فیصلہ ہوا اس کے مطابق حضرت مریم کی کفالت اور تربیت حضرت ذکریا کے نام لکھی گئی اور اس وقت حضرت مریم کی عمر شریف صرف تین سال کی تھی۔

تذکرالانبیاء میں ہے کہ ذکریاؑ کی زوجہ اور حضرت مریم کی والدہ دونوں بہنیں تھیں اس رشتہ سے حضرت ذکریاؑ حضرت مریم کے خالو لگتے تھے اُس وقت حضرت ذکریا طبعی عمر سے تجاویز کر چکے تھے اور اس عمر میں عام طور سے لوگوں کے یہاں اولاد نہیں ہوتی ہے۔اس کے علاوہ حضرت ذکریاؑ کی زوجہ ''بانجھ

''تھیں۔

حضرت مریم سمجھداری والی عمر میں پہنچیں تو حضرت ذکریا نے ان کے لئے 'خلوت خانہ'' عبادت کے لئے ایک حجرہ تعمیر کروادیا حضرت ذکریا جب بھی حجرہ میں جاتے تو اُن کو کئی طرح کے اور قسم قسم کے غیر موسمی پھل وہاں نظر آئے اُن کے عمدہ پھلوں کے ایک الگ و تنہائی کے اس حجرہ میں موجودگی کا ہونا ایک حیرت انگیز بات ہے اور اس سے بھی عجیب و غریب بات یہ تھی کہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈی کے موسم کے پھل اور ٹھنڈی کے موسمیں گرمی کے پھل اس طرح بے موسم کے پھل پڑے ہوئے نظر آتے رہتے تھے۔

حضرت ذکریاؑ نے پوچھا: اے! مریم یہ چیزیں (بے موسمی پھل) تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں؟

جواب دیا گیا کہ: ''یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے گمان روزی رزق پہنچاتے ہیں''۔ حضرت ذکریاؑ کے یہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے فکرمند رہتے تھے کہ میرے دوست احباب اور رشتہ داروں میں تو کوئی اس لائق نہیں ہے کہ میرے بعد بنی اسرائیل کی ''اصلاح'' کا خیال رکھے جس کی وجہ سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی۔

''اے پروردگار! مجھے اپنی بارگاہ میں سے نیک اولاد عطا فرما بیشک تو دعا کو سننے والا ہے۔

ذکریاؑ اس وقت کافی بزرگ تھے آپ کی عمر مبارک مختلف روایتوں سے 77یا80یا اس سے زیادہ سالوں کی تھی اس کے علاوہ ان کی زوجہ ''بانجھ'' تھیں حضرت مریم کی پاکیزگی اور نیکی و برکتیں دیکھ کر یکا یک جوش اور جذبہ بیدار ہوگیا کہ میں بھی اولاد کے لئے دعا مانگو جو اللہ مریم کو بے موسمی پھل دے سکتا ہے تو امید ہے کہ وہ ناامیدی کی حالت میں میری دعا کو ضرور شرف قبولیت عطا فرمائینگے۔

دعا بارگاہ الٰہیٰ میں قبول ہوئی اور آپ کو بشارت دی گئی۔

حضرت ذکریاؑ اُس وقت مسجد کے اندر نماز میں کھڑے ہوئے حضرت ذکریاؑ شیخ اعظم تھے۔ قربانی پیش کرنا اور قربان گاہ کا دروازہ کھولنے کا آپ کو ہی اختیار تھا آپ کی اجازت کے بغیر کوئی اندر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور لوگ داخل ہونے کی اجازت کے انتظار میں تھے کہ اچانک ایک جوان سفید کپڑے پہنے ہوئے نظر آیا جو حضرت جبرائیل تھے انہوں نے نوید سنائی۔

''اللہ آپ کو یحییٰ کے پیدا ہونے کی بشارت دیتا ہے'' یحییٰ نام رکھنے کی وجہ تفسیر نگاروں نے یہ کہا ہے کہ ان کی والدہ کے بانجھ پن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی سے ہمیشہ کے لئے دور فرما دیا ہے۔ حضرت ذکریا نے جبرائیلؑ کی جانب دھیان دیئے بغیر مناجات میں کہا: ''اے میرے رب! میرے یہاں لڑکا کس طرح سے ہوسکتا ہے میں بزرگی کی عمر میں پہنچ گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے خوشخبری سن کر انہوں نے تعجب سے کہا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو ولادت کے لائق بنا دیا۔

حضرت ذکریاؑ نے عرض کی الٰہیٰ! میرے لئے اس معاملے کی ایک نشانی مقرر کردو۔ اللہ تعالیٰ نے

ارشاد فرمایا:

نشانی یہ ہے کہ جب تم تین دن تک بات نہ کرسکو اور صرف اشاروں سے اپنا مطلب کہہ سکو تو سمجھ لینا کہ ہماری بشارت اپنی اصلیت وجود میں آگئی اور قائم ہوگئی ہے

اللہ تعالیٰ کی حضرت یحییٰ جیسے فرزند کی صورت میں حاصل ہونے والی نعمت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ذکریا کیسے اعلیٰ درجات کے نبی تھے اور آپ کو اپنی قوم کی اصلاح کی کتنی فکر تھی حضرت ذکریاؑ کارپنٹر (ترکھان) کا کام کر کے اپنا گزر بسر کرتے تھے اس لئے کسی بھی طریقہ سے قوم پر بوجھ نہیں تھے حالانکہ وہ اپنی قوم کے پیشوا تھے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ بڑی مسخ اور سیاہ ہے وہ اپنے نبیوں اور محسنوں کے دشمن بن گئے یہاں تک کہ وہ قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے ذکریاؑ نے بنی اسرائیل کی قوم پر اتنا بڑا احسان کیا تھا بھول جانے والی اور گم شدہ ہوجانے والی ''تورات'' کو انہوں نے اپنی خداداد ذہنی صلاحیت سے پھر سے لکھا دی تھی مگر احسان فراموش قوم اور ان کے بنی اسرائیل کا بادشاہ پیرودس اپنی ابھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا تھا حضرت یحییٰ چونکہ شریعت عیسوی پر ایمان رکھتے تھے اس لئے وہ مانع ہوئے تب بادشاہ کے حکم سے حضرت یحیٰ کو ذبح کردیا گیا اس واقعہ سے حضرت ذکریاؑ بھاگ کر ایک باغ میں پہنچے ایک درخت نے آپ کو آواز دے کر کہا کہ میرے اندر پناہ لے لو اور وہ درخت دو حصوں میں تقسیم ہوگیا آپ نے دیکھا اور سمجھا غور کیا کہ درخت کا بولنا اللہ کی طرف سے ہے اور یہ ہدایت میرے لئے ہے یہ سوچ کر آپ درخت کے اندر درمیان میں بیٹھ گئے تو وہ درخت واپس اپنی پہلی والی حالت میں بند ہوگیا۔

یہودی آپ کی تلاش میں چاروں اطراف ڈھونڈ رہے تھے شیطان جو ہمیشہ سے اللہ والوں کا دشمن ہے اس نے مخبری کردی دشمنوں سے کہا کہ تم جس کی تلاش میں ہو وہ اس درخت کے اندر روپوش ہے آپ کا دامن کا ایک سرا درخت سے باہر رہ گیا تھا ابلیس نے کہا کہ میں نے دیکھا نہیں ہے مگر یہ دیکھ لو یہ کپڑا باہر رہ گیا ہے۔

بنی اسرائیل کو شیطان مردود کی بات پر بھروسہ آگیا اور ایک بڑی آری لا کر اس درخت کے تنے پر چلا دی ۔آری جب چلی اور آپ کے سر مبارک تک پہنچی تو آپ نے ''آہ'' کرنے کے لئے اذیت اور تکلیف کی وجہ سے چاہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ''ندا'' آئی کہ اگر تھوڑی بہت بھی اُف یا آہ کیں تو تمہارا نام انبیاء کی فہرست میں سے خارج ہوجائیگا۔

خیر حضرت ذکریاؑ کو ظالم یہودیوں نے شہید کردیا اور آپ نے اُف تک نہیں کی شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس سال سے بھی زیادہ تھی ہم نے حضرت ذکریاؑ کے مزار پر فاتحہ پڑھی دعائے مانگیں اور ایک اعلیٰ مرتبہ پیغمبر کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی ایسے بڑے پیغمبر کے مزار پر

جانے کا قسمت سے حاصل ہو جائیگا ایسا خوابوں میں بھی سوچا نہ تھا اللہ کا کرم تھا کہ یہ سب نعمتیں حاصل ہوئیں۔

باہر نکل کر گاڑی میں سوار ہوئے۔دوسرے ایک مزار پر نبیل ہمیں لے گیا جو محسن بن حسین کا مزار کہا گیا۔پہلے درج کے مطابق ہر مزار کے ساتھ مسجد ضرور تعمیر کی ہوئی ہے۔

حلب کا شہر ہم نے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہی دیکھا تقریباً چھ بج گئے تھےاور دمشق 400 کلومیٹر دور تھا اس لئے نبیل ڈرائیور سے کہا کہ دمشق چلو نبیل نے گاڑی پوری تیز رفتاری سے چلادی اندھیرا ہو جانے کی وجہ سے سامنے سے آنے والی گاڑیوں کی روشنی آنے سے گاڑی کی رفتار کم کرنی پڑ جاتی تھی مگر شاباش ہے نبیل کو کہ ایک نیند کا جھونکا لئے بغیر 16 گھنٹہ تک گاڑی چلائی مگر تھکاوٹ کا نام ونشان نظر نہیں آئے اور نہ تو نبیل نے کندھیموڑے نا ہی انگڑائی لی اور نہ تو جمائی لی رات کو تقریباً گیارہ بجے دمشق میں پہنچ گئے اور کمال اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہمیں کسی کو بھی 16 گھنٹہ کے سفر کا روحانی اور تاریخی موسم کا کمال معلوم ہوا۔

رات کو گھر میں ہی روٹیاں منگا کر قورمہ سالن کے ٹین کھول کر کولڈرنک دہی وغیرہ سے کھانا تناول کر لیا اور ایک یا کچھ کم وقت تک گپ شپ کری نبیل کو صبح ساڑھے دس بجے آنے کا کہا تھا کیونکہ صبح سویرے کہیں جانا تھا رات کو تقریباً ایک بجے سوئے۔دوسرے دن صبح ساڑھے دس سے پہلے ہی نبیل موجود تھا ہم لوگ تقریباً 11 بجے نکلے اور نبیل سے کہا کہ آج مسجد اموی کے اطراف میں جو زیارت گاہیں ہیں اُسے چھوڑ کے بقیہ کی تمام زیارت گاہوں پر لے چلو کیونکہ کل جمعہ ہے نماز جمعہ مسجد اموی میں پڑھینگے اور اطراف کی زیارتیں بھی کر لیں گے۔

خیر سب سے پہلے ہم لوگ ''بازار شام'' نامی مقام پر پہنچے وہاں پر بڑی عالی شان اور پر رونق بازار اور بڑی بڑی مارکیٹیں اور عالیشان وسیع اسٹور موجود تھے بازار میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ کی جانب ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔

جس میں حضرت ابو ہریرہ کا مزار اقدس تھا مسجد کے وضو خانہ بہت اعلیٰ طرز پر بنا ہوا تھا جہاں صابن اور اعلیٰ کوالٹی کے تولیہ بھی رکھے ہوئے تھے مسجد کے ایک گوشے میں اونچے چبوترے پر آپ کا مزار شریف تعمیر تھا وہاں جا کر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثوں سے کی گئی روایتوں کی یاد تازہ ہوگئی۔

حضرت ابو ہریرہؓ وہ بزرگ اصحابیوں میں سے ہیں کہ جنہوں نے اپنے ملک سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر رہنے کے لئے تمام جہاں کی عزت وعظمتوں اور سر بلندیوں کو ٹھکرا کر بارگاہ رسالت میں حاضری کو فوقیت اور اہمیت دی۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کی ہوئی حدیثوں کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) ہے جب کہ دوسرے بزرگ صحابیوں اور انہوں نے روایت کی حدیثوں کی تعداد مندرجہ ذیل کے مطابق درج ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ	2660احادیث
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	2210احادیث
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	1630احادیث
حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ	1286احادیث
حضرت ابوسعید مندریؓ	1170احادیث

پہلے پہل ابتداء میں حضور پاک ﷺ کے کچھ ''ارشادات (حدیث) حضرت ابوہریرہؓ کے ذہن میں سے بھول ہو جاتی تھی اور یہ بات ان کے لئے تکلیف کا باعث بنی ہوئی تھی ایک دن بارگاہ رسالت میں عرض کر دی:۔

''یارسول اللہ! میں آپ کے کچھ ارشادات کو بھول جاتا ہوں

حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''چادر پھیلاؤ۔

انہوں نے چادر پھیلا دی آپ ﷺ نے اُس میں اپنے دست مبارک ڈالے اور پھر فرمایا:۔

''اسکو سینہ سے لگالو'' حضرت ابوہریرہ نے حکم کو تعمیل کری ان کا از خود کہنا ہے کہ ''یہ موقعہ کے بعد میں نے حضور پاک ؐ کا کوئی ارشاد کو کبھی بھی نہیں بھولا ہوں''

حضرت ابوہریرہ کا خاندانی نام عبد شمس تھا۔ حضور پاکؐ نے ان کا اسلامی نام عبدالرحمان رکھا مگر تاریخ میں وہ اپنی کنیت ابوہریرہ کے نام سے مشہور ہوئے ان کا قبیلہ یمن میں آباد تھا۔

حضرت ابوہریرہ اپنی کنیت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بلی (ہریرا) پالی تھی رات کو اسے ایک درخت پر بٹھا دیتا اور صبح جب میری بکریاں چرانے کے لیے جاتا تھا تو اس بلی کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا لوگوں نے بلی کے ساتھ میری عجیب انسیت اور چاہت کو دیکھتے ہوئے مجھے ابوھریرہ کہنا شروع کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ بھی ان کو ابوہرایا پھر ابوہریرہ کہہ کر بلاتے تھے جس قبیلے کے ایک رئیس حضرت طفیل بن عمر مکہ میں گئے اور اسلام قبول کر کے واپس آئے تو انھوں نے اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی لیکن چار اشخاص کے سوا کسی نے بھی ان کی بات پر توجہ نہیں دی۔ ان چار شخصیتوں میں حضرت طفیل کے ماں باپ اور بیوی اسکے علاوہ ابوہریرہ تھے جنہوں نے اسلام کی حقانیت کو قبول کیا۔

حضرت طفیل مکہ گئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی:

یارسول اللہ! ''میری قوم بھی بدقسمت ہے کافی کوششیں کی مگر وہ حق کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اب آپ اس معاملے میں قوم کے لیے بددعا فرمائیں''

حضورؐ رحمت اللعالمین نے بددعا کے بدلے میں دعا فرمائیں۔

''اے اللہ اس قبیلے کو ہدایت عطا فرما''

اسکے بعد حضورؐ نے حضرت طفیل کو واپس جا کر اپنے قبیلے میں تبلیغ جاری رکھنے کا حکم دیا۔

حضور پاکؐ کی دعا کی وجہ سے اس قبیلے کے بہت سے خاندان ایمان لے آئے اس دوران حضور پاکؐ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینے تشریف لے گئے اور بدر، احد، خندق کی جنگیں بھی ہو گئیں ہجری ۷ھ میں حضرت طفیل اپنے قبیلے کے ۸۰ خاندان کو ساتھ لے کے مدینہ منورہ پہنچے اس قافلے میں حضرت ابو ہریرہ بھی اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ شامل تھے۔ حضور پاکؐ اس وقت غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت طفیل، حضرت ابو ہریرہ اور قافلے میں شریک تمام مردوں کے ساتھ مدینے سے خیبر پہنچے بیعت کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ حضور پاکؐ کے دامنِ اقدس کے ساتھ ایسے وابستہ ہو گئے کہ زندگی کے آخری سانس تک ایک مبارک دامن کا پلو بھی ان کے ہاتھ سے چھوٹا نہیں تھا۔ حضور پاک ﷺ غزوہ خیبر سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت ابو ہریرہ بھی آپکے ساتھ واپس آئے اور مدینہ منورہ میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی۔

مدینہ منورہ آنے کے بعد حضور پاکؐ نے اس فانی دنیا سے پردہ فرما لیا جب تک یعنی کہ ہجری سن ۷ سے لیکر ۱۱ ہجری سن تک کا زمانہ حضرت ابو ہریرہ کی زندگی کا سنہری دور تھا۔ فیضانِ نبوی کی برکتوں کو حاصل کرنے کیلیے حضرت ابو ہریرہ اصحابہ صُفہ میں شامل ہو گئے رات ہو یا دن ہر وقت وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا کے حضورؐ کے جمالِ مبارک سے اپنی آنکھوں کو روشن کرتے رہیں۔

رات دن حضورؐ کی مبارک محبت میں رہنے کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ کے سینہ میں اتنی ساری حدیثوں کا خزانہ جمع ہو گیا کہ حضور پاکؐ فرماتے تھے کہ:

''ابو ہریرہ کا علم بہتر ہے''

علم حاصل کرنے کی خواہش نے حضرت ابو ہریرہ کو روزی کمانے کی فکر سے بے نیاز کر دیا تھا۔ انہوں نے رسالتِ نبوی میں ہر وقت حاضری کی خاطر بھوک پیاس اور فکر و فاقہ کی مصیبتیں برداشت کی کئی ایک دنوں تک بھوکے پیاسے اور پھٹے کپڑے پہنے مگر انہوں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ حضور پاکؐ کی صحبت کا ایک لمحہ کے برابر بھی دوری اختیار کی جائے۔ علم کی خاطر تکالیف برداشت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں موجودگی اور حاضری کو دنیا کی ہر شے پر فوقیت دی۔

ایک دفعہ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں مالِ غنیمت آیا حضور پاکؐ نے محبت سے ابو ہریرہ سے پوچھا۔

''کیوں ابو ہریرہ! آپ کو بھی کوئی خواہش ہے''

انہوں نے عرض کی:۔

''یارسول اللہ! میری خواہش تو یہ ہے کہ آپ سے علم سیکھتا رہوں آپ کی خدمت میں حاضر رہوں مال واسباب میرے کس کام کا!''

حضرت ابو ہریرہ ہجرت کے وقت اپنی والدہ کو بھی ساتھ لائے تھے ان کا نام میمونہ یا امیمہ تھا۔ وہ اپنی جوانی میں بیوہ ہو گئیں تھی اور بڑی مشکل سے حضرت ابو ہریرہ کی پرورش کی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ اپنی والدہ کے بڑے فرمابردار تھے۔ مگر ان کی والدہ مدینہ منورہ پہنچ جانے کے باوجود اپنے والدین کے مذہب پر قائم تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ اپنی والدہ کے شرک کی وجہ سے دل ہی دل میں بڑے غمگین رہتے تھے۔ مگر جب بھی وہ اپنی والدہ کو توحید کی دعوت دیتے تو وہ انھیں ٹھکرا دیتی تھیں۔

ایک دن تو انہوں نے دعوتِ اسلام کے جواب میں حضور پاکؐ کی شان مبارک میں کچھ غلط اور نازیبا الفاظ بیان کر بیٹھیں۔ حضرت ابو ہریرہ کو سخت افسوس ہوا تو وہ روتے روتے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور ساری حقیقت کہ سنائی پھر عرض کی:

''یارسول اللہ! میری والدہ کیلئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو حق اور اسلام کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔''

حضور اکرمؐ نے اسی وقت دعا کری:

''الٰہی ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔''

حضرت ابو ہریرہ خوشی خوشی اپنے گھر واپس آئے دیکھا تو دروازہ بند ہے اور والدہ غسل فرما رہی ہیں غسل سے فارغ ہو کر دروازہ کھولا اور بولیں۔

''اے فرزند! گواہ رہنا میں اللہ اور اس کے سچے رسول پر سچے دل سے ایمان لا رہی ہوں۔''

ماں کے کلمہ پڑھتے ہی حضرت ابو ہریرہ خوشی سے بے خود ہو گئے اور خوشی کے آنسو برساتے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی:

''یارسول اللہ! آپکی دعا قبول ہوگئی اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی۔''

حضور اکرم ﷺ یہ خبر سن کر کافی مسرور ہوئے۔

ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ کئی ایک دوسرے اصحابہ صُفّہ کے ساتھ بھوک سے پریشان ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے پوچھا: ''اس وقت کیوں آئے ہو؟''

انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! بھوک کھینچ لائی ہیں''۔

حضور پاکؐ نے کھجور کا ایک تھال منگوایا اور ہر ایک شخص کو دو دو کھجور دے کر فرمایا:

''دو کھجوریں کھاؤ اور اس کے بعد پانی پیو۔ یہ دو کھجوریں تم کو آج کے دن کے لیے کافی ہو جائیں گی''۔

حضرت ابوھریرہ نے ایک کھجور کھالی اور دوسری اپنے دامن میں رکھی تو حضورؐ نے دریافت فرمایا:

''ابوہریرہ! تم نے یہ کھجور کس لیے دامن میں رکھ لی ہیں؟''

انہوں نے عرض کری: ''یارسول اللہ! میری والدہ کیلئے!''

ارشاد فرمایا: ''تم یہ کھجوریں کھالو تمھاری والدہ کے لیے بھی دو کھجوریں دیں گے''۔

انہوں نے ارشاد پر عمل کیا اور حضور پاکؐ نے ان کو دو کھجوریں عطا فرمائی تا کہ وہ اپنی والدہ کو دے سکیں۔

ہجری ۱۱ھ میں جب حضور پاکؐ نے یہ دنیا فانی سے پردہ فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بنے تو پورے عربستان میں ''ارتحاد'' کا فتنہ پھیل گیا۔ حضرت ابوہریرہ نے حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ یہ فتنہ کے خلاف بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔

حضرت عمر فاروق اعظم کے دور خلافت میں حضرت ابوہریرہ کو بحرین کے والی مقرر کیئے گئے۔

ہجری ۵۸ھ میں حضرت ابوہریرہ سخت بیمار ہو گئے (مرض الموت) میں ایک دن رونے لگے لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

''میں یہ دنیا کی دل فریبی اور رنگینی چھوٹ جانے کی وجہ سے نہیں روتا ہوں بلکہ میں اس لیے روتا ہوں کہ سفر لمبا ہے اور راستے کے لیے کھانا کم ہے میں اسوقت جنت اور دوزخ اونچے اور نیچے کی سطح پر ہوں معلوم نہیں کہ کونسے راستہ پر گامزن ہونا پڑے۔''

آخری وقت آ پہنچا تو آپ نے وصیت فرمائی:

میری قبر پر شامیانہ لگانا نہیں میرے جنازے کے پیچھے آگ لے کر چلنا نہیں جنازے کو لے کر جانے میں جلدی کرنا میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ:

''جب مومن کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی سے لے چلو اور جب کافر اور فاجر کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کے مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو''۔

وفات کے وقت ان کی عمر مبارک شریف ۷۸ سال کی تھی اور وفات کا سال ہجری ۵۹ھ ہے۔

سیدنا حضرت ابوہریرہ کی روایت کری ہوئی حدیثوں میں سے یہاں برکت کی خاطر درج کر دی ہیں۔

☆ جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور کم وقتی پڑھائے کیوں کہ لوگوں میں کمزور، ضعیفوں اور بیمار بھی ہوتے ہیں اور جب اکیلا وتنہا نماز پڑھے تو چاہے جتنی لمبے وقتوں کی پڑھے۔

☆ اللہ تعالیٰ تمھارے جسم اور چہرے کو نہیں دیکھتے بلکہ ان کی نظریں تو تمھارے دل پر ہیں۔

☆ لوگو! حسد سے بچو کیوں کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتی ہے جیسے کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

☆ دو آدمیوں کا کھانا تین کو اور تین آدمیوں کا کھانا چار اشخاص کو کافی ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کے مزار پر حاضری دینے پر میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھنے لگا اور ایک عجیب و غریب لطف و روحانی سکون حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور فاتحہ درود اور دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی خوشنودی پانے والے ایسے اعلیٰ مرتبہ والے بزرگوں کے مزارات دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم پھر آ کر شام کو دیکھیں کیونکہ یہاں کا موسم نہایت خوش گوار اور مزید برں کے یہاں ایسے اعلیٰ مبارک مزاروں کی موجودگی پھر ہمیں اور کیا چاہیے۔؟

خیر سے بازار میں ہماری خواتینوں نے قیمتیں سن کر سوچ میں پڑھ گئیں تھیں اور کہنے لگیں یہاں نہیں سیر کرنی ہے ورنہ تو یہ خواتین بازار آ جائیں تو ایک گھنٹہ تو ضرور صرف کر دیں اور بازار کی خوب سیر کریں۔

گاڑی میں بیٹھ کر مسجد ابونور پہنچے جہاں شیخ عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق کا مزار مبارک تھا۔ وہاں حاضری دینے کے لیے آگے بڑھے تو بڑے چوڑے روڈ پر ٹریفک کافی رواں دواں تھی ٹریفک پولیس ہاتھ میں ڈیڑھ فٹ کا ڈنڈا لے کے ٹریفک کو کنٹرول کر رہا تھا روڈ پر پرائیویٹ گاڑیوں سے زیادہ تعداد ٹیکسیوں کی تھی معلوم نہیں یہاں ٹیکسیوں کی بھرمار کیوں تھی۔ پیٹرول ارزاں ہے اور بڑی بسیں نہ ہونے سے ٹیکسیوں کو پیسنجر سواریاں مل جاتی ہوں گی۔ چھوٹی وین معمولی سے کرایہ پر چلتی ہیں جسمیں لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ مگر ہمیں ایک مرتبہ بھی ٹیکسی یا وین میں سوار ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔ ٹیکسی میں میٹر نہ ہونے کی وجہ سے کرایہ طے کر کے پیسنجروں کو سوار کیا جاتا ہے۔

میں نے نبیل کو بار بار تلقین کی کہ ہمیں حضرت ابراہیم رحمت اللہ کے مزار مبارک پر لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اب وہ کہہ رہا تھا کہ وہ کبھی وہاں گیا نہیں ہے۔ اور اسے پتہ بھی معلوم نہیں تھا۔ نبیل نے کسی جاننے والے ٹورسٹ کو فون کر کے حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ کے مزار کے متعلق معلوم کیا تو دوسری جانب سے اسکو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ولادت گاہ بُرضاد کے متعلق پتہ دیا گیا۔

نبیل ڈرائیور ہمیں وہاں لے گیا جہاں ایک شاندار دروازہ تھا نبیل نے دروازے کو کھلوایا۔ اندر ایک غار جیسی جگہ تھی وہاں کی خادم ایک ادھیڑ عمر کی عورت تھی۔ ''اصحاب کہف'' کے غار میں بھی ایک عورت تھی اور یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بعد میں میری عادت اور تجسس سے میں نے معلومات حاصل کی اور اسکی وجہ دریافت کرنے کیلئے کئی جگہ معلومات کیں۔

معلوم یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ان کو دودھ پلانے کے لیے چھپ چھپاتے اس غار میں آتیں تھیں اس جگہ کی خاتون خادمہ نے مناسب طور پر تقریر شروع کر دی تھی کہ نمرود کے خوف سے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ یہاں غار میں چھپ کر رہ گئیں تھیں اور یہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھیں۔

گزشتہ کچھ عرصے پہلے مجھے کراچی کے ایک مولانا صاحب نے کہا تھا کہ ہم پیدل چل کر بڑی مصیبت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت گاہ والے غار تک پہنچے تھے اور ہم اچانک طور پر حضرت ابراہیم ادھم علیہ السلام کے مزار مبارک کی تلاش میں اس مقام پر پہنچ گئے۔

خیر خاتون خادمہ نے کعبہ شریف کی تعمیر اور آب زم زم وغیرہ کے مکہ معظّمہ کے مقام پر ہونے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کہہ دیئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا مقام:۔

حضرت ابراہیمؑ کی ولادت نمرود کے دورِ اقتدار میں ہوئی تھی۔ اسوقت میں عراق کے بادشاہوں کو نمرود کہا جاتا تھا۔ آپ کی ولادت عیسوی سال سے پہلے ۲۰۰۰ء میں ہوئی تھی۔ آپ کی ولادت سے شہر کا مقام بابل کا مقام ''اور'' تھا۔ کلدانیا کا انگریزی لفظی معنی کالدیا ہے۔ اسی کو عراق کہا جاتا ہے۔ مقام ولادت کا نام ''اُور'' حال میں شام کے قدیم کھنڈراتوں میں ہے۔ جسکی کھدائی ۱۸۹۴ سے ۱۹۲۲ تک جاری رہی۔ آپکے والد کا نام آذر اور والدہ کا نام ''امیلا'' یا ''بلونا'' تھا۔

آپکی ولادت سے پہلے نجومیوں نے نمرود بادشاہ سے کہا تھا کہ ایسی نشانیاں اور اشارے حاصل ہو رہے ہیں کہ تمھاری سلطنت بربادی کی صورت میں ہوسکتی ہے۔ اور شاہی مذہب کے بدلے ایک نیا مذہب رونما ہوسکتا ہیں۔

نمرود نے خواب دیکھا جس میں اس نے دیکھا کہ اسکا تخت شاہی گھومنے لگا ہے۔ اتنے میں اسے ایک شخص نظر آیا جس کے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند تھا۔ وہ شخص کہنے لگا میرے پروردگار کی عبادت کر:

تو نمرود یکدم چونک کر بولا۔ ''کیا میرے علاوہ بھی کوئی خدا ہے''۔

اس شخص نے کہا ''ہاں ہیں! زمین اور آسمان کا اور تمام کائنات کا خدا''۔

پھر اس شخص نے نمرود کے تخت سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''اللہ کے حکم سے ہلنے لگ جا۔ تخت شاہی تھرکنے لگا یہاں تک کے نمرود اس پر سے نیچے گر پڑا۔ اور اسکی آنکھ ڈر اور خوف کی ملی جلی کیفیت سے کھل گئی۔

اسنے اپنے اعلیٰ پجاری آذر سے تمام واقعہ خواب کا بیان کیا اور تمام نجومیوں کو بلایا گیا۔ اور اسکو خواب کی

تعبیر معلوم کرنے کا کہا گیا۔اوراگر خواب کی تعبیر صحیح اورٹھیک طور پرنہیں معلوم کی گئی تو سزائیں دینیکی دھمکی دی گئی نجومیوں کو۔ نجومیوں نے تین دن کی مہلت مانگی اور نمرود کے دربار سے آ کر آذر سے کہنے لگے کہ خواب کی تعبیر ایسی معلوم ہو رہی ہے کہ نمرود سے جو شخص زیادہ قریب رہتا ہو گا اس کے یہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہو گی اور نمرود کے ساتھ جھگڑا کرے گا۔ اگر آپ ہماری جان و مال کی سلامتی کی ضمانت دلوا دو تو ہم خواب کی تعبیر سے نمرود بادشاہ کو آگاہ کر دیں۔

آذر نے نمرود سے نجومیوں کو جان بخشی کی ضمانت دلا دی تو انہوں نے متذکرہ بالا خواب کی تعبیر نمبرود کو کہہ سنائی۔نمرود نے کہا: ''آذر!تم تو میرے تمام لوگوں سے زیادہ قریب ہو اور رات دن کی قربت تمھیں حاصل ہیں''۔نمرود نے نجومیوں سے پوچھا: ''تم نے یہ کس طرح سے سمجھا کہ ہمارا مذہب اور حکومت تمام کا خاتمہ ہو جائیگا؟''نجومیوں نے جواب دیا:

''اے بادشاہ! یہ ہی سال یا جاری سال میں اپنے ''اوُر'' شہر میں ایک لڑکے کی پیدائش ہو گی جسکے ہاتھوں تمھاری سلطنت اور مذہب تمام کی بربادی ہو جائیگی۔''

نمرود نے تمام نجومیوں کی گردنیں اڑادی اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔نمرود نے یہ سن کر تمام ملک میں اعلان کرا دیا اور حکم صادر کر دیا کہ ایک سال تک کوئی مرد اپنی زوجہ کے ساتھ ملاپ نہ کریں اور اگر کسی کہ یہاں اسکے درمیان بچے کی پیدائش ہو گی تو اسے قتل کر دیا جائیگا۔یہ ایسا حکم تھا جیسا کہ فرعون نے حکم دیا تھا۔نمرود کے حکم سے لڑکے کو قتل کر دیا جاتا تھا اور جبکہ نو پیدائشی لڑکی کو زندہ چھوڑ دی جاتی تھی۔

جبکہ لوگ یہ شاہی پابندی پر عمل درامد نہیں کر سکے جسکی وجہ سے بے شمار نو پیدائشی لڑکے قتل کر دیئے گئے۔مگر ''دشمن اگر قوی است،نگہبان قوی تر است'' اگر دشمن طاقتور ہے تو نگہبان اس سے کہیں زیادہ قوت آمیز ہے۔

اس کے دوران حضرت ابراہیم علیہ االسلام کی والدہ حاملہ ہو گئیں جسکو انہوں نے پوشیدہ رکھنے کا منصوبہ بنالیا۔اس حد تک کہ اپنے شوہر سے بھی پوشیدہ یہ بات رکھی۔پھر خیال آیا کہ شوہر سے یہ بات پوشیدہ رکھنا مناسب نہیں تو انہوں نے یہ بات ظاہر کر دی اور شوہر سے کہا: ''زندگی کے آخری حصہ میں میری تمنا پوری ہوئی ہے ایسا نہ ہو کہ میرا بچہ نمرود کے شاہی فرمان کے بھینٹ چڑھ جائے۔''

اس نے شہر سے باہر ایک ''غار'' کو بچہ کی ولادت کیلئے پسند کیا اور ولادت کی رات کو ''غار'' (گفا) میں پہنچ گئے۔اسی غار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی غار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھپا کر انکی والدہ واپس اپنے گھر آ گئیں۔اور چپکے چپکے جا کر ان کو دودھ پلا دیتیں۔

ایک دفعہ دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ ایک انگلی سے دودھ اور دوسری انگلی سے شہد چوس رہے ہیں۔دمشق کے نزدیک ایک کریہ (گاوں) تھا اس وقت اسکا نام ''برزۃ'' تھا۔خیر آپکی والدہ دودھ پلاتی اور دیکھ بھال

کیلئے گھر سے آتی اور پھر انہیں چھوڑ کر واپس اپنے گھر چلی جاتیں۔ اسی غار میں حضرت ابراہیمؑ کی پوشیدہ طور پر تربیت ہو چکی اور غار کے باہر کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن میں ایک ہفتہ کے جتنے اور ایک ہفتہ میں ایک مہینہ کے جتنے بچہ کی طرح بڑھتے گئے۔ آج بھی اس غار میں شہر اور آس پاس کے اور دور دراز کے علاقوں سے عورتیں اپنے بچوں کو ساتھ لے کے آتی ہیں اور غار میں بیٹھ کر اپنے بچہ کو دودھ پلاتی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہوگی کہ وہاں کی خادمہ اور حفاظتی امور کیلئے ایک ادھیڑ عمر عورت ہی تھیں۔

دین و دنیا کے بے تاج بادشاہ:۔

میرے دل و دماغ پر تو حضرت ابراہیم ادھم کی پاکیزہ زندگی کے لمحات اور انکے قیمتی روحانی واقعات چھائے ہوئے تھے جنہوں نے بادشاہی سے فقیری اختیار کی اور اعلیٰ صوفی فقیر کے واقعات کو میں نے ۱۹۶۰ میں الفلاح میں شائع اور درج کر چکا ہوں جسکی روحانی جھلک یہاں لکھنے کی میری مُسرت اور جذبہ کو نہیں روک سکتا ہوں۔

دین اور دنیا کے بادشاہ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور میں سب سے بڑے مُتقی اور صدیق تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''تمام علوم کی چابی حضرت ابراہیم ادھم ہیں''۔

ایک مرتبہ امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہوئے مگر امام صاحب کے شاگردوں نے آپکا ظاہری حلیہ دیکھ کر کمتر نگاہوں سے دیکھا یہ دیکھ کر حضرت امام صاحب نے آپکو 'سیدنا'' (اے میرے سردار) پکار کر بلایا تو امام صاحب کے شاگردوں نے شرمندہ ہو کر پوچھا:

''یہ عزت افزائی آپکو کیسے حاصل ہوئی؟''

امام صاحب نے فرمایا: ''وہ ہر وقت ہر لمحے اللہ کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں اور ہم لوگ دوسرے کام کرتے رہتے ہیں۔ ابتداء میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے اور شان سے حکومت کی بھاگ دوڑ چلا رہے تھے۔

ایک رات کو آپ اپنے محل میں میٹھی نیند سو رہے تھے آدھی رات کے وقت اچانک ایک واقعہ سے آپکی آنکھ کھل گئی آپکو اطلاع ملی کہ ایک شخص محل کی چھت پر چہل قدمی کر رہا ہے آپنے اس سے پوچھا تو کون ہے اور اس وقت یہاں کیا کر رہا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا: ''میں آپکا دوست ہوں اور یہاں میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اسکو تلاش کر رہا ہوں''۔

آپنے فرمایا: ''اے بھائی! یہ بات کس طرح ہو سکتی ہے؟ کہ شاہی محل کی چھت پر اونٹ چڑھ جائے''۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا:

"ریشمی لباس میں ملبوس ہو کر عیش و آرام اور عشرت میں اللہ مل جائے وہ کس طرح سے ہو سکتا ہے"؟

جواب سن کر آپکے دل میں خدا کا خوف پیدا ہو گیا دوسرے دن عام دربار میں اپنی آن بان اور شان سے تخت پر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بارعب شخص اندر داخل ہوا امیروں سرداروں اور غلاموں میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اسکے ایسے بغیر اجازت بغیر اطلاع کے بلا سبب آنے پر روکے یا دریافت کرے۔ اتنے میں وہ سیدھا آپکے تخت شاہی تک پہنچ گیا۔

آپ نے بڑی حیرت سے پوچھا: "تم کون ہو اور یہاں تم کس طرح سے پہنچے؟"

اس نے جواب دیا: "میں یہ سرائے (مسافر خانہ) میں تھوڑے وقت کے لئے ٹھیرنے کا ارادہ رکھتا ہوں"

آپنے فرمایا: "یہ سرائے نہیں ہے شاہی دربار ہے"

تو اس شخص نے کہا: "آپ سے پہلے اس محل میں کون رہتا تھا"۔؟

آپنے فرمایا: "میرے والد محترم"

اس نے پوچھا: "تمھارے والد سے پہلے؟"

فرمایا: "میرے دادا محترم"۔

اسی طرح سے کئی ناموں تک معلوم کر لینے کے بعد پھر سے ایک سوال کر دیا۔

"آپ کے بعد پھر کوئی یہاں رہیگا؟

فرمایا: "میری اولاد" تو پھر اس شخص نے کہا ذرا سوچو تو جس جگہ اتنے اشخاص آئے اور چلے جائیں مگر کسی کا ٹھکانہ مستقل نہیں ہے تو یہ جگہ مسافر خانہ نہیں تو پھر یہ کیا ہے؟

اتنا کچھ کہہ کہ وہ شخص باہر کی جانب چلے گیا مگر آپکے دل ودماغ میں رات کے اس سانحہ سے ایک خوف سا پیدا ہو گیا تھا اور اس معاملہ نے مزید جلتے پر گھی ڈالدیا تھا آپ اکیلے تن تنہا اس شخص کے پیچھے دوڑے اور ان کو روک کر پوچھا:۔

تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا

"میں خضر ہوں"

یہ سنکر آپکا خوف مزید بڑھ گیا آپ واپس لوٹ گئے اور آکر سو گئے مگر چین نہیں آرہا تھا بے سکونی کی حالت ہو گئی تو نہ چاہتے ہوئے بھی بے چینی کی حالت میں باہر نکلے ہوا خوری کرنے کے لئے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکل گئے محافظ ساتھی اللہ کی قدرت سے الگ ہو گئے تو اس وقت آپ نے ایک آواز سنی۔

"ابراہیم! اس وقت سے پہلے بیدار ہو جاؤ جب تمہیں موت کی وجہ سے جگایا جائے گا"۔

اس کے بعد ایک ہرنی کو دیکھ کر اسکا شکار کرنے کا ارادہ کیا مگر اسی وقت اللہ کی قدرت سے وہ ہرن

بول اٹھی:

''تم میرا شکار نہیں کر سکتے ہو مگر تم خود شکار ہو جاؤ گے۔'' کیا تمہارے لئے کوئی دوسرا شغل نہیں ہے۔

اس واقعہ سے آپکے دل میں خوف خدا اتنا چھا گیا اور آپکی آنکھیں روشن ہو گئیں اور اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کی بارش ہونے لگی اس لئے آپ تخت و تاج اور حکومت کو ٹھوکر مار کر فقیروں کا درویشوں کا لباس پہن کر شہر کے باہر نکل گئے آپ گناہوں پر روتے جاتے تھے اور جنگلوں و بیابانوں میں پیدل کوچ کرتے جاتے تھے۔

آپ نے مینا شیوز کے اطراف میں ایک خطرناک غار میں تقریبا نو سال تک ریاضت کی جمعۃ المبارک کے دن آپ غار کے باہر آ کر جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے شہر میں جا کر فروخت کر دیتے تھے جمعہ کی نماز کی ادائیگی کرتے آدھی کمائی ہوئی رقم اللہ کی راہ میں خیرات کر دیتے اور بقیہ آدھی رقم سے روٹیاں خرید کر پھر غار میں واپس آ جاتے اور پھر پورے ہفتے تک باہر نہیں آتے تھے۔

روایت ہے کہ جنگل میں آپکی ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپکو اسم اعظم سکھا دیا آپ اسی نام سے خدا کو یاد کرتے رہے اسکے بعد آپکی ملاقات خضر حیات علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے فرمایا:

''ابراہیم! وہ بزرگ میرے بھائی حضرت الیاس علیہ السلام تھے آپنے ان سے کافی تعلیم حاصل کی اور اسی کی وجہ سے یہ عظیم الشان مرتبہ تک پہنچے۔''

آپ چالیس برسوں تک مسلسل روتے رہے (گریہ وزاری) کرتے ہوئے جنگلوں میں مقیم رہے یہاں تک مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچ گئے آپکی آمد کی خبر کسی نہ کسی طرح بزرگوں تک یہ اطلاع پہنچ گئی تمام آپکے استقبال کرنے کے لئے پہنچ گئے آپکو یہ اطلاع ہوگئی تو آپ قافلہ سے تھوڑے الگ تھلگ ہو کر آگے نکل گئے تاکہ آپکو کوئی پہچان نہ پائے۔ حرم شریف کے بزرگوں کے خدمتگاروں نے آپ سے معلوم کیا ''اب تو ابراہیم نزدیک پہنچ گئے ہونگے؟ حرم شریف کے بزرگ ان کا استقبال کرنے آرہے ہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''بزرگوں کو زندک سے کیا تمنا اور چاہت ہے؟

یہ سن کر وہ خدام آپکو مار پیٹ کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے اتنے بڑے اصلی بزرگ کو تو زندک کہتا ہے زندک تو خود ہی ہے۔ آپنے فرمایا: میں بھی یہی کہتا ہوں جب وہ لوگ آگے نکل گئے تو آپنے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا:

تو نے میرے کارناموں کا مزہ دیکھ لیا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے تجھے تیرے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دیا ورنہ تو حرم کے مشائخ کا استقبال کے لطف کا مزہ نہیں اٹھا سکا۔''

اسکے بعد آپ نے حرم شریف میں مقام کرنا شروع کر دیا از خود اپنی ذاتی محنت کی کمائی سے اپنا اور اپنے

ساتھیوں کا پیٹ پالتے تھے کبھی کھیتوں کی نگہبانی کرتے اور کبھی جنگلوں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور فروخت کر کے پیسے کماتے تھے۔ ایک شخص آپکی خدمت شریف میں ایک ہزار درہم لے کر حاضر ہوا اور کہا۔

''حضور اسے قبول فرمائیں:۔ آپنے فرمایا میں محتاجوں کے پاس سے کچھ نہیں لیتا

اس شخص نے عرض کی میں محتاج نہیں بلکہ دولتمند ہوں

آپنے فرمایا کیا تم کو اس سے زیادہ دولت ملے ایسا نہیں چاہتے ہو؟

اس نے کہا کیوں نہیں!''

فرمایا: ''بس تم یہ درہم اٹھالو کیونکہ تو محتاج نہیں بلکہ محتاجوں کا سردار ہے''

ایک مرتبہ فرمایا:

عارف کی نشانی یہ ہے کہ وہ تحقیق کرے سوچے اور ہر چیز سے نصیحت حاصل کرے اسکے علاوہ خداوند کریم کی نعمتوں حکمتوں کی تعریف اور اسکی ثناء کرتا رہے

فرمایا: ''تین پردہ اٹھ جانے سے مالک کے دل میں انوار الٰہی کی بارش ہوتی ہے ایک یا دو یا پھر دونوں جہاں کی حکمت اور حکومت حاصل ہونے سے خوش نہ ہو۔

دوسرا یہ کہ وہ جو چھن جائے یا لوٹ لیا جائے تو اس پر غمگین اور رنجیدہ نہ ہو کیونکہ کسی شے پر خوش ہونا لالچی ہونے کی اور غمگین ہونا غصہ کی نشانی ہے۔'' ایک مرتبہ ایک شخص نے آپکو اُسے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو آپنے فرمایا ''بندھے ہوئے کو آزاد کردے آزاد کو باندھ دے۔''

اسنے کہا! اس کا مطلب سمجھا نہیں:

فرمایا: بند جیب کو کھول دے اور کھلی ہوئی زبان کو بند کردے۔''

عقیدت مندوں نے اللہ تعالی کے یہ اعلی اور عظیم ولی اللہ سے دریافت کیا۔

کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول نہیں کرتا؟

آپنے فرمایا:۔

تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو دوسرا یہ کہ اسکی اطاعت نہیں کرتے ہو رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے ہو مگر انکی پیروی نہیں کرتے ہو قرآن کریم کو پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے ہو

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھاتے ہو مگر شکر نہیں بجالاتے ہو۔ یہ جانتے ہو کہ بہشت فرمانبرداروں کے لئے ہیں مگر اسکی طلب نہیں کرتے ہو۔

جانتے ہو کہ دوزخ گناہگاروں کے لئے مگر اس سے ڈرتے نہیں ہو۔

شیطان کو دشمن سمجھتے ہو اس کے باوجود اسکے ساتھ دوستی کرتے ہو۔

موت کو برحق سمجھتے ہو مگر اسکا کوئی سامان نہیں کرتے ہو رشتہ داروں کو تمہارے اپنے ہاتھوں سے زمین

میں دفن کرتے ہومگراس سے عبرت نہیں حاصل کرتے ہواور برائی کونہیں چھوڑتے ہو بلکہ اسکے الٹ دوسروں کے عیب دیکھتے ہو۔ بھلے شخص جو اس طریقہ کا ہو اسکی دعا کونسے طریقہ سے قبول ہو سکتی ہے! ایسے شخص کی دعا اللہ تعالیٰ سنتا ضرور ہے مگر قبول نہیں کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ میں ایک باغیچہ کی نگہبانی پر فائز تھا ایک دن باغیچہ کا مالک آیا اور بولا:۔

میٹھے انار لاؤ''۔ میں نے انار توڑ کر اس کے پاس لے گیا مگر وہ تمام کھٹے ترش نکلے

باغ کے مالک نے کہا:۔ اتنے عرصہ سے یہاں کام کرتے ہو اسکے باوجود میٹھے اور ترش انار کی پہچان نہیں کرسکتے ہو؟ آپ نے فرمایا:

تم نے مجھے باغ کا نگہبان بنا کر اسکی حفاظت کے متعین کیا ہے اور پھلوں کی پہچان کا کام سپرد کیا ہے نہ کہ تم نے مجھے پھل کھانے کے لئے رکھا ہے۔''

یہ سن کر باغیچہ کے مالک نے کہا:۔

تم تو ایسی باتیں کرتے ہو جیسے ابراہیم ادھم ہو اور میرا خیال ہے کہ آپ ہی ابراہیم ادھم ہو میں نے جب یہ سنا تو باغ چھوڑ کر وہاں سے چل پڑا:

اس میں شکوک وشبہات وشرک کی کوئی ریزہ برابر بھی گنجائش نہیں کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف روحانیت کا ایک وسیع وعریض سمندر ہے اولیاء کرام کی محافل اور علمائے حق کے بیانات میں بار بار مثنوی شریف کے اشعاروں کی روحانی لذت دل ودماغ پر عجیب اثرات مرتب کرجاتے ہیں۔

مشہور ولی اللہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ کا مضمون میں نے آج سے برسوں پہلے ''الفلاح'' میں شائع کیا تھا۔ جب سے دل کی عجیب کیفیت تھی مثنوی شریف میں مولانا رومی نے بادشاہی ٹھکرا کر فقیری اختیار کرلینے کے درپردہ راز سربستہ کو بظاہر کرتی ہوئی ایک حکایت بذات خود میں نے ترجمہ شائع کیا تھا۔

عشق حقیقی میں سلطان شاہ ادھم سے بلخ کی سلطنت ٹھکرادی اور دس سالوں تک آپ معزز گرامی نیشا پور کے نزد ایک پہاڑی غار میں عبادت وریاضت میں مشغول رہے آخر میں آپ کو باطنی سلطنت حاصل ہوگئی۔

ع۔ سن اے دوست	جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ	خود آپ ہی دکھلاتے ہیں

مولانا رومی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم تمام ٹھاٹ باٹ اور شاہی عیش وعشرت شاہی سجاوٹ اور دب دبے سے بے نیاز ہو کر ایک دریا کے کنارے ساحل پر فقیرانہ گدڑی کو سی رہے تھے اتنے میں بلخ کا ایک وزیر اس جانب اچانک ہی اس راہ سے گزر رہا تھا کہاں تو شاہی تخت وتاج اور کہاں اب دریا کے ساحل کے کنارے

بیٹھ کر فقیرانہ حیثیت کی گدڑی سی رہے تھے۔ وزیر وہاں آ پہنچا بادشاہ کو اس حالت زار میں دیکھ کر باطن کے اندھے اس شخص نے حقارت کی نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیسی حماقت اور پاگل پن ہے۔

سات علاقوں کی سلطنت کو ٹھکرا کر بھکاریوں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم کو کشف کے ذریعہ معلوم ہو گیا کے یہ شخص میری فقیری کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اس وقت آپ نے اپنی کرامت اور باطنی سلطنت کی شان و شوکت کو ظاہر فرمائی تا کہ وزیر کو اپنے فاسد خیالات اور سوچ پر ندامت ہو اور اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے بعد کیسی انوکھی نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

آپ نے فوراً اپنے ہاتھ والی سوئی کو دریا میں پھینک دی جس سے وہ گدڑی سی رہے تھے اور بلند آواز سے دعا فرمائی کہ: ''اے اللہ میری سوئی مجھے عطا فرما''

یہ سننا تھا کہ اسی وقت بغیر کسی وقفہ سے دریا میں سے ایک لاکھ یعنی کہ لاتعداد مچھلیاں نمودار ہوئیں جنکے ہونٹوں میں ایک ایک سونے کی سوئی تھی۔

مچھلیوں نے دریا میں سے اپنے سر بلند کر کے عرض کی!

''اے شیخ! اے اللہ کے عظیم ولی! اللہ کی جانب سے آپ یہ سوئیاں قبول فرمائیں۔''

ایسا واقعہ اور حالات کھلے اور روشن وقت میں لاکھوں سونے کی سوئیوں سے چمک دمک اور روشن ہو گیا جہاں تک نگاہ جارہی تھی وہاں تک دریا کے کنارے پر مچھلیاں اور ان کے منہ میں سونے کی سوئیاں نظر آرہی تھی حضرت ابراہیم ادھم نے یہ نظارہ دیکھ کر مچھلیوں کی عرض گزارش سن کر آپ نے فرمایا:

''اس میں تو میری اپنی کوئی بھی سوئی نہیں۔''

اور دور کافی فاصلے پر پانی کی سطح پر سے ایک بڑی اور خوبصورت رنگین مچھلی آگے آئی جس کے منہ میں باطنی سلطنت کے سلطان نے پھینکی ہوئی سوئی تھی مچھلی کنارے پر نزد سے نزد تر سرکتی ہوئی آئی یہاں تک کہ حضرت نے ہاتھ لمبا کر کے سوئی لے لی۔

جب یہ عالی امیر وزیر کو آپکی یہ کرامت دیکھ کر اسے اپنے فاسد خیالات اور اپنی بے خبری پر وہ بڑا شرمندہ ہوا اور اس شرمندگی کی وجہ سے ایک گہرا سانس نکل گیا اور آہ و سسکاری منہ سے نکلی اور کہنے لگا ۔

افسوس کے دریا میں رہنے والی یہ مچھلیاں کامل شیخ اور ولی کے درجات سے واقف ہیں اور میں انسان ہونے کے باوجود ناواقف ہوں میں بدنصیب ہوں اور اس اعلیٰ دولت سے محروم ہوں اور یہ مچھلیاں اس معرفت سے (واقف ہونے کی وجہ سے) خوش نصیب ہیں ایسا سوچتے ہی وزیر پر رونے کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ کئی دیر تک روتا رہا ندامت کا یہ رونا اور کامل شیخ کی کچھ دیر کی محبت کی برکت سے اس وزیر کی دنیا ہی تبدیل ہوگئی اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوگئی اللہ تعالیٰ نے اپنے خالص بندوں کی محبت

میں ایسی ہی برکت بھری ہوئی تاثیر رکھدی ہے تاکہ بدبختی نیک بختیمیں بدنصیبی، خوش نصیبی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہے کہ:۔

جب دل روتا ہے تو اس وقت دل میں محبت کا ضمیر تیار ہوتا ہے اور جسکے دل میں محبت کا درد نہ ہوا ایسا دل دل ہی نہیں۔

ع۔ شکر ہے درد دل مستقل ہو گیا — اب تو شاید میرا دل بھی دل ہو گیا

حضرت سلطان ابراہیم ادھم نے اس وزیر کو اپنی کرامت دکھلانے کے بعد ارشاد فرمایا:

''اے امیر! یہ دل کی سلطنت بہتر ہے کہ وہ فقیر اور فانی بلخ کی سلطنت؟''

ع۔ ملک دل بہ یا چنی ملک حقیر

دل کی بصیرت بہتر ہے کہ بلخ جیسی حقیر اور معمولی سی سلطنت''۔

باطنی سلطنت کے بادشاہ کی پاک اور اعلیٰ محبت سے اس وزیر کو دل کی سلطنت حاصل ہو گئی تو اسی لمحہ وزارت امارات کو خیر آباد کر دیا اور سلطان ابراہیم ادھم کی خدمت شریف میں جنگل میں رہنے کا اختیار کر لیا۔

مولانا رومی نے یہ حکایت میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی نعمتیں دونوں جہاں کی نعمتوں سے افضل ہونے کی تعلیم فرمائی ہے۔

جب لوگوں کو حضرت ابراہیم بن ادھم کے اعلیٰ مرتبہ اور آپکی صورت سے آشنائی ہوئی تو آپ مکہ معظمہ پہنچے روایت میں ہے کہ ریگستان کے جنگل بیابان میں ایک بزرگ کے ساتھ آپکی ملاقات ہوئی جنہوں نے آپکو اسم اعظم کی تعلیم دی اسی لئے آپ وہی اسم اعظم کے پاک نام سے اللہ کو یاد کرتے رہتے اور اسی اسم کی ریاضت کرتے رہے۔

اسکے بعد آپکی ملاقات حضرت خواجہ خضر حیات علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا:

''ابراہیم! وہ بزرگ میرے بھائی حضرت الیاس علیہ السلام تھے پھر آپنے ان سے بہت سی باتیں سیکھیں اور اسی وجہ سے آپ ایسے عظیم الشان مرتبہ تک پہنچے اور شہرت حاصل کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے پاس چار سواریاں ہیں جب کوئی نعمت آتی ہے تو ''شکر'' کی سواری پر بیٹھ کر ان کے سامنے جاتا ہوں جب کوئی بندگی ظاہر ہوتی ہے تو ''اخلاص'' کی سواری پر بیٹھ کر ان کے سامنے حاضر ہو جاتا ہوں اگر میرے سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو میں ''توبہ'' کی سواری کو کام میں لاتا ہوں اور جب کوئی بلا یا بدروح نازل ہو تو ''صبر'' کی سواری کام آتی ہے۔

فرمایا: جب تک تم اپنی زوجہ کو بیوہ عورت نہ سمجھو اور اولاد و فرزندوں کو یتیم خیال نہ کرو اور راتوں کو کتوں کی

طرح زمین پر مٹی میں (سنگی زمین) پر نہ سو گے وہاں تک اس بات کی امید نہ رکھو کہ کل قیامت کے دن میں مرُدوں (اللہ والوں) کی صف میں تمہارا حشر کیا جائیگا۔

فرمایا: جس شخص کا دل تین حالتوں میں خدا کی جانب حاضر نہ ہوتو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس پر اللہ کی رحمت ورحم کے دروازے بند کردئے گئے ہیں یہ تین حالتیں اس طرح سے ترتیب کئے گئے ہیں۔

1) قرآن کریم کی تلاوت کے وقت

2) نماز کے وقت میں

3) ذکرالٰہی کے وقتوں میں

فرمایا:

عارف کی نشانی یہ ہے کہ وہ غور کرے سمجھے اور ہر چیز اور واقعہ سے نصیحت اختیار کرے اور اللہ کریم کی تسبیح اور ذکر کرتا رہے اور ثناء خوانی میں مشغول رہے۔

خیر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت گاہ کے سامنے دعا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت گاہ پر حاضری کوئی معمولی اور چھوٹی بات نہیں تھی اللہ کا شکر ادا کیا اور باہر نکل آئے

اسکے بعد مسجد قدم میں جا کر حضور پاک ﷺ کے قدم مبارک کی زیارت کی اور اسکے بعد مشہور صحابی عبداللہ بن قیس انصاری رضی اللہ تعالی عنہ انصاری جس کے متعلق مشہور ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت بہت اچھی قرِأت سے کرتے تھے ان کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کی اور دعا خیر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی یہاں قارئین کی معلومات کی خاطر تھوڑا اور مختصر احوال حضرت ابیہ کے متعلق درج کیا جا رہا ہے۔

سیدالمسلمین حضرت ابیہ بن کعب انصاری:۔

ہجرت نبوی شریف سے کچھ عرصہ کے بعد کا واقعہ ہے ایک روز درمیانہ قد کا اُجلی رنگت والا پاکیزہ نورانی چہرہ والا شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا انہوں نے مہذب طریقہ سے حضور پاک ﷺ کو سلام پیش کیا اور پھر خدمت شریف میں بیٹھ کر نبوی ارشادات سے فیض یاب ہونے لگا۔

اچانک حضور ﷺ پر وحی نازل ہونے لگ گئی اور آپ ﷺ منہ زبانی قرآن پاک کی ایک سورۃ ''سورۃ البینہ'' جاری ہوگئی وہ صاحب بھی وحی الٰہی کا ایک ایک لفظ غور سے سنتے اور اسے لکھتے جاتے تھے۔

حضرت جبرائیل پیغام الٰہی پہنچا کر واپس جا چکے تو حضور پاک ﷺ نے ان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

مجھے اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تم کو قرآن پاک سناتا رہوں (تاکہ تمہیں یاد اور حفظ ہو جائے)۔''

اس شخص نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالی نے میرا نام لیا ہے۔''
حضور پاک ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''
یہ سنکر وہ شخص خوشی کے مارے بیدم اور بے خود بن گیا اور بے اختیار رونے لگا حضور ﷺ کے یہ صحابی جن کا خود رب جلال نے نام لے کر اپنے حبیب ﷺ کو حکم دیا کہ ان کو قرآن پاک سناؤ سید المسلمین ابیہ بن کعب انصاری تھے۔

سیدنا حضرت ابیہ بن کعب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کی شمولیت اسلام کی عظیم شخصیات میں ہوتی ہے جن کو دربار رسالت میں کافی اعلیٰ درجہ حاصل تھا اور ان کے وسیع علم کی باتوں میں تمام لوگ متفق ہے حضرت ابیہ کا تعلق انصار کے عزت دار قبیلہ نجار (خزج کی شاخ) کے خاندان بنی سلم کے ساتھ تعلق تھا آپکے والد کا نام کعب بن مالک اور والدہ ماجدہ کا نام صوحیلہ تھا ابو طفیل اور ابول منظر آپکی کنیت تھی جبکہ خیر دالقران (قاریوں کا سردار) سید المسلمین اور سید الانصار آپکے القابات تھے۔

وہ بچپن میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ گئے تھے اور ان کا شمار آج کے دور کے پڑھے لکھے لوگوں میں ہوتا تھا اسلام سے پہلے وہ تورات پڑھ چکے تھے اسکا ہی اثر تھا کہ اسلام کی صدا نے ان کو بہت جلد اپنی جانب متوجہ کرلیا ''بیعت عقبیٰ'' سے پہلے یعنی کہ ہجرت نبوی شریف سے بھی پہلے مکہ جا کر اسلام کی دولت حاصل کر لینے کی خوش نصیبی ان کو ہی حاصل ہوئی تھی۔ حضور پاک ﷺ کی جب مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی تو انصار (صحابیوں) میں سے حضرت ابیہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے پہلے ''وحی'' لکھنے کا شرف حاصل ہوا اس طرح انکو اس وقت کے کاتب وحی میں عظیم واعلیٰ مرتبہ حاصل ہے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت ابیہ بن کعبؓ بدر سے لیکر طائف تک تمام غزوات میں حضور پاک ﷺ کے شانہ بہ شانہ ساتھ رہے۔

حضرت ابیہ بن کعبؓ کو رحمت عالم ﷺ سے بے پناہ محبت تھی اور کلام الٰہی کے ساتھ اتنی بہت عقیدت اور کافی لگاؤ تھا کہ وہ زیادہ تر وقت بارگاہ رسالت نبوی میں ہی گزارتے حضور پاک ﷺ ان کو قرآن سناتے اور حفظ کراتے تھے اور وحی کی کتابت کی خدمت بھی ان سے لیتے تھے اسی طرح ان کو بارگاہ رسالت نبوی میں کافی عرصہ تک تقرب حاصل ہوگیا۔ قرآن پاک کے ساتھ حضرت ابیہ بن کعبؓ کا بے انتہاء لگاؤ اتنا مشہور اور مقبول ہوا کہ خود اللہ تعالی نے حضرت ابیہ بن کعب کا نام لیکر رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ ان کو قرآن سناتے رہو ارشاد ربانی کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابیہ بن کعبؓ کی تعلیم پر خاص توجہ فرمائی جس کا نتیجہ ایسا نکلا کہ وہ قرآن حکیم کے حافظ اور قرآنی علوم اور معارف کے اعلیٰ اور بڑے عالم بن گئے۔

آپکی قرأت حضور پاک ﷺ کو کافی حد تک پسند تھی کہ ایک وقت ان سے آپنے فرمایا:۔
''لوگوں میں سب سے بڑے قاری ابیہ بن کعب ہیں'' ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ نے حضرت ابیہ

سے دریافت فرمایا کہ: "قرآن میں کونسی آیات بڑی عظمت والی ہے؟" (یعنی کہ بڑی فضیلت والی ہے)

حضرت ابیہ نے عرض کی: "آیت الکرسی"

انکا جواب سنکر حضورﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "ابیہ تم کو یہ علم مشہور کرے راضی اور خوش رکھے"۔

حضرت ابیہ بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ ابیہ! کیا میں تمہیں ایسی سورۃ (قرآن پاک کی سورۃ) نہ بتلاؤں جو نہ تو توریت میں ہے نہ زبور میں اور نہ تو انجیل اور نہ قرآن میں ہی اس کے جیسی سورۃ اتاری گئی۔"

میں نے عرض کی: بے شک ضرور بتلاؤ۔ آپ نے فرمایا۔

"بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ تم دروازہ سے نکل نہیں سکو گے وہاں تک اسے جان جاؤ گے۔"

اسکے بعد آپ کھڑے ہوگئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا آپ میرے ساتھ بات چیت کررہے تھے اور میرا ہاتھ آپ کے دست مبارک (ہاتھ) میں تھاما تو میں نے پیچھے ہٹنا شروع کردیا اس خدشہ کے تحت کے آپ وہ سورۃ کی خبر دینے سے پہلے ہی دروازہ سے باہر نہ چلے جائیں۔

جب میں دروازہ کے نزدیک ہوا تو میں نے عرض کی:

"یارسول اللہﷺ! وہ سورۃ جسکا آپنے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے؟" آپﷺ نے فرمایا:

"آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہو تو کس طرح پڑھتے ہو؟"

میں نے سورۃ فاتحہ پڑھی تو آپ نے فرمایا یہ سورۃ وہی ہے اور یہ "سبہ مسانی" ہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے کہا ہے۔ "ولقد آتیناك سبه منل مسانی ولقرآن العظیم" (سورۃ الحجر)

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دی جو مقرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن اعظیم دیا۔

حضور رحمت دوعالمﷺ کا لطف وکرم کی بارش حضرت ابیہ پر اتنی بہت ہوئی کہ احد رسالت میں ہی وہ درس کی مسند پر فائز ہوگئے وہ آپکی خدمت میں قرآن پاک پڑھنے اور مسائل دریافت کرنے کے لئے آتے تھے حضرت ابیہ حضورﷺ کے ارشادات کا ایک ایک لفظ بڑے دھیان اور غور سے سنتے تھے اور دل ودماغ میں پوشیدہ کرلیتے تھے ایک مرتبہ بارگاہ رسالتﷺ میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حضور پرنورﷺ سے سوال کیا۔

یارسول اللہﷺ ہم لوگ جب بیمار پڑھتے ہیں یا کوئی دوسری تکالیف میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو اسمیں بھی کچھ ثواب ہے؟"

حضور پاکﷺ نے فرمایا:

ہاں یہ بیماریاں اور تکلیفیں مسلمانوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔"

حضرت ابیہ نے پوچھا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا معمولی (چھوٹی موٹی غیر زحمت) والی تکلیف بھی گناہ کا کفارہ ہوسکتا ہے؟''

چھوٹی موٹی تکلیفیں کیا، مسلمان کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ بھی کفارہ بن جاتا ہے۔

یہ سنتے ہی ایمان کے جوش کی ایسی کیفیت ہوئی وجد کے عالم میں زبان پہ یہ دعا آ گئی:

''الٰہی میں ہمیشہ بخار میں مبتلا رہوں مگر نماز با جماعت، حج، عمرہ اور جہاد کے لائق اور قابل رہوں۔''

یہ دعا فوراً قبولیت کے دروازے پر پہنچ گئی روایت کاروں کا بیان ہے کہ اسکے بعد حضرت ابیہ کو ہر وقت ہلکا ہلکا بخار رہتا تھا شاید اسی وجہ سے انکی طبیعت اور مزاج میں تھوڑی بہت تلخی پیدا ہوگئی تھی۔

حضرت ابیہ کو قرآن کی قرأت میں ایسا کمال حاصل ہوگیا تھا کہ خود کامل وحی اور نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن پاک کی تلاوت کراتے تھے۔ آخری سال ھجری 11ھ میں بھی حضرت ابیہ کو آخری لمحات میں قرآن سنایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔

''مجھے جبرائیل امین نے کہا ہے کہ ابیہ کو قرآن سنا دو۔''

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابیہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

جب انہوں نے قرآن الکریم کی ترتیب و تدوین کا کام یعنی اہل علم اصحابوں کی ایک جماعت کے ذمہ کیا تھا تو حضرت ابیہ اس مجالس کے امیر مقرر ہوئے تھے۔

وہ قرآن المجید کے الفاظ بولتے جاتے تھے اور وہ لوگ لکھتے جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت ابیہ کو مجلس شوریٰ کے اراکین میں شامل کیا اور ان کے مشورہ کو بہت اہمیت دیتے تھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت ابیہ کو سید المسلمین کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ:۔

''ہمارے میں سب سے بڑے اور قابل ابی ہیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشکل مسائل حضرت ابیہ کے سامنے پیش کرتے تھے اور الجھن آمیز اور مشکل معاملات میں ان سے فیصلے کراتے تھے۔

تراویح کی جماعت کے سب سے پہلے امام:۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تراویح نماز کو با جماعت ادا کی اور حضرت ابیہ بن کعب کو مردوں کا امام مقرر کیا جبکہ نسیم قاری کو عورتوں کے امام مقرر فرمایا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق جو کہ حضرت ابیہ سے بے حد محبت اور مہربان تھے اور انکی تعظیم میں کسی قسم کی کمی نہیں رکھتے تھے مگر حضرت ابیہ دینی معاملوں میں ان کی کسی قسم کی رعایت نہیں کرتے تھے جس بات

کو حق سمجھتے اس بات کو فوراً ظاہر کر دیتے تھے۔

صحابہ کرام کی حیات مبارکہ اور حضرت ابیہ کی فضیلت کے ساتھ منسوب ایک دلچسپ آمیز اور ایمان افروز واقع کا ذکر سیرت پاک کی کتابوں میں درج ہے جن سے حضور پاک کے صحابیوں جس سے اللہ تعالیٰ راضی اور وہ اللہ سے راضی تھے۔ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضوعنہ'' ایمان افروز واقعہ اس طرح سے ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کے نزدیک سے گزرے تو یہ شخص مندرجہ ذیل آیت پڑھ رہا تھا۔

''وسالیکون اولون بہ احسان''

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رک گئے اور اس شخص سے کہا:

میرے پاس آؤ وہ شخص آپکے نزدیک آیا تو خلیفہ صادق نے پوچھا:

تم کو قرآن پاک کی آیت کس نے حفظ کرائی؟

اس شخص نے عرض کی: مجھے ابیہ بن کعب نے یاد کرائی ہے۔''

حضرت عمر فاروق نے فرمایا:

''چلو! ابیہ بن کعب کے پاس'' ان کو اپنے ساتھ لیکر حضرت ابیہ بن کعب کے پاس پہنچے اور فرمایا:

اے ابیہ المنظر (حضرت ابیہ کی کنیت) یہ شخص کہتا ہے کہ آپ نے اسکو یہ آیت تعلیم (حفظ) کرائی ہیں۔''

حضرت ابیہ نے کہا سچ کہتا ہے میں نے یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے ''دہن مبارک'' (پاک منہ) سے سنی تھی۔''

حضرت عمر نے حیرت سے کہا: تم نے اس آیت کو محمد رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے سنی ہے؟

حضرت ابیہ نے فرمایا: ''ہاں'' تین مرتبہ پوچھا گیا تو آپ نے بڑے غصے سے کہا ہاں! اللہ کی قسم! اس (آیت) کو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل پر اور جبرائیل نے محمد ﷺ کے قلب پر نازل کی! بے شک خطاب اور اسکے بیٹے کے ساتھ مشورہ نہیں کیا (صلح مشورہ نہیں لیا)'' یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ وہاں سے باہر نکل آئے اس طرح سے کہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے ''اللہ اکبر'' ! ''اللہ اکبر''۔

شام کے دورہ کے درمیان حضرت عمرؓ کا فیصلہ کن فرمان:۔

سید المسلمین حضرت ابیہ بن کعبؓ کا قرآن فہمی، قرآن کی سمجھداری اور قرآن کے علم میں رغبت، فوقیت اور محویت اور لگاؤ سے کئی روایتیں اسلامی تاریخ کے مبارک دور نبوی کے مضمون میں آج بھی قائم اور سنہری لفظوں سے رقم ہے۔ جس میں سے کچھ برکت اور فیض کی خاطر اور قارئین کی معلومات کے لئے یہاں اندراج کرنے کا موقع ملا ہے تو اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا اور اس خواہش کو روک بھی نہیں سکتا ہوں۔

اللہ پاک کا احسان اور حضور پاک ﷺ کا کرم ہے کہ مجھے ایسے عظیم صحابی کے مزار مبارک پر حاضری دینے کی سعادت حاصل ہوئی اور عظیم اور تعظیم کے لائق اعلیٰ اور مبارک ہستیوں کی خدمت میں حاضر ہوکر ہمیشہ فیض اور برکت حاصل ہوتا ہے اور یہ میرا پُر ایمان اعتماد ہے۔

''اہل شام'' شامی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو ساتھ لیکر مشہور صحابی ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ شام سے مدینۃ المنورہ آئے۔ اور ان تمام لوگوں نے حضرت ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔

ایک دن (شام کے لوگوں) میں سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی آیت پڑھی۔

حضرت عمر نے اسکی قرأت کے متعلق مسئلہ پیش کیا تو اس شخص نے کہا کہ ''میں نے یہ آیت حضرت ابیہ بن کعب سے اسی طرح سے سنی''

حضرت عمر نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ حضرت ابیہ کو بلا کر لائیں اس وقت حضرت ابیہ اپنے اونٹ کو چارہ کھلا رہے تھے امیر المومنین کا پیغام ملا تو قاصد (آنے والے شخص) سے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ اسنے حقیقت بیان کر دی تو حضرت ابیہ کو غصہ آ گیا اور اسی حالت میں دربار خلافت میں حاضر ہوئے کہ ہاتھوں میں اونٹ کو دینے والا چارہ تھا اور دامن اوپر چڑھا ہوا تھا حضرت عمر نے وہ آیت ان سے پڑھائی اسکے بعد حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ یہ ہی آیت پڑھو انہوں نے حکم کی تعظیم کی حضرت عمر نے زید بن ثابت کی حامی بھری اسی پر حضرت ابیہ نے غصہ آمیز حالت میں کہا:۔

''عمر! اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اندرون دربار رسالت میں حاضر رہتا تھا اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے اب میری یہ قدر و منزلت کی جارہی ہے۔ اللہ کی قسم اگر تم کہو تو ''خانہ نشین'' ہو جاؤں نہ کسی سے بات کروں اور نہ ہی لوگوں کو قرآن پڑھاؤں یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے''

حضرت عمر بے چین ہو گئے اور فرمایا۔

''ہرگز نہیں! جب اللہ تعالیٰ نے تم کو علم دیا ہے تو آپ شوق سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دو''۔

مشہور اور عظیم صحابی جنکو قرآن پاک کے اولین تفسیر کنندہ ہونے کا مرتبہ حاصل ہے وہ صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں سے گزرتے ہوئے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتا جارہا تھا اتنے میں پیچھے سے ایک آواز آئی:۔

''سند بتاؤں ! اے ابن عباس سند بتاؤں''

میں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو حضرت عمر تھے میں نے کہا:

''میں آپکو ابیہ بن کعب کا حوالہ دیتا ہوں''۔

اللہ کی رحمت سے کس لئے مایوس اور نا اُمید ہوتے ہو؟ حضرت ابیہ نے کہا:

"خیر! شاید کوئی آیت آپ نے سنی ہے جو سخت اور مشکل ہے آپکو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے قرآن کی وہ ہستی سے سیکھا ہے جسکو نیا اور تازہ ان کو جبرائیل امین سے علم قرآن حاصل کیا تھا۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور ایسا کہتے کہتے کھڑے ہو گئے کہ "اللہ کی قسم تم احسان جتلانا چاہتے ہو مگر مجھے اطمینان نہیں ہوا ہے مجھے کسی طور سے چین نہیں ملے گا۔"

امیر المومنین حضرت ابیہ کے دل و جان سے قدر دان اور مداح تھے۔

شام کے مشہور موئرخین تاریخی سفر میں انہوں نے "جابیہ" نامی مقام پر جو مشہور خطبہ ارشاد کیا تھا اس میں امیر المومنین نے فرمایا: "من اراد لقرآن فلیاتہ الیبہہ" جس کو قرآن کا شوق ہو وہ ابیہ کے پاس آئے"

صحابہ کرام کے ان واقعات کا درج کرنے کا میرا مقصد یہ بھی ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ حضور پاک ﷺ کے عظیم صحابیوں کی معمولات وحالات زندگی میں کتنا وسیع "تکارف" (بڑی انکساری) کے بغیر کا تھا بیماری، بدحالی، جھوٹی رونمائی کے بغیر، عمدہ اخلاق، ان کے رہن سہن اور یہ معمولات زندگی میں نقش ہو گئے تھے اور کیوں نہ ہو ان کو حضور پاک ﷺ سے مکمل طور پر تربیت حاصل کرنے کی خوش نصیبی سے حاصل ہوئی تھی۔

تمام امت حضرت ابیہ کی قرأت پر یکجا ہوگئی: تیسرے خلیفہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت ابیہ کے سمندر کے جیسے وسیع وعریض علم کے چاہنے والے تھے۔ انہوں نے اپنے دور خلافت میں محسوس کیا کہ کچھ صحابیوں کی قرأت میں (قرآن پڑھنے کے طریقہ میں) اختلاف ہے اس لئے حضرت عثمان غنی نے سختی سے اپنا ایک ارادہ کرلیا کہ تمام مسلمانوں کو ایک قرأت پر قائم کیا جائے جس سے تمام مسلمانوں کا ایک ہی قرأت پر اجماع ہو جائے امیر المومنین حضرت عثمان غنی نے اس مقصد کے تحت انصار اور مہاجرین کے سربراہوں بارہ صحابیوں کو منتخب کیا جن کو قرآن پر عبور حاصل تھا اور وہ قرآن پڑھنے میں اور قرأت کرنے میں ہوشیار تھے اور پھر یہ کام ان کے سپرد کیا گیا کہ وہ آپس میں باری باری مشاورت سے قرأت کے متعلق اختلافات کو دور کریں یہ مجلس کمیٹی کے امیر حضرت ابیہ بن کعبؓ مقرر کئے گئے تھے جہاں اختلافِ رائے ہوتا تمام آپس میں مشورہ کر کے اس مسئلے کو حل کرتے تھے (جو تلفظ اور اظہار بیان پر ہوتا تھا) اسکے بعد قرآن پاک کے تمام نسخے (کتابیں) حضرت ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت کے مطابق ہو گئے جو آج دن تک اور قیامت تک اسی طریقہ سے رہیں گے۔"

مشہور روایت یہی ہے کہ حضرت ابیہ بن کعب کی وفات حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کے دوران ہجری 32ء میں ہوئی تھی جبکہ دوسری کچھ روایتوں میں آپکی وفات ہجری 19 یا 20 یا 21 میں ہونے کا کہا جاتا ہے مگر زیادہ انحصار روایت میں ہجری 32 میں وفات ہونے کے متعلق ہے۔

حضرت ابیہ اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑ گئے جسمیں طفیل، محمد، ربیع، عبداللہ اور اُمہ عمر کے نام معلوم ہوئے

ہیں انکی زوجہ کا نام طوفیلہ تھا جو کہ صحابیہ تھیں حضرت ابیہ کو علم اور فضل کا اعلیٰ رتبہ حاصل تھا وہ نہ صرف قرآن مجید بلکہ تمام علوم قرآنی میں ماہر اور قابل تھے بلکہ فقہ اور حدیث پاک کے بھی بہت بڑے عالم تھے احادیثوں کے معروف اماموں نے لکھا ہے کہ حضرت ابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے حدیثوں کا بڑا حصہ سنا تھا اسکے باوجود حضرت ابیہ حدیث کی روایت کرنے میں بہت احتیاط برتتے تھے جسکی وجہ سے انکی طرف سے صرف 64 احادیثوں کی روایت ملتی ہیں۔

حضرت ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی عظمت کی ایسی کیفیت تھی کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابی انکے درس میں شامل ہوئے تھے جس میں حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت ابوشعاری، حضرت ایوب انصاری، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالک جیسے مسلم امہ کے عظیم ستون بھی شامل ہیں یہ بزرگان حضرت ابیہ کے گھر پر جاکر مسائلوں کو دریافت کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔

روایت کے مطابق حضرت ابیہ انصار (صحابیوں) میں سب سے بڑے عالم کے طور پر قبول اور یاد کئے جاتے ہیں ان کو اسلامی علوم کے علاوہ توریت اور انجیل پر بھی مکمل عبور حاصل تھا یہ آسمانی کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کے متعلق جو بشارتیں لکھی ہوئی ہیں وہ اسکو بڑے لطف اور خوشی سے اظہار کرتے ہوئے لوگوں کو سناتے رہتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ یہ فانی دنیا سے پردہ فرما گئے اسکے بعد حضرت ابیہ بن کعب کے رات اور دن نے فیض کا ایک ایسے چشمہ کی صورت اختیار کرلی تھی کہ جس سے تمام مسلمان اپنی حیثیت کے مطابق فیض حاصل کرتے تھے وہ لوگوں کو شرعی مسئلے بھی بتلاتے تھے انکی نگاہوں میں قرآن کریم پر عمل کرکے ہی مسلمان اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

قرآن کریم کو اپنا امام بنالو اسکے فیصلے اور احکامات پر راضی ہوجاؤ بے شک یہ قرآن وہی ہے جو تمہارے لئے رسول ﷺ دے گئے ہیں اور وہ ایسا شاہد ہے کہ جس پر کوئی لفظ اضافی نہیں کرسکتا ہے جس میں تمہارا ذکر بھی ہے اور تمہارے سے پہلے کی امتوں کا بھی یہی تمہارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا ہے۔

جسمیں تمہارا بھی اور تمہارے بعد آنے والوں کا احوال بھی لکھا ہوا ہے۔"

حضرت ابیہ بن کعب فرماتے تھے کہ مومن میں چار صفتیں ضرور ہوتی ہیں۔

1) جو مصیبت میں مبتلا ہوجائے تو صبر کرتے ہیں۔

2) جس کو کوئی نعمت عطا ہوتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

3) جب کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو مکمل انصاف کرتے ہیں

4) جب کوئی بولتے ہیں تو ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور جب کوئی بندہ اللہ تعالی کے ڈر اور خوف سے کوئی چیز چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسکے بدلہ اسکو اس سے اچھی چیز ایسی جگہ عطا فرماتے ہیں کہ جہاں سے سے اسے حاصل ہونے کا گمان تک نہیں ہوتا ہے اور جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی گئی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا اور اسکا اسطرح استعمال کرتا ہے کہ شریعت کے مطابق اسکے لئے جائز نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ضرور اسکے بدلے میں ایسے طریقے سے سزا دیتے ہیں کہ جو اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا ہے۔

مزاج اور طبیعت میں کچھ ایسا تکلف آمیز تھا کہ درس کے حلقہ میں گدی پر تشریف رکھتے ہوئے تعلیم دیتے تھے اور طالب علموں کو اپنی تعلیم کے لئے سیدھے کھڑے رہنے کی منادی فرماتے تھے بزرگی کی حالت میں جب داڑھی اور سر کے بال سفید ہو گئے تھے تو بھی بکھرے اور الجھے ہوئے بالوں سے نفرت اور ناپسند کرتے تھے ایک لونڈی کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ آپکے بالوں کو سنوار دیتی تھی دیوار میں ایک آئینہ لگا ہوا تھا جب کنگھی کرتے تھے تو اسکی جانب منہ پھیر لیتے تھے۔

حضرت ابیہ کی حیثیت علم اور عمل دونوں سے چھلک رہا تھا بدعت سے پرہیز کرتے تھے اور ہر کام میں سنت کی پاسداری کی احتیاط کرتے تھے عبادت میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا کافی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے زیادہ تر ''شب بیدار'' رہتے تھے تلاوت اور نماز میں آنکھوں میں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے عام طور پر تیسری رات میں قرآن مجید ختم کر لیتے تھے رات کے ایک حصہ میں درود اور سلام میں مشغول رہتے تھے۔ (رضی اللہ تعالی عنہ)

شام کے سفر کی 74 ویں قسط جاری تھی کہ میرے دفتر میں حبیب میمن صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپکی والدہ کے انتقال کے بعد آپکے مزاج اور طبیعت معمول پر نہیں رہتی ہیں تو آپ کچھ دنوں کے لئے باہر بیرون ملک گھوم پھر آؤ!

میں نے کہا بھائی عمرہ کے ویزے جاری ہونے لگیں گے تو فوراً عمرہ کے لئے روانہ ہو جاؤنگا انشاءاللہ ربیع الاول کے مہینہ میں مدینہ منورہ میں حاضری دینگے۔

تو وہ کہنے لگے کہ ابھی تو دو ماہ کی دیر ہے اسکے درمیان ہم لوگ امریکہ کا سفر کیوں نہ کر آئیں میں نے کہا کہ حبیب بھائی میں اکیلا تو سفر نہیں کرتا ہوں بمعہ اہل و عیال کے ساتھ سفر کروں یا پھر میرا فرزند ارجمند ہو تو اسکے ساتھ سفر کرتا ہوں تو وہ کہنے لگے کہ بھائی میرے بیٹے، بہو اور میری بیوی اور میرے بھائی کے تمام خاندان بھی وہاں ہیں میری طبیعت بھی ناساز رہتی ہیں اس لئے اکیلے نہیں جانا چاہتا ہوں اگر آپ میرا ساتھ دو تو دو تین ہفتہ سیر سپاٹے کر آئے اور میں خاندان کے لوگوں سے ملاقات بھی کر لونگا۔

انہوں نے سنجیدگی سے بڑی چاہت سے مجھے قائل کرتے ہوئے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپکو وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

سامان وغیرہ اٹھانے کی میری عادت نہیں ہے میں ہینڈ کیری نہیں کرتا ہوں خالی ہاتھوں جہاز میں سوار ہوتا ہوں اور فارغ ہو کر بیٹھتا ہوں۔

انہوں نے اپنا اصرار جاری رکھا اور ضمانت اور تسلی دیتے رہے اور کہا کہ آپ کچھ بھی نہیں اُٹھانا پڑے گا اور رہنے سہنے کی بھی سہولت میسر ہے ہر جگہ رہائشی مکان ہے اور میرے خاندان کے لوگ وہاں مقیم ہے۔

ان کے اصرار اور وعدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے بھی یہ محسوس ہوا کہ امریکہ میں نیویارک وغیرہ تو پہلے گیا تھا مگر لاس انجلیس (ایل۔اے) نہیں گیا تھا۔

امریکن لوگ ہر لفظ کو محدود کر کے اور تھوڑا منہ ٹیڑھا کر کے بولتے ہیں یعنی لاس انجلیس کو ایل۔اے کہتے ہیں چائنہ ایئر لائنز کی دو ٹکٹیں بنوائی جو بنکاک سے ہو کر ایل۔اے جاتی ہے۔تائیوان ایئر لائنز جو کہ چائنہ ایئر لائنز کہلاتی ہے جبکہ چین والی ایئر لائنز ایئر چائنہ کہلاتی ہے اب طے یہ ہوا کہ سفر بہت لمبا ہو جاتا ہے۔اس لئے چار دن بنکاک میں ٹھہر کر تھوڑی بہت شاپنگ کر لینی چاہئے تاکہ دو حصوں میں سفر مکمل ہو جائے۔

ہفتہ 11 تاریخ کی رات کو 12 بجے بنکاک سے تھائی ایئر لائنز کا سفر جاری ہوا۔اتوار کو 7 بجے بنکاک یہاں کے وقت سے 2 گھنٹہ آگے ہے اسلئے 5 بجے کے بجائے سات بجے تھے۔ہوٹل کے لئے بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا اس لئے چائنہ ٹاؤن میں وہائیٹ اور چڈ میں مقیم ہونا تھا اس ہوٹل میں سیدھے پہنچ گئے 900 باتھ دو بیڈ کے بتائے گئے میں نے پہلے گزشتہ سفر میں کہا تھا اسی طرح 800 باتھ کہا تو وہ فوراً راضی ہو گیا۔

''وہائیٹ اور چڈ'' ہوٹل مناسب اور اچھی تھی۔بوفے ناشتہ تھا جس میں پچیس سے تیس اشیاء خوراک کی ڈشیں تھی جسمیں گوشت والی چیزیں سوپ اگر نہ پیو تو اس کے لئے انڈے اور ڈبل روٹی چائے کافی ہوٹل میں انڈیا کے نون ویجیٹیبل بھی تھا جسمیں چنہ پوری اور آلو کا سالن وغیرہ ہوتا ہے ہوٹل والے نے کہا کہ ناشتہ کل سے ملے گا اور اگر آج ناشتہ کرنا ہے تو 127 باتھ ایک شخص کے ہونگے۔میرے پاس کریڈٹ کارڈ تھا میں نے ہوٹل والے کے کاؤنٹر پر رکھا تو اسنے چارج کر لئے اور ہم لوگ روم میں جا کر آرام کرنے لگے اور دوپہر کے بعد لنچ کے لئے ٹکوڈورو جانے کے لئے رکشہ کرنی پڑی اور چالیس باتھ خرچ ہوئے یعنی کہ پاکستانی اور مدراسی مسلم ہوٹل تک پہنچ گئے ملباری کیرالہ ہوٹل میں اٹلی ڈوسا وہاں کی اسپیشل ڈش کھا کر اور رومالی پراٹھہ بھی کھائے وہ بھی انکی خاص آئیٹم ہے یہ سب کچھ کھا پی کر فارغ ہو کر روڈ پر چہل قدمی کرتے رہے اس سے پہلے ایئر پورٹ پر آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ اور جم غفیر لگا ہوا تھا ہم نے ایمیگریشن لائن میں کئی ایک قطاریں لگی ہوئی تھی ویزا کے بغیر آئے ہوئے لوگوں کی ایئر پورٹ پر ویزا حاصل کر لینے کی علیحدہ قطار لگی ہوئی تھی۔

پہلے پاکستانی بھی ایئر پورٹ پر ویزا حاصل کیا کرتے تھے اب یہاں سے ویزا لے کر جانے کا ہوتا ہے 1100 باتھ میں ٹرانزٹ ویزا ایک مہینہ کا ملے ویزٹ ویزا 1500 باتھ میں دو ماہ کے ملے ایئر پورٹ پر ملنے والی ٹیکسی 350 باتھ میں مل گئی۔

آجکل ڈالرز کے 38 باتھ ملتے ہیں ان کی کرنسی کی پوزیشن مضبوط ہے ایک زمانہ میں اپنے برابر کی کرنسی تھی بلکہ اپنے روپیہ کے ڈبل ملتے تھے ہم لوگوں نے کھانا پینا وغیرہ کھاپی کر فارغ ہوئے تو ہم نے موبائل فون کی سم خریدی موبائل اسٹارٹ ہوتے ہی کراچی میں نمبر دے دیئے اس لئے انکمینگ فری تھا فون آتے ہی رہے اور اگر ہمیں ضرورت ہو تو مس کال کر دیتے تھے۔

خیر سے گھومتے پھرتے سیر کرتے ہوئے شام ہوگئی کھاپی کر فارغ ہوئے اور ہوٹل میں واپس آگئے اور سو گئے۔

دوسرا دن پیر کا تھا ہم لوگ ناشتہ سے فارغ ہو کر ٹیکو ڈورو ہوٹل گئے جہاں حنیف کاپڑیا کی آفس ہے وہ حبیب میمن کا دوست اور ساتھی تھا ان کے دفتر میں جا پہنچے اور بیٹھ گئے اور ان سے پوکیٹ جانے کے لئے کہا کیونکہ پوکیٹ تھائی لینڈ کا بہت خوبصورت جزیرہ ہے اور سرسبز وشاداب بھی ہے اور تمام سیاح وہاں سیر کے لئے جاتے ہیں حنیف بھائی نے ٹریول ایجنٹ کو فون کر کے پوکیٹ کی ٹکٹیں آنے جانے کی دوطرفہ کی کرادی ۔

ٹریول ایجنٹ مسلمان تھا اب ہمیں سکون وتسلی ہوگئی اور ریڈی میڈ گارمنٹ بوبی مارکیٹ میں خریداری کے لئے پہنچ گئے وہاں تمام ہول سیل میں ہمیں بہت سستا لگا ہم نے بچوں کے سوٹ وغیرہ خریدے اتنے میں حنیف بھائی کا فون آیا کہ تمہاری ایل اے کی سیٹ چائنا ایئر لائنز میں اسٹے جو چار دن کی مزید دینے سے انکار کرتے ہیں اسلیئے تمہیں پوکیٹ جانے کا پروگرام موقوف کرنا پڑے گا ہم نے حنیف بھائی سے کہا کہ آپ پٹایا کے پروگرام کا صبح شام کا کروا کر آؤ انہوں نے فوراً ٹریول ایجنٹ کو فون کر کے ایک شخص کے 1000 باتھ کے حساب سے پٹایا کا پروگرام طے کرلیا انہوں نے کہا کہ دوسرے دن صبح ٹورسٹ کی ویگن ہوٹل پر آئیگی اور آپ لوگوں کو لے جائیگی ویگن دوسرے دن آئی اور ہم لوگوں کو صبح لے گئی۔تقریباً تین گھنٹوں کے سفر کے بعد پٹایا کے شہر پہنچ کر تھوڑا سا وقت آرام کیا سامنے ہی کروز بڑی لانچ کھڑی تھی اس میں تمام سیاحوں کو سوار ہو جانے کا کہا گیا ہم سب اور کچھ اور سیاحوں نے کروز لانچ میں سوار ہو گئے اور پانی کی لہروں کو کاٹتی ہوئی اپنے پیچھے موجوں کو چھوڑتی ہوئی کروز لانچ آگے ہی آگے بھاگتی رہی۔

آدھے راستے میں بیچ سمندر میں کروز کو روک کر سیاحوں کو چھتری میں لٹکا کر ہوا میں اُڑنے کا لطف لینا ہو تو ان کو تین سے چار سو باتھ میں چھتری اسکی کمر میں رسی سے باندھ کر اسکا دوسرا سرا نیچے پانی میں چھوٹی کشتی ہے اسکے پاس ہوگا کشتی چلے گی تو وہ بھائی کو کروز میں سے آگے دھکیل دے گا تو چھتری کھل جائے گی

اور اسمیں بیٹھا ہوا شخص ہوا میں لٹک کر فضا میں اڑے گا لانچ والا رسی کو کچھ مزید لمبی چھوڑے تو وہ شخص فضا میں مزید بلند ہو جائے اور لانچ کو تیز بھگائے دس منٹ کے لطف اور مزے کے تین سو باتھ وصول کر لیں اور دوسرا لطف یہ کہ آپ کو کمر سے باندھ کر ایسی عجیب سیٹنگ کرتے ہیں کہ آپکو مکمل سمندر کے اندر ڈبوتے اور گردن صرف باہر ہو اور پھر ایسے کرتبوں کے 400 باتھ لیتے ہیں نئے انداز سے اور لطف اندوز ہونے کے لئے لوگوں کی بھیڑ جمع ہو جاتی ہے۔

آدھے گھنٹہ بعد کروز لانچ چل پڑی اور ایک اور جزیرہ پر ٹھہری ہم سب لوگ نیچے اترے اور پھر اعلان ہوا کہ 12 بجے کھانے کا وقت ہے جس میں وجیٹیبل سالن اور چاول اور مچھلی اور جھینگے تھے ہم چار مسلمان شخص تھے بقایا کہ خوراک الگ سے تھا دوسروں کو کیا کھانے میں دیا گیا اسکی ہمیں معلومات نہیں ہوئی تھی۔

سمندر کنارے ساحل پر آرام کرسیاں کپڑے کی سیٹ والی تھی جسکے 20 باتھ کرایہ جتنی دیر بھی بیٹھو کرسی لینی ضروری تھا ہم نے ایک ایک کرسیاں لے لی اور لمبی تان کر بیٹھ گئے۔

وہاں پر کئی قسموں کی چیزیں اور سامان فروخت کرنے والے آئے ایک لڑکا چمڑے کے پرس، بیگ اور پتلون کی بیلٹ لیکر آیا تو وہ ہمارے پاس بھی آیا تو میں نے بیلٹ کا دام معلوم کیا تو اس نے 500 باتھ بتائے میں نے پہلے بھی ایک بیلٹ یہاں سے خرید لیا تھا اس لئے میں فوراً 100 باتھ میں مانگ لیا۔

اس لڑکے نے کسی قسم کی حجت کئے بغیر دے دیا اور مزید معلومات کرنے سے یہ پتہ چلا کہ وہ لڑکا بلکہ جوان مسلمان تھا اور اسکی تسلی کرنے کے لئے الحمدہ اور کلمہ پڑھکر سنایا خیر کئی سیاحوں نے اپنے اپنے طور پر دھن میں مگن تھے کوئی سمندر میں ڈوبکیاں لگا رہا تھا توئی فوٹوگرافی کرتا تھا اور کئی لوگ سوئیمنگ میں مشغول تھے کھلی اور پر فضا ہوا کی لہریں اور سمندر کا کنارہ اسلئے وقت گزر گیا واپسی ہونے کا اعلان ہوا تو تمام تیار ہو کر پھر سے لانچ میں سوار ہو گئے ساحل پر پہنچ کر تھوڑا سا آرام کر کے وین میں بیٹھ کر واپسی کے لئے روانہ ہوئے راستے میں ہیرے کے پہاڑوں کے پاس ایک میوزیم کے نزدیک وین رک گئی اور تمام کو میوزیم میں آنے کی دعوت دی گئی عزت وحرمت کے ساتھ میوزیم کی انتظامیہ نے خوش آمدید کہہ کر ٹھنڈے مشروب کی آفر دی کاؤنٹر پر کوکا کولا مشروب رکھا ہوا تھا۔

اتنے میں ایک ٹرین آ گئی ہم سب کو اس میں سوار کر دیا گیا گھپ اندھیرے غار میں سے ٹرین گزرنے لگی راستہ میں پہاڑوں پر ریلوے لائنیں تھی جس میں ہم لوگوں کو نیچے کام کرتے لوگ نظر آئے کچھ ڈمی شخص بھی تھے ٹرین بھی تھوڑی آڑی ترچھی ایڈوینچر ٹائپ سے گزری اسلئے لطف اور مزہ بھی آئے اب پہاڑوں میں سے گزر کر ایک عظیم ہال میں بہت سے شوکیس سجے ہوئے تھے ہیرے موتی کی انگوٹھیاں اور زیورات کے دوسرے لاتعداد سیٹ موجود تھے ہر ایک سیاح کے ساتھ ایک سیلز مین یا سیلز گرل چپک جائے اور انگوٹھی

وغیرہ دکھا کر کہے کہ یہ تمہاری میڈم کے لئے بہت عمدہ ہے قیمت صرف 1200 باتھ کئی لوگوں نے خریدی۔

ہمارے ساتھ کے ایک میمن بھائی نے بھی 1500 باتھ میں ایک انگوٹھی خریدی اور ہال میں سے باہر نکلے تو صوفہ سیٹ اور کرسیوں وغیرہ پر بٹھا کر چائے یا کافی پینے کی آفر کی چائے کافی پی کر پھر سے تمام لوگ بس میں سوار ہوئے مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہ کاروبار کرنے کا بہترین کیمیا تھا۔

ہم کافی شام کے وقت سید ھے ریسٹورنٹ پر اترے حیدر ریسٹورنٹ پاکستانی ہے اور حیدر بھائی اور ان کے لڑکے وغیرہ ملنسار طبیعت کے ہیں۔ وہ دوکانداری جاری ہی رہتی ہے اور ہوٹل پر گھر پر بھی آرڈر کا مال پہنچا دیتے تھے۔

کھانا بھی اپنے ٹیسٹ کے مطابق مجھے پاکستانی ہوٹل ہو تو کھانے کا مزہ بھی آتا ہے اور بیٹھنے میں بھی لطف آتا ہے دوسرے دن حنیف کا پڑیا کے دفتر گئے دو تین مرتبہ ان کے دفتر گئے وہ بہت مصروف ہونے کے باوجود اچھے طریقہ سے خوش آمدید کہا ان کا ہیرے اور زیورات میں استعمال ہونے والے پتھروں کا (اسٹون) کا کاروبار تھا۔

ہر ہفتہ کے دن بنکاک سے تھوڑے فاصلے پر ایک مارکیٹ ہال قائم تھا وہاں کے ممبران کے پاس وہاں کا کارڈ ہوتا ہے وہاں گاہک بیٹھ جائے اور اسکی موجودگی میں مال کے سودے ہوتے ہیں دلال سیمپل لے کر آتے ہیں اور سودے ہوتے ہیں اور لکھت پڑھت وغیرہ ہوتی ہے اور جو مال خریدا ہو تو اسکی تھیلی پر دستخط اور مہر مثبت ہوتی ہے حنیف بھائی کہتے ہیں کہ ہمیں 14 فیصد کمیشن ملتا ہے ہم 9 فیصد گاہک کو کم کردیتے ہیں پیمنٹ بھی ہم کو کرنی پڑتی ہے گاہک ہم کو آٹھ یا پندرہ دنوں میں پیمنٹ دیتے ہیں اسطرح کاروبار چلتا رہتا ہے۔

حیدر بھائی کی ہوٹل میں بھی ہم کو لنچ کے لئے لے گئے تھے خیر دوسرے دن صبح 10 بجے ائیر پورٹ پہنچ گئے سامان کی خریداری ہوگئی تھی چائنا ائیر لائنز والے وزن دو شخصوں کے چار بکسے (پیٹیاں) 32 کلو کے حساب سے چھوٹ دیتے ہیں اضافی سامان کے پیسے مانگتے ہیں کافی بحث وتکرار کے باوجود تھوڑی بہت لچک نہیں دیتے ہیں آخر کار نو ہزار باتھ کی ادائیگی کر کے سامان لگیج کرایا۔

ایک بجے چائنا ائیر لائن کی فلائٹ تھی جو چار گھنٹے میں ٹاپی پہنچی جو تائیوان کا ایک شہر ہے وہاں پر پہنچا دئے۔

ائیر پورٹ لاجواب خوبصورت تھا۔ جہاز سے اتر کر ہم جیسے ہی آگے بڑھے تو شیشے لگے ہوئے تھے جس میں سے شہر کی خوبصورت عمارتیں اور سڑکیں اور دوسری تمام چیزیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ یہ شہر دیکھنے اور دید کے قابل ہوگا خیر ائیر پورٹ تھا اسلئے اچھا اور وسیع محسوس ہوا ہمیں اور ایسا بھی نظر آیا کہ یہ بہت مصروف ائیر پورٹ ہوگا مگر بہت کم آمد نظر آئی ہماری ایل اے کی فلائیٹ (پرواز) دوسرے ٹرمینل پر تھی اس

لئے وہاں چھوٹی ٹرین آئی اور ہمیں سیدھے دوسرے ٹرمینل پر لے گئی جہاں ویٹنگ میں بیٹھ گئے۔ چار گھنٹہ بعد فلائیٹ تھی مگر آٹھ گھنٹے بھی ہو جائے تو بھی کسی ایئرلائن کی جانب سے چائے یا ناشتہ کا نہیں پوچھینگے۔ ہمارے ساتھ ایک پاکستانی مسافر تھا جسکی بیوی چائنیز جیسی لگتی تھی اسکی ایک بچی بھی تھی جسکو مکمل سفر کے دوران بھائی صاحب نے سنبھالا ہوا تھا میں نے اس سے معلوم کیا کہ کیا تمہاری یہ ایک ہی بچی ہے اسنے کہا کہ جہاں ہم رہتے ہیں وہاں ایک ہی بچہ پیدا کر سکتے ہیں وہ چائنا ہے۔

اب چائنا ہو کہ تائیوان ہو یہ میں ٹھیک سے نہیں سمجھ سکا خیر سے چار گھنٹہ گزر گئے اور ہماری اصل منزل کے لئے فلائیٹ تیار تھی جس میں سوار ہو گئے اور لمبا سفر تھا میں انفینٹ سیٹ جسکے آگے کوئی سیٹ نہیں ہوتی ہے۔ چھوٹا بچہ جسکے ساتھ ہوتا ہے اسکو ایئرلائنز والے سیٹ ان کو دیتے ہیں اس سیٹ کے سامنے پارٹیشن میں جھولا لٹکایا جا سکتا ہے اور اگر پیسنجر نہ ہو تو خالی سیٹ رہتی ہیں اس سیٹ پر میں نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

جیسے ہی جہاز کا دروازہ بند ہوا میں فوراً آگے والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور پاؤں پسارنے کا موقعہ مل گیا اب کوئی مذائقہ نہیں ہوگا جیسے تیسے کر کے 11 گھنٹہ گزارنے تھے جہاز 500 مسافروں کا تھا۔

ایک دفعہ لنچ تقسیم کیا گیا اور ایک مرتبہ ناشتہ ملا تائیوان کو امریکہ کا تعاون حاصل ہونے سے ترقی کر چکا ہے اور چائنہ ایئرلائن کے نام کو استعمال کرنے پر چین کو اس کے متعلق کوئی اختلاف ہو تو بھی وہ اسکو جواب نہیں دیتے ہیں۔

خیر سے اللہ اللہ کر کے ایل اے کا ایئرپورٹ آیا جہاز کے رکتے ہی اترے اور امیگریشن کے لئے قطار میں کھڑے ہو گئے جلدی وقت پر پہنچ گئے تھے اسلئے فوراً نمبر آ گیا خاص کچھ دریافت اور تفتیش نہیں کی گئی اور ایک منٹ میں چھ ماہ کے لئے مقیم ہونے کا ویزا لگا دیا سامان لینے کے لئے لگیج بیلٹ پر ٹرالی کا نمبر دیکھا 8 نمبر بیلٹ پر پہنچ گئے۔

حبیب بھائی کے بیٹے اور دوسرے رشتہ دار آ گئے تھے وہاں اندر آنے کی اجازت ہوتی ہے سامان آیا تو اٹھا کر ٹرالی پر رکھا اور باہر بڑی وین موجود تھی اس میں بٹھا کر ہمیں اپنے گھر کی جانب چل پڑے سڑکیں اور راستے بہت صاف ستھرے اپنے یہاں کے موٹروے جیسے روڈ پر چار پانچ ٹریک ہوتے ہیں اس لئے گاڑیوں میں تھوڑا بہت بھی جھٹکا یا دھچکا نہیں لگتا ہے آرام سے گھر پہنچ گئے۔

بہت طویل سفر تھا تمام وقت سفر میں بیٹھ کر تھک چکے تھے تھوڑا بہت آرام کر کے غسل وغیرہ کر کے تھکن سے چھٹکارا حاصل کیا تو ادھر ڈنر تیار تھا کھانے کے لئے بیٹھ گئے اور کھانے سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر بات چیت کر کے سو گئے صبح ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حبیب بھائی کے بیٹے فہیم اور نعیم آ گئے فہیم بہت ایکٹیو اور باتونی تھا کہنے لگا کہ انکل آپ تھکے ہوئے ہو آج تھوڑا سا گھومنا پھرنا اور سیر کرنا چاہینگے کل میں آپکو

یونیورسل اسٹوڈیو لے جاؤنگا۔

گھر کے نزدیک ایک عظیم یونیورسٹی تھی زی-سی جونیئرسٹی کیلی فورنیا اسٹیٹ یونیورسٹی اسکا نام تھا جہاں ماضی کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے تعلیم حاصل کی تھی اور حال ہی میں بینظیر بھٹو کو وہاں لیکچر دینے کے لئے بلایا اور وہاں لیکچر دے آئیں تھیں پھر ہماری گاڑی ڈاؤن ٹاؤن کی طرف چل پڑی وہاں ایک اسٹور کوسکونامی یہ اسٹور کی چین پورے امریکہ میں ہے اور ہر چیز مناسب داموں میں مل جاتی ہے۔اور انکی مزید خوبی یہ ہے کہ سالانہ 45 ڈالرز کے ممبر بن جاؤ تو وہ آئی ڈی کارڈ بنانا پڑتا ہے پھر آپ اس اسٹور میں خریداری کے لئے جاسکتے ہو فالتو شخص اور ممبر بنے بغیر کوئی شخص اندر نہیں جاسکتا تھا البتہ ممبر کے ساتھ جاسکتے ہو۔

اسٹور میں گھوم پھر کر باہر نکل آئے انڈین، پاکستانی دوکانیں تھی وہاں گئے تو وہاں ایک دوکان بنگالی کی تھی اسکے پاس ایمیٹیشن جیولری سیٹ گھڑی کے ساتھ نو ڈالر میں خریدی ہم نے اس سے کہا کہ پہلے ہم نے اسماعیل بھائی کے پاس سے خریدی تھی تو اس نے کہا کہ یہاں اسماعیلی بھائیوں کی نو دوکانیں ہیں خیر اس حصہ میں کالے (امریکن) چرسی ہپی اور نشئی جیسے بہت سے بیٹھے تھے بنگالی سے معلوم کیا کہ یہ کون لوگ ہے تو اس نے کہا کہ یہ لوگ بے گھر کے تنہا ہیں اور ان کو کچھ حکومت کی جانب سے ہفتہ یا ویکلی وظیفہ ملتا ہے اور کچھ کالے لوگوں سے مانگ لیتے ہیں۔

گاڑیوں کے پارکنگ لاٹ ہے وہاں رات کو جاکر سوجاتے ہیں یہ لوگوں کی زندگی اسی طرح گزر بسر ہوجاتی ہے۔ویسے دوکانیں،اسٹوروں،بازاروں کو دیکھ کر اور عالی شان عمارتیں وغیرہ دیکھتے اور نظارہ کرتے ہوئے آج کا دن گزر گیا مزہ آ گیا کیونکہ موسم بھی ٹھنڈا تھا رات کو گھر واپس پہنچ گئے تو یہاں کھانا تیار تھا کھانا تناول کرلیا۔

جو لوگ غیر ملک میں رہتے ہیں ان کو اپنے وطن کی دیسی چیزیں کھانے کی خواہش، چاہت اور رغبت کافی بڑھ جاتی ہے اس لئے تمام کھانے کے وقت ٹیبل پر اچار، پاپڑ، کالی مرچ چلی جو وہاں انڈیا کے اسٹور پر دستیاب ہوجائے اس لئے دیسی چیزیں ہر ایک کے گھر میں موجود ہوتی ہے۔

رات کے کھانے کے بعد دوسرے دن کے لئے پروگرام ہالی وڈ جانے کا ترتیب دیا گیا یونیورسل اسٹوڈیو کی ٹکٹیں انٹرنیٹ کے ذریعہ لے لی گئی میرے خیال کے مطابق یہاں 50 ڈالر میں پورے سال کی ٹکٹ لی جاتی ہے صبح بیدا ہوکر ناشتہ وغیرہ سے فراغت پاکر ہالی وڈ کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں سفر کے دوران کہیں بھی ٹھہرے نہیں سیدھے یونیورسل اسٹوڈیو پہنچے۔

گیٹ پر کمپیوٹر لیٹر پیش کر کے اندر داخل ہوئے تو ہمارے آئی ڈی چیک کر کے یا پاسپورٹ اور ویزا چیک کئے اسکے بعد اندر داخل ہونے دیا گیا اور ہمیں دونوں کو ایک ایک نقشے دئے گئے سب سے پہلے پاس

بنانے والے ہال میں گئے وہاں پاسپورٹ دکھا کر 2006 تک کلی میعاد کا پاس بنوالیا وہی پر فوٹو بنوانے کا فوٹو والی آئی ڈی بڑا کر دے دی گئی تا کہ دوسرا کوئی شخص ہمارے بدلے اندر نہ جاسکے آئی ڈی بنوا کر ہم آگے بڑھ گئے تو ایک ہال آیا جس میں پالتو جانوروں، پرندوں کا کھیل ہورہا تھا اسکا وقت ہوگیا تھا۔

تھوڑی دیر کے لئے وہاں اندر جا کر بیٹھ گئے بکری، کتے، بندر اور قسم قسم کے درندے اور پرندوں کا کھیل شروع ہوگیا تھا ابتداء میں جانور مختلف انداز کے کرتب کر کے دکھائے اور ناظرین سے خوب داد وصول کی مگر ہم آدھے گھنٹے کے بعد ہی باہر نکل آئے۔

باہر نکل کر ایک ریل (ٹرین) میں بیٹھ گئے جو ممیوں (مردوں کی ممی) اور غاروں سے گزرتی تھی مختلف خوفناک نظارے پیش کرتے ہوئے خطرناک اور دہشت گرد آوازیں آئے اور ٹرین بھی آڑی ترچھی ہو جائے اور اوپر سے نیچے آن پڑے اسلئے بڑی عمر کے کے بزرگ شخصیتوں کی ہڈیاں پسلیاں ایک ہو جائے اسکے بعد کچھ اس قسم کے جھولے اور کچھ دوسری چیزوں پر میں نہیں سوار ہوا۔ ایک چھوٹی سی ریل گاڑی پہلو بدلکر اور اوپر سے 84 فٹ سے رائیڈ کریں جسمیں شوق سے مرد اور بچیں بیٹھتے تھے۔

یہ دنیا کا سب اعلی وسیع وعریض اور قدیم اسٹوڈیو ہے وہاں کئی قسم کے سیٹ لگے ہوئے تھے "وار آف دی ورلڈ" کا سیٹ، مشہور کارٹونوں کا سیٹ، گوریلا ڈراکولا اور بم دھماکوں کے سیٹ ایسی تو بہت سی جگہیں جو مختلف قسم کے سین اور نظارے فلمبندی کے لئے بنائے گئے تھے جیک اینڈ ویلو بینڈ بھی تھا۔

اسٹوڈیوں میں دو بوگی ٹرین میں جو کرنا چتے ہو اور میوزک بج رہا ہوتا کہ سب کی نظریں اس پر پڑے اور اسکو دیکھے اور اسکے بعد ایک سینما تھیٹر آیا۔ تھری ڈی فلم دیکھنے کے لئے اندر داخل ہوئے یہ مکمل اسٹوڈیو میں ہر جگہ مفت داخلہ ہوتا ہے اور کسی بھی شو میں پیسے دینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

خیر سے تھیٹر کے ہال میں روشنیاں گل ہوئی اور اندھیرا ہوگیا اور پردہ پر فلم شروع ہوگئی باہر سے جب ہم اندر آرہے تھے اسوقت ہمیں ایک ایک چشمہ دیا گیا تھا تو اس چشموں کو پہن کر فلم دیکھنے بیٹھے اب اس تھری ڈی فلم کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ فلم میں کوئی پتھر پھینکے یا پہاڑوں سے نیچے گرے تو اپنے کو ایسا محسوس ہوگا کہ ابھی یہ اپنے اوپر آپڑے گا فلم میں زلزلے کا سین آئے تو اپنی سیٹ بھی کانپنے لگے اسکے بعد پائپ سے پانی ہماری طرف اڑایا گیا تو تھوڑے بہت چھینٹے ہمارے اوپر بھی آئے اور کپڑے لباس تھوڑے سے بھیگ گئے ایسی بہت سی انوکھی اور جدت آمیز منظر دکھائے گئے جب فلم ختم ہوگئی تو باہر نکلے وہاں ویسٹ بیسن کے طور پر ٹوکریاں رکھی ہوئی تھی اس میں ہر شخص اپنا اپنا چشمہ پھینک دیتے اور چلے جاتے تھے بیرونی دروازہ کی جانب ہم نے بھی اپنے چشمہ اسمیں ڈالدئے۔

مجھے یاد ہے کہ کراچی میں تھری ڈی فلم پیش کی گئی تھی تو چشمہ دئے گئے تھے کچھ ہفتوں بعد چشمے آدھے سے زیادہ کم ہوگئے تھے اور فلم فیل ہوگئی تھی اسکے بعد کبھی بھی تھری ڈی فلم پیش نہیں کی گئی۔

یونیورسل اسٹوڈیوز میں دیکھنے کے قابل 74 سے زیادہ شعبے جس میں فیچر فیکٹرز، اینیمل پلانٹ، بیک فیوچر رائیڈ، اسٹوڈیوز 32، بلاسٹ زون، وین ریسلنگ، فوٹریس، بُل، واٹر ورلڈ، فلم میں دکھائے جانے والے اسپیشل ایفیکٹ میں بلیک سور، ریونج آف دی ممی کے سیٹ، جراسک پارک، ٹرمینلیں اسکے علاوہ سووینیئرز، کھلونے، یونیورسل کلاتھس، فلم کیمرے کی سپلائی، مووی کلیک ٹیبلز، چارٹرز میڈ لانس، اسکے علاوہ کھانے پینے کے عالمی لوازمات وغیرہ مختلف قسم کے خوبصورت آئیٹمیں ہے جو حقیقت میں دیکھنے اور نظارہ کرنے کے قابل ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فلمی دنیا کا یہ اسٹوڈیو کتنا وسیع وعریض اور دید کے لائق اور اپنی نوعیت آپ ہے ویسے میں نے یہاں مختصر انداز میں درج کیا ہے جبکہ یہ جدید دنیا کی جنرل نالیج اور فلمی معلومات میں بے انتہاء وسیع معلومات کا کردار ادا کر رہا ہے۔

اسکے بعد ہم نے اسٹوڈیوز کا ایک چکر لگا کر تھک ہار گئے تو چار بجے شام کے قریب ہم باہر نکل آئے اور گاڑی میں بیٹھ کر اپنے گھر کی جانب چل پڑے اور گھر پہنچ گئے۔

دوسرے دن جمعہ تھا ہمیں نماز جمعہ کے لئے جانا تھا حبیب بھائی پہلے بھی یہاں آ چکے تھے اور ایک مسجد میں انکے جان پہچان ملنے جلنے والے واقف کار بہت سے تھے وہاں نماز پڑھنے کے لئے جانا تھا پہلی منزل پر مسجد تھی اور نیچے گراؤنڈ فلور میں نائیٹ کلب تھی جو دن کو مکمل خاموش ہوتا اور رات کو شور شرابہ اور دھوم دھام ہوتی رہتی ہے۔

نماز جمعہ میں 10 سے 15 شخص میمن برادری کے نظر آئے اور حبیب بھائی سے ملاقات کی ایک شخص یعقوب بھائی بھی تھے جسکو اسٹیٹ کی لاٹری نصیب سے میسر آ گئی تھی وہ بھی 30 ملین ڈالرز کی اگر ایک ساتھ رقم لو تو 30 فیصد رکھنی ہوگی اور اگر ایک سال کے ایک ملین سے لیتے رہو تو پوری رقم ملے گی تو یعقوب بھائی سال کے ایک ملین رقم لیتے تھے مگر مسجد کی جگہ خریدنے کا ابتداء میں بہت جوش تھا مگر اب ٹھنڈے ہو گئے ہیں۔ اس لئے یہ جگہ نیچے کلب اور اوپر والی جگہ خریدی نہ جائے وہاں تک یہ مناسب نہیں ہے۔

امریکہ میں تمام لوگوں کو لاٹری کا پاگل پن سوار ہے اس وقت دو ایک ہفتہ سے کسی کو لاٹری نہیں لگی ہے لاٹری کی رقم 250 ملین تک کے اضافہ کے ساتھ پہنچ گئی ہے۔

ایک ڈالر کی ٹکٹ میں لالچ آ جائیں مگر لالچ کو قابو میں رکھ کر ہم نے ٹکٹ نہیں خریدی لوگوں نے 100 سے 1000 تک کی ٹکٹیں خریدی ہے اسطرح مفت میں کروڑ پتی بن جانے کی لعنت لگی ہوتی ہے۔

دوسرے دن ایک دوست عصر اور مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے ایک شاندار مسجد میں لے گیا جو عربوں نے تعمیر کرائی تھی جس میں ہیٹر اور اے سی وضو کے لئے پانی وغیرہ کی بہترین سہولتیں تھی معلومات کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ فلسطینی عربوں نے یہ مسجد تعمیر کرائی ہے میں نے کہا کہ یہ تو بیچارے ہمیں تو کنگال اور

غریب نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں یہ تونگر اور ساہوکار ہے۔

اس شخص نے جواب دیا جس سے پہلے میں نے مسجد کے متعلق معلومات کے لئے سوال کیا تھا ''حاجی صاحب! سرمایہ دار فلسطینی پہلے ہی سے فلسطین سے نکل کر یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں۔''

وہ صاحب جاوید بھائی تھے جنکے یہاں رات کو دعوت تھی عصر اور مغرب کی نماز پڑھ کر وہ اپنے پیٹرول پمپ اور اسٹور دکھا کر پھر اپنے گھر پر لے گئے۔

جب ہم انکے گھر پہنچے تو انکی والدہ ماجدہ موجود تھیں اور تندرست تھیں پاندان لیکر بیٹھیں تھیں پھر میرے ساتھ باتوں میں لگ گئیں تو والدہ پکی عقیدت مند سنی اور تمام نیاز و نذر وغیرہ میں پورا عقیدہ اور جوش سے باتیں کریں اور نہیں ماننے والوں پر سخت ناراض ہوتیں مجھے ان کی باتوں سے یہ سمجھ میں آگیا کہ ان کا بیٹا کچھ کچھ عقیدہ میں ڈاماڈول ہو گیا ہے تو یہ سب کچھ اسکو سنانے کے لئے بولتیں تھیں بہت اچھی ملنسار طبیعت کی خاتون تھیں والدہ ماجدہ مجھے بہت چاہت سے اپنی کاٹھیاواڑی روایت سے پان کھلاتی تھیں کہ پان کھا کر حاجی صاحب کی روح کو خوش کروان کے شوہر شاید پان بہت کھاتے ہونگے۔

ایک وجہ صاف نظر آتی تھی کہ ان کو حاجی صاحب سے از حد محبت تھی۔

خیر کھا پی کر گپ شپ کر کے رخصت ہوئے اور اپنے گھر پہنچ گئے۔دوسرے دن شہر میں گھوم پھر کر پھر سے ہالی وُوڈ سٹی پہنچ گئے جہاں رہائشی علاقہ میں سب سے مہنگا علاقہ دیکھا بریورلی ہلز بھی دیکھا۔

وہاں ایک قبرستان بھی تھا جسمیں امریکہ کے سابق صدر ریگن اور دوسرے شہر میں مرنے والے بھی شاید فلمی دنیا کے ساتھ کوئی نہ کوئی تعلق یا وابستگی ہونے کی وجہ سے ہی یہاں دفن کئے گئے ہونگے اپنے یہاں کے عمران خان کی کہلانے والی محبوبہ سیتا وائیٹ بھی اسی قبرستان میں مدفن ہے۔

آج ماہ فروری پیر کا دن تھا۔امریکہ میں سال میں ایک دن ''پریسیڈینٹ ڈے'' کی عام تعطیل ہوتی ہے۔ جو فروری کی دو ویک اینڈ کی چھٹیاں اس لئے ہفتہ اور اتوار کی چھٹی کے ساتھ پیر یا جمعہ کو چھٹی کریں تو تین دن کی چھٹیاں اسطرح سے ہو جائے۔جسکی وجہ سے عوام پکنک وغیرہ کے لئے جاسکیں۔امریکن عوام تمام چیزوں میں سہولتیں مدنظر رکھتے ہیں۔

نومبر کی آخری جمعرات کو ''تھینکس گیونگ ڈے'' کی تعطیل کی جاتی ہیں۔تمام خاندان ایک جگہ جمع ہو کر ایک بڑا توانا مرغ جس کو ''ترکی'' کہتے ہیں اُسے پکا کر مجتمع ہو کر کھاتے ہیں خیر سے ہالی ووڈ کی سیر کر کے ''کارڈز'' تھیٹر کے نزدیک پہنچے تو وہاں کے لوگ کہنے لگے کہ یہاں آسکر ڈ ایوارڈ منعقد ہوتا ہے جس کی تیاری اب شروع ہوگی پھر ہم لوگ واپس آکر دیکھیں گے۔

ہالی وڈ کی فٹ پاتھ:۔

ہرایک قسم کے ہیرو کھیل کود کا ہو، فلمی ہو، یا پھر سیاست کا ہو تمام کی شبیہہ فٹ پاتھ پر پیتل کی بنائی ہوئی شبیہہ ہوتی ہے سیاح فٹ پاتھ پر سو کر فوٹو کھنچواتے تھے۔

ہم نے ایک ڈسپوزل کیمرہ سات ڈالر میں خرید لیا کہا یہ گیا کہ 24 فوٹو کھینچے جائینگے اس کے بعد کیمرہ پھینکد یا جائے ہم نے دو کیمرے خریدے مگر ایک بھی تصویر نہ اُتری۔ عقل کام نہ کرے وہ چیزیں نہ خریدی جائیں۔ایسی نصیحت حاصل ہوگئی خیر پھر واپسی اس طرف آنے کا قصد کر کے آگے چہل قدمی کرتے ہوئے چل پڑے۔

ایک شوروم میں موٹر سائیکل کھڑی تھی اُس کی خوبصورتی اور بناوٹ کافی اچھی تھی میں نے معلوم کیا کہ یہ کونسی موٹر سائیکل ہے؟ تو جواب یہ دیا گیا کہ یہ دنیا کی مشہور کمپنی ''ڈیوڈسن'' کی موٹر سائیکل ہے اور آٹھ سو سی سی تک کی ہوتی ہے یہ 50,000 ڈالر سے ڈیڑھ سے دو لاکھ ڈالر تک کی بھی ہوتی ہیں اور اس میں AC ائیر کنڈیشن اور Heater ہیٹر بھی اس طرح سیٹ ہوتا ہے کہ بہت بڑا پلاسٹک کے شیڈ لگانے کے بجائے چھوٹا سا شیڈ لگائے اور کولنگ اور ہیٹنگ بھی دے۔

ایسی کچھ موٹر سائیکل سڑکوں پر چلتی ہوئی نظر آئی مگر اپنے ملک میں چلنے والی موٹر سائیکلیں ایک بھی نظر نہ آئی۔

موٹر کاریں بھی چار ہزار سی سی، پانچ ہزار سی سی کے علاوہ ہیوی انجنوں والی ہی ہوتی ہیں۔پیٹرول 2.25 ڈالر گیلن سے 2.40 تک کی قیمت ہیں اس طرح ایک قیمت تبدیل ہوتی جائے اور وہ کاونٹی کہلاتا ہے اور ہر ایک الگ علاقہ آئے اور اُسکی قیمت پیٹرول کم ہوتی جائے تو یہ کہا جائے کہ یہ دوسرا علاقہ آ گیا ہے۔

خیر سے شام کو سینما تھیٹر نظر پڑا تو فہیم بھائی نے کہا کہ یہاں ہم لوگ ہندی فلم دیکھے گے ویسے بھی شام کو ٹھنڈ کافی بڑھ گئی تھی تھوڑے سے ردوقدح کرتے ہوئے ہم لوگ سینما تھیٹر میں داخل ہوئے تو کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی عورت نے کہا کہ کونسی فلم دیکھنی ہے تو فہیم بھائی نے کہا کہ ''ٹیکسی'' میں نے پوچھا کہ کیوں اُس نے پوچھا تو؟ تو کہنے لگے کہ یہاں قطار میں آٹھ ہال ایک طرح کے ایک جگہ ہیں اور اُس میں آٹھ مختلف فلمیں دکھائی جاتی ہیں آپ کو جو فلم دیکھنی ہو وہ دیکھ لیں (8 ڈالر کی ایک ٹکٹ) اپنے ملک میں کبھی کسی وقتوں میں سینما والے دوآنے میں بادشاہت کراتے تھے جہاں بیٹھنا وہاں ہال میں 30-25 تماشائی تھے اس لئے جہاں دل کرے بیٹھ جائے ہم لوگ آخری قطار کی نشستوں پر بیٹھ گئے فلم نانا پاٹیکر کی تھی اچھی فلم تھی گانے اور فحاشی بالکل نہیں تھی ڈائیلاگ بھی ٹھیک انداز کے تھے شراب کی عادت چھوڑنے پر کتنے جھٹکے اور مشکلات پیش

آتی ہیں یہ موضوع تھا جو دکھایا گیا تھا فلم میں۔
ڈیڑھ گھنٹہ میں فلم کا اختتام ہو گیا ہم نے بھی کئی سالوں کے بعد سینما ہال میں فلم دیکھی۔
کوئی بھی اشیاء خریدیں تو 7.50 فیصد سیلز ٹیکس عائد ہو جاتا ہے اور تمام لوگوں کو اس کی معلومات ہوتی ہیں۔
اشیاء خورد و نوش پر ٹیکس کم لگتا ہے اور ویسے ریڈ انڈین کے علاقوں میں بھی ٹیکس بہت کم ہے۔ کیونکہ اُن کو اصل مقامی وطنی کے طور پر قبول رکھتے ہوئے اُن پر امریکہ میں کم سے کم ٹیکس عائد کئے گئے ہیں۔
کہتے ہیں کہ ریڈ انڈین جہاں مقام کرتے ہیں وہاں وہ اکھٹے اور ساتھ ساتھ محلّہ بنا کر رہتے ہیں اور مزاج کے وہ ملنسار اور خوش اخلاق ہوتے ہیں دوسرے دن سینٹ مونیکا گئے وہاں سمندر ہے جیسا کہ اپنے یہاں سی ویو کلفٹن وغیرہ ہے اس طرح سے وہاں سینٹ مونیکا نام کے سمندر کنارے سیر سپاٹے کرنے کے لئے آتے ہیں بچوں کے لئے کھیل کود کے لوازمات اور جھولے وغیرہ بھی موجود ہیں ایک سرکس والے نے بھی اپنا شامیانہ لگایا ہوا تھا جیسا کہ اپنے یہاں گشتی و عارضی سرکس ہوتے ہیں اس طرح وہاں بھی سرکس عارضی طور پر گشت کرتے رہتے ہیں کنٹیر ز سے دیواریں قائم کر کے سرکس کا خاص ہال تعمیر کر لیتے ہیں باہر سے دیکھو تو اندر کا کچھ نظارہ اور خبر نہیں پڑیگی کہ اندرون ہال کیسے کیسے کرتب دکھائے جاتے ہیں ویسے تو گھومنے پھرنے کی کھانے پینے کی اور ٹھنڈی فضا میں کافی راحت اور مزہ آتا ہے اسکا بھی لطف حاصل کیا۔
دوسرے روز سینڈیا گو جانے کے لئے طے پایا وہاں حبیب بھائی کے داماد رہتے تھے جو 300 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے دوسرے دن سکون سے لنچ کر کے باہر نکلے تو ہم آٹھ بجے سینڈیا گو پہنچ گئے شام کو دعوت تھی وہاں گئے حبیب بھائی کے سالے صاحب یوسف بھائی کے یہاں پہنچ گئے یوسف بھائی کے گھر کے پکوان تعریف کے لائق تھے اس لئے پہلی دعوت اُن کی ہی قبول کی تھی انہوں نے پانچ چھ ڈشیں تیار کی تھی میں نے پہلے ہی سے ایل۔اے سے سوئیٹر اونی گرم ٹوپی اور ہاتھوں کے دستانے لے لئے تھے یہاں سمندر بھی تھا یہاں نیوی پورٹ، ایئر فورس اور یہ فوجی اڈہ بھی کہلاتا ہے امریکہ کا دوسرا یا تیسرے نمبر کا یہ خوبصورت شہر ہے اور آبادی بھی کراچی سے کچھ کم ہوگی۔ رات کو رضوان بھائی جو کہ حبیب بھائی کے داماد تھے اُن کے گھر گئے تو زمینی مکان بہت خوبصورت اور فرنشیڈ سجا ہوا فلیٹ 1700 ڈالر کرایہ کا جس میں بجلی اور پانی کا بل کرایہ دار کو ادا کرنے کا۔ بقیہ مینٹینس فلیٹوں کے بالکل درمیان مالک کا ایک آفس جو بھی کام ہو یا شکایت ہو فوری کام ہو جائے۔ درمیانی جگہ میں سوئمنگ پول، کرایہ ہمیں بہت لگتا ہے مگر وہاں کے حساب سے بہت ٹھیک اور مناسب تھا۔
خیر سے دوسرے دن ''ڈاؤن ٹاؤن'' میں سیر کی اور سمندر کے ساحل پر گئے وہاں اچھی بھلی رونق تھی جہاں کشتی رانی کا بندوبست تھا اور معقول انتظام تھا جس کی ٹکٹ 20 ڈالرز کی تھی ہم لوگ آٹھ دس شخص تھے

اُن لوگوں کے اصرار کرنے کے باوجود ہم نے منع کیا پھر ہم سب باہر ہی ساحل پر گھومتے پھرتے رہے تھے وہاں ایک انڈیا اسٹار نامی بڑا دیو ہیکل بحری جہاز کھڑا تھا یہ اس دور کا ہے جب انڈیا پر انگریزوں کا اقتدار تھا اس وقت کا قدیم جہاز تھا بہت بڑا اور لمبا بحری جہاز تھا اس کے علاوہ سبمیرین کھڑی تھی وہاں فوٹو کھینچنے کا دل ہوا مگر وہاں فوٹو کھینچنا ممنوع تھا اس لئے وہاں کے فوٹو اُتارنے نہیں دیتے تھے بعد میں ایک آفیسر سے معلوم کیا تو اُس نے اجازت دے دی اور کہا ضرور فوٹو کھینچیں پھر تو ہم نے اچھے اور مناسب منظر کے فوٹو کھینچ لئے اور ویسے بھی وہاں کا منظر اور نظارہ کافی دلچسپ اور پرفضا مقام پر تھا مگر کیمرہ ڈسپوزیبل تھا اس کے تمام فوٹو خراب ہوگئے مگر دوسرے کیمرہ سے لی گئی تصویریں محفوظ ہوگئی۔

اس کے بعد ایک بڑا دیو ہیکل بحری جہاز جو دس سے بارہ منزلوں کا تھا وہاں لنگر انداز تھا اس کے متعلق معلومات کی تو یہ معلوم ہوا کہ یہ ''راؤنڈ۔ ورلڈ'' یعنی عالمی دورہ سفر پر سیاحوں کو لیکر چلا ہوا ہے ہر سفر سات دن کا مگر ایک مقام پر ایک ایک دن ٹھہرتا ہے اور سیاحوں کو شہر میں جانے اور واپس آنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ مکمل گول زمین کے گرد چکر لگائے ہوئے آٹھ ماہ کا عرصہ لگے اور اتنا بہت کچھ معلوم ہوا کہ جہاز مین ہر ایک سہولتیں موجود ہیں جو ایک چھوٹے سے شہر میں سہولتیں میسر ہوتی ہے ضرورت زندگی کی تمام سہولتیں موجود جس میں سینما اس کے علاوہ تفریح کی دوسری چیزیں اور آسائش بھی موجود ہے اس کے ساتھ طعام کا بہترین انتظام مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ آخر خرچ کتنا 50 ہزار سے ایک لاکھ ڈالر کا اندازاً خرچ ہوگا۔ کیونکہ اُس میں کیبنس اور کلاسیں ہوتی ہیں۔

اس میں ایک کیبن ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کوئی کھڑکی نہیں ہوتی صرف چار دیواری ہوتی ہے ۔دوسری ایک فکس گول گلاس کی ہوتی ہے۔ تیسری ایسی کیبن جس کی کھڑکی کھلتی اور بند ہوتی ہے۔ چوتھی کیبن میں گیلری ہوتی ہے بحری جہاز ویسے تو کافی خوبصورت اور ہر چیز و اشیاء سے لبریز خیر جس کے پاس وقت اور دولت و ہمت ہو وہی اتنا لمبا اور وقت طلب سفر کرے۔

بحری فوج کا ایک جدید اسلحہ سے لیس جنگی جہاز کھڑا تھا ایسے تو کئی جہاز اور رونق تھی مگر شام ہوتے ہی سردی لگنے لگی تو ہم لوگ گھر کی جانب ہوئے دوسرے دن ''سی ورلڈ'' کی ٹکٹیں انٹرنیٹ پر بک کرالی تھی ''سی ورلڈ'' سینڈیا گو سے نزدیک پڑتا ہے اس لئے سینڈیا گو میں ناشتہ سے فارغ ہوکر جانے کے لئے نکلے۔ سی ورلڈ کا انتظامی طریقہ دیکھا یونیورسل اسٹوڈیوز کی طرز پر شناختی کارڈ یا پاسپورٹ دِکھا کر اندر جاتے تھے اندر داخل ہوکر پہلے آئی ڈی بنانے والے ہال میں گئے کیمرے موجود تھے پھر بھی فوٹو نہیں اتارے اور آئی ڈی کارڈ بنا کر دیئے جو 2006 تک کبھی بھی جاسکتے ہیں اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ دوسری مرتبہ کوئی بھی شخص جا سکتا ہے سی ورلڈ میں بھی ایک سے ایک اعلیٰ اقسام کی مچھلیاں سمندر کی جاندار جانوروں کی زندگی اور خاص خاص اقسام اور موضوعات کے لئے بنایا گیا ہے۔

ایک تھیٹر میں گئے تو وہاں ڈولفن مچھلی کا تماشہ تھا ڈولفن مچھلی سدھائی ہوئی تھی عجیب وغریب کرتب پیش کیئے ٹریزز کے اشارے پر مچھلی کرتب کرے ٹریزز ڈولفن پر سواری کرے جس طرح گھوڑے پر سواری کی جاتی ہے۔ڈولفن کے کھلے ہوئے منہ میں دونوں پاؤں ڈالکر پورے تالاب (بڑے اور چوڑے واٹر پول) میں ٹرینز چکر لگائے ایسے حیرت انگیز کرتب اور فن کے جوہر دکھا کر شائقین کو تفریح مہیا کریں۔

دوسری ایک ہارس مچھلی جو وہ بھی ڈولفن کی طرح بڑی گائے جیسی جسامت کی اس مچھلی اور اس کے ٹریزز نے بھی عمدہ اور دلچسپی والے کرتب دکھائے۔اور تماشبینوں کی بھرپور داد اور تحسین وصول کی۔وہاں کشتیوں میں بھی بیٹھکر کشتی رانی کر کے لطف حاصلکیا جاسکتا ہے ایک کشتی تو کافی اونچائی سے رائیڈ کرے جو پانی کے آبشار کے ساتھ سوفٹ نیچے پانی والے پھسل کر نیچے گرے۔یہ دیکھنے کی اور اس میں بیٹھنے کا لطف کچھ عجیب سا ہے مگر میں نے اس میں سواری کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ایسی پر خطر اور حوصلہ والے کھیلوں میں عمر کے لحاظ سے میری ہمت نے جواب دیدیا۔

اس کے بعد ایک جگہ برفیلے پہاڑ درمیان میں ایک ہیلی کاپٹر میں سوار کراتے پھر اندھیرا کر کے فلم دکھانا شروع کرے اور ہیلی کاپٹر کو اسٹارٹ کرے اور آگے پیچھے اور نیچے اوپر کرے اور وہ اسی محدود جگہ پر کھڑا رہتا ہے اور خیر سے اگر کوئی ہیلی کاپٹر میں نہ بیٹھے تو وہ برف کے پہاڑ سے منسلک شوکیسوں میں برف میں موجود جانوروں اور دوسرے نیوزی لینڈ سے منگوائے ہوئے پرندوں جو برفانی علاقوں میں رہتے ہیں اُسے دیکھتے رہے۔

ہر چیز عجیب وغریب قدرت کے حیرت انگیز عجائبیات ایک ہال میں ہم گئے وہاں شارک مچھلیاں تین جانب گلاس شیشہ کی بند دیواریں دائیں بائیں اور اوپر اور ہم لوگ نیچے چلتے رہے ہمارے دائیں اور بائیں اور اوپر شارک مچھلیاں چکر لگاتی رہتی ہیں ایسے نئے نئے کرتب اور فن کاری دیکھی۔تفریح اور لطف کی کئی ایسی دوسری چیزیں اور لوازمات بھی وہاں موجود تھی اسٹال اور شوروم اور کھانے پینے کے بھی کئی اسٹال تھے ایسا بہت کچھ دیکھ کر لطف آگیا اور پھر ہم نے واپس اپنے گھر کی جانب روانگی اختیار کی کیونکہ ہم بھی اتنا کچھ دیکھکر سیر ہو گئے تھے اور تھک بھی گئے تھے۔

''سی ولڈ'' ایڈونچر پارک یہ وہ تفریحی مقام کا نام ہے جو سینڈیا گو میں قائم ہے جس میں تقریباً پچیس کے قریب تفریحی جگہ ہیں جس میں دنیا بھر سے لائے ہوئے مچھلیاں اور سمندری جانداروں کو رکھا گیا ہیں جس میں چار آنکھوں والی مچھلی بھی اہم نوعیت اور دلچسپی کے لئے خاص طور پر رکھی گئی ہے اور یہ ہی اس کی خصوصیت ہے۔

''سی ولڈ'' نان اسموکینگ پارک ہے وہاں تمبا کو نوشی کرنے پر سخت پابندی ہے اور مین گیٹ داخلی دروازہ پر وہیل چیئر بھی کرایہ پر دستیاب ہوتی ہیں۔

''سی ولڈ پارک'' میں جو مجھے اچھی طرح سے یاد رہ گئی ہے وہ چیز جو خاص دیکھنے کے لائق چیزیں ہنٹیڈ لائیٹ ہاؤس یعنی کہ بھوتوں کا پراسرار لائیٹ ہاؤس یا روشنی کا مینار،شفاف پانی کا ایکوریم (مچھلی گھر) شارک این کاؤنٹر ہے لائین اسٹیڈیم، ڈولفن اسٹیڈیم، اسکائی ٹاور (آسمانی مینار) رائیڈ پل، دریائی زمینی تہہ کا اسٹیڈیم شاموا سٹیڈیم (مچھلیوں کے عجیب وغریب کرتب) جرنیک ایٹلانٹک (اوپر اُچھل کر پسلتے ہوئے اُونچائی سے پانی گرتی ہوئی۔ وائیلڈ ایکریٹیک (برف میں رہنے والے جانوروں کی عجائبات) وغیرہ چاروں اطراف اسٹیڈیم قائم کئے ہوئے ہیں۔

دوسرے روز لاس ویگاس کا پروگرام طے کیا گیا ہوٹلوں میں تو ویک اینڈ کی چھٹیوں میں بڑا رش بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے۔ ہوٹلوں میں کمرہ نہیں ملتا ہے اور اگر کہیں روم خالی مل بھی جائے تو 400 سے 500 ڈالرز سے کم کا نہیں ہوتا ہے اسلیئے بدھ کا دن ہونے سے ہوٹل کا روم تقریباً 200 ڈالرز میں بُک کرالیا اور گاڑی سے جانے کا پروگرام طے ہوا اور لنچ کرنے کے بعد سفر پر نکلنے کا طے پایا۔

لاس ویگاس کی زندگی راتوں میں شروع ہوتی ہے۔ اس لئے چار گھنٹے کی ڈرائیو اس لئے تین بجے روانہ ہوں تو سات بجے پہنچ جائیں تو اس طرح سے حساب لگا کر ہم لوگ روانہ ہوئے۔

ہائی وے پر گاڑی چلاتے ہوئے مختلف نوعیت کے قانون کی معلومات حاصل ہوئیں۔ جانے کے دو روڈ ہوتے ہیں اور آنے کے بھی دو روڈ تھے اور ہر ایک میں چار ٹریک ہوتے ہیں اگر آپ کو سیدھا مسلسل سفر کرنا ہے تو آپ بائیں طرف کے روڈ پر چلتے چلے جاؤ۔ اس میں ٹرن بہت دور ہوتا ہے دوسرے روڈ پر آتے جاؤ اور گاڑیاں وہاں چلی جاتی ہیں یہ سہولت مجھے بہت پسند آئی لمبے سفر پر جانے والوں کو مشکلات کم ہوتی ہیں اور گاڑی فل رفتار سے چلتی رہتی ہے اور جہاں آنے جانے کے لئے دو روڈ ہو اُس میں بھی چار پانچ ٹریک ہوتے ہی ہیں۔

کچھ جگہ پر بائیں جانب تیز رفتاری سے گاڑی چلا سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ آپ کی گاڑی میں ایک سے زیادہ شخص سوار ہوں اگر کار میں صرف ایک ہی شخص ہو تو تیز رفتاری سے بائیں جانب گاڑی نہیں چلا سکتے ہیں اس لئے ایسے ہائی وے روڈ کے قانون کی پاسداری اور عمل درآمد ہوتے دیکھا سڑکیں ایسی کے ہلکا سا جھٹکا بھی نہ آئے کاریں بھی چار ہزار سی سی کی ہوتی ہیں پھر تو بائی روڈ پر بڑا مزہ آتا ہے۔

شام کو ہم لاس ویگاس پہنچ گئے وہاں شام سے ہی روشنیوں کی جگمگاہٹ اور روشنی کی چکا چوند کی ابتداء ہوگئی تھی ابھی سے اتنی روشنی دیکھکر ایسا محسوس ہوا کہ یہاں کی رات کتنی جوان ہوگی اور کتنی جوبن پر محیط ہوگی اس کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

خیر ہم پہلے اپنے ہوٹل کے روم میں جا کر (فریش) تازہ دم ہوئے گھر سے ہمیں رات کے کھانے کا ٹفن بکس ساتھ دیا گیا تھا کیونکہ یہاں حلال کھانا ڈھونڈنا بہت مشکل ہوتا ہے رات کے کھانے کے ٹفن بکس

ساتھ ہوتو پھر کھا پی کر ہی نکلا جائے تو کھانا کھا کر نیچے اُترے اور کافی کاؤنٹر پر کافی پی۔ کافی امریکہ میں ہر جگہ ڈھیروں کے حساب سے لاتعداد ملتی ہے سینکڑوں برانڈوں کی ہوتی ہیں اور دام بھی مناسب ہوتے ہیں ہم لوگ سب سے پہلے سب سے بڑے کیسنیو ایم جی ایم میں داخل ہوئے بہت بڑا اور عالیشان کیسنیو تھا جگمگاتی روشنی میں وہاں داخل ہوئے تو ایسے معلوم ہوا کہ رات بھی جگمگا رہی تھی اور جواری مختلف قسم کے جوئے کے ٹیبلوں پر اور مشینوں پر جوا کھیلنے میں مشغول تھے۔

جُوا کھیلنے والوں کو ٹھنڈے مشروبات، شراب وغیرہ مفت پیش کئے جاتے ہیں۔ ویٹر گھومتے پھرتے ہوئے آفر کرتے ہوتے ہیں۔ مجھے کچھ اس ٹیبل پر اور جُوے کے مشینوں میں کچھ منطق اور طریقہ کار سمجھ میں نہیں آیا تو بے مقصد چکراتے ہوئے تھک گیا۔

چار پانچ گھنٹے کی مسافری بھی کی تھی اس لئے میں نے تو حبیب بھائی سے کہا کہ مجھے تو آپ ہوٹل پر چھوڑ دیں مجھے تو کافی تھکاوٹ ہوگئی تو کہنے لگے کہ میں بھی ساتھ آتا ہوں۔

''سامنے ایک الہ دین کینسیو تھا وہاں گھوم پھر کر چکر لگاتے ہوئے چلتے ہیں۔'' حبیب بھائی نے کہا۔

وہاں بھی وہی جوئے کے ٹیبل اور اسی طرح کا ماحول جیسے تیسے کر کے میں اُن کو باہر لے آیا تو حبیب بھائی کہنے لگے ''اچھا چلو پھر گاڑی میں ہی گھوم پھر کر آتے ہیں'' تو میں نے کہا کہ گاڑی میں گھومنا اور چکر لگانا کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے کار میں بیٹھ گئے اور لاس ویگاس کا چکر لگایا رات مکمل جگمگا رہی تھی اور اندھیرے کا نام ونشان کہیں نہیں تھا اندھیرا غائب ہوگیا تھا رات دن سے بھی زیادہ روشن اور چمکیلی تھی۔

برسوں سے لاس ویگاس کی تعریف اور فلموں میں اس کے نظارے اور سین دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ لاس ویگاس دیکھنے اور نظارہ کرنے جیسا ہوگا تو آج یہ لاس ویگاس جو جُواریوں کے لئے تفریح کا بڑا اڈہ اور جواریوں کی جنت ہے اور بڑا وسیع ہے دیکھ لیا اور اچھی طرح کا تجربہ بھی ہوگیا لاس ویگاس شہر کا۔

تمام ہوٹلیں پڑھوں 2000 روم والی بڑی ہوٹل اور اس سے بھی ہوٹل کے روم بھی بھرے ہوئے کاروں کی قطاریں اور چھوٹے ہوائی جہازوں کے لئے ایئر پورٹ علیحدہ جگہ پر کئی ایک جگہ پر کھڑے ہوئے تھے جس میں کام اور تاجر لوگ ہوائی جہازوں میں آتے ہیں اور جیب خالی کر کے چلے جاتے ہیں ہارنے میں بھی ان لوگوں کو لطف آتا ہے۔

لاس ویگاس کے تذکرے کے ساتھ یہ انوکھے جوئے کے اڈوں کی کئی دلچسپ تفصیل یہاں درج کرنا معیوب نہیں ہوگا اُمید ہے کہ قارائین کے لئے بہت کچھ معلومات میں اضافہ بھی ہوگا۔

لاس ویگاس میں دنیا کا سب سے اعلیٰ اول نمبر کا فوارہ کیسنیو کے درمیان میں لگا ہوا ہے فوارہ اتنا خوبصورت نظارہ کرتا ہے کہ واقعی یہ عجیب اور انوکھا کہا جاسکتا ہے فوارہ کا پانی 10 منزل تک کی عمارت جتنا اونچائی تک جاتا ہے اور پھر ٹیکنیکل انداز سے پانی نیچے کی جانب آتا ہے۔ پانی اپنی محدود مقدار سے زائد باہر

نہیں گرتا ہے فوارہ میں جدید ٹیکنالوجی سے لائیٹنگ اور روشنی کا ایسا نظام کیا گیا ہے پانی کا رنگ تبدیل ہوتا رہتا ہے جس کی وجہ سے الگ الگ اور نئے نئے رنگین کا نظارہ نظر آتا ہے اور بہت خوبصورت اور حسین نظارہ پیش کرتے ہیں

کینسیو والوں نے دوسری ایک سہولت ایسی بھی رکھی ہے کہ ایک فلائی اُوَرٹرین جو کینسیو کے اطراف چلتی رہتی ہے ٹرین پورے علاقہ میں چکر لگاتی ہے ہر ایک کیسینو کے شعبہ کے پاس ٹھہرتی ہے اور مفت میں سفر کراتی ہے۔ ٹرین میں آنا جانا لگا رہتا ہے اور جوا کھیلنے والوں نے کسی جگہ بھی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کردی ہو تو پھر بھی پارکنگ میں سے گاڑی باہر نکالنے کی بھی دردسری نہیں ہوتی ہے کیسینو والوں نے جواریوں کے لئے کتنی سہولتیں اور آسائشیں مہیا کرتے ہیں یہ دیکھکر مجھے تھوڑی دیر کے لئے تو حیرت ہوئی۔

وہاں ایک ''بلازیو'' نامی ایک عالیشان ہوٹل بھی ہے جس نے گاہک کو راغب کرنے کے لئے سفید چینی (ٹائیگر) اور دوسرے جانوروں کو خوبصورت پنجروں میں قید کئے ہوئے ہیں

دنیا میں عرصہ قدیم زمانے ہی میں سمندری لیٹروں کی روایتیں اور چلن تھا جس کو اردو میں بحری قذاق کہا جاتا ہے جو وہ بیچ سمندر میں اسلحہ سے لیس ہو کر دوسرے مسافر کشتیوں اور بحری جہازوں پر منصوبہ کے تحت حملہ کر کے سازوں سامان اور اشیائیں لوٹ لیتے اتنا ہی کافی نہیں ہوتا تھا بلکہ مکمل طور پر چھوٹی اور مقابلوں میں جہازوں اور کشتیوں کے مسافروں کو ہلاک بھی کر دیتے تھے ایک زمانہ میں مشہور ہونے والے قذاقوں کی یاد دلانے کئے قذاقوں کا حقیقی (ناٹک) ڈرامہ پیش کیا جاتا تھا کشتی میں مسافروں کو جو بھی ہوتے ہیں اُن کو قذاق لوت لیتے ہیں ایسا ڈرامہ پیش کرتے ہیں یہ سب گاہکوں کو راغب اور متوجہ کرنے کی ترکیبیں ہیں۔ وہاں کی ویب سائیٹوں کے مطابق لاس ویگاس کو جوئے کے اڈے یعنی کہ ریاستی حلقہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اس کے علاوہ (ویکیشن) چھٹیاں گزارنے والوں کے لئے سب سے اعلیٰ جنت۔ یہ دنیا کا ایک ایسا شہر ہے جو سوتا نہیں اس طرح کے یہ ساری رات جاگتا رہتا ہے۔

لاس ویگاس کی ایم جی ایم گراونڈ ہوٹل اور کیسینو پوری دنیا میں مشہور ہے اس ہوٹل میں 5034 کمرے ہیں اس کے علاوہ گولڈن نگین ہوٹل بھی لاس ویگاس کی کافی مشہور ہوٹل ہے جہاں ہم ایک دفعہ چکر لگا آتے تھے۔

لاس ویگاس میں دیکھنے کے لائق مقامات میں خاص طور پر فیشن شوہال لاس ویگاس کنونیشن سینٹر رہیلے میوزیم، کیشمن فیلڈ ہال پارک، فری مونٹ اسٹریٹ ایکسپریس، یونیورسٹی، سیکریٹ گاڑی، لینڈ ایکسپو اینڈ کنونیشن سینٹرز خاص ہے اس کے علاوہ امریکنوں چاکلیٹ، چیونگم کے شوقین تو ہیں ہی اس کی وجہ سے لاس ویگاس کی ایتھ کا ایم چاکلیٹ فیکٹری بھی یہ نئی دنیا کی کافی جانی پہچانی فیکٹری ہے۔

لاس ویگاس کا انٹرنیشنل ایئر پورٹ بھی مشہور رہے جس کا نام ایم سی کیران (MC Carran) ہے۔

بیلا گیو(Bellagio) ہوٹل اینڈ کیسینو جو جواریوں سے پوری رات اُمڈتا رہتا ہے یہ دنیا میں بہت ہی اچھے اور اعلیٰ کہلائی جانے والی مشہور ہوٹل 1998 میں 1.6 بیلین امریکن ڈالرز کے خرچ سے تعمیر کی گئی ہے اور اس کے کیسینو کی وسعت مکمل پیمائش لاکھوں مربع فٹ کی ہے جس میں 3025 روم اس کے علاوہ اعلیٰ اور شاندار سوئیٹ بھی ہیں جس میں بارہ ریسٹورینٹ ہیں اور علاقہ 110 ایکڑ پر محیط ہے۔ جس میں (Lake) لیک وسیع حوض ہے اور دل آویز بے حساب فوارے بھی آویزہ ہیں مکمل ماحول موسیقی آمیز اس کے علاوہ جل بجھ کرتی ٹمٹماتی مختلف رنگوں میں جدید ٹیکنالوجی سے روشن (لائیٹنگ) بھی خوبصورت انداز میں کی گئی تھی۔ ڈنر کے انتظام میں بھی سب کچھ کیرین شیڈ واکر، گیمز سمیت کی جوا کے لئے مختلف کھیل۔ ہائی لیمیٹ سلیون 12 جوئے کے ٹیبل سمیت مادام تساؤ کا میوزیم جس میں 100 سے زائد پتلے فلمی دنیا کے کھیل کود شعبہ کے۔ جس کی داخلہ فیس 22.95 ڈالرز سینئر سٹیزن یعنی کہ بزرگوں اور طالب علموں کے لئے 17.95 ڈالرز 12 سال کی عمر کے بچوں کے لئے 12.95 ڈالرز جب کہ پانچ سال کی عمر سے کم کے بچوں کے لئے مفت داخلہ۔۔ کیونکہ (جنرلی) طور پر کوئی بھی شخص سمجھ سکتا ہے کہ اتنے بہت شاہی اخراجات اور تفریح کا تمام خرچ جوا کھیلنے والوں کی جیبوں سے نکلتے ہیں اور جوّے خانہ میں کروڑوں روپے کو مختص کئے ہوئے ہوتے ہیں تو اسکا نعم البدل بھی کماتے رہتے ہیں 100 کے 60 تو ہو جائے کسی کو کہاں سے یہ باتیں اور ترکیبیں عقل میں آئینگی۔ اس کے باوجود جوّے کی بدعادت اور علت اتنی خراب ہے کہ کھیلنے کے لئے بے چین ہوتے رہتے ہیں۔

خیر مجھے تو ایسا خیال آیا کہ جب میں ایک مرتبہ ملائشیاء کے دورہ پر گیا تھا وہاں کے ''گیٹنگ'' آئی لینڈ میں جو کیسینوں دیکھنے کے لئے گئے تھے تو وہاں کے اور یہاں کے یہ کیسینو میں کچھ فرق نہیں تھا خیر سے ہم اپنے ہوٹل کے کمرہ میں واپس پہنچ گئے اور ہمارا ایک ساتھی کہنے لگا کہ میں ذرا گھوم پھر کر آتا ہوں میں اور حبیب بھائی دونوں آرام کرنے کے لئے سو گئے۔

اب رضوان بھائی جو گھومنے اور چکر لگانے گئے ہوئے تھے وہ تقریباً دو گھنٹہ کے بعد واپس آئے تھے ان کے پاس موبائیل فون تھا انہوں نے آتے ہی کہا کہ کراچی سے فون آیا تھا آپ کے بیٹے خالد کا اور اُس نے کہا ہے کہ یونس عرفا کا انتقال ہو گیا ہے تو یہ سنتے ہی میری تو نیند آنکھوں سے غائب ہو گئی کیونکہ وہ میرے چہیتے دوست اور بہت گہرے ساتھی تھے۔

فوراً کراچی یونس بھائی کے گھر فون ملایا تو کسی خاتون نے فون ریسیو کیا اور کہنے لگیں کے حاجی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے میں نے تعزیت کے چند الفاظ کہے حاجی صاحب ہفتہ میں دو مرتبہ میرے دفتر آتے رہتے تھے۔ وہ ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کی دل کھول کر مدد کرتے رہتے تھے میں کراچی میں نہیں تھا وہ اگلے روز میری دوکان پر آئے تھے میرا معلوم کیا اور سلام دے کر چلے گئے تھے اور دوسرے دن

جمعرات تھا وہ انتقال کر گئے میری تو نیند اُڑ گئی تھی کچھ دیر تک تھوڑا بہت اللہ کا کلام پڑھتا رہا تو تھوڑا بہت سکون ملا اور پھر سے نیند آ گئی۔ صبح سویرے بیدار ہو کر غسل وغیرہ کر کے تازہ دم ہو کر نیچے اترے کافی پی اور بسکٹ کھائے اور سیدھے ایل۔اے کی جانب روانہ ہوئے کیونکہ ایل۔اے سے جائیں یا سینڈیاگو سے جائے لاس ویگاس کا فاصلہ تقریباً ایک برابر تھا سینڈی یاگو سے تقریباً دیکھ چکے تھے اور ایل۔اے لے واپس جانے کے لئے روانہ ہوئے دوپہر کو ایل۔اے پہنچ گئے دوپہر کا کھانا کھا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا اور پھر باہر شہر میں گاڑی میں چکر لگا کر گھر آ گئے تو حبیب بھائی کا فرزند فہیم نے اطلاع دی کہ آپ کے کل دن کی شکاگو کی سیٹیں بک کرادی گئی ہے۔

شکاگو میں بھی حبیب بھائی کا سسرال اور بھائی کے گھر تھے اس لئے وہاں جانے کا پہلے سے ہی پروگرام طے تھا اور مجھے بھی شگاگو دیکھنے کا ارمان تھا 200 ڈالرز میں آنے اور جانے کی ٹکٹ بک کرائی تھی پانچ گھنٹہ کا ہوائی سفر کئی مرتبہ انٹرنیٹ پر کوششیں کر و تب کہیں جا کر سستی ٹکٹیں مل ہی جاتی ہیں۔ دوسرے دن ساؤتھ ائیر لائین کی پرواز (فلائٹ) میں سوار ہونے کے لیئے ائیر پورٹ گئے جہاں سامان بک کرایا نئے قوانین کے تحت 50 پاؤنڈ وزن ایک شخص کے دو بیگ سامان بھی لئے۔ایک پاؤنڈ بھی اضافی نہیں لیتے ہیں خیر سامان بک کرالیا گیا بورڈنگ پاس میں سیٹ نمبر نہیں ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ فکس سیٹ نمبر نہیں ہے تو جواب دیا گیا کہ ڈومیسٹک فلائیٹ میں سیٹ نمبر نہیں ہوتے ہیں ہمارے بورڈنگ کارڈ دیکھ کر کہنے لگا کہ تمہارا یہ نمبر ہے آپ پہلے آئے ہوئے ہو اس لئے سب سے پہلے آپ کو بلائینگے تو آپ اپنی پسند کی سیٹ پر بیٹھ جانا اور اگر پہلے بُلا دیں تو آپ لوگ جلدی سے جہاز پر سوار ہو جانا ہمیں بلایا گیا تو ہم جلدی سے آگے پیچھے قطار میں جہاز پر سوار ہو گئے اور اپنی پسند کی سیٹ ڈھونڈ کر بیٹھ گئے پھر ''جی'' والے آئے اور ''سی'' والوں کی حالت ابتر تھی ان کو ایک ساتھ بیٹھنے کے لئے سیٹیں بھی نہیں ملتی تھی اگر دو شخص ساتھ ہو تو ان کو الگ تھلگ ہو کر کسی اور کے ساتھ بیٹھنا پڑے اور اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ ہو تو وہ چپ چاپ بیٹھ جاتے تھے۔ طیارہ فضا میں بلند ہوا اس کے بعد کہا جائے تو وہ یہ ہے کہ ہٹی کٹی جسامت کی دو ائیر ہوسٹیس اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ میں تو اُن کو دیکھ کر چونک گیا کیونکہ میں نے بے حساب ائیر لائینوں میں سفر کیا ہے تمام ایئر لائینوں میں اچھی خوبصورت اور دُبلی پتلی کمر والی ائیر ہوسٹیس ہوتی ہیں۔ اور اس ائیر ہوسٹیسوں کی کمر ''45 انچ تک ہوگی اپنوں کو یہ پہلوان جیسی معلوم پڑتی تھی ایک سیاہ فام اور ایک گوری۔ خیر طیارہ نے اُڑان شروع کر دی تھی تھوڑی دیر کے بعد یہ پہلوان نُما ایئر ہوسٹیس نے ہم سے پوچھا!

آپ کو سوفٹ ڈرنک چاہئے ہے؟ ہمیں معلوم تھا کہ ڈومیسٹک پرواز میں یہ لوگ پانچ گھنٹہ کے سفر کی فلائٹ میں کھانا نہیں دیتے ہیں۔ خیر ٹھنڈا مشروب اور ایک مونگ پھلی کا پیکیٹ دیا گیا اور کچھ دیر کے بعد ایک بڑا پلاسٹک کا تھیلا لے کر آئیں جس میں خالی گلاس اور دوسرا کچرا اس میں ڈالتے جائیں مجھے ایسا محسوس ہوا کہ

یہ ائیر ہوسٹیس ہے کہ کچرہ اُٹھانے والی کام کاج کرنے والیاں۔

خیر سے جیسے تیسے کر کے پانچ گھنٹے بھوکے پیٹ گزر ہی گئے اب اس کے بعد طے کیا گیا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ ساتھ لے کر آنا چاہئے برابر کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے لوگ بسکٹ اور چائے ساتھ لائے تھے اور کھا رہے تھے ایک انڈین خاتون طیارہ میں سوار ہوئیں اور طیارہ پھر محو پرواز ہوا تو فوراً اپنا لیپ ٹوپ کھول کر انڈین فلم لگائی اور بیٹھ گئی شگاگو کے نزدیک پہنچے تو لیب ٹوپ بند کر کے تیار ہو گئیں ہم بھی تیار ہو گئے اور بریف کیس وغیرہ اُٹھا کر اُترنے کی دردسری میں لگ گئے۔

طیارے کے سفر کے بعد انسان تھوڑے رعب سے اُترتے ہیں مگر یہاں تو پانچ گھنٹہ بھوکے پیٹ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مُوڈ خاص طور پر ٹھیک نہیں تھا خیر ہم سامان اُتار کر گاڑی کی جانب لے گئے۔

ایک بڑی وین اور ایک کار صرف چار پانچ شخص ہمیں لینے کے لئے آئے تھے گاڑیوں میں سوار کر کے حبیب بھائی کے بھتیجے جاوید کے گھر لے گئے جہاں کھانے کا اچھا انتظام کیا گیا تھا۔ اس لئے ہمیں تو بھوکے پیٹ سُوکھی روٹی بھی چل سکتی تھی ایسے ہی بھوک سے بے حال تھے مگر یہاں تو قسم قسم کے لوازمات اور پکوان موجود تھے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور سیر ہوئے۔

ہمیں ائیر پورٹ سے لینے آنے والوں میں ایک بزرگ اسّی سالہ تھے اور انہوں نے کاٹن کے کپڑے کا سفید قمیض اور سفید پاجامہ زیب تن کیا ہوا تھا۔

مجھے تعجب ہوا کہ ہم نے کوٹ اور ٹوپی پہنی ہوئی ہے ٹیمپریچر شگاگو پہنچے جب تک تو زیرو سینٹی گریڈ تھا معلوم کرنے پر ان کے فرزندوں نے کہا کہ مائینس پندرہ بھی ہو تب بھی حاجی صاحب کا لباس یہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے سردی سے ان کے منہ سے ایک سِسکاری بھی نہیں نکلتی تھی یہ حبیب بھائی کے سسر تھے۔

حبیب بھائی کے سسر کے ساتھ کچھ گپ شپ کی جاوید کے گھر پر ہمارا مقام کرنے کا تھا وہ تمام گھر کے افراد صبح ملاقات کرنے کا کہہ کر گئے اور ہم نے بھی تھکاوٹ ہونے کی وجہ سے سونے کی تیاری کر لی۔ ہمارے لئیے علیحدہ کمرہ مخصوص کر دیا گیا تھا جس میں ہیٹر بھی لگا ہوا تھا شگاگو اور ایل۔اے میں ہیٹر تو ہر گھر کی ضرورت اور موجود ہوتا ہے شگاگو میں سردی اور برف بہت گرتی اس لئیے مجھے خوف ہوتا تھا جس کی وجہ سے ہر طرح کے گرم اونی کپڑے ساتھ لے لئیے تھے مگر زیرو، صفر ڈگری ہونے سے خاص کچھ زیادہ محسوس نہیں ہوئی اور برف باری بھی نہیں تھی ہم نے امریکہ چھوڑا اس کے بعد سے ایل۔اے اور شگاگو میں کافی برف باری ہوئی اور ٹھنڈ میں بھی اضافہ ہو گیا ہم خوش قسمت کہ ہمیں موسم اچھا نصیب ہوا۔

دوسرے روز صبح جاوید بھائی ہمیں لے کر باہر نکلے اور حبیب بھائی کے سسرال لے گئے جہاں اُن کے سالے صاحب ہارون بھائی بہت ملنسار اور با اخلاق مہذب مجھے اپنے پاس بیٹھایا مگر ایک مشکل یہ تھی کہ ان کی آنکھیں بیماری کی وجہ سے بے نور ہو گئی تھیں اور مزید براں کہ اُن کو کانوں سے بھی کم سنائی دیتا تھا اب پھر

اُنکا علاج کرایا گیا تو اب آواز سن سکتے ہیں مگر آنکھوں سے کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے ہسپتال والوں نے ایک لاکھ ڈالرز سے زائد کا بل بھیجا ہے جس کو کچھ کم کرانے کی کوششیں جاری ہیں۔

ہارون بھائی کے والد جو ہمیں ائیر پورٹ پر لینے آئے تھے بڑی عمر ہونے کے باوجود بہت کم مختصر بات چیت کرتے ہیں اور ہارون بھائی کے فرزندان کافی ہوشیار، دادا کو ڈالرز کی نوٹوں کی گڈیاں اور شفاف کورے کاغذ کی پرچیاں دے دی ہے جو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گنتے جائے اور پرچیوں پر کچھ لکھتے جائیں اس طرح لڑکوں نے ان کو اس عمر میں مصروف اور کاموں میں مشغول رکھا اس طرح جان بھی ٹھیک رہے اور الٹے سیدھے خیالات بھی نہ آئے تمام افراد اُن کو پاپا کہتے ہیں۔

مجھے لڑکوں کا یہ طریقہ بہت پسند آیا ہارون بھائی کے ساتھ اُن کے سمدھی بشیر پٹیل، جن کے لڑکے کے ساتھ ان کی لڑکی کی شادی کر دی ہے وہ میرے داماد کے بڑے بھائی کا رشتہ دار بھی تھا وہ بھی میرے یہاں آنے کی خبر پر مجھ سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے سب نے ملکر کھانا کھانے کے بعد فارغ ہو کر باہر جانے کا فیصلہ کیا۔ بشیر بھائی دعوت دینے کے لئے آئے ہوئے تھے اکیلے ہی رہتے تھے اس لئے انہوں نے ہوٹل میں کھانے کی دعوت دی۔

میں نے حبیب کی طرف اشارہ کیا کیوں کہ اس وقت میں ان کا مہمان تھا حبیب بھائی نے ایک دن بعد رات کی دعوت قبول کی کیونکہ ہمارا قیام صرف پانچ دن کا تھا اس لئے جتنی سیر اور معلومات گھوم پھر کے کی جا سکیں وہ کر لی جائیں یہ طے کیا تھا۔

باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ یہاں تو شدت کی ٹھنڈ ہے گھروں میں لوگ سادہ اور مناسب کپڑے پہنے ہوئے ہیں کیونکہ گھروں میں ہیٹر مسلسل چلتے رہتے ہیں باہر نکلنا ہو تو گرم اونی لباس زیب تن کر لیتے ہیں میں نے بھی مکمل تیاری کر لی تھی گاڑی میں سوار ہوئے ان کے گھر سے نزدیک ہی ڈیون اسٹریٹ تھی جہاں پاکستانی، بھارت، اور بنگلہ دیش کی اشیاء کی مختلف دوکانیں تھیں۔ ساڑھی کی دوکانیں اور اسٹور بھی تھے اسٹوروں پر بورڈ آویزاں ہوتے ہیں۔

ان بورڈوں میں دو تین گجراتی زبان میں لکھے ہوئے بھی دیکھے مجھے حیرت ہوئی کہ اپنے کراچی میں کسی اسٹور پر گجراتی زبان میں بورڈ کبھی نظر نہیں آیا یہاں گجراتی بولنے والے بنیئے گجراتی میں بورڈ لگاتے ہیں تاکہ اُن کی زبان کی محبت اجاگر ہوتی تھی اس طرح سے مختلف ہوٹلیں بھی تھی پاکستانی ہوٹلوں کے نام عثمانیہ، لال قلعہ، صابری نہاری، غریب نواز وغیرہ وغیرہ تھے۔

معلومات کرنے پر خبر ملی کہ یہ ہوٹل حقیقت میں غریب نواز ہے یہاں کھانا سستا ملتا ہے اور یہاں کے مقیم اپنے لوگوں نے اجازت لے کر گاندھی روڈ جناح روڈ اور مجیب روڈ کی تختیاں بھی لگا دی تھی۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم لوگ انڈیا میں یا پھر دبئی میں کھڑے ہیں مجھے علی ہیئر کیٹنگ کا بورڈ نظر آیا پہلے بھی ایک

مسلم ہیئر کٹنگ سیلون پر نظر پڑی تھی۔ میں نے کہا! ''مجھے خط بنوانا ہے'' بال بھی آڑے ترچھے ہو گئے ہیں پندرہ دن سے بھی زیادہ دن ہو گئے تھے جب سے ہم گھر سے نکلے تھے اور گاڑی میں سوار ہوئے تھے یہاں کے غیر ملک کے دورہ کے لئے۔

سب نے کہا کہ ''حاجی صاحب آپ خط بنوالیں''

بشیر بھائی گاڑی سے اُتر کر معلوم کرنے گئے تو کہا گیا کہ آدھا گھنٹہ بیٹھنا ہوگا میں نے سوچا کہ اتنی دیر ہوگئی تو یہ چار پانچ شخصوں کو کیوں پریشان کروں میں نے منع کر دیا مگر انہوں نے کہا کہ ہم سب گاڑی میں بیٹھے ہیں اور اگر دل نے چاہا تو ایک آدھ چکر لگا لینگے خیر میں حجام کی دکان میں چلا گیا وہاں تقریباً آٹھ کرسیاں تھی مگر صرف دو کاریگر کام کر رہے تھے اور انتظار میں چار پانچ شخص بیٹھے تھے میں کھڑا ہو گیا ایک نوجوان نائی حجام جو علی خود تھا اور اس ہیر کٹنگ سیلون کا مالک تھا اس نے معلوم کیا کہ' [حاجی صاحب! خط بنوائینگے تو میں خود خط بناؤنگا یہاں سب کام ہوتے ہیں آپ تشریف رکھیں''

دوسرا کاریگر ویسا نہیں تھا شاید میکسی کن تھا کیونکہ ملکیسکنوں سان ڈیاگو کے نزدیک بورڈر (سرحد)روزگار کی تلاش میں میکسکنوں کی دراندازی جاری تھی اور وہاں سے آتے وقت کچھ نہ کچھ اشیاء اپنے ساتھ لیتے آتے سگریٹ ،امریکہ میں فیکٹریوں میں سے ڈیڑھ 1.5 ڈالر میں نکلے اور دوکان تک پہنچتے ہوئے کافی ٹیکسوں کی ادائیگی کے بعد سات ڈالر میں فروخت ہوتی ہیں۔ میکسیکن لوگ سگریٹیں بھی لاتے ہیں اور اپنے یہاں کے دیسی لوگوں کو کار یا گاڑی مرمت کرانی ہو تو میکسیکن سرحد میں داخل ہو کر بنوالائیں۔ کیونکہ وہاں کم دام میں مرمت ہو جائے امریکہ کے مقابلے میں میکسیکو سستا اور ارزاں اور ہر طرح سے ہر چیز میں ارزاں خیر میں ہیئر کٹنگ سیلون میں بیٹھ کر میں نے اردو اور انگلش اور گجراتی اخبار کے صفحات پلٹتا رہا تھا تو اس میں لوکل دیسی اخبار اشتہارات لے اور اخبار مفت اسٹوروں اور حجام کی دکانوں پر اور ہوٹلوں میں مفت رکھدیں خبروں میں کچھ دم نہیں ہوتا ہے اپنے ملک کا ایک لیڈر جو سزا کاٹ رہا ہے۔ ان کے متعلق کہا ہے کہ غیر ممالک میں جام ٹکرا کر شراب پیتا ہے ایسا بہت کچھ اخبار میں لکھا ہوا تھا خیر سے میرا نمبر آجانے سے علی نے مجھے بلا لیا۔

کرسی پر بٹھا کر کام شروع کر دیا اور مجھے کہنے لگا کہ میں فیصل آباد کا رہائشی ہوں سؤتر منڈی میں رہتا ہوں ریزر مشین سے داڑھی کے بال کم کرنے لگا تو میں نے کہا کہ بھائی علی قینچی سے کاٹو تو وہ کہنے لگا۔

''حاجی صاحب! آپ فکر نہ کریں تمہارا خط بن جائے پھر دیکھنا'' بہت جلدی اور تیزی سے کام کر رہا تھا علی نے دو شخص کو فارغ کر دیا تو وہ ایک شخص کو فارغ کرے علی کہنے لگا میرا ذاتی کام ہے اس لئے مجھے فکر رہتی ہے اور یہ تو دس ڈالرز گھنٹہ کا لیتا ہے اس لئے اسکو کام کرنے کی جلدی کیوں ہوگی۔

اتنے میں ایک مسلمان خاتون آئیں اور کہنے لگیں کہ بچہ کے بال بنوانے ہیں تو علی نے جواب دیا

مشین سے 30 ڈالرز میرے خیال کے مطابق وہ خاتون دام سنتے ہی وہاں سے چلتی بن گئی میرا کام مکمل ہوگیا تھا میں کرسی سے کھڑا ہوگیا اور آئینہ میں چہرہ دیکھا تو جو بالوں کے گُچھے ہوگئے تھے اب یہ بہتر اور موزُوں خط ہوگیا تھا۔

اُجرت کا معلوم کیا تو علی بھائی نے کہا صرف دس ڈالرز تو میں نے فوراً دے دیئے واپس گاڑی کے پاس پہنچا تو وہ لوگ چکر لگا کر واپسی آ گئے تھے اور پان کی دوکان پر سے پان لے کر آئے تھے یہاں پر پان بھی مل جاتے ہیں زیادہ تر پاکستانی لوگ جس کو ڈیوان اپنے یہاں کے لوگوں نے ڈیوان کے نام سے مشہور کیا ہے اطراف چکر لگا کر کھانے پینے اور پان وغیرہ کی سہولتیں حاصل ہوجاتی ہیں۔ تھوڑے فاصلے پر ایک خان نامی قدیم بلند عمارت استادہ ہیں اور اُس میں 150 سے 200 فلیٹس تھے قدیم عمارت اور اس میں تمام کے تمام رہائشی دیسی لوگ مقیم ہیں سُننے میں یہ آیا تھا کہ 750 ڈالرز ماہانہ کرایہ کی بنیاد پر اس میں فلیٹ دستیاب ہوجاتے ہیں خان بلڈنگ میں دلیپ کمار جو کہ بھارت کے مشہور فلم ایکٹر ہے اُن کی بھی اس بلڈنگ میں حصہ داری ہے۔

گاڑی آگے بڑھی تو کچھ آگے چل کر دیکھا تو اسٹور اور دوکانوں کی قطار والا رونق آمیز علاقہ آ گیا تھا۔

ہارون بھائی کا بڑا بیٹا آصف بھائی بات چیت کرنے میں خوش دل اور خوش مزاج پہلے اُن سے معلومات کریں تو وہ ایک قابل گائیڈ کی طرح جس کے متعلق معلوم کریں وہ معلومات کی تشریح اور جس کے متعلق نہ پوچھا جائے اُن کے متعلق بھی وہ تبصرہ کرتے جاتے۔

انہوں نے کہا کہ ایک عربی شخص چھوٹے سائیڈ روڈ پر خوانچہ لگاتا تھا اب اُس نے اتنی کاروبار میں ترقی کر لی ہے کہ یہ تمام دوکانیں اس کی ملکیت ہے اور اس کے علاوہ کنسٹرکشن تعمیرات کا بھی بہت بڑا کام ہے آگے بڑھے تو ایک پچاس منزلہ بلندترین عمارت سامنے نظر آئی تو آصف بھائی نے کہا کہ:

''یہ عمارت کے مالک نے عمارت کی آخری منزل سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی تھی''

کروڑوں ڈالرز کی قیمتی عمارت کے مالک کو معلوم نہیں کیا پریشانی تھی۔

کچھ اور آگے بڑھے تو ایک کار نظر آئی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا آصف بھائی نے کہا کہ یہ گاڑی محتاجوں اور اپاہجوں اور آنکھوں کی روشنی سے محروم وغیرہ لوگوں کے لئے ہے وہ اس گاڑی کو بک کرا لیتے ہیں اور ان کو جہاں جانا ہو یہ گاڑی اُن کو آ کر لے جاتی ہے اور واپس چھوڑ جاتی ہے ایسی یہ سہولتیں حکومت دیتی ہیں۔

یہاں امریکہ کے متعلق تھوڑی معلومات کا تبصرہ کرنا بے سود نہیں ہوگا جنرل موٹر حال ہی میں بہت بڑے بحران میں مبتلا ہے جاپان اور کوریا کی کاریں اور دوسری سواریاں، وہیکل کئی ممالک میں سستے داموں میں تیار ہوتی ہیں ایشیاء کے جاپان اور چائینا اور کوریا کی موٹر کار کمپنیوں کے مقابلے میں جنرل موٹر کمپنی کو زبردست اقتصادی جھٹکا لگا ہے حال ہی میں ہزاروں کارکنوں کو فارغ کر دیا تھا جس کی وجہ سے اربوں ڈالرز

کا نقصان ہوا ہے یہ بحران سے نکلنا جنرل موٹر کمپنی کے لئے بہت مشکل ہے۔

امریکہ کا کتنا عجیب و غریب نظام امریکہ کے شہریوں کی مشہور دنیا میں بسنے والے لوگوں کے صدر بُش کو گفتگو کرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا ہوگا وہ سیاسی طریقہ سے ہنسے یا مسکرائے وہ بھی منہ ٹیڑھا کر کے بلکہ ایک انداز میں تو چہرہ کے خدوخال کو خوفناک بنا کر ہنسے اور امریکنوں کو گفتگو کرنے کی بدعادت بھی ایسی کہ بات چیت کرینگے تو مسلسل منہ ٹیڑھا تر چھا کرینگے جیسے کہ منہ ٹیڑھا کئیے بغیر بات چیت کا مفہوم ہی وضع نہیں ہوگا۔

دوسرا ایک نقص یہ بھی دیکھا کئی لوگوں کو یہ پڑھکر اور سنکر تعجب ہوگا کہ امریکہ میں پیٹرول سے ڈیزل مہنگا ہے جب کہ پورے عالم میں صرف ڈیزل سے پیٹرول کے دام زیادہ ہوتے ہیں امریکہ میں تمام بسوں میں اور بڑی گاڑیوں میں سی این جی گیس کا استعمال لازمی اور قانونی ہے مہنگا پڑتا ہے پھر بھی لگانا ضروری ہے یہ تمام کاروائی فضائی آلودگی اور شفاف ماحولیاتی نظام کے لئے ہے۔

اب وہاں کے پالیسی سازوں کے نظریات کے تحت ڈیزل کا استعمال کم سے کم ہونا چاہئے ڈیزل کا دھواں فضائی آلودگی میں کئی گنا اضافہ کرتا ہے۔ فضائی آلودگی میں ہونے والے اضافہ کو روکنے کے لئے امریکہ میں ڈیزل کے دام مہنگے کردیئے گئے ہیں تا کہ اس کا استعمال کم ہوجائے اور ماحول صاف رہے اور دھواں بھی کم نظر آئے۔

ہم ایک جنرل اسٹور پر بیٹھے تھے کہ ایک لڑکا سگریٹ لینے کے لئے آیا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے اس سے کہا کہ اپنی آئی ڈی دیکھاؤ تو اس لڑکے نے اپنی آئی ڈی ان کو دی تو اس شخص نے آئی ڈی اپنے ہاتھ میں پکڑی اور بہت غور سے اُس کی جانچ پڑتال کی اور سکون کا سانس لیا اور رقم لے کر سگریٹ کا پیکٹ دے دیا۔

پوچھنے پر کہا کہ یہاں ایسا قانون ہے کہ شراب اور سگریٹ 18 سال سے کم عمر کے لڑکوں یا لڑکیوں کو فروخت نہیں کر سکتے ہیں اگر کسی دکاندار نے کم عمر کے لڑکوں کو سگریٹ فروخت کردی تو سخت بھاری جرمانہ کیا جاتا ہے۔ اور اسکے علاوہ لائینس بھی کینسل ہوجاتا ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ پولیس والے اٹھارہ سال سے کم عمر کے لڑکوں کو گاہک بنا کر سگریٹ لینے کے لئے بھیجتے ہیں اور اگر دوکاندار سگریٹ یا شراب اس کو دے دیں تو اُسے فوراً ہی گرفتار کر لے۔ اور قانون کے تحت اُسے سزا دے دی جاتی ہے۔ اس لئے وہاں قانون پر سختی سے عمل درآمد ہوتا ہے۔

یہاں اے ٹی ایم مشین ہوتی ہے مگر امریکہ میں یہ عام ہے ہر ایک اسٹور والے پیٹرول پمپ وغیرہ پر بینک سے اجازت لے کر مکمل انتظام کر کے مشین لگا لیتے ہیں اے ٹی ایم مشین 5000 ڈالرز میں خرید کر کے دوکان یا اسٹور میں لگالی کرنسی نوٹیں بھی خود ہی ڈالیں اور ہر مرتبہ مشین کا استعمال کرتے رہنے سے

اُن کو ڈیڑھ ڈالر حاصل ہوتے ہیں۔ بینک اسٹور والے کے کھاتہ A/C میں جمع کردیں کتنی اچھی سہولت ہے اس سسٹم میں گاہک کو اور تاجر کو کسی قسم کی تھوڑی بہت بھی تکلیف یا پریشانی نہیں ہوتی ہے۔

اے ٹی ایم مشین لگانے کے لئے بینکیں بھی منصوبہ بناتے ہیں اور اتنی آسانی اور سہولتوں سے اے ٹی ایم مشین لگا کر چلے جاتے ہیں بینک والوں کو کرنسی نوٹیں بھی نہیں ڈالنی پڑے (کھاتہ دار) اکاؤنٹ ہولڈر کے سامنے ہی جمع باقی کا حساب ہوجائے میں ایک جان پہچان والے کے پیٹرول پمپ کے مالک کے پاس پمپ پر بیٹھا تھا کاروباری نکتہ نظر کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بیٹھا تھا اتنے میں ایک نیگرو سیاہ فام حبشی امریکن آیا اور اُس نے اے ٹی ایم کا ستعمال کیا اور پانچ یا دس ڈالر کی رقم نکالی اور مجھے یہ تعجب ہوا معلوم کرنے پر مالک پیٹرول پمپ والے بھائی نے کہا کہ کالے لوگ زیادہ تر معمولی اور تھوڑی رقم نکالتے ہیں مگر ہر وقت مشین کے استعمال پر ڈیڑھ ڈالرز کا کمیشن حاصل ہوجاتا ہے۔

آگے بڑھتے ہوئے ہم ڈاؤن ٹاؤن گئے وہاں بڑی عالیشان اور بلند عمارتیں دیکھی آسمان کی بلندی کو چھوتی ہوئی عمارتیں ہر طرف نظر آئیں جس میں دنیا کی سب سے بلند ترین نمبر 2 کی عمارت شا ئیر اسکوائیر عمارت بھی وہاں دیکھی ایک بلند عمارت نظر آئی تو آصف بھائی نے کہا کہ اس عمارت کا پینٹ ہاؤس دس میلین ڈالرز میں فروخت ہوا تھا یہ بھی امریکہ کے شہر شکاگو کی حیرت انگیز اور چونکا دینے والا شہر شکاگو کی حیرت انگیزی ہے۔

رات ہوگئی تھی تو گاڑی گھر کی جانب روانہ ہوئی دوسرے دن پھر ہارون بھائی کے پاس جا بیٹھے گپ شپ کر کے پاپا (والد) کا پرسکون طبیعت اور وہی مشغلہ ڈالر کو گنتی کرنا اور پھر سے جیب میں رکھ لینا ہی مستقل مشغلہ تھا ان کا۔

دوپہر کو کھانا کھا کر سیر کرنے نکلے پہلے آصف بھائی اور ان کے بھائیوں نے ایک موٹر گیراج قائم کیا ہوا ہے جس میں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی گاڑی کے بھی ایکسیڈینٹ میں بالکل تباہ یا پچک گئی ہو تو ان کو بھی ڈینٹ پینٹ اور مرمت کر کے نئی جیسی بنا کردیں چار بھائیوں میں دو گیراج پر بیٹھے اور دو ٹیکسیاں چلاتے ہیں اور کہیں کسی بھی ایکسیڈینٹ والی گاڑی نظر آجائے اور سستے داموں مل جائے تو خرید کر مرمت کر کے نئی جیسی بنا کر فروخت کردیں۔

گیراج چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے اور روزانہ کا دو ہزار ڈالر کا خرچہ اور اس سے زیادہ کا کام بھی نہیں ہوتا یہ لڑکے ہوشیار تھے اس لئے گیراج کے سہارے اور نام سے گاڑیوں کی خرید وفروخت کا کام بھی کرلیتے تھے اس لئے کھانے پینے اور اخراجات میں پرسکون اور عیش کرتے تھے کاریگر زیادہ تر میکسیکنس اور ٹیکسی ڈرائیور زیادہ تر پاکستانی اور میمن برادری کے لوگ بھی بہت ہیں ٹیکسی لائن میں جو ٹیکسیاں چلاتے تھے کسی قسم کی توہین یا شرم نہیں وقت کی پابندی بھی نہیں جب دل کرے گاڑی نکالکر چل پڑے۔

150 سے 200 ڈالر اگر مسلسل سارا دن چلائے تو اتنا کچھ مل جاتا 1.80 سینٹ ایک میل کا ٹیکسی کا کرایہ ایسی بادشاہی اور ڈالر ملے تو جاب (ملازمت) کرنے کا کون سوچے گا۔

مگر ہر شخص یہ کام نہیں کرسکتا ہیں وہاں چالان آئے دن ہوتے رہتے ہیں یہاں کی طرح نہیں یہاں ٹکٹ دے دیں 100 ڈالر سے 200 ڈالر کی پارکنگ میں غلطی کریں اسپیڈ زیادہ ہو ہائی وے پر کیمرے نصب ہیں تو تمہارے ٹکٹ جمع رکھیں اور جب فرصت ملے جرمانہ بھردیں۔ ٹیکس جمع کرانے جاؤں تو آپ کی ٹوٹل ٹکٹ کے ڈالر جمع کرادیں اسکے بعد ہی تمھارے ٹیکس جمع ہونگے۔ اس لئے لازمی ہو جاتا ہے ٹکٹ بھر پائی کرنے کا۔ اس بابت کسی قسم کی اپیل یا کیس نہیں ہوتا ہے ٹکٹ دی گئی ہے یہ ہی فائینل اور یہ ہی جرمانہ بھر نے کا ہوتا ہے۔

اس لئے یہاں بہت ہوشیاری اور دلجمئی سے گاڑی چلائی جاتی ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر غلطی کرے تو جرمانیکے ڈالر بھرنے پر اسکے بعد وہ ہمیں شہر سے ٹاؤن میں لے گئے جو بہت مہنگا علاقہ ہے۔ وہ یہ علاقہ دکھانے لے گئے۔ اور یہاں کی دکانیں اور پلاٹوں کی قیمتیں سُنائی وہ ایسی مہنگی قیمتیں کہ اپنی عقل سلیم میں نہ آئے۔

اس علاقے کے ریسٹورنٹ بھی مہنگے ایک ریسٹورنٹ میں ڈنر 250 ڈالر میں اور مزید یہ کہ آپ کو پہلے سے ایڈوانس بکنگ کرانی پڑے اور وہ بھی دو ماہ پہلے بکنگ کرالو تو جگہ دستیاب ہو۔ پہلے پیسے اس کے بعد بکنگ۔ آپ کی بکنگ ہوا اور آپ جاؤ یا نہ جاؤ پھر آپ کی دی ہوئی رقم ضبط ہو جاتی ہے۔

دوسرا ایک اسٹیجو ہاؤس تھا جہاں پچاس ڈالر کا اسنیک اور وہاں جگہ بھی دستیاب نہ ہو۔ فل ہوتا ہے ہال۔ ایک کافی ہاؤس جس میں صدر بش کافی پینے کے لئے کبھی کبھار آجاتے ہیں۔

آگے چل کر دیکھا تو ایک بلند ریلڈ رعمارت نظر آئی تو آصف بھائی نے کہا کہ اس عمارت کی چھت پر پاوَرفل دوربین لگائی ہوئی ہے جہاں سے مریخ کا سیارہ دیکھا جاسکتا ہے آگے چلتے ہوئے ایک اسٹیڈیم (فورمیک) ہال دیکھا جس میں کبھی کبھار پروگرام ہوا کرتے ہیں اور اپنی عید کی نماز بھی وہاں ادا کی جاتی ہے۔ عید کی نماز پڑھنے کے لئے 10,000 سے 15,000 شخص نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں خیر ایسی نئی اور دلچسپی آمیز جگہ آصف بھائی ہمیں دکھاتے جاتے اور میں ڈائری میں تفصیل درج کرتا رہتا۔

بیس بال امریکہ کی ایسی جیسے ہمارے یہاں کی کرکٹ کھیل جیسی مشہور عوامی کھیل۔ سو بحر ڈراء اسٹیڈیم جو کہ 300 ملین ڈالر کے اخراجات سے تعمیر ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسٹڈیم میں بیٹھنے کی نشستیں 40 ملین ڈالر سے تعمیر ہوئی ہیں۔ خیر سے شکاگو میں گھومتے پھرتے ہوئے رات ہوگئی تو گھر جا کر ڈنر کر کے دوسرے دن کا پروگرام بنایا اور سو گئے۔

دوسرے دن دوپہر کو کھانا تناول کر کے آصف بھائی کہنے لگے کہ یہاں سے تیس میل پر انڈیانا اسٹیٹ کی

حدود شروع ہوتی ہے وہاں جانا ہے وہاں پانی کا ایک بڑا بحری جہاز کھڑا ہے اس میں کیسینو قائم ہے شکا گو کا میئر کیسینو کی پرمٹ (لائنیس) نہیں دیتا ہے اس لئے شکا گو میں کیسینو نہیں ہے۔ اس لئے کوئی مہمان آئے تو وہاں لے جاتے ہیں۔

راستے میں بھی خوبصورت اور عالیشان عمارتیں لیک شائر مشی گن لیک بھی جو کہ کافی مشہور ہے یہ ندی کینیڈا سے ہوتی ہوئی یہاں تک بہہ رہی ہے۔

مشی گن لیک کا پانی میزل واٹرز والے بوتلیں بھر کر لے جاتے ہیں وہاں نلکے کا پانی پینے کا چلن اور رواج بہت کم اس لئے تقریباً لوگ میزل واٹرز سے استفادہ کرتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کی عمریں بہت زیادہ عورت تقریباً 90 سے 100 سال کی ہوتی ہے۔ مرد بھی تقریباً 90 سال کی عمر تک پہنچتے ہیں۔ مکمل علاج معالجہ میڈیکل کی تمام سہولت بھی بہت اعلیٰ طریقہ کی رائج اور دستیاب۔ اگر کوئی شخص 55 سال کا بوڑھا شخص طبعی موت مر جائے تو اسکی تعزیت کے لئے الفاظ میں یوں لوگ گویا ہوتے ہیں ''ہی واز ویری ینگ'' یعنی کہ وہ ابھی جوان تھا۔ بہت جلدی مر گیا راستے میں مشی گن لیک آئی جس کا پانی کچھ زمینی حصہ ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے پانی جم گیا تھا اور ٹھہر گیا تھا شکا گو میں برفباری بہت ہوتی ہے اس لئے سڑکیں بھی ایل۔ اے جیسی چکنی اور پھسلن جیسی نہیں تھوڑی سی ناہموار اور کھڈے اور کھُر دری اس کے باوجود اپنے یہاں کی سڑکوں کے مقابلے میں بہت اچھی کیونکہ برفباری میں زمین اور سڑکیں نمی آلود اور بھیگی ہو جانے سے پھسلن والی بن جائیں اس لئے یہاں کی سڑکیں کھردری (رف) رکھنی پڑتی ہیں برفباری ہونے لگے تو سڑکیں، گاڑیاں اور مکانات تمام برف سے (برف پوش) ڈھک جاتے ہیں۔

روزمرہ کا کام اور رواج یعنی کہ برفباری ختم ہو جائے تو فوری طور پر فٹ پاتھوں اور سڑکوں پر نمک کا چھڑکاؤ کرنے کے لئے بڑے بڑے ٹرک آئیں اور نمک کا چھڑکاؤ کرنا شروع کر دیں تا کہ سڑکیں جلدی سے صاف اور شفاف ہو جائیں ایک اندازہ کے تحت نمک کی پیداواری کا 10% فیصد نمک کا استعمال امریکن سڑکوں کی برف صاف کرنے اور ہٹانے کے لئے خرچ کر دیتے ہیں۔

برفباری کی آگاہی ہو جائے تو کالونی میں بسنے والے لوگوں کی مینٹینس کے لئے جو ادارے ہوتے ہیں وہ گھروں کے آگے دالان میں بھی نمک کا چھڑکاؤ کر دیتے ہیں ایک دو دن گھر کے آنگن میں نمک دیکھا تو معلوم کرنے پر جاوید نے کہا کہ برفباری ہوگی تو صفائی میں آسانی ہو جائیگی۔

کچھ اور آگے گئے تو انڈیانا اسٹیٹ کی سرحد شروع ہوگئی اور دو تین کالونیاں میدان میں بھی قائم تھی مگر رجحان اور دلچسپی تو بحری جہاز (اسٹیمر) میں کیسینو تھا ہم لوگ پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے سامنے مین گیٹ تھا اس سے داخل ہوئے تو پلین ٹیوب سے گزر کر طیارے میں داخل ہوا ایسا بڑا عالیشان ائیر پورٹ پر ہوتا ہے اس طرح سے (اسٹیمر) بحری جہاز میں داخل ہونے کے لئے خوبصورت راستہ بنایا تھا اور انمول قیمتی

قالین بچھائے ہوئے تھے۔
اب عاصف نے بھائی نے پوچھا: ''حاجی صاحب کا پاسپورٹ موجود ہے؟''
میں نے جواب دیا کہ پاسپورٹ تو گھر پر ہے'' تو کہنے لگے کہ کچھ عرصے پہلے ایک مہمان آئے تھے تو انکا شناختی کارڈ مانگا تھا پاسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے اندر نہیں جانے دیا تھا اور ہمیں واپسی آجانا پڑا تھا میں نے کہا کہ فکر مت کریں ہم لوگ ذرا رعب سے اندر داخل ہونگے تو کوئی پاس وغیرہ نہیں مانگے گے خیر ہم لوگ سیدھے بغیر اِدھر اُدھر دیکھے میں اور حبیب بھائی اندر داخل ہو گئے کسی نے بھی نہیں روکا پھر تو عاصف بھائی بھی اندر ہو گئے۔
گیٹ پر موجود شخص یہ سمجھے کہ کوئی اعلیٰ عہدے والے شخص معلوم ہوتے ہیں خیر اندر دیکھا تو میز اور تختہ اور مختلف قسم کے تاش کے پتوں سے جوا کھیلا جا رہا تھا تاش کے پتوں کی تقسیم ہو رہی تھی اور پتے پھینکے جا رہے تھے بازی جاری تھی چھکا پھینکا جاتا اور گول گھومنے والی چکری میں 32 سوراخوں میں سے کسی ایک میں گولی اٹک جاتی تھی خیر اب عاصف بھائی اور لڑکوں کو کچھ شغل کرنا ہوگا تو بولے آتے ہیں تو وہ 50 سے 100 ڈالر کا جوا کھیل لیتے ہیں اس لئے عاصف بھائی نے ہم سے کہا:
''حاجی صاحب آپ چکر لگالیں تو ہم بھی تھوڑا سا چکر لگالیں آدھے گھنٹہ کے بعد پھر سے یہاں ملتے ہیں۔''
ہم لوگ سمجھ گئے کہ یہ ہمارا لحاظ اور عزت کرنے کی وجہ سے یہ لوگ ایک ڈالر کی گیم بھی نہیں کھیلنگے اس لئے ہم ان سے علیحدہ ہو کر دوسری جانب چکر لگانے کے لئے آگے بڑھ گئے بحری جہاز کا کیسینو دیکھنے کے لائق فائیو اسٹار ہوٹل سے زیادہ سجایا ہوا اور خوبصورت انگیز تھا۔ اور روشنی سے جگمگا رہا تھا ایسے جیسے دن کی روشنی کی طرح کا ماحول اور پر رونق آمیز تھا کہاں فائیو اسٹار ہوٹلیں ہمارے یہاں تھری اسٹار ہوٹلیں بڑی مشکل سے ہوتی ہیں کیونکہ یہاں سجاوٹ اور چمک دمک کا خرچ زیادہ ہوتا ہے اس لئے فائیو اسٹار ہوٹلون میں بھی دم خم نہیں ہوتا ہے۔
اپنے یہاں کی فائیو اسٹار ہوٹلیں تو بہت لاجواب ہیں خیر ہم لوگ تھک کر باہر آگئے اور ایک بینچ پر بیٹھ گئے عاصف کا موبائل فون نمبر ہمارے پاس تھا فون کیا تو کہنے لگے کہ ابھی ہم لوگ آرہے ہیں تھوڑی دیر کے انتظار کے بعد وہ لوگ آگئے بہت دیر ہو چکی تھی اس لئے سیدھے گھر پہنچے اور آرام کیا۔
دوسرے دن دیوان روڈ پر بشیر بھائی کی دعوت صابری ہوٹل میں دعوت رکھی گئی تھی مشہور نہاری کے نام سے ہوٹل مگر کھانے کی تمام چیزیں اچھی دستیاب ہو جائے اِدھر اُدھر گھوم پھر کر ہوٹل میں کھانے کے لئے گئے تو دیکھا تو بہت بڑا ہال تھا مگر گاہک بہت کم تھے کام کا دن تھا چھٹی والے روز ہفتہ اور اتوار کو کافی گاہک ہوتے ہیں اور بشیر بھائی نے کہا کہ آپنے خط (داڑھی) 10 ڈالر میں بنوائی اگر آپ بدھ کے روز بنوانے جاؤ

تو آدھے دام بتاتے بدھ والے دن ان کے پاس گاہک بہت کم آتے ہیں اس لئے بدھ کے دن آدھے دام رکھے ہوئے ہیں۔

کھانے میں نہاری، چکن، روٹی، بریانی اور کولڈ ڈرنک سننے میں یہ آیا کہ 10 ڈالر فی شخص کے لیتے ہیں خیر دوسرے دن الاالصبح گاڑی میں مشی گن روانہ ہونا تھا اس لئے جلدی سے گھر جا کر سو گئے۔

دوسرے دن صبح ہمارا قافلہ ہارون بھائی کے گھر سے روانہ ہونا تھا ہارون بھائی اور ان کی زوجہ بھی ساتھ ہی تھے کیونکہ مشی گن میں اُن کی بیٹی اور داماد رہائش پذیر تھے اور پاپا (والد) تو ساتھ ہی ہوتے ہیں اس لئے وہ اگلی فرنٹ سیٹ پر قمیض اور پاجامہ پہنے ہوئے بیٹھ گئے تھے۔

ایک وین اور ایک کار اس طرح سے دو گاڑیوں میں قافلہ روانہ ہوا ہارون بھائی کے داماد کریم بھائی کو فون پر اطلاع کر دی تھی راستہ میں مشی گن لیک آتی تھی اور درخت اور پھولپتے مکمل آب و تاب سے کھلے ہوئے نہیں تھے پھر بھی کچھ ہریالی کی رونق تھی سردی کم ہو جانے کے بعد درخت اور پودے پھر سے اپنی بہار شجر میں پھول پتے کھل اُٹھتے ہیں ماحول سحر انگیز ضرور دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

سفر کے دوران موٹر کار کے موضوع پر ذکر چھڑ گیا کہنے لگے کہ لاکھ میل چلی ہوئی گاڑی ہے۔ اچھی گاڑی ہے، میں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ لاکھ میل چلی ہوئی گاڑی ہے تو کہنے لگے کہ ایک تو اس کا انجن ہیوی اور پائیدار ارہوتا ہے اور سڑکیں بھی مناسب ہونے کی وجہ سے دو لاکھ میل چلنے تک گاڑی آواز تک نہ کرے اور خرچ بھی نہ کروائے آگے دیکھتے تو راستہ میں سائیڈ میں کسی کسی جگہ برف جمی ہوئی تھی اس لیے ماحول بھی خوشنما لگتا تھا، دوپہر کے وقت مشی گن پہنچ گئے۔ مشی گن شہر میں داخل ہوتے ہی معلوم ہو گیا کہ پھولوں کا موسم ہے اسکی خوشبو آنے لگی تھی۔ کریم بھائی ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھے۔ سامنے ہی شفاف شیشہ لگا ہوا تھا سامنے کا سرسبز نظارہ دیکھا اور اس منظر نے دل کو فریفتہ کر لیا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ زندہ و جاوید جنت ہے یہ قدرتی تعمیر کئے گئے اس شہر کا سیزن (موسم) تو پھر اصل جنت کی خوبصورتی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

کریم بھائی ملنسار اور باتونی بھی تھے، ویسے بھی اپنے ہم وطن شخص کو دیکھ کر باتوں کی لگاوٹ اُمڈ پڑتی ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے وہ لوگ مہمان نوازی میں بھی بہت آگے ہیں، انہوں نے گفتگو کی ابتدا کی اور کہا کہ یہاں سے کینیڈا کی سرحد نزدیک ہے، ایک آدھ گھنٹہ میں بارڈر تک پہنچ سکتے ہیں، اور نیاگرہ آبشار جانیکے لئے چار پانچ گھنٹہ صرف ہونگے۔ اب کینیڈا جانے کی خواہش تو بہت تھی مگر کنیڈا کا ویزا نہیں لیا تھا اور سردی بھی بہت زیادہ تھی اس لئے وہاں جانے کا خیال موقوف کر دیا۔ کریم بھائی کا مکان دو تین ہزار گز پر مشتمل تعمیر کیا ہوا تھا۔ فرنیچر وغیرہ بھی بہت عمدہ، تین کاریں جنرل موٹر کمپنی کی، کریم بھائی نے کہا کہ میں ۲۸ سالوں سے یہاں جنرل موٹرز کمپنی میں کام کرتا ہوں اور کام کے وقتوں میں چھ گھنٹوں کے ۴۰ ڈالر ملتے ہیں جنرل موٹر

کے ایسے کئی کارخانے ہیں۔کریم بھائی نے کہا کہ ہمیں گاڑی ارزاں قیمت پر ملتی ہے اسلئے ان کی تینوں کاریں لاجواب تھیں کریم بھائی کی سروس کی مدت ختم ہونے والی ہے،اور کسی وقت ریٹائیرڈ کر دیے جائینگے۔اُن کو ماہانہ 3500 ڈالر کا پینشن تاحیات ملا کریگا پینشن لینے والے شخص کی رحلت کے بعد اُنکی زوجہ کو بھی ملتا رہیگا۔

کریم بھائی جنرل موٹرز کے سینئر شخص اور یونین میں حصہ لیتے ہیں یونین کے چیرمین بھی کافی عرصہ تک منتخب ہوتے رہے حالیہ وقتوں میں نہیں ہیں۔دوپہر کے کھانے کا اہتمام اور انتظام بہت زیادہ کرلیا تھا۔؛ چکن، مٹن، پایا، مچھلی وغیرہ بہت اچھی مہمان نوازی تھی۔

موسم بہت خوشگوار اور سفر سے آئے ہوئے تھے اسلئے پیٹ بھر کر کھالیا۔اسکے علاوہ کھانے میں بہت لطف آیا۔چائے وغیرہ پینے کے بعد کریم بھائی ہمیں سیر کرانے کیلئے اپنی گاڑی میں لے گئے گاڑی میں بیٹھتے ہی محسوس ہوا کہ گاڑی بہت اچھی ہے بڑی ویگن جس میں ٹی وی کمپیوٹر فریج اور تمام سہولت یہ گاڑی مجھے بہت پسند آئی۔

شہر میں مختلف جگہوں پر لے گئے وائی ایم سی کلب بھی وہاں تھا ہم نے امریکہ میں ڈھیروں وائی ایم سی کلب اپنے یہاں بھی مسلم جیمخانہ کے سامنے وائی ایم سی کلب ہے۔دوسری عمارتیں اور جنرل موٹر کمپنی کا کارخانہ بھی باہر سے دِکھایا کیونکہ پہلے سے پاس بنوانا پڑتا ہے اندر داخل ہونے کی ممانیت ہے۔سیکیوریٹی قانون کے تحت کے علاوہ نقل خوری کیلئے بھی پابندی عائد کی گئی تھی۔

یہاں مکان تقریباً لندن کی طرح کے گراؤنڈ پلس ون،اورلندن کی شان نظر آتی تھی کہا جاتا ہے کہ امریکہ گزشتہ دور میں برطیش کالونی میں تھا اس لئے مکانات اور عمارتیں وغیرہ لندن ٹائپ کے ہیں اب کریم بھائی اور ہم نے بہت سی اہم جگہوں پر فوٹو بنوائیں اور برفباری بھی کافی ہوئی تھی اور ہر طرف برف پھیلی ہوئی تھی ایسا خوبصورت اور حسین چھوٹا سا شہر میں نے پہلے کہیں بھی نہیں دیکھا تھا اندازاً پانچ لاکھ کی آبادی پر سکون زندگی اور فضائی ماحول اور خوشگوار ہوا اور خوشبو کا کیا کہنے۔

کریم بھائی کے دو بیٹے ہیں ایک 18 سے 20 سال کا اور ایک دوسرا اس کی بھی کم عمر کا ٹوٹی پھوٹی اُردو زبان بولتے تھے کریم بھائی نے کہا کہ میں نے دونوں بیٹوں کو پاکستان بھیجا تھا کہ وہاں اُردو اور قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر کے آئیں مگر واقعہ ایسا ہوا کہ ایک سال تو تقریباً سکون سے گزرا لیکن ایک مرتبہ گاڑی میں آرہے تھے۔تو راستہ میں اُن کو ڈاکو مل گئے ان کو گاڑی سے اُتار کر رقم اور گھڑیاں وغیرہ لوٹ کر گاڑی بھی چھین کر لے گئے۔اسکے بعد انہوں نے دوسری کوئی اور جگہ کی گاڑی خریدی لیکن وہ بھی دو ایک دن کے بعد چھن گئی تو اب کریم بھائی کا دل پاکستان سے ٹوٹ گیا اور انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو واپس گھر بلالیا تھوڑی بہت اُردو زبان اور قرآن مجید پڑھنا سیکھ گئے ہیں۔

کریم بھائی کے بیٹے کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور جنرل موٹرز میں ایک معمولی سروس (ملازمت) اور ٹریننگ بھی جاری ہے۔ معلوم ایسا ہو رہا ہے کہ وہ بھی جنرل موٹرز میں اعلیٰ عہدہ حاصل کر لینگے خیر کریم بھائی تقریباً مشی گن شہر کا مکمل دورہ لگا چکے تھے۔ مشی گن لیک جو کینیڈا سے نکل کر شکا گو تک پہنچی ہوئی ہے اسکا پانی تقریباً منرل واٹر والے ہی بھرتے ہیں۔ مشی گن کا نام ضرور سُنا تھا مگر آج دیکھ بھی لیا اور شہر کی خصوصیات بھی معلوم ہوگیں۔

خیر سے واپسی ہوگئی موٹر کار گیراج میں بند کردی موٹر گیراج میں کریم بھائی نے کھانے پینے کی اشیاء اور کوکا کولا وغیرہ اور جُوس اور ضرورت کی تمام چیزیں وہاں موجود رکھی تھی۔ ایسا نظر آرہا تھا کہ موٹر گیراج (پلس) اچھا صاف غذائی اسٹور معلوم ہوتا تھا۔

ہم لوگوں نے گھر واپس آکر چائے وغیرہ پی کر دوبارہ سیر کرنے کی تیاری کرلی آصف بھائی آرام اور سکون سے سو گئے تھے۔ گاڑی ڈرائیور تھک چکے تھے اور ٹھنڈی ہوا اور خوشگوار موسم کے لحاظ سے نیند آگئی۔ ان کا پندرہ منٹ تک انتظار کیا تو وہ اُٹھکر آگئے۔ تو ہم سب نے تیاری کرلی اور واپس شکا گو کی جانب روانہ ہوئے۔

اب کمال یہ ہے کہ اتنا برف اور بارش کا پانی گھرا اسکے باوجود سڑک کہیں بھی ٹوٹی پھوٹی نہیں تھی اور کوئی گڑھا بھی نہیں ہوا تھا۔ کہتے ہے کہ یہاں مکمل سال کا ٹھیکہ ہوتا ہے ایک کلومیٹر کے 700 ڈالر کے حساب سے سڑک پر جہاں بھی ضرورت ہو فوری مرمت ہو جائے معمول کے تحت ہوتا رہتا ہے اسلئے سڑک پر کہیں بھی ہم لوگوں کو چھوٹا بڑا گڑھا بھی نظروں میں نہیں آتا تھا۔

خیر سے ہم لوگ عشاء کے وقت شکا گو پہنچ گئے آج ہمارا یہاں قیام کا آخری دن تھا۔ اور کہا تھا کہ ایل۔اے کی جانب جانا تھا۔ اسلئے ہارون بھائی سے ملاقات کر کے رخصتی سلام کیا ہارون بھائی نے بہت جذباتی انداز میں ہمیں رخصت کیا اور ایک ایک شرٹ حبیب بھائی اور مجھے تحفہ میں دیا جو ہمیں زبردستی سے قبول کرنے پڑے۔ کیونکہ اتنی اعلیٰ مہمان نوازی کے بعد تحفہ تحائف تو ہمیں اِنکو دینے چاہیئے تھے مگر انہوں نے اسکے مقابلہ پر ہمیں تحفہ دیئے۔ خیر یہ بڑی سخاوتی طبعیت اور دل کی ملنساری کی بات تھی۔

دوسرے دِن ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے سامان تو مکمل و مناسب ہی ہوتا ہے ہم لوگ طیارے میں داخل ہوئے تو ہماری قطار میں بمشکل دو نشستیں ساتھ ملحق ملی طیارے نے ٹیک آف کیا اور آسمانوں کی وسعتوں پر پہنچا تو وہی ڈھائی من کی وزن رکھنے والی ایئر ہوسٹیس نظروں میں آئیں وہ دونوں ایئر ہوسٹیس کاغذ اور پین لیکر ہر ایک کی سیٹ کے سامنے آکر معلوم کرتیں تھیں کہ آپکو کونسی کولڈ ڈرنگ لینی ہے اسطرح سے جیسے بہت اعلیٰ ڈنر کا مینو پسند کرا رہی ہو اسطرح کی رعونت سے آرڈر بک کر رہی تھیں۔

خیر ہمیں ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ہم نے تھوڑا بہت گزارے کے لیے اپنے ساتھ بسکٹ اور ڈرائی

فروٹ وغیرہ ساتھ لیکر آئے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ 1987 میں کے ایل ایم ایئر سروس میں پورے یوروپ اور امریکہ اور واپسی میں عمرہ اور دبئی کی بزنس کلاس کی 26000 روپے میں ٹکٹ خریدی تھی جس میں 17 کوپن شامل تھے۔ یہ سروس کھانے پینے کے علاوہ خشک میوہ جات کے پیکیٹ کھانے کیلئے دیتے تھے ایمیسٹر ڈم میں تین دن فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام بمعہ کھانے پینے کی سہولتوں کے ساتھ۔

کے ایل ایم کی سروس کا یہ عروج کا دور تھا یہ موٹی تندومند عورتوں کے متعلق معلوم کرنے پر مجھے امریکہ میں زیادہ موٹاپے کے متعلق معلوم ہوا کہ یہاں چاکلیٹ، آئس کریم اور ٹھنڈے مشروبات کا زیادہ استعمال سے بیڈول جسم ہوجاتے ہیں۔ بہت سی بڑی عمر کی عورتیں تو وہیل چیئر جو بیٹری سے چلاتی ہیں وہ بھی حکومت دیتی ہے اس میں بیٹھی ہوئی کئی عورتیں نظر آتی ہیں۔

طیارے میں اپنی یہاں کی ڈومیسٹک ایئر لائنس یاد آ گئی کہ وہ ڈیڑھ گھنٹہ کی فلائٹ سفر میں بھی کھانے کا اچھا دیتے ہیں خیر طیارہ تو کیا لاہور سے کوئٹہ سے بس سروس سے جائیں تو ایک لڑکی دُبلی پتلی ہر ایک پسینجر کی مہمان نوازی کرے ایک عدد ریفریشمنٹ بکس دیں جس میں سینڈوچ وغیرہ ہوتا ہے اور ٹھنڈے مشروبات وغیرہ بھی پیش کرے خیر سے جیسے تیسے کر کے پانچ گھنٹہ گزر گئے اور طیارہ رن وے پر اُتر گیا تو ہم دروازہ سے باہر نکلے تو دروازہ پر گڈ بائے کہنے کے لئے وہی دونوں موٹی ایئر ہوسٹیس آئیں تھیں۔

میرے آج تک کے سفر اور دوروں میں کئی انوکھے اور دلچسپ و عجیب چیزیں دیکھیں ایل۔ اے آ گیا تھا اور ہم نیچے اُتر گئے تھے تو ہمیں لینے آنے کے لئے حبیب بھائی کے بیٹے وغیرہ یہاں پہنچ گئے تھے۔

ہماری کل کی کراچی واپسی جانے کی ٹکٹ کنفرم تھی آج جمعرات تھی کل شام کو چھ بجے ایئر پورٹ پہنچنا تھا کیونکہ دس بجے فلائٹ کا وقت تھا گھر پہنچ کر تھوڑا بہت آرام کیا۔

رات کے کھانے کے بعد چائے پی لی تو فہیم بھائی کہنے لگے کہ حاجی صاحب آؤ ہالی وُڈ کا چکر لگالیں کیونکہ ہفتہ کے دن آسکر ایوارڈ کے پروگرام کی تیاریاں ہورہی ہیں تھوڑی بہت رونق ہی دیکھ لیں ہم نے فوراً دعوت سفر قبول کر لی اور ہمیں فہیم ہالی وُڈ کوڈ یک تھیٹر کے نزدیک لے گیا جہاں زوروشور سے تیاریاں ہورہی تھیں کوڈ یک تھیٹر کے آگے والے روڈ پر تمام انتظامات نظر آرہے تھے۔ روڈ مکمل بند کیا ہوا تھا دائیں بائیں اطراف میں کنٹیز اور دوسری چیزوں سے دیواریں قائم کی ہوئی تھیں تقریباً 100 سے زیادہ سیکیوریٹی گارڈ ڈیوٹی انجام دے رہے تھے اس سے اندازہ ہورہا تھا کہ جس دن شو منعقد ہوگا اُس دن کتنی سخت سیکیوریٹی کا انتظام ہوگا۔

خیر اس کے بعد ہمیں اخباروں کے ذریعہ معلومات ہوئی کہ کتنا عالیشان اور بڑا پروگرام منعقد ہوا تھا جس میں 7 کروڑ ڈالر کے لباس اور ہیرے جڑے ہوئے زیورات پہن کر فلمی دنیا کی ہیروئین اس کے علاوہ مشہور خاندانوں کی خواتین شریک ہوئی مجموعی طور پر پندرہ کروڑ کے زیورات اور لباس کے لئے خرچہ کیا گیا تھا کہ احوال

بھی ہمیں ملے تھے۔

آسکر ایوارڈ کی خراب اور بوری نقل کے بھارت میں بھی دو تین ایواڈ کی تقسیمکے پروگرام ہوتے ہیں اور 10 سے 20 شخص ناچ کر گانے گاکر اور آئٹمیں پیش کرتے ہیں آسکر ایوارڈ کے مقابلے پر پانچ فیصد بھی دکھاوا نہیں ہوتا ہے اس وقت میں آسکر ایوارڈ کا جلسہ پانچ ویں مارچ 2006ء کی شام کوکوڈ یک تھیٹر میں منعقد کیا گیا تھا جس میں تقریباً ساڑھے تین ہزار لوگوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہے عالم بھر کے مشہور ہیرو اور ہیروئینوں کی اس کے علاوہ بڑے سرمایا داروں کی حاضری اور موجودگی ہوتو سلامتی اور حفاظت کا سخت انتظام کیا گیا تھا۔سینکڑوں پولیس والے اس کے علاوہ ایف آئی بم ڈیسپوزل اسکواڈ کے دستوں کی بھی تعینائی کی گئی تھی۔

اس کے دوران نیچی پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹروں اور جگہ جگہ پولیس چیکنگ کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی جلسہ نہیں بلکہ جنگ کا میدان ہے ایسے موقعوں پر جلسہ والوں اور انتظامیہ والوں کو عراق امریکہ جنگ کے مخالفوں کی جانب سے دہشتگری کا خطرہ تھا تو دوسری طرف یہ جلسہ منعقد تھا اس کے تھوڑے فاصلے پر دور جنگ کے خلاف بینرز اُٹھا کر امریکی شہری مظاہرین بھی کافی بڑی تعداد میں موجود کھڑے تھے۔

ایسے وقت میں منعقد آسکر ایوارڈ 78 واں تھا اس ایوارڈ کی تقسیم کی ابتداء 1926 میں ہوئی تھی جب فلمیں گونگی تھی اُس وقت آواز کے بدلے منظر دیکھکر فلم کا اندازہ لگالینے کی رسم تھی 1953ء میں ایوارڈ جلسہ ٹیلی ویژن پر نشر کیا گیا۔آسکر ایوارڈ کے جلسہ کو پورے عالم کے فلمی ستاروں کا سب سے عظیم میلہ کہا جاتا ہے۔اس وقت کے ایوارڈ تقسیم میں ''کریش'' کو بہترین فلم تعین کی گئی

لاس اینجلس کے کوڈیک تھیٹر میں منعقد جلسہ فلپ ایمپو رہوفین کو بہترین اور کامیاب ایکٹر اور ریزودریون کو کامیاب ایکٹریس کا لقب اور ایوارڈ دیا گیا جلسہ میں فلمی ہیروئینوں کے رنگ برنگی اور فیشن آمیز لباس کا بہت تذکرہ رہا خاص طور پر ہیروئین چارلیس جسکے پہنے ہوئے لباس کی وجہ سے بات چیت کرنے کے لئے موضوع بحث بنی رہی۔

خیر ہم آسکر ایوارڈ کے جلسہ کی جگہ کا ایک دورہ (چکر) لگا کر رات کو واپس گھر آکر سو گئے دوسرے دن جمعہ تھا ناشتہ سے فارغ ہوکر نماز کی تیاری کی اور مسجد میں پہنچ گئے پیش امام مولانا اپنے پاکستانی بھائی تھے انہوں نے پہلے انگریزی میں تقریر کی اور بعد میں دوخطبہ پڑھے اور نماز ہوگئی نماز کے بعد بہت سے پاکستانی اور میمن ملے حبیب بھائی پہلے یہاں ایک سال مقیم ہوچکے تھے اس لئے یہاں بہت سے جان پہچان والوں سے ملاقات ہوئی اب مجھے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اتنی بڑی مسجد جس میں ہر صف میں ایک ٹرے پھیرائی جاتی ہے جس میں ڈالر کی نوٹ ڈالو اس سے پہلے کے جمعہ کو جس مسجد میں گئے تھے وہاں بھی اسی طرح سے ٹرے

پھیرائی جاتی ہے۔

خیر مجھے عرب کے فلسطینوں کی مسجد اپنے ازخود اخراجات کرنے والی معلوم ہوئی وہاں کسی قسم کا چندہ مانگنے کی ضرورت نہیں تھی معلومات کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد کا انتظام فلسطینوں کے ماتحتی میں ہے مہاجر فلسطین تو غریب ہونگے۔ ایسا معلوم کیا تو جواب موصول ہوا کہ جتنے سرمایہ دار فلسطین تھے وہ تمام فلسطین سے نکل گئیے ہیں اور امریکہ میں ''ویل سیٹلڈ'' ہیں۔

نماز کی ادائیگی کے بعد گھر آکر سامان وغیرہ پیک کیا کھایا پیا اور شام کے سات بجے روانہ ہوئے تو سامان کی اسکروٹنگ مشین میں سے گزر جائیں تو سیل لگادیں پھر وزن کرانے جاؤ اور اگر وزن زیادہ ہو تو رقم دینی پڑتی ہے ورنہ واپس مشین کے پاس جاکر دوبارہ سے قطار میں لگو پورا وزن ہو چکا ہو تو کوئی روکاوٹ نہیں ہوتی ہے اور کاؤنٹر پر آنے کے وقت ایمگیریشن والوں نے ایک کارڈ چپکا دیا وہ کارڈ واپسی کے وقت لے لیا واپسی پر ایکز یٹ نہیں کرتے کارڈ واپس لیتے ہیں اسلیئے ازخود ایکز یٹ ہو جائے۔

طیارے میں بیٹھے تو سہی مگر سیٹ تو مناسب نہیں کہنے جیسی تھی ویسے سیٹ تو مل گئی مگر میری نگاہیں انفینٹ نشستون پر تھی جو اگر خالی ہو تو فوراً وہاں پہنچ جانا چاہیے۔

طیارہ کا دروازہ بند ہونے پر میں فوراً وہ نشستوں پر بیٹھ گیا برابر میں بھی سیٹ خالی تھی اس پر حبیب بھائی آ گئے۔

طیارہ نے پرواز شروع کی تو اعلان ہوا کہ ہم ٹاپئی 16 گھنٹہ میں پہنچ جائینگے پھر تو میری پسلیاں سینہ میں دھنس گئی کیونکہ آتے وقت 11 گھنٹہ اور جاتے وقت 16 گھنٹہ ہوا کے دباؤ اور سمت کی وجہ سے زیادہ لگتا ہے تھوڑی دیر کے لئے تو فکر لاحق ہوگئی اس کے بعد دل کو تسلی دے کر بیٹھے رہے کہ اب اللہ تعالیٰ ہی خیر کرینگے۔

کھانا آیا مسلم فوڈ کا لیبل چسپہ تھا سب سے پہلے ہمیں دیا گیا مگر شکاگو میں یہ ایک بات انوکھی تھی کہ حلال لکھے چکن تو حلال ہے مگر ذبح کرنا ضروری ہے اس لئے کھانے میں سبزی اور سلاد فروٹ جوس وغیرہ پر ہاتھ صاف کئے چکن کھانے کا ارادہ موقوف کر دیا سلاد میں دو کتلے مچھی کے یا خبر نہیں کس کے پیس تھے جو ہم نیبنکاک میں ہوٹل کے شوکیس تین پانچ ہزار ہاتھ میں بڑے ٹکڑے رکھے ہوئے دیکھے تھے۔ ضرور یہ بھی اُسی جیسی قسم کا ہوگا یہ بھی گلے سے نیچے اُترنے والی چیز نہیں تھی اس لئے اسکو بھی ہم نے نہیں کھائے۔

خیر اب ہم نے یہ طے کیا کہ غیر مسلم ایئر لائن میں ویجی ٹیبل فوڈ لکھالینا چاہیئے اس لئے سر پھوڑی اور پریشانی نہ ہو کھانے کے بعد ٹی وی چالو کیا گیا ہر نشست پر ایک ٹی وی سیٹ اور اس میں تمام چینل ہندی فلم بھی آئے مگر میں نے ٹی وی آن نہیں کیا اور چپ چاپ بیٹھا رہا سونے کی کوشش کی مگر طیارہ میں سونے کی عادت نہ ہونے سے نیند نہیں آتی تھی بہت مشکلوں سے وقت گزارہ دوسری مرتبہ ناشتھی آیا تھا انڈہ آملیٹ

اور ڈبل روٹی اور فروٹ جوس پیا خیر سے طیارہ نے وقت پر اتارا میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہاں سے ٹرین میں سوار کر کے دوسرے ٹرمینل پر لے گئے چار گھنٹہ کے بعد دوسری فلائٹ تھی چار گھنٹہ ادھر اُدھر ٹہلتے ہوئے گزار دیئے پھر طیارہ میں سوار ہوئے تو چار گھنٹہ کا فضائی سفر کی تھکن ہو یہ بھی بڑی بھاری محسوس ہوتی ہے

بینکاک آیا تو وہاں بھی پانچ گھنٹہ کا قیام اس کے بعد پانچ گھنٹہ کی فلائٹ خیر میں نے تو کرسیوں پر بریف کیس کے اوپر کوٹ پھیلا کر لمبی تان لی تھکاوٹ کی وجہ سے میری حالت کچھ ٹھیک نہیں تھی میں دو تین گھنٹہ پاؤں پسار کر لیٹے رہا۔

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی ہے تھائی ایئر لائین کے طیارہ میں سوار ہوئے جس میں تمام پسینجر پاکستانی اور کھانا بھی دیا گیا تو تمام مسلم خیر سے بنکاک میں مسلم فوڈ مل جاتا ہے اور ہوائی جہاز میں بھی سپلائیر ہوتے ہیں اس لئے کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہاں مسلم آبادی کافی ہے۔ جمعہ کے روز شام کے سات بجے روانہ ہوئے تھے اور اتوار کی رات کے دس بجے ایئر پورٹ پہنچ گیئے اور 11 بجے گھر پہنچے قارئین کو میرا مشورہ ہے کہ اتنا طویل سفر ہو تو درمیان میں وقفہ ضرور کرنا چاہیئے میں چالیس گھنٹوں کے سفر کے بعد گھر پہنچا ہوں۔ پانچ اسٹیٹ (ریاستیں ،حکومتیں) کا دورہ کیا کیلیفورینا لاس انجلیس ،لاس ویگاس انڈیانا، شکاگو، مشی گن اسٹیٹ گرانٹ ریپٹ۔

ہم زمین کی سطح پرنئی دُنیا کے طور پر متعارف ہوئے اور آج کے صرف ایک سپر پاور ملکی امریکہ کی کتنی لطف انگیز سیاحت کی اور تھوڑی بہت تبدیلی آب وہوا اور معلومات اور موثر تجربہ کی خاطر امریکہ کی ملاقاتیں اور دورہ کے کئی ایک یادیں تازہ کرنے کے لئے اور قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے میں نے یہ مکمل تفصیل سفر پیش کی ہے اور خاص طور سے مقصد یہ اجاگر کرنے کا تھا کہ امریکہ کے شہری اوران کے حالات زندگی کے متعلق مختصر سا تعارف کرانے کا تھا کہ یہ مہذب کہلانے والی دنیا اعلیٰ ملک کا رہن سہن اور ان کے معمولات زندگی کیسے ہیں۔

اب اپنی شام کی سفر کی جانب آگے قدم بڑھائے جو آخری سطروں میں داخل ہو رہے ہیں شام کی ایک علیحدہ اور اعلیٰ خوبیاں ہیں یہ ایک انوکھا اور پر کشش مقام ہے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، اور بیت المقدس کے بعد اسلامی تاریخ میں شام کا اعلیٰ نوعیت کا مقام حاصل ہے۔

ہم نے حضرت ابراہیمؑ کی ولادت گاہ پر حاضری دی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ ”خلیل“ کی ولادت گاہ بھی کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا الحمد اللہ اس کے بعد ہم سات اصحابہ کے مزارات پر حاضری دینے کے لئے گئے ساتوں صحابہ کرام کے مزار ایک ساتھ ہی ہیں۔ جس میں حجر بن ادی الکندی ،شریف بن سودا لخزری، حمری بن شبانے ،تصبیص بن زبیبہ، محرر بن شباب ،قدام بن ہیان الغزنی ،اور عبدالرحمٰن بن حسان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین۔

خیر ہم اپنی خوش نصیبی سمجھ کر فاتحہ پڑھی ایک ساتھ سات صحابہ کرام کے مزارات پر حاضر ہونا یہ بھی ایک خوش نصیبی ہے سات صحابہ کرام کے ایک ساتھ مزار کے متعلق مزید اضافی معلومات حاصل نہیں ہوگی۔اس کے بعد قدم کے مقام پر جا کر حضور پاک ﷺ کے قدم مبارک کی زیارت کی اور آخر میں سیدی ملک داد ین عمر الاسود کے مزار پر حاضر ہوتے ہی میرے دل ودماغ میں جیسے وہ تاریخی الفاظ گونج اُٹھے جس پر دوسرے صحابہؓ اکرام بھی ''رشک'' کرتے تھے

''یارسول اللہ ﷺ! ہمیں اُن کے (جیسے) نہیں جو وہ موسیٰؑ کی قوم کی طرح سے کہہ دیں کہ ''تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں'' (قرآن پاک)! یارسول اللہ! ہم تو ایسا کہتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ کو جو حکم دیا ہے اسی جانب چلیں اُس اللہ کی قسم جس کی قدرت کے قبضہ میں ہماری جان ہے اور جس نے آپ کو حق کے ساتھ مَبعوث'' کیا ہے ہم آپ کے داہنی جانب (سیدھے ہاتھ کی جانب) لڑینگے۔ اور اللہ کی قسم جب تک ہمارے میں آخری سانس ہوگی وہاں تک ہم آپ کا ساتھ وصحبت نہیں چھوڑ ینگے۔''

حق اور باطل کی ابتدائی مُڈ بھیڑ ''بدر'' کے لئے روانہ ہونے سے پہلے ایک دراز قد کے بھرے ہوئے جسم اور دلکش ڈیل ڈول والے ایک شخص نے غضبناک جوش وجذبہ سے قربان ہوجانے کے جذبات کے ساتھ یہ الفاظ گویا ہوا بارگاہ رسالت میں عرض کررہا تھا زمین اور آسمان کی غیبی مخلوق تک دیکھ رہی تھی کہ حضور پاک ﷺ کا چہرہ مبارک یہ الفاظ سن کر خوشی سے دمک رہا تھا۔

اِن الفاظوں نے نہ صرف رحمت عالم ﷺ کو خوش کیا تھا بلکہ اس موقعہ پر موجود شمع رسالت کے تمام پروانوں کے خون کو بھی ان الفاظوں نے گرما دیا تھا اصحابہ کرام کے چہرے شجاعت کے جوہر دکھانے اور حضور پاک ﷺ پر جان قربان کردینے کی دلی تمنائیں اور شہادت کے لیے جذبوں اور ولولوں سے چہرے سرخ ہوگئے تھے۔اور اس کے بعد جب حضور محبوب رب العالمین نے جب یہ الفاظ کہنے والے خوش نصیب شخص کے لئے دونوں جہاں کی خیر کی دعا فرمائی تو ہر ایک کو ''رشک'' ہونے لگا کہ کاش یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلے ہوتے۔''

تاریخ کے سینہ پر ہمیشہ کے نقش ہو کر تاحیات بن جانے والے یہ الفاظ بارگاہ رسالت میں کہنے کی سعادت جو ایک سرفروش کو نصیب ہوئی وہ تھے ابول اسود مقدار بن عمر جن کے مزار کے سامنے ہم باادب حاضر تھے اور ہماری زبان پر فاتحہ خوانی کا نذرانہ تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کی مشہور شخصیت ہیں وہ صحابی اور ''کاتب وحیٔ'' بھی تھے ان کی شخصیت کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے حضرت یونس بن مصیرہ نے کہا کہ میں نے شام دمشق کے منبر پر سے حضرت معاویہ کو ایسے کہتے ہوئے سنا ہے کہ اے لوگوں! صدقہ دیتے رہو اور اگر کوئی شخص ایسا نہ کہے

کہ میں بہت کم آمدنی والا ہوں۔اس لیئے غریب شخص کا صدقہ غنی اور امیر کے صدقہ سے افضل ہے۔

حضرت طاؤس حضرت ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسالیمہ جب قریب المرگ (موت کے دہانہ پر) ہوئے تو فرمایا:

''میں کوہِ شفاء پر تھا تو میں نے کنگھا منگوایا اور حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک لے لیئے اور یہ بھی دوعدد ملے تھے اس کو جب میں انتقال کر جاؤں تو یہ موئے مبارک کو میرے منہ اور ناک میں ایک ایک رکھ دینا''

حضرت امیر معاویہ نے نصیحت فرمائی اور کہا کہ حضور پاک ﷺ کو میں وضو کراتا تھا تو آپ نے اپنی مبارک قمیض اُتار کر مجھے پہنادی تھی میں نے اُسے اب تک سنبھال کر رکھی ہے اور آپ ﷺ کے ناخن مبارک کے ''تراشیں'' کو اکھٹا کر کے محفوظ رکھے ہیں جب میں انتقال کر جاؤں تو آپ مجھے وہ قمیض پہنا دینا اور مبارک ناخن کے تراشیں'' (کترنے) کو میری آنکھوں میں ڈال دینا۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں سے میرے اُوپر رحم فرمائینگے۔ ہجری 60ء کے ماہ رجب میں ستتر (77) سال کی عمر میں حضرت امیر معاویہ کی وفات ہوئی اور دمشق میں آپ کی مزار مبارک موجود ہے وہاں جانے کی حکومتی پابندی ہے ایک مکان میں مزار مبارک ہے باہر سے ہی فاتحہ پڑھ لیا۔

اس پر یہاں حضرت امیر معاویہ کے متعلق حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے ایک حکایت مثنوی شریف میں درج کی ہے جو کافی مشہور ہے جس کا تذکرہ سیرت کی کئی دوسری کتابوں اور نسخوں میں موجود ہے جو یہاں قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے درج کرنا ضروری سمجھتے ہوئے مختصراً حکایت کا مفہوم پیش کیا ہے جو حضرت معاویہ کے درجات اور عزت کی سربلندی کے لئے کافی ہے۔

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے جائے مقام پر سوئے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص نے آکر آپ کو نیند سے بیدار کر دیا اور جب آپ نے بیدار ہوکر دیکھا تو وہ شخص کہیں چھپ گیا بلکہ مکمل غائب ہوگیا تھا حضرت امیر معاویہ نے دل ہی دل میں سوچا کہ میرے گھر میں اس طرح اور ایسے وقت میں تو کوئی شخص نہیں آسکتا ہے مگر یہ سانحہ کی ایسی ہمت کس نے کری ہے اتنے میں آپ نے دیکھا کہ ایک شخص دروازے کی آڑ میں اپنے چہرے کو چھپا کر کھڑا ہوا ہے آپ نے دریافت کیا۔

''تم کون ہو؟'' اُس شخص نے جواب دیا۔

میرا اصل نام تو عزرائیل۔ابلیس ہے۔ آپ نے معلوم کیا؟

''اے ابلیس! تو نے مجھے کس لئے جگایا سچ اور صحیح طور پر جواب دے۔اُس نے کہا کہ۔

''نماز کا وقت ختم ہونے کو آیا ہے تمہیں فوراً مسجد کی جانب دوڑ جانا چاہیئے'' آپ نے فرمایا۔

ہر گز تیرا ایسا ارادہ اور نیت ہو نہیں سکتی کہ تو خیر اور بھلائی کا کسی کو راستہ بتائے۔ میرے گھر میں تو چور کی طرح سے گھس آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں چوکیداری کرتا ہوں تیرے جیسا چور جو راہ بھٹکانے والا ہے کون سے مقصد کے تحت تجھے میرے اوپر محبت عود کر آئی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا۔

''میں پہلے فرشتہ تھا اور اطاعت کی راہ کو میں نے دل و جان سے گزارہ ہے جیسا کہ پہلے دور کا طریقہ دل کی تہہ میں سے مکمل مٹایا نہیں جا سکتا ہے اور پہلی محبت کیسے دل سے بھلائی جا سکتی ہیں میں نیک لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہوں اور برے لوگوں کو برائی کی جانب کی راہ دکھاتا ہوں اس لئے میں نے آپ کو دین کے کام کے لیئے جگایا ہے تو میری اصل فطرت کا یہ تقاضہ ہے'' حضرت امیر معاویہ نے فرمایا۔

''اے ڈاکو، راہ چلنے والوں کو لوٹنے والے! ساتھ زیادہ بحث و مباحثہ کرنے کا بند کر۔ تجھے میرے اندر گمراہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا'' میرے اندر راستہ تلاش نہ کر اب جلدی سے! سچ اور سچائی اگل دیں۔ تو نے مجھے فجر کی نماز کے لئے کیوں جگایا جب کہ تیرا کام تو گمراہ کرنے کا ہے تم تو لوریاں گا کر جو جگانا چاہتا ہوا سے بھی گہری نیند میں سلا دیتا ہے اور اس طرح مجھے جگا دینے کا کیا راز ہے؟

ابلیس نے کہا۔

''جناب! بات ایسی ہے کہ اگر تمہاری نماز فوت ہو گئی ہوتی تو آپ اللہ کی بارگاہ میں اتنی آہ و زاری کرتے جس کی وجہ سے آپ کا مرتبہ اور درجات کافی بلند ہو جاتے اور میں یہ جلیس اور حسد سے جل کر خاک میں مل جاتا اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو بیدار کر دوں تا کہ آپ نماز کی ادائیگی کر لیں۔۔

اور اگر آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ دل کی گہرائیوں سے دردناک انداز میں آہ و زاری کرتے اور آپ کے افسوس اور ندامت کا رونا آپ کو دو سو رکعت نماز سے زیادہ مہذب بنا دیتے اس لیئے تمہارے اعلیٰ قرب کے حسد سے میں نے آپ کو نیند سے بیدار کر دیا تا کہ کہیں آپ کی آہوں کا کمال مجھے نہ جلا کر رکھ دے میں انسانوں کا دشمن ہوں اور میرا کام حسد کرنے کا ہے کینہ خوری بھی ہے

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:۔

اب تو نے سچ کہا ہے کہ حسد اور دشمنی جو کچھ تو نے کی ہے تو اسی کے لائق ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ نے مندرجہ بالا حکایت میں حضرت امیر معاویہ کی اعلیٰ مرتبت درجات کی وجاہت اور ذکر کرنے کے ساتھ ہی ساتھ حسد اور جلس کے وبال و گناہ سے دور رہنے کے لئے رہنمائی کی گئی ہے۔ اس سے پہلے بھی میں نے حسد اور جلس کے مارے شخص نے اپنی ایک آنکھ سے محروم ہو جانے کا ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

ایسی یادوں کے لمحات کے ساتھ ہم حضرت امیر معاویہ کے مزار پر دور سے یعنی کہ باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی۔ کیونکہ امیر معاویہ کا مزار دمشق کے ایک محلّہ کے ایک مکان کے اندر قائم ہے۔ جہاں معلوم کرنے

پر یہ جواب ملا کہ اندر کوئی خاندان آباد ہے۔اور حکومت کی طرف سے مکان کے اندر جانے کی سخت منادی ہےاور کسی کو بھی امیر معاویہ کے مزار تک جانے کی اجزت نہیں دیتی ہے۔

اب آج کے دن کی زیارتیں مکمل ہوئی اور آئندہ آنے والے کل کے روز کے پروگرام بنا کر شام کو زبیر کے ساتھ میٹنگ کی اور زبیر نے کہا کہ: کل آپ تفریح اور سیر سیاح کے لئے دن مخصوص کرلو۔زرزوم لیک (جھیل) پر نبیل آپ کو لے جائے گا۔مجھے ٹھیک طرح سے تسلی ہے کہ حاجی صاحب آپ کو لطف آئے گا ۔دمشق کے دیہی علاقہ بھی نظر سے گزرینگے اور دیکھنے میں لطف آئے گا۔

ہمارا بھی گھومنے پھرنے کا موڈ تھا کیونکہ تین ہفتوں سے ہم لوگ مکہ مدینہ اور شام کی زیارتیں کر چکے تھے۔سب لوگ خوش ہو گئے باتیں اور ذکر ہونے لگا تو معلوم ہوا کہ زبیر کی بلڈنگ میں (100) سو کمرے تھے۔

میں نے معلوم کیا۔ بلڈنگ کی کیا قیمت ہوگی۔۔ یہ بلڈنگ دمشق کے کافی مشہور بھیڑ بھاڑ اور کافی رونق اور زائیرین سے پر رہنے والے علاقہ میں تھی۔اس نے جواب دیا۔

''ڈیڑھ ملین ڈالرز کی تو ہے۔اندازاً آٹھ کروڑ شامی کرنسی ہوتی ہے مگر پھر بھی پانچ سے چھ کروڑ کی تو ہو گی۔

زبیر نے مجھ سے کہا کہ تم جب دوسری مرتبہ آؤ گے تو میں آپکو یہاں کہ رئیسوں اور سرمایہ داروں کے بنگلے دکھاؤں گا۔جو 10 سے 20 کروڑ ڈالر ایک بنگلہ کی قیمت ہے۔

حیرت نہ کریں تو میں نے پیٹرول کے متعلق معلوم کیا تو اسنے کہا کہ آٹھ لاکھ بیرل روزانہ کے حساب سے ہمارے یہاں پیٹرول نکالا جاتا ہے اور اسامہ اور طالبان کو شام کے لوگ پسند کرتے ہیں اسی طرح امریکہ اور اس کے ساتھ تعاون کرنے والے اتحادی ملکوں کو ناپسند کرتے ہیں خیر میں نے کہا کہ پاکستان میں بھی اسلام پسند جماعتیں اور تنظیمیں اور عوام بھی امریکہ کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

عمرہ اور حج کے موضوع پر بات چھڑ گئی تو زبیر نے کہا کہ ہم پندرہ دن میں عمرہ کرنے جائیں گے ہمارے خاندانی افراد سے بھر کر ایک بس کو لیکر جائیں گے اور بس 20 گھنٹوں میں پہنچ جائے گی اور ہر شخص کے دس ہزار فرداً خرچہ آئے گا۔

میں نے پوچھا کہ: ''آپ نے حج کی ادائیگی بھی کر لی گئی ہے؟

اُس نے جواب دیا:

ہمارے لئے مشکل یہ ہے کہ ہماری مسلمان آبادی کا ایک فیصد کے حساب سے صرف 15000 سے بھی کم لوگوں کا اور حکومت کے طریقہ و پروسیجر ایسا ہے کہ جتنی درخواستیں وصول ہوتی ہیں تو پہلے بڑی عمر کے (عمر رسیدہ) لوگوں کو حج کے لئے جانے کی اجازت دینے کا شروع کرتے ہیں۔65 سے 70 سال کی عمر ہو

ان کا نمبر آجائے زیادہ سے زیادہ 50 سے 55 سال کی عمر کے لوگوں کا بھی نمبر آجائے ۔ بقایوں کا نمبر نہیں نکلتا ہے ۔اس لئے حج پر جانے کا موقعہ نہیں ہے ۔عمرہ کے لئے چلے جاتے ہیں ۔

عمرہ کرنے کے لیے شام کے لوگوں کے لئے بہت آسانی اور سیدھا ہے خیر میں "لوا اینڈ آرڈر" کے متعلق پوچھا تو زبیر نے کہا کہ: "ہمارا ملک دنیا کہ وہ چار ملکوں میں سے ایک کہا جاتا ہے جہاں کم سے کم اور محدود کرائم اور گناہ خوری ہوتی ہے ۔

مجھے بھی وہاں گناہ خوری اور کرائم (جرائم) جیسا کچھ بھی نظر نہیں آیا مگر چار ملکوں کے حوالے تو نہ ہوگا ۔میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ ایک ادارہ ہے جو ہر سال چار ملکوں کی یادداشتیں شائع کرتا ہے اور ایک ، دو ، تین اور چار نمبر پر آنے والے ملکوں کے ناموں کا اعلان کرتے ہیں جہاں گناہوں (جرائیموں) کی شرح تعداد کافی محدود ہو لندن کا ایک ادارہ "مرسری" جو دس سالہ دنیا کے سب سے محفوظ اور سلامت چار شہروں جس میں یوروپ کے شہروں کا نمبر محفوظ اور پرامن کہلانے والے شہروں کی تفصیلات کا اندراج کیا ہوا ہوتا ہے ۔

لندن اور روم جیسے سیاحی شہروں کا نمبر پچیس کے شمار میں نہیں آتے ہیں لیکسن برگ زیوریچ بھی چار شہروں میں نہیں آتے ہیں ۔اور غیر مناسب حالتوں والے ملکوں کی شمار کی فہرست میں آخری نمبر ہوتا ہے افریقہ کے شہروں کو بھی غیر محفوظ شمار کیئے جاتے ہیں ہمارے اپنے ملک کا کسی شہر کا نمبر پچاس ویں نمبر میں بھی نہیں (محفوظ ملکوں کی فہرست میں) خیر ہم کو شام اور دمشق اپنے کراچی کے مقابلے میں بالکل سلامت اور محفوظ شہر نظر آیا ۔کوئی گناہ انگیز (جرائم والی) کاروائیاں ،لڑائی جھگڑے وغیرہ نظر نہیں آتے اپنے لیئے تو محفوظ شہر ہی کہلائے ۔خیر اب طے یہ ہوا کہ کل کے دن گھومنے پھرنے اور سیر سپاٹے کے لیئے نکل جانا ہم رات کو نبیل کے گھر دعوت رکھی گئی تھی وہاں جانا میں نے بہت منع کیا اور انکار بھی کرتا رہا مگر زہیر نے مجھے اشارہ کر کے کہا کہ جائینگے ۔

گذشتہ سال ہم نے 16 میں سے 4 شخص کی دعوت قبول کی تھی اس مرتبہ نبیل نے تمام کو اصرار کر کے دعوت میں آنے کا کہا تھا اور زہیر کے کہنے سے منظور کی گئی اور کہا کہ تھوڑا بہت چینج بھی ہو جائیگا رات کو کھا پی کر چائے وغیرہ پی کچھ دیر گپ شپ کر کے سو گئے صبح کچھ دیر سے آنے کا نبیل کو کہا تھا پھر بھی وہ ساڑھے دس سے پہلے آن پہنچا ہم لوگ تقریباً 11 بجے گاڑی میں سوار ہو گئے ۔

سب سے پہلے دمشق کے جدید اور اعلیٰ ماڈرن علاقہ میں نبیل ہمیں لے گیا جہاں وسیع اور عریض سڑکیں اور بلند عمارتیں قائم تھیں شاپنگ سینٹرز بھی کافی کئی ایک سے ایک تھے اور سڑک پر ٹریفک کا ہجوم بھی بہت تھا چھوٹی منی بسوں میں پسینجروں کی بھرمار اپنے یہاں کی طرح سے بس میں چڑھنا لائن یا قطار بنانے کا وہاں نہیں ہے خواتین بھی شرٹ اور جینس کی پینٹ پہنی ہوئی نظر آتی ہیں شاید اس علاقے میں زیادہ تعداد غیر

مسلِموں کی ہوگی کیونکہ غیر مسلیموں کا لباس تقریباً پینٹ شرٹ اس لئے تقریباً شہری بھی پہنے اس لیئے مردوں میں پینٹ شرٹ ہی زیب کئے ہوئے ہوتے ہیں۔

میری فیملی کی خواتین نے گاڑی سائیڈ پر رکوادینے اور نیچے اُترنے کا کہا میں نے نبیل کو گاڑی روکنے کا کہااور گاڑی ایک سائیڈ میں روکدینے پر ہم سب نیچے اُترے تا کہ اس علاقہ کو بھی ایک اُچٹتی ہوئی نظروں سے دیکھ لیں ہم نے دو چار فوٹو کھینچے اسٹوروں میں گھوم پھر کر معائینہ کیا مگر بڑے ملٹی اسٹوروں میں گھومتے ہوئے معلوم ہوا کہ یہ فیشن ایبل اسٹوروں میں خریداری کرنے کا کام اپنا نہیں قیمتیں سنکر میری فیملی نے کہا کہ واپس گاڑی میں چلو میں نے کہا:

خیریداری نہیں کرنی ہے تمہارا تو شاپنگ کرنے کا موڈ اور ارادہ تھا جواب یہ ملا کہ:

''یہاں تو کافی مہنگائی اور مرضی کے دام ہیں۔''

ہمارے بجٹ کی حدود سے باہر ہے یہ دمشق کا نیا علاقہ تھا جیسے قدیم شہر، اولڈ ٹاؤن اور نیو ٹاؤن اس طرح سے شہر کے حصہ ہوتے ہیں اسی طرح کے تھے اس طرح دمشق کے نئے حصہ کی رونق دیکھ کر ہم لوگ آگے بڑھ گئے اور شہر کے باہر گاڑی اپنی پوری رفتار سے آگے بڑھ گئی خیر ہم نے نیا دمشق تو گذشتہ دورہ پر نہیں دیکھا تھا مگر اس وقت کے شام کے سفر میں یہ حصہ شہر بھی دیکھ لیا اور مجھے تسلی ہوگئی کہ چلو نیا دمشق بھی دیکھ ہی لیا۔

اب ہماری آئندہ آنے والی منزل کونسی ہے یہ ہمیں خبر نہیں تھی نبیل گاڑی چلاتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا راستہ میں بہت خوشنما ماحول شام کی برکت آمیز سرزمین کی ہریالی اور سرسبز وشادابی چاروں اطراف سے آنکھوں کو مناظر پیش کر رہی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ایک قسم کی خوشبو ہوا کی لہریں دل ودماغ کو تر کر رہی تھی شام میں گاڑی میں سفر کرنے کا عجیب اور انوکھا لطف تھا۔

خیر سے کچھ گھنٹوں کی مسافری کے بعد ہم لوگ ایک جھیل کے نزدیک پہنچ گئے وہاں اس کے نام کا بورڈ آویزاں تھا جس میں زرزور جھیل (ایک) بورڈ پر لکھا ہوا تھا ہماری گاڑی ایک کافی گھنے درخت کے سائے میں کھڑی کر دی گئی ہم سب لوگ نیچے اُترے اور آس پاس کا معائنہ کیا تو تین چار کشتیاں کنارے پر کھڑی تھی۔

کئی لوگ گھوڑے لے کر کھڑے تھے جھیل پر آنے والے لوگوں کے ساتھ کے بچوں کو گھوڑے پر سوار کر کےجھیل کے کنارے سرسبز علاقہ میں سیر کراتے انہوں نے ہم لوگوں کو بھی گھوڑے پر سواری کر کے سیر کرنے کا لطف حاصل کرنے کا اصرار کیا مگر ہمارے ساتھ کوئی چھوٹا بچہ نہیں تھا اس لئے کسی کی بھی مرضی نہیں ہوئی۔

ایک گھوڑے والے سائیں نے کہا کہ حاجی صاحب آپ گھوڑے پر سوار ہو کر فوٹو ہی کھینچ لیں ہم پیسے

یا (اجرت) نہیں لینگے پھر بھی ہمارے ساتھ میں سے کوئی بھی تیار نہیں ہوا کشتی والے ہم سے تھوڑے دور تھے کسی نے آواز دیکر بلایا نہیں اب ہم لوگوں نے بیٹھنے کے لئے مناسب جگہ کے لئے ادھر اُدھر نظر دوڑائی تو ایک جگہ پر آٹھ دس کرسیاں اور ٹیبل رکھے ہوئے تھے اس پر ابھی ہم بیٹھنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے آ کر کہا کہ بیٹھئے، بیٹھئے آپ ہی کے لئے ہے اس کے ساتھ ہی وہ بولا:

''مگر میری لال چائے پینی پڑیگی!'' یہاں تو میں کیتلی لے کر تھوڑی ہی دیر میں آتا ہوں اور ہدیہ صرف 300روپے۔''

ہم تو سوچ میں پڑ گئے خیر نہ چاہتے ہوئے بھی بیٹھنا پڑ گیا پانی کا منرل واٹر بوتل کے 100 روپے معلوم نہیں تھا اس لئے ایسی غفلت ہوگئی اور پھنس گئے۔

ہمارے نزدیک ہی جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں اسکول کا کارواں پکنک کے لئے آیا ہوا تھا اسکول کی لڑکیاں تھیں اسکول کے معروف طالب علموں کو پکنک منانے کے لئے لائیں گئیں تھیں پانچ استانیاں اور ایک ہیڈمس گول دائرہ بنا کر دری وغیرہ بچھا کر بیٹھی ہوئیں تھیں۔

اُن کے پاس کھانے پینے کا مکمل انتظام تھا ایک ہیڈمس ہمارے ساتھ سلام اور علیک سلیک کر کے ہمارے پاس بیٹھ گئی اور بڑے پیار اور محبت انگیز رویہ سے ملیں ایک بات خاص طور سے نوٹ کی گئی کہ تمام کی آواز اور لہجہ دھیما تھا کوئی بھی اُونچی آواز سے بات چیت نہ کرے گفتگو کا طریقہ بھی کافی خوش آئند اور نرم انگیز ہمارے یہاں سے بالکل مختلف اور اُلٹ ایک انجیر والا سوزوکی میں ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا دو شخص تھے ایک نے انجیر کے دو تین ٹکڑے نکال کر ہم کو چکھنے کے لئے دیئے اور کہا:

''یہ سبز اور تازہ انجیر ہے 450 روپے کلو کے'' اس نے تھوڑے سخت انجیر دکھائے اور کہا یہ 250 روپے کلو ایک بالکل سخت دکھائے جو 100 روپے کلو تھے۔ اب کہنے لگا:

''کہو کتنے دے دوں اور کیا دام دو گے۔؟ میں نے کہا: ''بھائی! مجھے یہ سبز انجیر''۔

میں نے سبز انجیر دیکھے ہیں جو بند ہوتے ہیں ایسے کھلے اور چپٹے نہیں ہوتے ہیں خیر یہ ٹھگ میرے گلے پڑ ہی گئے تھے میں نے غصے میں کہہ دیا کہ 100 روپے کلو سے دیں تو وہ کہنے لگا! کتنے کلو لو گے''۔

اب مجھے احساس ہوا کہ یہ تو 100 روپے میں چپیڑ دیگا اس لئے میں نے کہا:

''ایک کلو'' اس نے وزن کر کے انجیر ٹیبل پر رکھ دیئے میں نے سو روپے کی نوٹ دے دی تو ایسے ٹھگ باز اور لوٹیرے اپنے یہاں بھی ہوتے ہیں اور ہاتھ صفائی اور مکاری کے کرتوت کرنے والے گندم کہہ کر جُوار فروخت کرنے والے شام کی سرزمین پر لاتعداد اسکول کی استانی ہم کو سلاد کی پلیٹ بھر کر بمعہ چمچوں کے کھانے کے لیئے دے گئی سبزی وغیرہ تھی نمک مرچ نہیں ہوتی ہے ایسے قسم کے سلاد کھانے میں مزہ نہیں آتا ہے مگر محبت سے دی گئی پلیٹ میں سے تھوڑا سا چکھ کر پلیٹ شکریہ ادا کر کے واپس دے دی ہم نے تھوڑے

سے انجیر کھائے باقی اسکول کی طلباء کو دے دئے۔ یہاں تک ہو گیا مزید تھوڑی دیر وہاں بیٹھے اور افسوس ہونے لگا کہ اگر ہمیں یہ خبر ہوتی کہ ایسی خوبصورت جگہ لے آئیگا تو کھانے پینے کا سامان ساتھ لیکر آتے اور دری یا کوئی اور بچھانے والا کپڑا ساتھ لاتے ایسا سکون بھرے اور خوشنما ماحول کا لطف حاصل کرنے میں اور ہی لطف آتا اور وقت بھی زیادہ لیکر آئے ہوتے وہ کرسیوں اور میز والا چائے لے کر آ گیا میں نے اور دوسرے ایک دو شخصوں نے سبز چائے پی باقی بچ گئی تو وہ واپسی لے گیا کشتی میں بھی بیٹھنے کا کسی کا دل نہ چاہا کیونکہ اپنے یہاں آئے دن کشتی کلری لیک وغیرہ مقاماتوں پر ڈوب جانے کے اور مجھے سارے خاندان کے افراد کے حادثہ کے شکار ہونے کے سانحات کی خبریں آئے دن ملتی رہتی ہیں کشتی بھی کچھ ٹھیک نہیں تھی کسی کا دل نہ مانا ہمارے گھر کی خواتین نے اسکول کی ٹیچروں اور طالبات کے ساتھ یادگیری کے طور پر فوٹو کھنچوائے۔ جگہ بہت اچھی اور پرفضا تھی تھوڑی دیر گپ شپ کر کے بیٹھے رہے اور شام کی مدہوش کن ہوا کے جھونکوں سے لطف اندوز ہوتے رہے واپسی کے لئے پھر گاڑی میں بیٹھے اور نبیل پر منحصر تھا کہ اب وہ کہاں لے جاتا ہے۔ نبیل ہمیں یہاں سے آگے کی خوبصورت جگہ پہ گھماتے پھراتے ہوئے ایک بڑے گیٹ کے پاس آ کر ٹھہر گیا گیٹ پر تالا لگا ہوا تھا اور باہر وہی انجیر والا کھڑا تھا اندر سرسبز باغیچہ نظر آ رہا تھا اور شاید آبشار یا کچھ اور دیکھنے کے لائق خیر وہاں سے گھوم پھر کر واپسی ہوئے نبیل نے معلوم کیا تو میں نے کہا کہ ہمیں بھوک لگی ہے خیر ہم نے واپس دمشق میں شوریما زیدان چوک پر لے جانے کا کہا پانی کی خالی بوتلیں لے کر گیا اور پانی بھر کر لے آیا خبر ملی کہ پانی آبشار اور مشہور چشمہ کا تھا یہاں ایک بڑی ٹنکی بنائی تھی جس میں پانی جمع ہوتا ہے اس میں سامنے کی طرف نل لگائے ہوئے تھے جس میں سے لوگ پانی بھرتے تھے۔

چشمہ کا پانی ہم نے بھی پیا اور اپنے یہاں کی سوات اور مری کی یاد تازہ ہو گئی ویسے ہم لوگ آبشار دیکھنے نہیں گئے اتنے بہت ہی کا شکر جان کر دمشق آ کر زیدان چوک میں پہنچ گئے اور شوریما کا آرڈر دیا شام کی خوشنما سیزن یعنی کہ چمک کر بھوک لگی تھی اس لئے جلدی ہونے کی وجہ سے شوریما تیار کرا کر سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر شہر کا تھوڑا بہت چکر لگا کر واپسی ہوٹل پہنچ گئے۔

تقریباً چھ بجے تھے دو تین گھنٹہ آرام کر لینے کا سوچ کر 8.30 بجے بلانے آنے کا نبیل کو کہا گیا۔ مگر نبیل تو ہوٹل میں ہی ٹھہر گیا اور ہوٹل کے مالک اور نوکر چاکروں کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ خیر ہم چائے وغیرہ پی کر اور تھوڑا آرام کر کے بیٹھے تھے کہ 8.30 بجے نبیل نے دروازہ پر نوک کر کے بلا لیا۔

ہم لوگ تیار ہو کر تقریباً نو بجے اس کی گاڑی میں بیٹھ گئے گزشتہ سال کی دعوت یاد آ گئی ہم چار شخص گئے تھے باقی کے چار شخص کاروان اسلام مصطفیٰ کے تھے جس میں ایک دل دل پاکستان میمن سوسائٹی کے سیکریٹری ستار منیار اور دوسرے ایک مشہور بھائی تھے اور زہیر بھی تھے اس وقت کی یادیں تازہ ہو گئیں۔

اب ہماری گاڑی نبیل کے گھر کی طرف چل پڑی اور آدھے ایک گھنٹہ کے بعد اس کا گھر آ گیا پہلی منزل پر فلیٹ تھا جو ہم نے پہلے دیکھا ہوا تھا مگر میرے ساتھ میری لڑکیوں نے اس کا فلیٹ پہلی مرتبہ دیکھا ۔دیکھ کر وہ حیرت میں پڑ گئی ان لوگوں کے اندازے یہ تھے کہ ایک ڈرائیور کے گھر کا جو نقشہ ذہن میں تھا یہ اس سے بالکل اُلٹ ایک شاندار فلیٹ اور مکمل فل فرنشد ایک ڈرائنگ اور ایک ٹی وی لاؤنج صوفہ سیٹ ٹیبلس ،کارپیٹ وغیرہ فرنیچر سجاوٹ سے رکھا تھا جیسے کہ فلیٹ چھلک اُٹھا تھا تین بیڈروم بھی تھے جو سجاوٹ کر کے رکھے ہوئے تھے۔

نبیل کا ایک جوان لڑکا تھا حال ہی میں تعلیم ختم کر کے جاب پر لگا تھا200 سے 250 ڈالر تنخواہ تھی اور فل انگلش بولتا اس لئے ہمیں تمام لوگوں کو بات چیت کرنے میں سہولت ہوگئی کراچی کی آبادی کا سن کر وہ تعجب میں پڑ گیا کہنے لگا۔کہ ''ہمارے مکمل شام کی آبادی کے برابر آپ کے شہر کراچی کی آبادی ہے'' بات چیت کا دور جاری تھا کہ کھانا تیار ہو گیا 6 سے 8 ڈشیں تھیں پائے ،گوشت ،مغز ،سُوپ اور چاول کی ڈش املی کا شربت کھانا کھا کر پھر ڈرائینگ روم میں آکر بیٹھ گئے اتنے میں سیاہ چائے آگئی۔

نبیل کی بیوی ہوشیار تھی مگر ہم لوگوں کو نمک مرچ تیز چاہئے اس لئیے پھیکا پکوان میں اپنے لوگوں کو ذائقہ اور مزہ نہیں آتا ہے خیر عزت اور کافی شان سے امید سے دعوت کی یہ ہی بہت بڑی بات ہے دعوت میں آنے سے تمام کو چینج ملا اور مزہ بھی آیا۔

میری بیوی نے پہلے ہی سے مجھے کہا تھا کہ ہم لوگ دعوت کھانے جائیں تو کچھ تحفہ تحائف لے جائینگے ۔میں نے کہا کہ تحفہ لینے کہاں جائینگے 1000 روپے کے نوٹ کا لفافہ ہدیہ کی صورت میں دینگے تو سب نے تسلیم کیا ہدیہ کر کے دیا نبیل کی بیوی نے زیادہ اصرار نہیں کرتے ہوئے رکھ لیا اور ہمیں بھی ایک طرح سے اطمینان وسکون ہوا کہ مفت میں دعوت نہیں کھائی ہے تحائف کی لین دین کرنا بھی ایک طرح سے اسلامی اور نیکی کا ثواب ہے اور روایت ہے اور اخلاقی فرض ہے۔تقریباً بارہ بجے واپسی ہمارے فلیٹ پر آ گئے صبح جمعہ کا دن تھا نبیل کو 11 بجے بلایا گیا مسجد عمودی میں نماز پڑھنے کا پروگرام بنایا تھا خواتینوں کو بھی نماز کے لئیے لے جانے کا طے ہوا۔کیونکہ مسجد عمودی میں خواتین بڑی تعداد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئیے آتی ہیں اور آس پاس میں چار پانچ زیارتیں تھیں وہ بھی ساتھ ہی ساتھ زیارت ہو جاتی ہیں اور لنچ بھی شویرما کا ہو جائے اس کے بعد گھر آکر ائیر پورٹ جانے کا طے کیا گیا۔

خیر جمعہ کا دن ہمارا دمشق میں مقام اور شام کا یہ دوسرا سفر کا آخری دن تھا صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر سامان پیک کر لیا نبیل گیارہ بجے ٹھیک آموجود ہوا 11.30 بجے ہم نکل پڑے اور وہ تاریخی مسجد میں بارہ بجے پہنچ گئے۔

وضو کر کے گھر سے تیار ہو کر نکلے تھے دوسری صف میں جا کر بیٹھ گئے حضرت یحییٰ کا مزار ہے اُس جانب عورتوں کی صفوں کا مقام تھا وہاں کافی عورتیں آ گئی تھیں بڑی بھیڑ ہو گئی تھی مسجد کا موذن چبوترے (منبر) پر سے صلواۃ سلام اور نعتیہ قصیدے اور میلا د پڑھ رہا تھا عرب نوجوان اور وہ بھی شام کا۔ غضب کی آواز، لہجہ میں کافی عقیدت بہت دل آمیز پُر سرور اور دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والی آواز ہم بیٹھ کر سن رہے تھے مسجد میں لوگوں کی آمد جاری تھی اور اذان سے پہلے مسجد مکمل طور پر صفیں بھرنے پر آ گئی تھیں

اپنے یہاں تو خطبہ کے وقت تک بمشکل مسجد بھر جاتی ہے مگر وہاں جمعہ کی نماز میں لوگ بہت جلد حاضر ہو جاتے ہیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ آتے ہیں ایسے بھی مسجد میں جلد از جلد پہنچ جانے کی کئی ایک فضیلتیں اور برکتیں حدیثوں میں درج ہیں اور اس سے تمام مسلمان واقف ہیں۔

خیر سے ساڑھے بارہ بجے اذان ہوئی تین موذن چلتے چلتے اذان دے رہے تھے تینوں کی آواز علیحدہ علیحدہ اور کبھی الگ الگ سنائی دتیں اس طرح بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا اذان کے بعد سنتوں کی ادائیگی کی گزشتہ دورہ پر کچھ خاص خیال نہیں کیا تھا اس دفعہ تمام طور طریقہ اور معمولات کو میں غور سے نوٹ کرتا تھا۔

پیش امام و خطیب صاحب جو رعب اور دبدبے والی شخصیت کے تھے منبر پر چڑھ کر اور سب کو سلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے مجھے ایسا لگا کہ اب اپنے یہاں کی طرح خطبہ کی اذان ہوتی ہے اس طرح خطبہ کی اذان ہو گی مگر پہلے ایک موذن کھڑا ہوا اور الحمد اور قل شریف اور دوسری آیتوں کی تلاوت کی اس کے بعد دوسرا موذن کھڑا ہوا اُسنے درود شریف اور صلواۃ سلام اور نعتیہ قیصدہ کے اشعار پڑھے اب تیسرا موذن کھڑا ہوا اور اُس نے خطبہ کی اذان دی ہمارے لئے یہ نئی بات تھی۔

خیر اس کے بعد خطیب صاحب نے بلند اور رعب دار آواز میں خطبہ شروع کیا جس کا لب ولہجہ ہلکا بھاری تو ہم سمجھے مگر عربی زبان میں ہونے سے خاص معنی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ خطیب صاحب نے خطبہ میں دعا کی عالم اسلام کے لئے عراق، افغانستان اور الجزیرہ کے لئے خاص دعا مانگی مجھے محسوس ہوا کہ کشمیر کے لئے دعا نہیں مانگی فوراً ہی خیال آیا کہ اب تو کشمیر میں جہاد کے لئے جو قربانی دی تھی وہ ہم نے خود ختم کر دی ہے اور اب بات فیصلہ پر پہنچ چکی ہے اب اپنی مسجدوں میں بھی کشمیر کے لئے کہاں دعا مانگی جاتی ہے اس لئے اب یہ لوگ بھی سمجھ گئے ہیں کہ اب کشمیر اور پاکستان کے لئے دعا کرنے کی الگ سے ضرورت نہیں خیر خطبہ مکمل ہوا اور نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو گئی۔

ایک موذن نے اقامت کی دوسرے نے تکبیر اور تینوں نے ہم آواز ہو کر تکبیر دیں اور یہ بہت بھلا لگ رہا تھا اور پُرسُرور محسوس ہو رہا تھا مجھے یہ نیا تجربہ بھی ہوا سلام میں بھی تینوں موذن ہم آواز ہو کر پڑھتے تھے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی فوراً خطیب صاحب کھڑے ہو گئے میں بھی اگلی صف میں تھا اس لئے پہلے سے جلدی سے اُٹھ کر اُن کے ساتھ مصافحہ کیا ایک پاکستانی کی حیثیت سے اپنی پہچان کرائی امام و خطیب صاحب بہت

خوش ہوئے اور دعائیہ کلمات کہے میں پھر سے اپنی بقیہ نماز کی سنتیں اور نفلیں پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔
میں نماز سے فارغ ہوا تو دیکھا خطیب صاحب بمشکل چار پانچ قدم کے فاصلے پر کھڑے تھے نمازیوں نے اُن کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے پہلے تو میں نے یہ سوچا تھا کہ امام صاحب فوراً اپنے حجرہ میں جا کر بقیہ نماز پڑھینگے اب سمجھ میں آیا کہ فوراً کھڑے ہو کر جانے لگے پھر بھی لوگوں نے ان کو گھیرے رکھا اگر وہ نماز مکمل کر کے کھڑے ہوتے تو گھنٹوں صرف ہو جاتے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جامع اموی میں وہ بخاری شریفکی حدیثوں کے ماہر و فاضل ہیں اور حدیث پاک کی تعلیم دیتے تھے آج بھی میرے ذہن پر جامع اموی کے خطیب صاحب کے اثرات ہیں اور ان کے ساتھ میرے لڑکوں نے تصویریں اُتار لیں ہیں۔ اس کے بعد ہم حضرت یحییٰؑ کے مزار جو مسجد میں بائیں جانب تھا وہاں جا کر فاتحہ پڑھا اور درود سلام پڑھکر دعا کی اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ ایک پیغمبر کے مزار پر حاضری نصیب ہوئی ہماری یہ خوش نصیبی ہے۔
باہر دالان میں مسجد سے باہر نکلے بائیں جانب حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک کی زیارت کی فاتحہ پڑھا اور باہر نکل آئے حضرت رقیہ، نور الدین زنگی، اور صلاح الدین ایوبی کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔
حضرت نور الدین زنگی کی مسجد میں وہی قصیدہ بُردہ شریف کا وِرد جاری تھا جس کے متعلق کچھ اندراج اس سے پہلے کر چکا ہوں اس کے بعد میدان چوک میں اسی دکان پر جہاں ہمیں پہلے سہولت میسر آئی تھی وہاں پہنچ گئے وہاں ہمارے خاص مرچ مصالحہ وغیرہ ڈال کر شوریا تیار کر دیئے جاتے تھے کھانے کے بعد ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ روم میں پہنچ کر چائے پانی پی کے نبیل کے کہنے سے معلوم ہوا کہ ایجنٹ کا آدمی آئیگا اور ٹکٹیں بھی اس کے پاس ہیں جو آپ کو ایمیگریشن سے گزار دیگا میں نے کہا کہ چار تو بج گئے ہیں ایئر پورٹ پر پہنچتے ہوئے پانچ بج جائینگے تین گھنٹے سے پہلے کاؤنٹر کھل جاتے ہیں تو نبیل نے گھر فون کیا تو کہا گیا کہ چھ بجے کاؤنٹر کھلے گا میرے سے بات کرائی تو میں نے کہا:
''بھائی تین گھنٹے پہلے کائنٹر کھلتا ہے اور میرے ساتھ سامان بھی ہے اور آگے کی نشستیں بھی چاہیں''
نبیل سے کہا کہ اس کو گھر سے بلا کر لاؤ۔ جمعہ کا دن ہونے سے یہاں تعطیل ہوتی ہے اس لیئے ایجنٹ کا دفتر بھی بند تھا نبیل کو تمام معلومات، نبیل اس کے گھر گیا اور اس کو بلا کر اپنے ساتھ لے آیا اور پھر ہم لوگ سامان وغیرہ گاڑی میں رکھکر ایئر پورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ ایئر پورٹ پر پہنچکر سامان اتارا اور وہاں ٹرالی لینے جاؤ تو ایک ڈالر کی ایک ٹرالی ملے۔ ہم نے چار ٹرالیاں حاصل کیں۔ سامان لاد کر ایئر پورٹ کے اندر داخل ہوئے تو سامان اور بورڈنگ والے حصہ میں جو فلائی ہے اس کا کاؤنٹر کھلے تب ہی جانے دیں مجھے کہا گیا کہ تمہارا کاؤنٹر چھ بجے کھلے گا اور الیکٹرک بورڈ پر بھی چھ بجے کا ٹائم تھا۔
اب سروان کی بات سچ معلوم ہوئی، سروان نے کہا کہ ایئر پورٹ ٹیکس کے 200 کے حساب

سے 1600 روپے دیں میں نے رقم دے دی وہ ٹکٹیں ساتھ ہی لایا تھا اُسنے ہر ایک پاسپورٹ پر ٹکٹیں لگا دیں اور ہم کو پاسپورٹ دے دیئے اور کہا کہ تمہارا سامان بورڈنگ ہو جائیگا پھر امیگریشن کاؤنٹر پر ملونگا
اب نبیل سے بھی گلے ملکر مصافحہ کر کے فارغ کر دیا زہیر نے پہلے ہی 11500 شامی کرنسی میں فیصلہ کیا تھا جو میں نے اُسی وقت دے دیئے تھے پانچ دن گھومنے اور سیر کرنے کے اور ایک دن 600 کلومیٹر جانے کے اور 600 کلومیٹر واپسی آنے کے اس طرح 16 گھنٹہ کا سفر اس لئے یہ مناسب رقم کہی جا سکتی ہے۔

فلیٹ کے روم کا کرایہ 7000 روپے پانچ دن کے لیئے یہ بھی بہت مناسب معلوم ہوا خیر چھ بجے ہمیں اندر جانے کی اجازت مل گئی اندر داخل ہو کر ایک کاؤنٹر پر جا کر کھڑا ہو گیا وہاں کھڑا ہوا آفیسر ہنس مکھ اور ملنسار اور ٹھیک نظر آ رہا تھا میں نے سلام کی اور بورڈنگ کے لیئے ٹکٹ اور پاسپورٹ اس کو دیا۔
عمرہ کے لیئے گئے تھے جدّہ سے سامان یہاں لائے تھے وہی سامان ہے شائد ایک عدد بیگ کا اضافہ ہوا ہے تمام ٹیگ لگے ہوئے ہیں۔ اس نے سوال کیا کتنے عدد ہے؟ میں نے جواب دیا: ویسے تو ہم آٹھ پسینجر ہیں اور بڑی پیٹیاں پانچ ہیں اور چھوٹے تھیلے بیگ کل 17 عدد ہونگے اور ہم ہینڈی کیری کے لئے کچھ بھی ساتھ نہیں رکھینگے۔''
ہمارے ساتھ آب زم زم کے پانی کے چھ چھوٹے گیلن بھی تھے۔
اُسنے کہا اور معلوم کیا: ''اِس کو ساتھ لے جاؤ گے؟'' میں نے جواب دیا۔
''اس کو بھی لگیج میں ڈالدینگے میرے ساتھ فیملی ہے اُٹھانے کے لئے میرے ایک لڑکے کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔''
تو اس نے میری طرف ہنستے ہوئے کہا۔
''معافی مشکلات'' کچھ مشکل نہیں ہے کانٹے پر سامان رکھنے والے شخص کو ٹھیک نظروں سے دیکھ کر کہا کہ تمام سامان پر ٹیگ لگا دو''۔
اس نے تمام سامان پر ٹیگ لگا دیئے وزن نہیں کیا اور ہمارے ساتھ کسی قسم کا سامان نہیں تھا۔ اب اگلی نشستوں کے لئے کہا تھا تو یہ کام مشکل تھا کیونکہ آگے کی طرف دمام کے مسافروں کے لیئے سیٹیں رکھتے ہیں اس لئے کہ اُترنے میں سہولت ہوتی ہے اور نئے مسافر چڑھے تو وہ بھی آسانی سے آگے بیٹھ جائے۔
تو میں نے کہا ٹھیک ہے خیر سے طیارے تک پہنچ کر اندر اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے اور دمام آ جانے پر آگے والے پسینجر اُتر گئے اور دوسرے چڑھنے والے مسافر کم تھے اس لئے آگے کی سیٹیں خالی تھیں ہمارے پاس طیارے کے اسٹاف کے شخص نے آ کر کہا کہ آپ کو آگے کی نشستیوں پر بیٹھنا ہے تو آ جایئے ہم لوگ اگلے

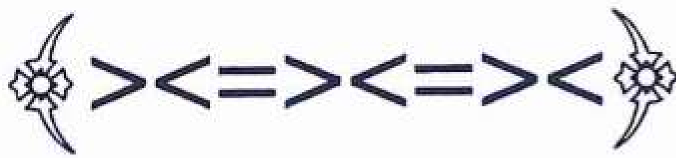
حصوں کی سیٹوں پہ بیٹھ گئے۔

صبح ساڑھے تین بجے 30 اپریل 2005ء کو ہماری فلائٹ کراچی پہنچ گئی اس طرح میری عمرہ کا اور شام کا یہ دوسرا سفر مکمل ہوا۔شام کے نامی گرامی مشہور پیغمبروں ، مشہور صحابہ کرام اور اعلیٰ مرتبہ والے اولیا کرام کی پاکیزہ اور مقدس سرزمین یہ شام جسکو پاک سرزمین بھی فرمایا گیا ہے یہ مبارک بیرون ملک جس کے کونے کونے میں اسلامی تاریخ کی منہ بولتی بے شمار یاد دلانے والی نشانیہ بکھرائی ہوتی ہیں شام یوں تو ایک ایسی قیمتی اور نایاب پھل دینے والی اور روحانی معطر خوشبو سے مہکتی یہ سرزمین جہاں کی خوشبو کی مہک مدہوش کن کو محبوب رب العالمین ﷺ نے فرمایا ہے کہ!

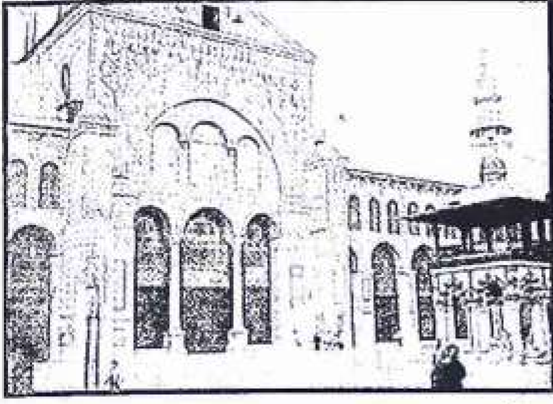
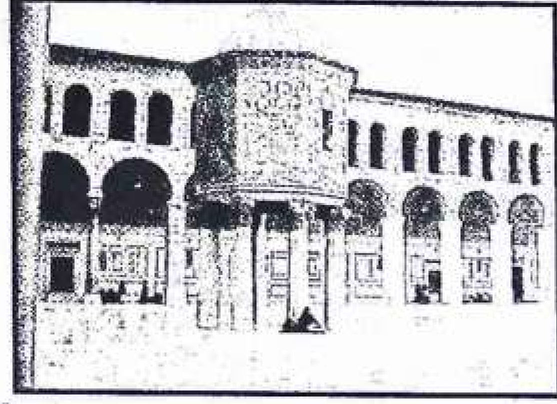
مجھے بھی ایک خاص لگاؤ اور دلچسپی ہوگئی یہ پاکیزہ سرزمین کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے عقیدت سے والہانہ بے خود ہوکر یہ مبارک سرزمین کو اور وہاں آرام فرمانے والے اللہ کے پیاروں کو اس کتاب کے مضامین کے ذریعہ والہانہ عقیدت سے نذرانہ پیش کرنے کی کوششوں کے ساتھ خاتمہ بالخیر ہوا۔

شام کے سفر کے قارئین کو میری یہ باادب کوشش بیکار اور غیر مناسب تونہیں محسوس ہوئی مجھے تو اس کی مشہوری اور لوگوں کی خواہش اور دلچسپی تو یہ مضمون سفرنامہ کی قسط وار ''ملت'' گجراتی اخبار میں ہر پیر کو شائع ہونے پر کافی حوصلہ افزائی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام اور عظیم صحابیوں اور اولیا اللہ کے فیوض و برکات سے اپنے دامن کو بھردے ایسی امید اور تمنا سے سوچا ہے کہ شام کے یہ سفر کے خاتمہ سے کوئی صلہ اور رہنمائی کسی کے لئے ضرور کارآمد ہوگا میری یہ دلی گہرائیوں اور روح کے تحت مکمل اعتماد اور امیدوں سے سرفراز ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

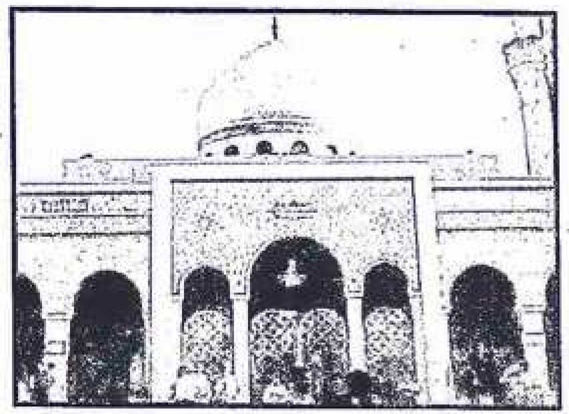
وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝



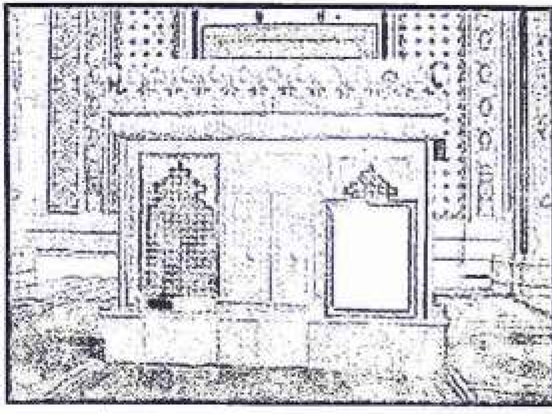
ٹائٹل پر دی گئی شام کی تصویروں کی تفصیل

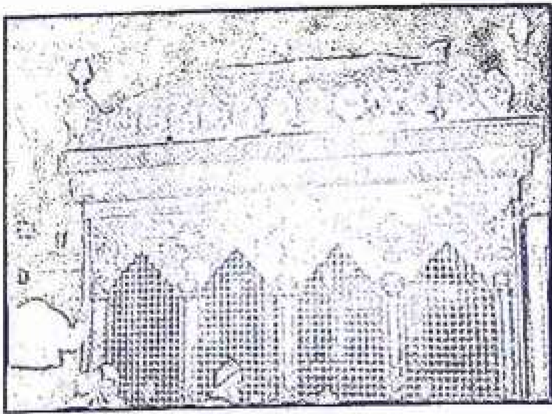
جامعہ عمووی



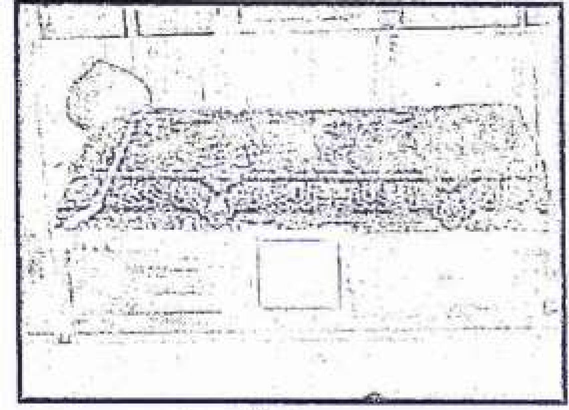
سیدی بی بی زینب



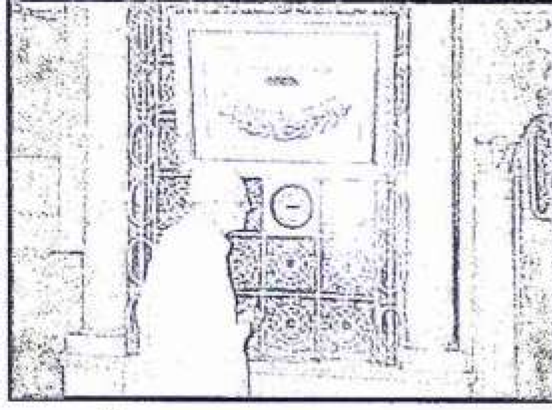
حضرت اویس کرنی رضی اللہ عنہ



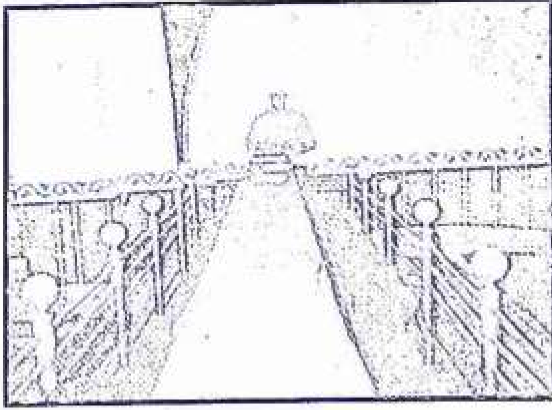
سیدی بی بی رکیہ



سید عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ



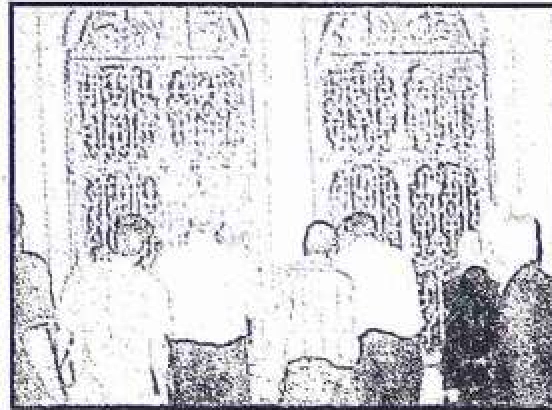
عبدالرحمن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ



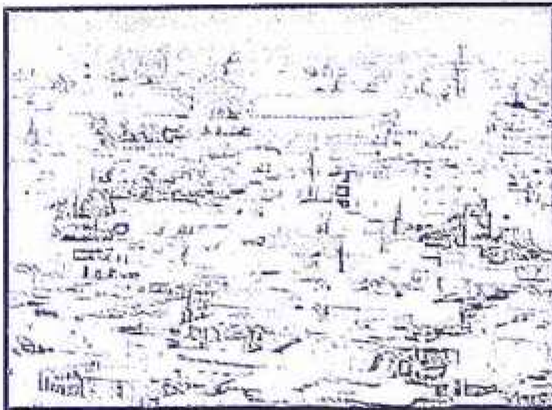
حضرت حابل علیہ السلام



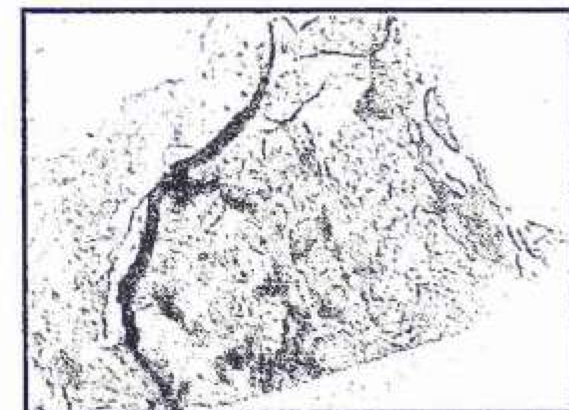
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن



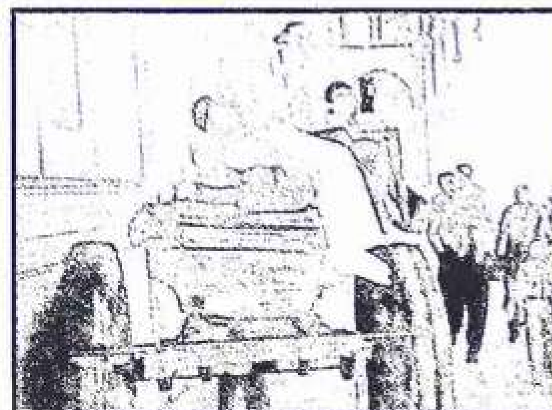
حضرت یحییٰ علیہ السلام



قدیم دمشق شہر



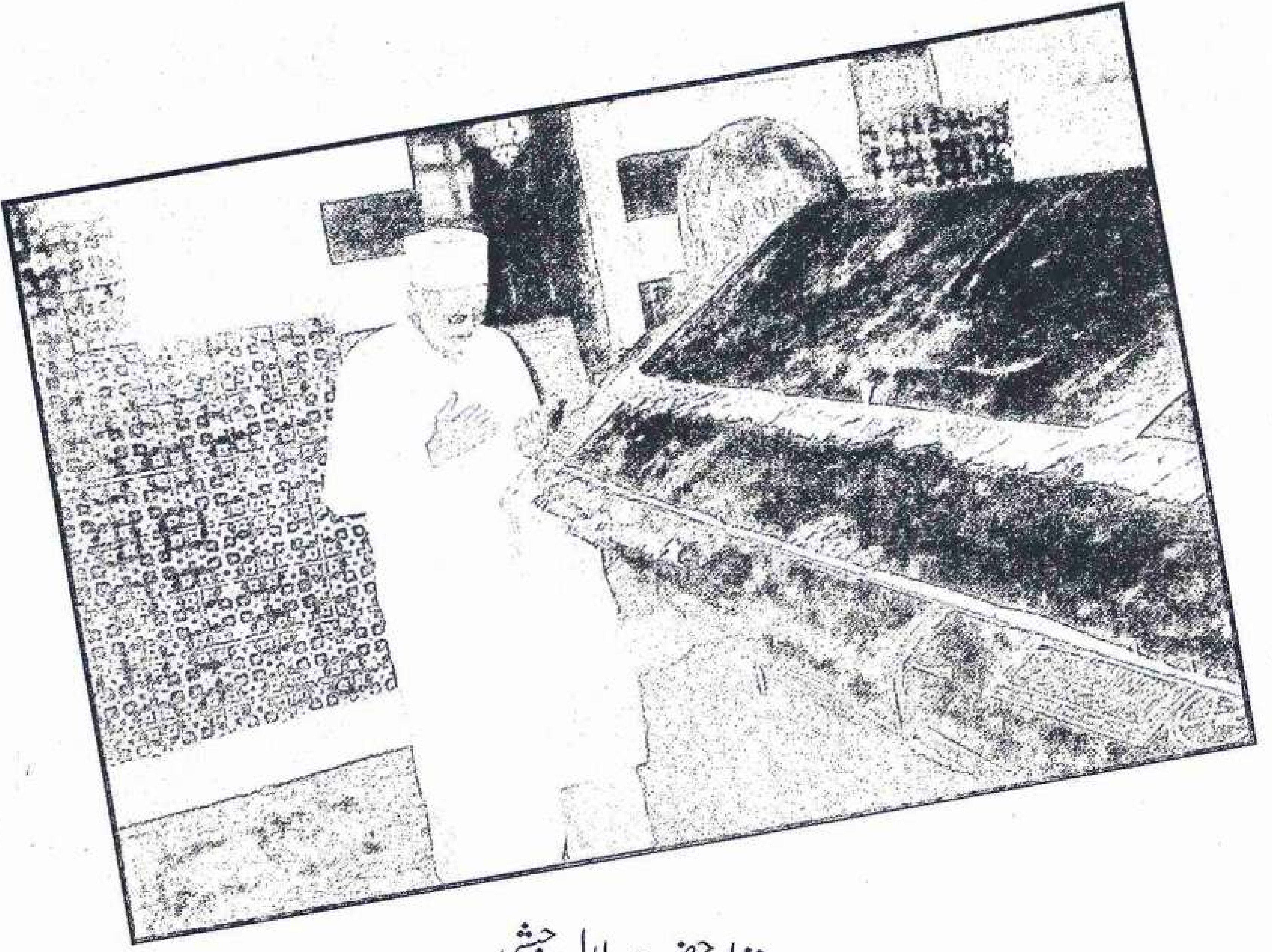
غارِ ولادت حضرت ابراہیم علیہ السلام



منزک



مسجد عمووی کا بیرونی دروازہ



مزار حضرت بلال حبشی



مسجد عموری کے امام اور عبدالستار توکل صاحب خوشگوار موڈ میں ملاقات کر رہے ہیں۔

مناجات

از تیرا عاجز بندہ عبدالستار توکل

اے عالم اور کائنات کے پیدا کرنے والے! دو پاؤں سے چار پاؤں سے یا پیٹ کے بل چلنے والے سمندر کے پانی میں رہنے والے دیکھی اور اندیکھی مخلوق کے پالنے والے! صرف تمہارے لئے ہی تمام حمد وثناء ہے اور صرف تو ہی تمام تعریف اور بندگی کے لائق ہے۔

اے اللہ! یہ تمام بھلائیاں اور نیکیاں صرف اور صرف تیرے ہاتھ میں ہیں اے سب سے اعلیٰ رحم کرنے والے، شفقت کرنے والے اے اللہ تیری ہی حمد وثناء ہے کہ تو نے ہمیں ہدایت عطا کی، عزت عطا کی اور توفیق عطا فرمائی اور ایمان اور سچے عقیدے سے نوازش فرمائی۔

اے شعلہ انگیز جلتے سورج اور ٹھنڈک آمیز چمکتے چاند کو پیدا کرنے والے، اے مصیبت میں گرفتاروں کی مصیبتیں دفع کرنے والے! اے نوزائندہ بچوں کو روزی پہنچانے والے! اے ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کے جوڑنے والے! اے فریادیوں کی دادرسی کرنے والے! اے بے چین بے سکون لوگوں کو چین وسکون دینے والے! اے غمگین اور مایوس لوگوں کو راحت وسکون بخشنے والے! اور اے بیقرار لوگوں کی دُعاؤں کو قبول ومنظور کرنے والے! میں تیرا عاجز ولاچار بندہ ہوں! میری اس التجا اور گزارش کو قبولیت عطا فرما۔

بے شمار درود شریف اور لاکھوں سلام تیرے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر کہ اُن کے صدقے اور وسیلے اور معرفت سے تو نے تمام جہانوں کے پیدا اور قائم کئے۔ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہمیں تیرے محبوب پاک ﷺ کی اُمت میں پیدا کیا۔

اے اللہ تیرا احسان ہے کہ آج میں اس کتاب "شام کا سفر" کا خاتمہ بالخیر کر کے کتابی صورت میں شائع کر کے تیرے بندوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اے سب مہربان اور رحم کرنے والوں سے عظیم رحم کرنے والے! اے ارحم الراحمین! شام میں آرام فرمانے والے تیرے عظیم پیغمبروں،

تیرے محبوب پاک ﷺ کے جانثار صحابائے کرام، تیرے برگزیدہ اولیائے کرام کے احوال، سنہرے اقوال، اسکے علاوہ اسلامی تاریخ کے نامور اور مشہور مجاہدوں کا تذکرہ میں نے اس کتاب میں کرنے کی مناسب کوشش کی ہے۔

اے دلوں کے اور ذہن کے خیالات سے واقف میرے مالک تیری بارگاہ میں مقبول یہ تمام بزرگوں کے طفیل تو مجھے میری آل واولاد کو میرے دوستوں اور میرے چاہنے والوں کے اور خاص طور پر شام کا سفر کے اس سفرنامہ کے مرتب کرنے میں مجھے حوصلہ دینے والے برادروں کے، اسکے علاوہ یہ کتاب کے پڑھنے والے قارئین کے اے میرے رب! تیری اور تیرے محبوب پاک ﷺ کی محبت اور شفقت عطا فرما۔ تیری اور تیرے رسول پاک ﷺ کی اطاعت اور تابعداری کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے مولائے کائنات! کن فیکون کہہ کر پیدا کرنے والے! میری یہ کمتر اور حقیر سی کوشش سے شاید کچھ قاری کو تیری جانب اور تیرے نبی پاک ﷺ اور اولیا کرام کی طرف رغبت اور محبت ہو جائے۔

تو تمام برکتوں، انوار اور فیض کی بارشوں اور اے حیّ وقیوم! انکے صدقے! دو جہاں میں بیڑہ پار کردے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ؕ۔

اے نوح کی کشتی کو پار لگانے والے! اے ابراہیم علیہ سلام پر آگ کو گلزار کردینے والے! اے موسیٰ کلیم اللہ کو عصاء عطا کر کے سمندر میں راستہ دینے والے اے عیسیٰ روُح اللہ کو مردوں کو زندہ کرنے کی قوت دینے والے! اے بی بی مریم کو بغیر موسم کے پھل بخشنے والے! اور بنی اسرائیل کو من وسلویٰ عطا فرمانے! اے یوسف کو حُسن عطا فرمانے والے! اے سلیمان کو ہواؤں پر فوقیت دینے والے اے کائنات کو قائم کرنے والے جس کے لئے یہ کائنات عظمتوں والی قائم کی ان کے صدقہ یہ سرگزشت کتاب پڑھنے والوں کو سیدھی راہ دکھا، عقیدت کی دولت عطا فرما اور کل جہاں میں سرخرو فرما کر بخشش عطا فرما اے! غفور الرحیم!



اے قلم کے بنانے والے! میں نے یعنی کہ عاجز بندہ نے جو کچھ لکھا ہے یہ میری قوت سے زیادہ تھا اے پروردگار! تو نے ہی لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اسکے بعد بھی اسی طرح کے کچھ اس سے بہت اچھے پیرائے میں عمدہ تصانیف لکھنے کی مجھے ہمت اور قوت عطا فرما اور میرے دل ودماغ میں اچھی باتوں کو نقش فرمادے۔

اے پروردگار! جو میں نے لکھا اور اسکے بعد میں جو کچھ لکھو اسکو کالی کملی والے کے صدقے مقبول ومنظور فرمالینا اے! کل جہاں کے مالک اے! یوم حشر کے مالک، اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل میرے دانستہ وغیر دانستہ، گزشتہ اور حالیہ گناہوں کو معاف فرما۔ دین اور دنیا کی بھلائی اور خیر وبرکت عطا فرما میرے والدین اور خاندان کے مرحومین کی بخشش فرما۔

آمین